بوالعجب سحر کلامی رنگین   در فن شعر امامی رنگین

مقالہ

سعادت یار خان رنگین

(حیات و کلام)

از

صابر علی خان ۔ ایم ۔ اے ۔

(پنجاب یونیورسٹی کی پی ایچ ۔ ڈی کی ڈگری کیلئے لکھا گیا)

ابواللیث صدیقی

لاہور

ستمبر ۱۹۵۲ء

پیش لفظ

(A) نواب سعادت یار خان رنگین جو مصحفی ـ انشا اور جرات کے معصر اور هم طرح تھے متوسطین شعرائے اردو کے اس طبقه سے تعلق رکھتے هین جنھین عبوری دور کا شاعر قرار دیا گیا هے اس دور کے شعرا نے ایک طرف ولی کے شاگردون اور معاصرین مثلاً حاتم ـ آرزو وغیره کی آنکھین دیکھی تھین اور دوسری طرف اپنے آخر زمانه مین لکھنو مین اس دبستان کو ابھرتے دیکھا جسکی نمایندگی ناسخ و آتش اور انکے متبعین کرتے هین ـ اس اعتبار سے اردو شاعری کی تاریخ مین یه ایک اهم دور هے که اسمین قدیم و جدید کا سنگم اور عمل و رد عمل نظر آتا هے ـ دوسرے یهی زمانه اردو شاعری کی بعض اصناف کے انتہائی عروج کا زمانه هے میر کے زمانے مین غزل اپنے انتہائی عروج کو پهنچ گئی لیکن مثنوی اپنی معراج کیلئے میر حسن اور انکے معاصرین کے دور کی منتظر رهی ـ پھر اس دور مین شاعری مین بعض خاص میلانات اور رجحانات ایسے نمایاں هوئے جو براه راست اس عهد کے سیاسی اور سماجی ماحول تهذیبی حوادث و انقلابات ـ معاشی اور معاشرتی تبدیلیون کا نتیجه کہے جا سکتے هین اور نگزیب کی وفات(۱۷۰۷) سے ۱۸۵۷ تک کا ڈیڑھ سو سال کا عرصه برعظیم کی تاریخ مین نهایت پر آشوب گزرا هے ـ دهلی کے تخت کیلئے شاهزادون کی باهمی کشمکش درباریون کی سازشین اور جتھے بندیان ـ ملک کے طول و عرض مین نئی سیاسی جماعتون اور حریفون کی ریشه دوانیان ـ عسکری نظام کی ابتری ـ معاشی تباه حالی ـ اخلاقی پستی ـ عیش پرستی اور فرار کی ذهنیت کی داستانین تاریخون اور شعر و ادب کے صحیفون مین بکھری پڑی هین ـ نادر کا حمله اور ابدالی کی یورش ـ صرف دو بڑے واقعے معلوم هوتے هین لیکن اثرات و نتائج کے اعتبار اس ڈیڑھ سو سال کے عرصه مین روزمره چھوٹے بڑے سیکڑون واقعات ایسے پیش آتے رهے جنکی اهمیت نادر گردی سے کم نهین هے ـ قدرتی طور پر اس دور کا شعر و ادب اس اهم دور کا ایک اهم ترجمان هے ـ اور رنگین بھی اسی دور سے تعلق رکھتے هین

رنگین نے اکیاسی سال کی طویل عمر پائی تھی - پندرہ سال کی عمر سے شعر کہنا شروع کیا

اس اعتبار سے انکی شاعری کا زمانہ ~~ستر سال کی~~ ~~لگ بھگ~~ قرار پاتا ہے - اس پر انکے رجحان - شوق اور

قادرالکلامی کو پیش نظر رکھین تو کوئی تعجب نہین ہوتا کہ انھون نے بلا مبالغہ لاکھون اشعار کہے

ہین اور اصناف سخن مین سے کوئی صنف ایسی نہین جس پر انھون نے طبع آزمائی نہ کی ہو -

اور ہماری بڑی خوش قسمتی یہ ہے کہ انکے کلام کا بیشتر حصہ ہمارے لئے محفوظ رہ گیا ہے اور عجیب تر

بات یہ ہے کہ اسمین سے بیشتر خود انکے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے - یہ نادر اور نایاب ذخیرہ انڈیا

آفس لندن کے کتب خانے مین موجود ہے اور بڑی حد تک اس مقالہ کی بنیاد اسی ذخیرے پر رکھی

گئی ہے جسکے لئے ہم پنجاب یونیورسٹی لائبریری اور انڈیا آفس کے کتب خانے کے منتظمین کے شکرگزار

ہین جنکے تعاون سے ہمین اس سرمایہ سے استفادہ کا موقع ملا -

اس خوش قسمتی کے ساتھ رنگین کی بد قسمتی یہ ہے کہ اب تک ان کے کلام کا بہت کم حصہ

طبع ہوا ہے اور سوائے مجالس رنگین کے جسے سید مسعود حسن رضوی صاحب نے اپنے مقدمہ کے ساتھ

شائع کرایا ہے رنگین کا کلام نظم و نثر قلمی نسخون کی شکل مین ہے جہان تک عام لوگون کی رسائی سے

تقریباً ناممکن ہے - مجالس رنگین کا یہ مطبوعہ نسخہ بھی ایک اور قدیم مطبوعہ نسخے پر مبنی ہے اور

رنگین کے اپنے لکھے ہوئے نسخے سے مختلف ہے - اسکے علاوہ رنگین کی شہرت صرف ریختی گو

کی حیثیت سے ہے کہ اکثر انھین اس فن کا موجد بتایا جاتا ہے - ریختی کی فنی حیثیت کچھ نہین اور

اخلاقی اعتبار سے تو بعض ناقدین کے نزدیک شعر و ادب مین اسکا ذکر ہی نہین کرنا چاہئیے -

رنگین کی یہ ایجاد ان کے حق مین زہر ثابت ہوئی اور اس بدنامی یا شہرت نے ان کے کلام پر ایسا پردہ

ڈالا جیسے آج پہلی مرتبہ اٹھانے کی کوشش کیگئی ہے اور رنگین کی ۲۲ تصانیف (جو خود ان کے قول

کے مطابق ان کی تصانیف کی کل تعداد ہے) تحقیق و تنقید کے ساتھ پیش کیجارہی ہیں -

ہماری داستان کا آغاز رنگین کے سیاسی اور سماجی ماحول کے تجزیہ سے ہوتا ہے جو باب

ہماری داستان کا آغاز رنگین کے سیاسی اور سماجی ماحول کے تجزیہ سے ہوتا ہے

جز باب اول کا موضوع ہے ۔ اسمین اورنگ زیب کی وفات سے سراج الدین ابوظفر بہادر شاہ آخری مغل فرمانروائے دھلی کی تخت نشینی تک کے اہم سیاسی واقعات کا جائزہ لیا گیا ہے ۔ جس سے ملک کی ابتر سیاسی اور سماجی حالت کا کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے ۔ تاریخی واقعات کی جھلک جسطرح شعر و ادب مین نظر آتی ہے اسے بھی پیش نظر رکھا ہے خاص طور پر شہر آشوبون مین جسطرح اس دور کی عکاسی ملتی ہے اسکے نمونے پیش کئے گئے ہین ۔ ان نمونون سے یہ نتیجہ بآسانی نکالا جا سکتا ہے کہ اس عہد مین شرفا کو زوال ہوا ۔ کمینون کو عروج نصیب ہوا ۔ عیش پرستی ۔ خود غرضی اور سازشون کا بازار گرم تھا ۔ قدرتی طور پر اخلاقی اقدار کا ان حالات سے متاثر ہونا ناگزیر تھا چنانچہ علم و فن کی ناقدری نے باکمالون پر رزق اور عافیت کے دروازے تنگ کردئیے ۔ امن و امان کی تلاش مین سرگردان پھرنے والے ارباب علم و فن اس ناقدری پر مرثیہ پڑھتے ہین ۔ کبھی دنیا سے بیزار ہوجاتے ہین ۔ کبھی خود بھی اس طوفان مین بھٹکتے ہین اور اس سے شعر و ادب مین جو بے راہ روی یا کجروی پیدا ہوتی ہے وہ نظر انداز نہین کیجاسکتی ۔ اس پس منظر کو کسی قدر تفصیل سے اسلئے بیان کیا گیا ہے کہ رنگین کی زندگی اور شاعری کے نقوش اسکے بغیر پوری طرح اجاگر نہین ہوسکیے ۔

اسکے بعد حیات رنگین کا حصہ شروع ہوتا ہے ۔ رنگین نے میر تقی میر یا مصحفی کیطرح اپنی سوانح عمری خود نہین لکھی ہے اور اس عہد کے تذکرون مین شاعرون اور ادیبون کا حال بھی بہت کم لکھا جاتا تھا یہی وجہ ہے کہ مشاہیر کے بارہ مین بھی ہماری معلومات بالعموم اسقدر تشنہ ہین کہ ہم اگر تاریخ ولادت تاریخ وفات ۔ ذاتی زندگی اور شاعر کی تہذیبی و مجلسی تفصیلات بہ مشکل تلاش کر پاتے ہین ۔ رنگین بھی اس سے مستثنی نہین ہین ۔ اب تک رنگین کے بارہ مین سب سے زیادہ تفصیلات انڈیا آفس کے کتب خانے کے مرتب نے مہیا کی تھین[1] ۔ ان تفصیلات کا ماخذ رنگین کے وہ اردو و فارسی دیباچے ہین جو انھون نے اپنے کلام پر تحریر کئے ہین ۔ انکے علاوہ انکے دیوانون ۔ مثنویون ۔ مختلف نظمون ۔ قطعات تاریخ ۔ منظوم مکاتیب ۔ مجالس رنگین ۔ اخبار رنگین ۔ جنگ نامہ رنگین

---

[1] یہاں حوالہ دیجئے انڈیا آفس کے کتب خانہ کی فہرست کا ۔ ابتدائی حصہ ۔ فہرست کی جلد اور صفحے کا حوالہ

سُبحہ رنگین اور دوسری تصانیف مین بکثرت ایسے داخلی اشارے موجود هین جنکی مدد سے رنگین
کی زندگی کی مزید تفصیلات مہیا کیجا سکتی هین ـ چنانچہ انکی مدد سے رنگین کے خاندانی
حالات انکے بہن بھائیون کے نام اور تفصیلات ـ بچپن کی تعلیم و تربیت ـ مشاغل ـ سیر و سفر ـ شادی
بیاہ ـ آل اولاد ـ احباب و متعلقین کے بارہ مین بہت سی نئی معلومات فراہم کیگئی هین اور پہلی
مرتبہ رنگین کی تصویر کے یہ خدوخال نمایان ہوئے هین ـ هین انکے مذهبی معتقدات ـ تفریحی مشاغل
سپاهیانہ زندگی ـ احباب سے انکے تعلقات ـ طوائفون سے انکی دلچسپی سب کا حال معلوم
هوجاتا هے ـ اسطرح رنگین کی جو تصویر همارے سامنے آتی هے وہ ایک مرد پاکباز کی نہین هے لیکن
چونکہ اسکی بنیاد ناقابل تردید داخلی شہادت اور رنگین کے اپنے اعترافات پر هے اس لئے اسکی
تاریخی اور سوانحی اهمیت سے انکار ممکن نہین هے ـ حیات رنگین کے اس حصہ کو زیادہ طول دیا جا سکتا
تھا لکھنو مین شاهزادہ سلیمان شکوہ کے دربار اور اسکے شاعرانہ ماحول پر تفصیل سے لکھا جا سکتا تھا
لیکن ان موضوعات پر اب اتنا لکھا جا چکا هے کہ اسکا صرف اشارہ کافی سمجھا گیا هے ـ اسیطرح رنگین
نے جن مقامات کا سفر کیا هے ـ جن لوگون سے انکے تعلقات قائم رهے هین انکا ذکر بھی اختصار سے کیا
گیا هے کہ اس مقالہ کا موضوع رنگین کی سوانح عمری مرتب کرنیکی جگہ انکی زندگی اور شاعری کا
کی مختلف اصناف سخن
مطالعہ تھا ـ اسماٴ الرجال کے عنوان سے البتہ ایک اشاریہ ایسا دیدیا گیا هے جس سے رنگین کے جملہ اُن کو
و متوسلین
متعلقین کا اندازہ لگایا جا سکتا هے ـ

اس سوانحی اور تاریخی پس منظر کے بعد مقالہ کا ادبی اور تنقیدی حصہ شروع هوتا هے جس
مین سب سے پہلے رنگین سے پہلے اردو زبان ـ شاعری اور ادب کے سرمایہ کا جائزہ لیا گیا هے ـ یہ
موضوع بجائے خود نہایت اهم تفصیل طلب اور هنوز کسی قدر تشنہ تحقیق هے لیکن تناسب اور موضوع
متعلقہ کے پیش نظر صرف اهم مسائل کی طرف اشارہ کیا گیا هے اور تحقیق و تنقید مین جدید ترین تحقیقات
پیش نظر رکھی گئی هین تاکہ یہ حصہ بھی افادی نقطہ نظر سے صحیح اور درست هو ـ اسکا اندازہ کتابیات

پر نظر ڈالنے سے بھی ہوسکتا ہے ۔ اسطرح اردو زبان کی ابتدائی نشوونما کے بعد دکن اور پھر شمالی ہند
ہند مین اردو شاعری اور ادب کے ارتقا سے بحث کیگئی ہے ۔ غزل ۔ قصیدہ ۔ مرثیہ ۔ مثنوی وغیرہ پر تف
تفصیل سے اظہار خیال کیا گیا ہے اور یہ سلسلہ رنگین کے دور پر لاکر ختم کردیا گیا ۔ یہ حصہ مناسب
اختصار کے باوجود مکمل ہے اور تمام اہم متعلقہ مسائل پر محیط ہے جس سے اردو شاعری کی مختلف
اصناف کا اس سرمایہ سے اندازہ ہوجاتا ہے جو رنگین کو ورثہ مین ملا تھا ۔ اس تمہید کے بعد رنگین
کے کلام پر بحث شروع ہوتی ہے ۔ مقالہ کا باقی حصہ جو رنگین کی تصانیف کے جائزہ پر مشتمل ہے
رنگین کے غیر مطبوعہ مسودات پر مبنی ہے جنمین سے اکثر و بیشتر انکے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہین
اور بلا شبہ نہایت مستند ہین اردو شاعرون مین سے بہت کم ایسے نکلینگے جنکا اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا
کلام کا اتنا سرمایہ ہم تک پہنچا ہو ۔ رنگین کا یہ دلچسپ اہم اور مستند کلام نظم و نثر فارسی و اردو
پہلی مرتبہ قلمی مسودات سے نکلکر تحقیق و تنقید کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے ۔

رنگین نے پندرہ سال کی عمر سے غزل کہنا شروع کی ۔ انکا پہلا دیوان ریختہ تو پانی کی لڑائی
کے ہنگامے مین ضائع ہوگیا لیکن اسکی جگہ انہون نے ایک اور دیوان ریختہ مکمل کیا جو تاریخی ترتیب
سے رنگین کی تصانیف مین سب سے پہلے ہمارے سامنے آتا ہے چنانچہ سب سے پہلے اسی پر بحث
کیگئی ہے ۔ اس بحث کا آغاز غزل کی تعریف ۔ غزل کے مفہوم اسکے مضامین کی نوعیت عشق حقیقی
و عشق مجازی کی بحث اور غزل کے دیگر موضوعات اور اسالیب کے جائزہ سے ہوتا ہے ۔ اسکے بعد
رنگین کی چند مکمل غزلین پیش کیگئی ہین تاکہ بحیثیت مجموعی انکی غزلون سے جو تاثر پیدا ہوتا ہے
اسکا اندازہ لگایا جا سکے ۔ پھر ان غزلون کے موضوعات کا تجزیہ کیا گیا ہے جسمین رنگین کے محبوب کی
ذات اور اسکے خدوخال نمایاں ہوتے ہین ۔ سراپا کے مضامین اور حرف و حکایت کے موضوعات سامنے آتے
ہین ۔ اسمین شوخی بھی ہے اور تندی بھی ۔ اثر آفرینی بھی ہے اور دلآویزی بھی ۔ لیکن اسکے
ساتھ ہی ایسے مضامین بھی جن مین واقعہ نگاری یا معاملہ بندی کسی قدر حد سے تجاوز کر گئی ہے

اور غزل مین نفس پرستی ـ ہوا و ہوس کے مضامین اور اخلاقی پستی جھلکنے لگی ہے ـ یہ بات کچھ رنگین سے مخصوص نہین ہے ـ اس دور مین مصحفی ـ انشاؔ ـ جرات سب کا یہی انداز تھا اسلئیے اس رجحان کے اسباب و اثرات کا جائزہ لینے کی بھی ضرورت پیش آئی ہے اور یہ دکھانے کی کوشش کیگئی ہے کہ یہ مضامین اور موضوعات براہ راست اس دور کے خاص سیاسی اور سماجی حالات کی پیداوار ہین جنھون نے شاعرون کو ایک خاص انداز کی زندگی گزارنے اور خاص طرح فکر کرنے کی طرف مائل کردیا تھا ـ لیکن رنگین کا سارا غزل کا سرمایہ صرف ایسے مضامین پر مشتمل نہین ہے ـ اسمین اعلی درجے کے جذبات اور کہین کہین اخلاقی اعتبار سے بلند نصب العین کی جھلک بھی ملتی ہے چنانچہ رنگین کے دیوان ریختہ سے اس قسم کے نمونے بھی پیش کیے گیے ہین تاکہ انکی غزلگوئی کے بارہ مین صحیح اور متوازن رائے قایم کیجاسکے ـ

تصوف اردو شاعری بالخصوص غزل کا ایک اہم موضوع ہے اردو مین یہ روایت فارسی سے آئی لیکن یہان اسنے اپنا رنگ و بو پیدا کیا اور شاعری کی تمام اصناف کو متاثر کیا ـ غزل مین تصوف کے مضامین کا مختصر جائزہ لینے کے بعد یہ دکھانیکی کوشش کیگئی ہے کہ رنگین کی غزل مین بھی یہ عناصر موجود ہین ـ بلاشبہہ انمین سے بعض مضامین محض رسمی یا رواجی ہین لیکن تصوف سے رنگین کو جو لگاؤ تھا اسکا ثبوت غزلون سے ہٹکر ان مثنویون اور دوسری نظمون مین ملتا ہے جو عارفانہ اور صوفیانہ انداز کی حامل ہین ـ مثنوی مولانا روم کا اثر اور اس انداز مین مثنوی لکھنے کی کوشش اسکی مزید تائید کرتے ہین ـ

دیوان ریختہ کے علاوہ غزل کا ایک دوسرا دیوان "دیوان بیختہ" کے نام سے ہے جسمین ہر زمین مین دوہری غزل ~~کا ایک دوسرا دیوان~~ کہنے کا التزام رکھا گیا ہے ـ ظاہر ہے اس تکلف اور اہتمام نے غزل کے عام رنگ کو بھی متاثر کیا ہوگا اور اس اعتبار سے دیوان ریختہ اور دیوان بیختہ مین کچھ فرق ہے ـ اس فرق کو نمونون سے واضح کرنے کے بعد بحیثیت مجموعی غزل کی تاریخ مین رنگین کا

درجہ متعین کرنیکی کوشش کیگئی ہے ۔

صنف سخن کی تقسیم کے اعتبار سے غزل کے حصہ کو مکمل کرنیکے لئے دیوان ریختہ و بیختہ کے بعد دیوان آمیختہ اور دیوان انگیختہ کا جائزہ لیا گیا ہے ۔یہ دونوں دیوان ریختی اور ہزل کے مجموعے ہین لیکن شکل کے اعتبار سے ان مین غزل کا انداز اختیار کیا گیا ہے ۔ ہر چند کہ ہزل کا ذکر ادبی تنقید مین مناسب نہین ہے اور فنی نقطہ نظر سے ریختی کو بھی کوئی اعلی درجہ نہین دیا جاتا لیکن رنگین کے ان دو دیوانون کا تجزیہ اس نقطہ نظر سے ضروری ہے کہ ہمین ایک طرف ان سے اس عہد کے ایک خاص رجحان کا پتہ چلتا ہے اور دوسری طرف خاص طور پر رنگین کے محرکات کا اندازہ ہوتا ہے ۔اس دور کے دیگر شعراء نے بھی اس قسم کا کلام کہا ہے ۔انشا کا دیوان ریختی موجود ہے لیکن اور شعراء کا فحش کلام اب محو ہو چکا ہے اور جو کلام چھپا بھی ہے اسمین بہت کچھ قطع برید کرکے اسے گوارا بنانے کی مصنوعی کوشش کیگئی ہے ۔رنگین کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ کلام ایک نہایت اہم تاریخی دستاویز ہے اور ہمکو اسی حیثیت سے اسکا جائزہ لینا چاہئیے ورنہ ظاہر ہے کہ اخلاقی نقطہ نظر سے انکے کلام کا یہ حصہ قابل اعتنا نہین ہے لیکن ہم اسے نظرانداز بھی نہین کرسکتے کہ ریختی اور غزل سے نکلکر یہ اثر رنگین کی دوسری نظمون اور تصانیف تک پھیل گیا ہے ۔اپنی ان تصانیف پر رنگین نے جو دیباچے لکھے ہین ان سے اسکی صاف شہادت ملجاتی ہے کہ رنگین نے اپنی زندگی کا خاصا بڑا حصہ عیاشی مین صرف کیا تھا اور جو معاملات و واقعات انہون نے بیان کیے ہین وہ انکے بقول خود انکے تجربات اور مجربات ہین ۔ان دیباچون کا مناسب اقتباس بھی بطور نمونہ شامل کردیا گیا ہے لیکن رکیک اور فحش اشعار کا نقل کرنا مناسب نہین سمجھا گیا ہے ۔البتہ ان طوائفون کے نام تفصیل سے لکھدئیے گئے ہین جنکا ذکر رنگین نے خود کیا ہے ۔

ریختی کا معاملہ ہزل سے کسی قدر مختلف ہے ۔اگرچہ ریختی مین بھی مبتذل اور فحش مضامین کبھی کبھی آجاتے ہین لیکن اسمین زیادہ زور بیگمات کی زبان و محاورے اور انکے خاص اشارون ۔کنایون

رسمون اور ریتون کے اظہار پر ہوتا ہے — اس اعتبار سے یہ حصہ کسیقدر تاریخی اور لسانیاتی اہمیت حاصل کرلیتا ہے اور ہم اسے بیگمات کی لغت کے معاملہ مین بطور سند استعمال کر سکتے ہین —

رنگین کے کلام کا ایک اہم حصہ مثنویات پر مشتمل ہے — اس سلسلہ مین یہ بات نہایت اہم ہے کہ رنگین نے مثنوی گوئی غزل کی مشق کے بعد شروع کی چنانچہ دیوان ریختہ کی فارسی دیباچہ مین ۱۸۲۸ تک اپنی تصانیف دیوان ریختہ — بیختہ — آمیختہ — انگیختہ وغیرہ کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہین کہ ۱۸۲۸ تک مین انکی ترتیب سے فارغ ہوگیا اور پھر مثنوی گوئی اختیار کی چنانچہ اگلے دس بارہ سال انھون نے مثنوی گوئی مین صرف کیے — عمر اور شاعرانہ تجزیے کے اعتبار سے یہ انکی شاعرانہ مشق کا نہایت پختہ زمانہ تھا چنانچہ انکی اس پختگی کا شعور ان چھوٹی بڑی مثنویون سے ہوتا ہے جو رنگین کے ایک قول کے مطابق تعداد مین چھیالیس ہوتی ہین — اردو شاعری کی تاریخ مین مثنوی کا جو ورثہ رنگین کو ملا تھا اسکے جائزہ کے بعد رنگین کی تمام اہم مثنویون کا نہایت تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے — مثنوی نگاری کے جتنے لوازمات ہین اور انکی جسقدر مثالین رنگین کے انداز کو پیش کرنیکے لئے ضروری ہین جمع کردیگئی ہین — میر حسن کی مثنوی سحرالبیان خود بقول رنگین کمال مثنوی گوئی ہے — رنگین خود اسکا اعتراف کرتے ہین اور سوائے انشا* کے جنھون نے دریائے لطافت مین میر ظفر علی کی زبانی سحرالبیان کے ایک شعر کا مذاق اڑایا ہے ناقدین نے بالاتفاق اس سحر بیانی کو تسلیم کیا ہے — رنگین نے میر حسن کا اتباع کیا ہے اور اسکی بکثرت داخلی شہادتین انکی مثنویون مین ملتی ہین — انھین بھی صراحت کے ساتھ شامل کیا گیا ہے رنگین کی مثنویات کے اس تفصیلی جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تنوع اور رنگارنگی نیز مقدار کلام کے اعتبار سے رنگین میر حسن سے کچھ آگے ہی بڑھ گئے ہین — یہ بات الگ رہی کہ میر حسن نقاش اول ہین اور انکی یہ فضیلت انسے کوئی نہین چھین سکتا —

یہ بات بظاہر تعجب سے خالی نہین کہ رنگین جنکی طبیعت بیحد شگفتہ تھی جو ساری عمر

رئیسون اور درباریون سے متوسل رہے انھون نے قصیدہ گوئی کیطرف سنجیدگی سے توجہ نہین کی —

حالانکہ قصائد انکے کلام مین موجود ہین لیکن سودا یا انشاؔ کیطرح قصاید کا دیوان یا مجموعہ مرتب نہین کیا لیکن اس فن مین بھی انکی اپج اور ایجاد کا اندازہ اس قصیدہ سے ہوتا ہے جو انھون نے سترہ زبانون مین لکھا ہے — اسکے باوجود رنگین قصیدے کے میدان مین سودا یا انشاؔ سے بہت پیچھے ہین اسلئے قصیدہ گوئی کیلئے کوئی الگ باب قایم نہین کیا گیا ہے —

اردو شاعری کے علاوہ رنگین نے فارسی غزل اور مثنوی پر بھی توجہ کی تھی چنانچہ فارسی مین دیوان حدیقہ رنگین اور چھوٹی بڑی مثنویان جو انکے کلام مین موجود ہین دلچسپی کیساتھ پڑھی جاسکتی ہین ایک الگ باب مین ان پر تفصیل سے اظہار خیال کیا گیا ہے —

رنگین کی تصانیف مین بعض ایسی اہم دستاویزات ملتی ہین جو انکی زندگی اور ماحول کے بارہ مین نہایت اہم ماخذات ہین — ان مین مجالس رنگین ایک مرتبہ شائع بھی ہوچکی ہے لیکن مجالس کا جو نسخہ رنگین کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہمین دستیاب ہوا ہے وہ مطبوعہ نسخے سے کسیقدر مختلف ہے چنانچہ اس مقالہ مین مجالس کے اس قلمی نسخہ کو ہی پیش نظر رکھا گیا ہے — اسکے علاوہ ایک اور اہم قلمی نسخہ اخبار رنگین کا ہے — اس سے اس زمانے کے ماحول — تہذیبی زندگی اور معاشرتی حالات کا بڑا اچھا اندازہ ہوتا ہے اور اسطرح یہ اہم دستاویز نہ صرف رنگین کے بارہ مین ہی ایک اہم ماخذ ہے بلکہ اس عہد کے ایک عمومی تجزیے کیلئے بھی اسے ایک اہم بنیاد قرار دیا جا سکتا ہے — انکے علاوہ رنگین کی ایک اور اہم مثنوی جنگ نامہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جسمین جنگ پاٹن مین رنگین نے اپنی شرکت کا حال لکھا ہے — رنگین صرف صاحب قلم ہی نہ تھے صاحب سیف بھی تھے اور اس جنگ مین وہ تماشبین کی حیثیت سے شریک نہین ہوئے تھے — فنون سپہ گری مین انکے کمالات کا اندازہ کچھ تو اس جنگ نامہ سے ہوتا ہے اور کچھ اس دوسری اہم تصنیف سے جو مجربہ رنگین کے نام سے لکھی گی ہے اسمین رنگین نے اپنی فوجی اور سپاہیانہ تربیت کا حال لکھا ہے اور پھر مختلف آلات

حرب کی تفصیل انکا استعمال اور انکی نگہداشت اور مرمت پر ماہرانہ تبصرہ کیا ہے ـــ اسیطرح گھوڑون کی پہچان اور انکے علاج یعنی معالجہ پر ایک اور رسالہ فرسنامہ کے نام سے لکھا ہے ـــ ان تمام تصانیف نثرو نظم پر بھی تفصیل سے اظہار خیال کیا گیا ہے ـــ اسکے علاوہ جو متفرق کلام ہے اسے ایک الگ باب کا موضوع بنایا گیا ہے ـــ

رنگین ایک کثیراللسان صاحب کمال تھے اور کم از کم سترہ زبانون پر انہین ایسا عبور حاصل تھا کہ وہ انہین شعر کہنے پر قدرت رکھتے تھے ـــ ترکی انکی آبائی اور خاندانی زبان تھی ـــ چنانچہ انھون نے ترکی اشعار کے علاوہ اسکی ایک لغت لکھ ڈالی ـــ فارسی اس عہد تک ادبی اور علمی زبان تھی ـــ اسمین انکی دسترس اور لیاقت فارسی نظم و نثر کے مجموعون سے ظاہر ہے ـــ عربی پر جو قدرت تھی اسکا اظہار بھی جا بجا ہوا ہے لیکن خاص طور پر قصیدہ بانت سعاد اور قصیدہ غوثیہ کے تراجم سے پتہ چلتا ہے کہ وہ عربی مین بھی استاد کی حیثیت رکھتے تھے ـــ سر ہند مین پیدا ہوئے تھے جہان قدرتی طور پر پنجابی سے واقفیت کا موقع ملا ـــ مرہٹہ سردارون سے تعلقات نے مرہٹی سکھائی ـــ دلی کے قیام مین برج اور پوربی سے واقف ہوئے ـــ اب تک عام خیال تھا کہ اس اعتبار سے انشا ؔ ایسا دلچسپ شخصیت ہین کہ انکے کلام مین مختلف زبانون کے آثار ملتے ہین اور دریائے لطافت ایک اہم لسانیاتی تصنیف ہے لیکن رنگین کے کلام سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس میدان مین اپنے تمام معاصرین بلکہ سابقین و متاخرین پر بھی بازی لیگئے ہین ـــ مجموعہ رنگین سے رنگین کی زبان دانی کے اس پہلو کو نمایان کیا گیا ہے ـــ

اس طرح نہایت اہم اور قلمی دستاویزون کی شہادت سے سعادت یار خان رنگین انکے عہد اور تصانیف کے نقش و نگار تیار کیے گئے ہین ـــ رنگین نے اپنی تصانیف کی تعداد ۴۲ بتائی ہے اور ہمین فخر ہے کہ ہم نے یہ ۲۲ تصانیف دریافت کرلین ـــ رنگین خوش قسمت ہین کہ انکی اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی بیشتر تصانیف ابتک زمانہ کی دستبرد سے بچی رہین ورنہ میر و سودا میر حسن مصحفی انشا اور جرأت کیطرح بہت ممکن تھا انکا بڑا حصہ ضائع ہوجاتا ـــ اس مقالے مین جستہ جستہ نقوش اور اقتباسات سے انکے تعارف

اور انھین کسیقدر ثبات بلے دینے کی جو کوشش کیگئی ہے اور اس پر جس محنت سے کام کیا گیا ہے اسکا اندازہ آئیندہ اوراق مین نظر آیگا ــ ممکن ہے انکی اہمیت کے پیش نظر کبھی ان تصانیف مین سے سب نہ سہی کچھ منتخب کلام کسی صاحب ذوق کو اسکی باقاعدہ ترتیب و اشاعت کا خیال دلادے ــ اور اس طرح رنگین کو وہ درجہ ملسکے جسکے وہ مستحق تھے لیکن جو ابتک انھین نصیب نہین ہوا ــ

[نوٹ : رنگین کے اسلوب کی تعریف]

(B) مقالہ کی تیاری کے سلسلہ مین سب سے زیادہ ھمین انڈیا آفس کے ارباب کا شکریہ ادا کرنا ہے جنکے وسیلہ سے ھمین رنگین کے کلام کے اس نادر ذخیرہ سے استفادہ کا موقع ملا ــ اور ہم خاص طور پر انڈیا آفس کے کتب خانہ کے مہتمم پروفیسر الفریڈ ماسٹر کے شکر گزار ھین جنھون نے ھماری درخواست پر اصل مسودات ھمین بھیجدئیے ورنہ ان سے استفادہ کیلئے انگلستان کا سفر اور طویل قیام ناگزیر تھا اسکے ساتھ پنجاب یونیورسٹی لائیبریری کے لائیبریرین ڈاکٹر سید عبداللہ اور اسسٹنٹ لائیبریرین مولوی نذیر احمد بھی ھمارے خصوصی شکریہ کے مستحق ھین کہ انکی ذمہ داری پر یہ کتابین ھمین ملین اور ہم اس ذخیرہ سے بھی استفادہ کرسکے جو خود اس لائیبریری کی ملکیت ہے ــ یہ مقالہ شروع سے آخر تک ڈاکٹر ابواللیث صدیقی ایم ــ اے ــ پی ــ ایچ ڈی ــ کی نگرانی مین لکھا گیا ہے جنھین پنجاب یونیورسٹی نے نگران مقرر کیا تھا ــ

اور اب یہ مقالہ آپ کے سامنے ہے

لاھــــور

ــ ستمبر ۱۹۵۲ء

(صابر علی خان)

" ~~باب~~ حصہ اول "

رنگین کا سیاسی اور سماجی ماحول

سعادت یار خان کی ولادت ۱۱۷۰ ھ مطابق ۱۷۵۷ء مین ہوئی اور انہون نے ۱۲۵۱ ھ مطابق ۱۸۳۵ء مین وفات پائی اسطرح انہون نے بارھوین صدی کے نصف آخر اور تیرھوین صدی ہجری کے نصف اول کو اپنی آنکھون سے دیکھا یہ زمانہ سیاسی ۔ سماجی اور معاشی اعتبار سے ایک طرف جسقدر پر آشوب اور ہنگامہ خیز گذرا ہے اتنا ہی دوسری طرف علمی اور ادبی تاریخ مین ایک نہایت اہم دور ہے کیونکہ اسی زمانہ مین اردو شاعری کا مرکز دکن سے شمالی ہند مین منتقل ہوتا ہے اور اگلی ایک صدی مین دہلی اور لکھنو کے علاوہ شمالی ہند کے بعض دوسرے مشہور شاعر بھی شہرت پاتے ہین ۔ درد (ولادت ۱۱۳۳ ھ) سوز (ولادت ۱۱۳۳ ھ) میر (ولادت ۱۱۳۷ھ) میر حسن (ولادت ۱۱۴۰ ھ) مصحفی (ولادت ۱۱۶۲ھ) سودا (ولادت ۱۱۰۶ ھ تقریباً) انشا وغیرہ سب اسی دور مین نظر آتے ہین اس دور سے پہلے کے اساتذہ ولی (وفات ۱۱۱۹ھ) آبرو (وفات ۱۱۶۳ ھ) ناجی (وفات ۱۱۶۸ھ) خان آرزو (وفات ۱۱۶۹) مظہر (وفات ۱۱۹۴) حاتم (وفات ۱۱۹۶) اس دور کے پیش رو کہے جا سکتے ہین ۔ شاعرون کی اس طویل فہرست پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جو زمانہ سیاسی اعتبار سے انتہائی زوال اور انتشار کا تھا وہ شعر و ادب کے حق مین نہایت خیال انگیز اور ترقی کا دور ثابت ہوا ۔[1]

---

(۱) ولی گجراتی از سید ظہیر الدین مدنی صفحہ ۸۱

سیاسی ماحول کی تفصیل یہ ہے کہ اورنگ زیب نے ١٨٨ اھ مطابق ١٧٠٧ء مین وفات پائی اورنگ زیب کا زمانہ خود بڑی سیاسی کشمکش مین گذرا تھا دکن کی طویل فوج کشی نے خزانہ خالی کردیا تھا اور ان لڑائیون نے اکثر قابل اور آزمودہ کار لوگ مارے جا چکے تھے ـــ سلطنت اتنی وسیع ہوچکی تھی کہ مرکز کی کمزوری کی بدولت دور دراز صوبون مین مضبوط انتظام قائم رکھنا دشوار ہوگیا تھا ـــ شمالی ھند مین وہ طاقتین جنھین اکبر اور اسکے جانشینون نے کسی نہ کسی طرح اپنا معاون بنا لیا تھا اب مغلون کے خلاف متحدہ محاذ بنانے کی کوشش مین تھی خاص طور پر راجپوت جنھین سیاسی اور معاشرتی اعتبار سے اکبر اور اسکے جانشینون کے سامنے جھک کر نہایت ذلت نصیب ہوئی تھی اس کا بدلا لینا چاھتے تھے ـــ دکن مین ایک نئی طاقت ابھر رہی تھی یہ مرہٹہ تھے جنھون نے اورنگ زیب کی وفات کے بعد ایک عرصہ تک ھندوستان کی سیاسی فضا مین بڑی ابتری رکھی ـــ سیوا جی (ولادت ١٦٢٧ء) دکن کے سرداروں اور دلی کے شہنشاہون کیلئے درد سر بنا رہا اور اپنی وفات (١٢ اپریل ١٦٨٠) تک اس نے نہ صرف مرہٹون کی طاقت کو ایک سیاسی اہمیت دیدی بلکہ مغلیہ سلطنت پر ایک ایسی ضرب کاری لگائی جسکا حال کسی طرح نہ ہوسکا لیکچہ اگرچہ ١٧٥٧ء مین احمد شاہ ابدالی نے پانی پت کی تیسری لڑائی مین مرہٹون کو آخری شکست دیدی لیکن اس مدت مین جو تخریبی کارروائی مرہٹے کرنا چاھتے تھے وہ کرچکے تھے ـ

مصیبت یہ ہوئی کہ اورنگ زیب کی وفات کے بعد اسکی جانشینی کا جھگڑا شروع ہوگیا اورنگ زیب کے تین بیٹے معظم (ولادت ١٠٥٣ھ مطابق ١٦٤٣ء) اعظم (ولادت ١٠٦٣ھ مطابق ١٦٥٣ء) تھے ـ اور محمد کام بخش (ولادت ١٠٧٧ھ مطابق ١٦٦٧ء) تھے ـــ عالمگیر کی وصیت یہ تھی کہ تینون بیٹے مملکت کے بیس صوبون کو آپس مین تقسیم کرلین لیکن ملک گیری کی ہوس نے اورنگ زیب کی اس تجویز کو ناکام بنا دیا اور تینون شہزادون نے تلوار سے اپنے اپنے حق کا فیصلہ کرنا چاہا جانشینی کیلئے اس جنگ مین اعظم اور کام بخش دونون مارے گئے اور طرفین کے ہزارون آدمی کام آئے اسطرح ١٧٠٩ء مین معظم دو سال کی جدوجہد کے بعد مغلیہ سلطنت کا وارث قرار پایا لیکن سلطنت کو جو گھن لگ چکا تھا اسکا علاج

معظم بھی نہ کرسکا ۔ اسکے عہد میں بھی خود غرض ۔ سازش ۔ سازباز اور جتھے بندی اپنا رنگ دکھاتی رہی جس تخت کو معظم نے دو بھائیوں کا خون کرکے حاصل کیا تھا اُسے پانچ سال سے زیادہ نصیب نہ ہوا اور ۱۸ ۔ فروری ۱۷۱۲ھ مطابق ۲۱ ۔ محرم ۱۱۲۴ھ کو اسکا انتقال ہوا ۔ اسکی جانشینی کیلئے اسکے بیٹوں میں جھگڑا شروع ہوگیا اور اسکی بدولت معظم کی لاش ایک مہینہ تک لاہور میں پڑی رہی پھر دفن ہونے کیلئے دہلی بھیجی گئی اسوقت جو حالت ہوئی اسکا اندازہ محمد ہادی کامور خان کے اس بیان سے ہوسکتا ہے ۔ "وفات کی خبر سنتے ہی شاہی لشکر میں ابتری پھیل گئی اور ہر طرف (۱) شوروغوغا بلند ہوا ۔ امرا اور سرکاری عہدہ دار رات کی تاریکی میں اپنے خیموں سے باہر نکل گئے تاکہ کسی ایک شہزادہ کے ساتھ شامل ہوجائیں بعض لوگ ایسے تھے جو کسی جتھے یا گروہ سے تعلق نہ رکھتے تھے ان میں کچھ سپاہی بھی تھے اور ان سب پر بڑی سراسیمگی کا عالم طاری تھا کیونکہ ان میں سے کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ انکی قسمت میں کیا لکھا ہے ۔ یہ لوگ اپنے اہل و عیال کو لیکر شہر میں پناہ لینے کیلئے چلے گئے " چوروں ۔ اچکوں کی بن آئی اور آزادی سے انھوں نے لوٹ مار شروع کردی ۔ سڑکوں پر ایسی بھیڑ ہوگئی کہ راستہ چلنا دشوار تھا اور لوگوں کو مکانوں میں بھی پناہ کی جگہ نہیں ملتی تھی لوگ گھیرا کر دوکانوں میں گھسنے لگے تھے ۔ عزیز اور رشتہ دار بھی اپنے اقربا کو پناہ نہ دے سکتے تھے ۔ شہزادوں کے لشکروں میں سختی چھائی تھی اور امرا میں سے کسی کو اپنی زندگی کی خیر نظر نہیں آتی تھی ۔ سپاہیوں نے اپنی تنخواہوں کا مطالبہ شروع کیا اور اس سلسلہ میں سخت ہنگامہ ہوا اور دوسرے ملازمین بھی انکے ساتھ شامل ہوگئے ۔ یہ لوگ گالی گلوچ کرتے اور ہر طرف لوٹ مار کرتے پھرتے تھے ۔ نہ باپ اپنے بیٹوں کو بچا سکتے تھے اور نہ بیٹے اپنے والدین کو پناہ دے سکتے تھے ۔ ہر شخص اپنے حال میں ایسا گرفتار تھا کہ بالکل قیامت کا دن معلوم ہوتا تھا ۔"

---

(۱) جرأت صفحہ ۱۱ از ڈاکٹر ابو اللیث صاحب ۔

معظم کا جانشین جہاندار شاہ ۱۱۲۴ ھ مطابق ۱۷۱۲ ء کو تخت پر بیٹھا اسکے عہد مین زوال

زوال سلطنت کے وہ تمام آثار پیدا ہوگئے جو محمد شاہ کے عہد مین اپنی انتہا کو پہنچ گئے ۔ خزانہ

خالی تھا لیکن جہاندار شاہ کے اسراف کا یہ حال تھا کہ اسکی تفریح کیلئے مہینہ مین تین مرتبہ دلی مین

چراغان ہوتا تھا جسمین اسقدر روغن صرف ہوتا تھا کہ اسکا کال پڑ گیا پھر اسکی جگہ گھی استعمال ہونے لگا

اور وہ بھی ناپید ہوگیا ۔ سپاہی اپنی تنخواہون کے مطالبہ کیلئے جنگ کررہے تھے لیکن شہنشاہ اپنی

عیاشی کیلئے بے دریغ روپیہ صرف کررہا تھا ۔ عیاشی کی ایک مثال یہ ہے کہ جہاندار شاہ نے ایک ادنی درجہ

کی عورت لال کنور سے تعلق پیدا کرلیا تھا جسے امتیاز محل کا لقب دیا گیا اور اسے وہ تمام دولت بخشدی

گئی جو جہاندار شاہ نے اپنے مرحوم بھائیون عظیم الشان اور جہانشاہ کے لشکرون سے ضبط کی تھی ۔

لال کنور کے رشتہ دارون کو اعلی عہدے دئیے گئے انھین اپنے دروازون پر نوبت ۔ نقارے رکھنے کی اجازت

دیگئی انکے جلوس کے آگے آگے نوبت بجتی تھی ۔ لال کنور کے تین بھائی قسمت خان ۔ نامدار خان اور

خانہ زاد خان کے خطابات سے سرفراز کیے گئے ۔ شہر کے امرا اور شرفا کے محلات ضبط کرکے انکو بخشدئیے

گئے ۔ مشہور مورخ ہادی کامور خان لکھتا ہے کہ اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ باز کے آشیانے مین چغد آباد

ہین اور بلبل کی جگہ زاغ نے لے لی ہے " اسی زمانہ مین ملتا ن کی صوبیداری پر ایک گویہ نعمت خان

کو مقرر کیا گیا اور جہاندار شاہ نے اسکی منظوری دیدی ۔ نعمت خان کے تقرر کے احکام ذوالفقار خان وزیر

کو صادر کرنا تھے اسنے اس باب مین کچھ دیر لگائی تو نعمت خان نے اس سے جلد حکم صادر کرنے کا

مطالبہ کیا ۔ ذوالفقار خان نے ایک ہزار ستار بطور تحفہ طلب گیے نعمت خان اس طنز کو نہ سمجھ سکا اور

اسنے دو سو ستار واقعی پیش کردئیے ۔ ذوالفقار خا ن کو ایک ہزار کی تعداد پر اصرار تھا آخر نعمت خان نے

جہاندار شاہ سے شکایت کی تو اس نے ذوالفقار خان سے دریافت کیا کہ اتنے ستارون کی کیا ضرورت ہے ۔

ذوالفقار خان نے جواب دیا کہ جب جہان پناہ نے گویون اور ڈھاڑیون کو صوبہ کی صوبیداری اور حکومت کے

اعلی عہدے بخشنے کا فیصلہ کرلیا ہے تو امرا اور شرفا کیلئے اسکے سوا اور کیا چارہ ہے کہ وہ طلوار اور سپر

اتار کر رکھدین اور ستار نوازی اختیار کرین چنانچہ انکے انہین کیلئے یہ ستار جمع ہو رہے ہین مختصر یہ کہ شاہی محل جلسہ نشاط مین تبدیل ہوگیا اور محل مین کنچنون کا ہجوم ہونے لگا جہاندار شاہ زیادہ عرصہ تک اس عیاشی کو نہ دیکھ سکا اور فرخ سیر کے ہاتھون اسے بھی وہی انجام نصیب ہوا جو خود جہاندار شاہ کے بھائیون کا ہوا تھا۔ سید حسین علیخان اور سید عبداللہ خان سادات بارہ کی مدد سے فرخ سیر نے جہاندار شاہ کو شکست دی۔ جہاندار شاہ مارا گیا اور فرخ سیر اس شان سے دارالخلافہ مین داخل ہوا کہ وہ ایک ہاتھی پر سوار تھا اور عباداللہ خان پیچھے مورچھل ہلا رہا تھا دوسرے ہاتھی پر جلاد ایک بانس پر جہاندار شاہ کا سر علم کیے ہوئے تھا اسکے بعد جہاندار شاہ اور اسکے وزیر ذوالفقار خان کی لاشین محل کے سامنے میدان مین پھینک دیگین جہان تین دن تک وہ اسی حالت مین پڑی رہین اسطرح اورنگ زیب کی وفات ۱۷۰۷ سے ۱۷۱۲ تک چھ سال کے مختصر عرصہ مین یہ تیسرا خونی انقلاب تھا جو دلی والون نے اپنی آنکھون سے دیکھا۔

فرخ سیر سادات بارہ کی مدد سے تخت پر بیٹھا تھا اسلئے قدرتی طور پر سادات بارہ اپنے آپ کو بادشاہ گر سمجھنے لگے اور انکی وجہ سے دلی کے تخت پر یکے بعد دیگرے مغل شہزادے بدلتے رہے فرخ سیر کا انجام یہ ہوا کہ اسے نہایت بے آبروئی کے ساتھ اندھا کرکے قید کردیا گیا اور آخر ۱۷۱۹ مین وہ مرگیا یا مار ڈالا گیا۔ اس عرصہ مین دہلی خانہ جنگی مین مبتلا رہی دربار مین مختلف جماعتین تھین اور مختلف امیر اپنا اپنا اقتدار جمانے کی فکر مین رہا کرتے تھے سازشون کا زور تھا نا اہلون کو فروغ ہو رہا تھا سکھون کی طاقت آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھی مرہٹے بھی آہستہ آہستہ شمالی ہند تک آ پہنچے تھے ادھر آگرہ اور دہلی کے نواح مین جاٹون نے قیامت برپا کر رکھی تھی حالات اسی طرح خراب سے خراب تر ہوتے گئے یہانتک کہ محمد شاہ کا عہد آ پہنچا یہ بادشاہ جو رنگیلے کے نام سے یاد کیا جاتا ہے عیاشی اور عیش پرستی کی آخری حد تک پہنچ گیا تھا اسکے زمانہ مین دلی مین بڑی افراتفری تھی عمال حکومت ملکی انتظام قائم رکھنے کے بجائے ڈاکوؤن اور لٹیرون کے سرپرست تھے ملک مین امن و امان

کا نام تک نہ تھا سارے پیشہ ور پریشان حال تھے اسکا اندازہ ان شہر آشوبون سے ہوتا ہے جو اسکے بعد سودا وغیرہ نے لکھے – سودا کے مشہور شہر آشوب کا پہلا بند یہ ہے

کہا یہ آج مین سودا سے کیون ہے ڈانواڈول — پھرے ہے جا کہین نوکر ہو لیکے گھوڑا مول
لگا وہ کہنے کہ اسکا جواب ہــــین دو بول — اگر کہون مین تو سمجھے گا تو کہ ہے یہ ٹھٹھول
بتا کہ نوکری بکتی ہے ڈھیریون یا تول

سپاہی رکھتے ہین نوکر امیر دولت مند — برآمد انکی تو جاگیر سے ہوئی ہے بند
کیا ہے ملک کو مدت سے سرکشون نے پسند — جو ایک شخص ہے بائیس صوبہ کا خاوند
رہی نہ اسکے تصرف مین فوجداری کول

قوی ہین ملک مین مفسد امیر ہین سو ضعیف — ٹکے کہان جو ہین دیکے ہون انھون کے حریف
نہ کچھ ربیع مین حاصل نہ درمیان خریف — جو عامل ہین گے محالات پر سو یون ہین ضعیف
کہ جس طرح کسی حاکم کے گھر کسو کی رول

پس انکا ملک مین کارنسق جو یون ہو تباہ — کہ کوہ زر ہو زراعت مین تو نہ دین پرکاہ
جگہ وہ کونسی نوکر رکھین یہ جس پہ سپاہ — کہان سے آئین پہاڑے کرین جو پیش نگاہ
کہ ہر سوار جو پیچھے چلین وہ باندھ کے غول

رہی فقط جو ہیں باجے پر انھون کی شان — جو چاہو اسکو نہ بجوادین یہ تو کیا امکان
پر انکو فکر ہے تخفیف خرچ کی ہر آن — رہے گا حال اگر ملک کا یہی تو ندان
گلے مین طاشا کہارون کے ہاتھ مین ڈھول

انھین ہے اپنی امارت سے اب یہی منظور — کہ ہون دو مور چھل اور ایک کاپتی سور
(تپی)
نہ رسم صلح کی سمجھین نہ جنگ کا دستور — جو انہین قاعدہ دان تھے ہوئے وہ انسے دور
تماش انکی طبیعت کا سب طرح سے ٹھٹھول

امیر اب جو ہین دانا انھون کی ہے یہ چال — ہوئے ہین خانہ نشین دیکھکر زمانہ کا حال
بچھی ہے سوزنی خوجا کھڑا جھلے ہے رومال — حضور بیٹھے ہین ایک دو ندیم اہل کمال
دھری ہے روبرو ایک پیکدان بھی خوشڈول

جو کوئی ملنے کو گاہے انھون کے گھر آیا   ملے یہ اس سے گر اپنا دماغ خوش پایا
جو ذکر سلطنت اسمین جو درمیان آیا   انھون نے پھیر کے اودھر کو موحدہ یہ فرمایا
خدا کے واسطے بھائی کچھ اور باتین بول

جو مصلحت کیلئے جمع ہون صغیر و کبیر   تو ملک و مال کی فکر اس طرح کرین ہین مشیر
وطن پہنچنے کی سوجھے ہے بخشی کو تدبیر   کھڑا یہ تکتا ہے دیوان خاص بیچ وزیر
کہ شامیانہ کے بانسون پہ روپے کے خول

پڑے جو کام انھین تب نکل یہ کھائی سے   رکھین وہ فوج جو موتے پڑے لڑائی سے
پیادہ ہے سو ڈرے سر منڈانے نائی سے   سوار گر پڑے سوتے مین چارپائی سے
کہے جو خواب مین گھوڑا کسی کے نیچے الول

نہ صرف خاصل مین آمد نہ خالصہ جاری   سپاہی تا متصدی سبھون مین بیکاری
اب آگے دفترون کی مین کیا کہون خواری   سوال دستخطی کو پھاڑ کرکے پنساری
کسی کو آنولہ دے باندھ کر کسی کو کٹول

یہ جتنے نقدی و جاگیر کے تھے منصب دار   تلاش کرکے ڈھلتی انھون نے ہونا چار
نہ ان قرض مین بنیون کے دی سپر تلوار   گھرون سے اب جو نکلتے ہین لیکے وہ ہتھیار
بغل کے بیچ تو سونٹا ہے ہاتھ مین کچکول

جو کوئی ہیگا کہین زیر چرخ نیلی فام   جو جائیداد کا اسکی ہے ہرگنہ سرسام
دیا کا جبکہ دارالخلافہ مین ہنگام   گھرون کی ضبطی کا رسم اسقدر ہوا ہے عام
ادھر کسی کا دکھا سر ادھر سے دوڑے قول

سو کیا وہ نوکری کتنی ہو جسمین یون اوقات   ملے ہے پیٹ کو روٹی سو رو رو کو آدھی رات
جو چاہو تن ڈھکے اسمین ہے آگے پیچھے ہاتھ — اور اس پر یہ کہ وہ نت ٹھیری روز موجودات
جو پانچون باندھئے ہتھیار اور چھٹے پستول

وہ نوکر اب جسے آقا ہر آن پہچانے   جو پوچھو اسے کہ تم کچھ روپے لگے پانے
کہے ہے آہ وہ بھر کر سوائے آٹھ آنے   روپے کی شکل ہی دیکھی نہین خدا جانے
کہ اس زمانہ مین چپٹا بنے ہے یا وہ گول

سخن جو شہر کی ویرانی سے کروں آغاز — تو اسکو سن کے کرین ہوش جغد کے پرواز
نہین وہ گھر سنو جسمین شغال کی آواز — کوئی جو شام کو مسجد مین جائے بہر نماز
تو وان چراغ نہین ہے بجز چراغ غول

کسی کے گھر نہ رہا آسیا سے تا بہ اوجاغ — ہزار گھر مین سے اک گھر مین اب جلے ہے چراغ
سو کیا چراغ وہ گھر ہے گھرون کے گھر سے داغ — اور ان مکانون مین ہر سمت رینگتے ہین اولاغ
جہان بہار مین ستے تھے بیٹھ کر ہنڈول

خراب ہین وہ عمارات کیا کہون تجھ پاس — کہ جن کے دیکھے جاتے رہے تھی بھوک اور پیاس
اور اب جو دیکھو تو دل ہووے زندگی سے اداس — بجائے گل چمنون مین کمر کمر ہے گھاس
کہین ستون پڑا ہے کہین پڑے مرغول

یہ باغ کھا گئی کس کی نظر نہین معلوم — نہ جانے کن نے کیا اس زمین پہ مقدم شوم
جہان تھے سرو و صنوبر اب اس جگہ ہے زقوم — مچی ہے زاغ وزغن سے اب چمن مین دھوم
گلون کے ساتھ جہان بلبلین کرین تھین کلول

جہان آباد تو کب اس کے قابل تھا — مگر کبھو کسی عاشق کا یہ نگر دل تھا
کہ یون اٹھا دیا کہ نقش باطل تھا — عجب طرح کا یہ بحر جہان مین ساحل تھا
کہ جس کی خاک سے لیتی تھی خلق موتی رول

اس شہر آشوب سے دہلی کی تباہی و انتشار، زوال اور بے سروسامانی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے(۱)

دلی کے یہ حالات تھے کہ نادر شاہ بلائے آسمانی بن کر نازل ہوا اور نادر گردی کے بعد دلی ایسی ویران ہوئی کہ پھر شرمندہ تعمیر نہ ہو سکی لوگ اس حملہ سے سنبھلنے نہ پائے تھے کہ روہیلون کا زور ہوا انکا استیصال کیلئے بہت کچھ کوشش کیگئی مرہٹون سے بھی مدد لیگئی اور اسطرح مرہٹے دلی کے قریبی علاقہ تک پہنچگئے مرکز کی اس کمزوری کا نتیجہ یہ ہوا کہ مختلف صوبے تقریباً خود مختار ہوگئے جن مین دکن اور اودھ کے صوبے خاص طور پر قابل ذکر ہین ــ دلی کے ویران ہونے کے بعد ان صوبون مین نسبتاً امن و امان زیادہ تھا خاص طور پر اودھ جو دلی سے قریب تر تھا دلی والون کیلئے جائے پناہ بن گیا اور دلی کے شاعر ــ ادیب ــ طبیب اور علوم فنون کے دوسرے ماہر آہستہ آہستہ ہجرت کرکے فیض آباد پہنچنے لگے جو اسوقت سلطنت اودھ کا دارالخلافہ تھا اسکے بعد جب آصف الدولہ نے لکھنو کو مرکز بنایا

(۱) [illegible] ۱۴۳۹

تو یہی رونق لکھنو منتقل ہوگی اور شاعری کی وہ شمع جو دلی مین روشن تھی اب لکھنو مین جگمگانے لگی ان دو بڑی سلطنتون کے علاوہ بعض چھوٹی چھوٹی ریاستین بھی تھین جو ابھر رہی تھین ان مین فرخ آباد اور روہیلون کی ریاست بھی تھی جہان بہت سے شاعرون اور ادیبون کو پناہ ملی —

ادھر دکن کی سیاست مین ایک نئی تبدیلی ہوئی مرھٹون کا زور توڑنے کیلئے حیدر علی اور سلطان ٹیپو نے جدو جہد شروع کی لیکن اب ھندوستان کی سیاست کی بساط پر کئی نئے مہرے آچکے تھے جسمین پرتگالی — فرانسیسی اور انگریز قابل ذکر ھین — ان تینون مین اقتدار حاصل کرنے کیلئے جنگ ہوتی رہی اور آخر کار انگریز فتح یاب ہوئے ان انگریزون نے دیسی ریاستون کے نظم و نسق مین دخل دینا شروع کیا اسکا سلسلہ دکن سے شروع ہوا اور سلطان ٹیپو نے مزاحمت کی لیکن دوسری ریاستون نے ٹیپو کی امداد نہ کی اور نتیجہ یہ ہوا کہ سرنگا پٹم کے محاصرہ مین ۱۲۱۳ ھ مین سلطان کو ناکامی ہوئی اس دن ٹیپو کی شکست گویا ھندوستان کی پہلی شکست تھی اور انگریزون کی یہ کامیابی اس کامیابی کا پیش خیمہ تھی جو انہین ۱۷۵۷ء مین پلاسی کی لڑائی مین حاصل ہوئی اور جسکے بعد وہ عملی طور پر ھندوستان کے ایک حصہ کے مالک ہوگئے —

جس سال رنگین پیدا ہوئے اسکے تھوڑے ہی عرصہ بعد ابدالی نے پانی پت کے میدان مین[3] مرھٹون کو شکست دیدی لیکن خود دلی پر جو کچھ گذرا[4] اسکا چشم دید حال میر تقی میر اس طرح بیان کرتے ھین —

(۱) "بعد از شام منادی شد کہ شاہ امان داده است — باید کہ رعایا پریشان دل نہ گردد — چون لختے از شب گذشت غارتگران دست تطاول دراز نموده شہر را آتش داده خانہا سوختند و بردند — صبح کہ صبح قیامت بود تمام فوج شاھی و روھیلہ ہا تاختند و بہ قتل و غارت پرداختند — دروازه ہا شکستند — مردمان را بستند اکثرے را سوختند و سر بریدند — عالمے را بخاک و خون کشیدند تا سہ شبانروز دست ستم برنہ داشتند — از خوردنی و پوشیدنی ہیچ نہ گذاشتند — سقفہا شکافتند — دیوارہا شکستند — جگرہا سوختند — سینہ ہا خستند — آن زشت سیرتان بر در و بام اکابران بہ بے سیرتی تمام — شیخان شہر بحال خراب[2]

(۱) ذکر میر صفحہ ۸۵ تا ۸۸ (۲) یعنی بے ناموس (۳) ۱۷۶۱ء (۴) ۱۷۵۷ء

بے ناموسی

بزرگان محتاج دم آب ـ گوشه نشینان بیجا شدند ـ اعیان همے گدا شدند ـ وضیع و شریف عریان ـ
کدخدایان بے خان و مان ـ اکثرے به بلا گرفتار ـ رسوائے کوچه و بازار ـ بسیارے خدا گیر (۱) زن و بچه اسیر ـ
بر سر شهرے هجوم ـ قتل و غارت علی العموم ـ حال عزیزان به ابتری کشید ـ جان بسے به لب رسید ـ
زخم می زدند ـ و زبان به تلخ می کشودند ـ زر را می گرفتند و سلاحے می نمودند ـ با هر که بر می خوردند ـ
تا ستر پوش می بردند ـ جهانیے از جهان نا شاد رفت ـ ناموس عالمے برباد رفت ـ شهر نو بخاك برگیر (۲)
شد ـ روز سوم نسق مقرر شد ـ بارے قدغن نشقچی باشی رسید کلاهها و نیم تن مردم او کشید (۲) ـ بارے قدغن
چپان غارتگران را از شهر برآورده باحتیاط پرداختند و آن بے رحم مردمان بشهر کهنه چسپیده جهانیے را
هلاك ساختند ـ هفت هشت روز این هنگامه گرم بود ـ اسباب پوشش و توت یك روزه در خانه کسے نماند ـ
سر مردان بے کلاه (۵) ـ زنان بے رومال سیاه جمع چون راه ها قفل بود (۴) ـ روزے از زخم پراگنده خوردند ـ
جماعتے را از سردی هوا دندان بدندان کلید (۷) و مردند (۶) ـ به بیحیائی تمام تاختند (۵) ـ روها بر زمین انداختند
غله ها را از گرسنه چشمے می اندوختند ـ و بدست غربا بطرح می فروختند (۸) ـ شور و غارت زدگان شهر تا
آسمان هفتم می رسید ـ اما شاه خود را که فقیر می گرفت ـ بسبب استغراق نمی شنید (۹) ـ هزاران خانه سیاه
در عین آن آتش تیزپا داغ دل جلائے وطن کرده سر بصحرا زدند و چون چراغ صبحگاهی در راه از هوائے
سرد خانه روشن کردند (۱۰) بے شمار بے دست و پایان را آن سیه درونان در رکاب انداخته اسیرانه بدائره
لشکر خود بردند دست دست ظالمان بود (۱۳) ـ دست کجی می کردند (۱۲) ـ دست پلشتی می نمودند (۱۱) ـ
دست چرب برسری کشیدند ـ دست یازوئے زنان می رسیدند ـ تیغها می آختند ـ دستگاه می ساختند ـ
از دست شهریان هیچ نمی آمد زیرا که دست و دل ایشان سرد شده بود (۱۴) ـ

---

(۱) به بلا گرفتار (۲) بمعنی ازار ـ (۲) بمعنی انگرکهه (۴) یعنی بسته بود (۵) (ن) هم نخوردند
(۵) دندان بدندان کلید شدن (۶) (ن) مردم (۷) یعنی بے عزت کردند (۸) یعنی بزور فروختند
(۹) خانه خراب (۱۰) مردند (۱۱) دور دوره (۱۲) دست درازی (۱۳) دست برد نمودن ـ
(۱۴) بیکار شده بود ـ

کسے دست پاچه (2) می شد و کسے دست بزیر سرستون (1) می نمود — بر هر درے درون سیاهے در هر برزنے (3) بزنگاهے — بازاری (5) و گیر و داری هر طرف خونریزی — هر سو (4) ستیزه آویزی — پا تا به پچے می کردند — بنا گوشی (6) می زدند غریبان از خوف خشک بودند — دیده (7) دریان تر بها می نمودند — خانها سیاه — کوچها داغ گاه — صدها از چوب کاری هلاک شدند — جامه خون بسته یکے بر سر (8) چوب کرده نشد — عالمے از زخم ستم جامه در خون کشید (9) و جان داد اما کسے دم نه زد — زمین شهر کهنه که جهان تازه اش می گفتند — دیوار صورت کارے اتحاده را مانا شد — یعنی تا هر جا که نظر می رفت سر و سینه و دست و پائے کشتگان بود — خانها آتش زده — سینه سوختگان از تاربت خانه ها یاد می داد — یعنی تا چشم بکشت بینندگان کار می کرد — سینه می نمود با سخت خورده که خود را بکشتن داد آرامیده (11) چشم خورده (10) آنها روے بهبود ندیده — منکه فقیر بودم فقیر تر شدم — عالم از بے اسبابی و تهی دستی ابتر شد — تکیه که بر سر شاه را داشتم بخاک برابر شد غرضکه آن بے مروتان تمام شهر را بار کرده بردند — عزیزان همه ذلیل شده جانها سپردند —"

ابدالی کے جانے کے بعد شاہ عالم بادشاہ ہوا لیکن اسکے زمانہ مین سلطنت اور ضعیف ہوتی گی شاہ عالم کو غلام قادر روہیلہ نے اندھا کردیا اور محلات مین ایسا ظلم و ستم ہوا جسکی مثالین تاریخ مین بہت کم ملتی ہیں اس زمانہ کے حالات کو شاہ عالم نے خود ایک نظم مین بیان کیا ہے یہ انکے اندھے ہونے کے بعد کا کہا ہوا مرثیہ ہے — جیسے ذکاء اللہ نے نقل کیا ہے، اس کا آغاز یوں ہوتا ہے —

(12)

چه حادثه بر خاست پئے خواری ما　　داد بر باد سرو برگ جهانداری ما
آفتاب فلک رفعت شاهی بودم　　بود در شام زوال آه سیه کاری ما
چشم من کنده شد از جور فلک بهتر شد　　کا نه بینم که کند غیر جهانداری ما
داد افغان بچه شوکت شاهی برباد　　کیست جز ذات خداے که کند یاری ما

---

(1) مضطرب (2) حیران (3) کوچه (4) نوحے از تعزیت (5) عیاری (6) طمانچه (7) شوخی (8) یعنی بداد کسے کسے نرسید (حاصل معنی) (9) کشته شد (10) رنج کشیده (11) یعنی بعین المکحال گرفتار شده —

(12) تاریخ هندوستان از ذکا الله جلد نهم و دهم صفحه ۳۲۳ — ۳۲۴

کرده بودیم گناهی که سزایش این بود — چیست امید که بخشد گنه گاری ما

کرده سی سال نظارت که مرا داد بر باد — زود دریافت طلافی ستمگاری ما

نازنینان پری چهره که هم بزم بودند — کیست جز محل مبارک به پرستاری ما

حق طفلان که ز سی سال فراهم کردند — کرده تاراج نمودند ~~[illegible]~~ سبکساری ما

شیر دادیم به افعی بچه پروردیم — عاقبت گشت بجور پئے خونخواری ما

عهد و پیمان جان داده نمودند وفا — محلیان خوب نمودند وفاداری ما

قوم افغان و مغلیه همه بازی دادند — بسکه گشتند مجوز گرفتاری ما

آن گدازاده همدان که بدوزخ برود — بانی جور و ستم شد بدل انکاری ما

گل محمد که زمردان بشر ارث کم نیست — چه قدر کرد وکالت به گرفتاری ما

هم اله یار و سلیمان و بدل بیگ لعین — بر سه بستند کمر بهر دل آزاری ما

شاه تیمور که دارد سر نسبت با من — زود باشد که بیاید به مددگاری ما

ماد هوجی سیندهیه فرزند جگر بند من — هست مصروف طلافی ستمگاری ما

راجه و راو و زمیندار امیر و فقیر ~~چهنپید~~ — حیف باشد که نسازند به غم خواری ما

حال ما گشته بتر هم جو اما مان ز یزید — کرد تقدیر ازل روزی ما خواری ما

بود جانکاه زر و مال جهان همچو مرض — دفع از فضل الهی شده بیماری ما

اصف الدوله و انگریز که دلسوز من اند — چه عجب گر بنمایند مددگاری ما

آفتاب از فلک امروز تباهی دید — باز فردا دهد ایزد سر سرداری ما

لیکن غلام قادر نے جو کچھ کیا تھا اسے اسکا بدلا ملا چنانچہ مرهٹون نے میرٹھ کے قلعہ مین غلام قادر کو گھیر لیا اور ۲۱ دسمبر ۱۷۸۸ء کو اس پر سخت حملہ کیا ـ غلام قادر کسی طرح قلعہ سے نکل بھاگا لیکن پکڑا گیا ~~اسکا انجام ذکا اللہ اسطرح بیان کرتی ہین~~ ـ اور اسے پھانسی دیدی گئی [illegible]

(۱)
(جب غلام قادر صحرا مین پهنچا تو سندهیا نے اسکی بڑی فضیحتی کی ایک گدھے پر الٹا سوار کیا اور ایک پهیرا ساتھ کیا اور ہر ایک دوکان سے ایک ایک کوڑی نواب باون محل کے نام سے منگوائی پهر اسکی زبان کاٹ لی ـ پهر اسکی انکهین پهوڑ ڈالین ـ پهر ناک ـ کان ـ هاتھ پیر کاٹ لئے اسطرح تو تھڑا بنا کر

اس بیان کا [illegible]

---

(۱) تاریخ هندوستان از مولوی ذکا اللہ دهلوی صفحه ۲۲۲

باد شاہ کی خدمت مین دلی بھیجا مگر راہ مین موت نے بڑی رفاقت کی ۔ کہتے ہین ۲۔ مارچ ۱۷۸۹ء ایک درخت مین اسکولٹکا کے پھانسی دیدی یہ لاش قیمہ قیمہ اند ھے باد شاہ کے روبرو دیوان خاص مین پیش کش ہوئی ۔ لوگ شاہ عالم کے استقلال و صبر و تحمل کی بڑی تعریف کرتے ہین کہ جسوقت انکھین اسکی نکالی گئین تو اسنے اف نہ کی ــــــــ اورخدا کو یاد کرتا رہا اور اس صدمہ کے بعد بھی اتنے دنون تک زندہ رہا کاش اس استقلال اورعالی ہمتی کا دسوان حصہ وہ میدان جنگ مین دکھلاتا تو اس دفعہ اپنی سلطنت کو بحال کرلیتا ۔" (

شاہ عالم کا جانشین اکبر شاہ ثانی ہوا لیکن اسکی سلطنت برائے نام تھی دلی کے قلعہ تک مین ریزیڈنٹ کا حکم چلتا تھا قلعہ کا حال ذکاءاللہ اسطرح بیان کرتے ہین ۔

(۱) "اسنے انگریزون کے خلاف سازش کرنا چاہی مگر یہ راز کھل گیا ۔ قلعہ مین باد شاہ کو کل اختیار تھا وہان انگریزی حکومت کو مداخلت نہ تھی اسلئے اسکی عجب کیفیت تھی کہ سارے شہر کے بدمعاش اسمین گھسے رہتے تھے ۔ شہر سے مال جرا کرلے جاتے تھے قلعہ مین کھلے بازار بیچکر کھا جاتے لاوارث لڑکون اور لڑکیون کو پکڑ لیجاتے اور وہان دام کھرے کر لیتے ۔ گرید ار مارے مارے پھرتے قرضدار وہان جا چھپتے ۔ شہزادے عجب عجب حرکتین کرتے کبھی مال چراتے کبھی کسی کو قتل کرتے ۔ کسی کو مارتے کسی کو پیٹتے ۔ آپس مین لڑتے ۔ اسکے زمانہ مین سوائے خفیف خفیف بدمعاشون کی سازشون کے کوئی اور بات نہین واقع ہوئی ۔ تعظیم و تکریم اسکی اور نام باد شاہت کا اور قلعہ کی حکومت قائم رہی ۔"

اکبر شاہ ثانی کے بعد بہادر شاہ ظفر تخت نشین ہوا اور اس پر نہ صرف مغلیہ خاندان بلکہ ملک ہندوستان مین مسلمانون کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا تھا ۱۸۵۷ء تک جو ہنگامہ ہوا اسمین بالاخر انگریزون کو فتح نصیب ہوئی ۔ لیکن ہماری داستان اس سے کچھ پہلے ختم ہوجاتی ہے کیونکہ رنگین نے ۱۲۵۱ھ مطابق ۱۸۳۵ء مین وفات پائی اور بہادر شاہ اسکے دو سال بعد ۲۸ ۔ جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ مطابق ۲۸ ۔ ستمبر ۱۸۳۷ء کو تخت نشین ہوئے تھے ۔

---

(۱) تاریخ ہندوستان از مولوی محمد ذکاءاللہ صفحہ ۲۲۶

جل شانہ نے سروت (١) اور اولاد عنایت فرمائی تو مجھے اور میرے بڑے بھائی یعنی نواب معتقد الدولہ صوفی اللہیار بیگ خان بہادر شہامت جنگ روس کو کہ باقی ہم دس دس برس بارہ بارہ برس کے تھے تو چار گھڑی رات باقی رہے سے اٹھاکر اور لشکر سے باہر لیجاکر گھوڑون پر اور پا پیادہ کرکے ہر ایک فن سے آگاہ اور آراستہ کرتا تھا اور ہر ہتھیار کے باندھنے اور رکھنے اور برتنے سے تعلیم کرتا تھا ۔ پھر صبح کے ہوتے ہی لشکر مین آکر اپنی (اپنے) درباری اور امورات کی درستی کرتا تھا ۔ باوصف اس فراغت اور حشمت کے سب طرح کی مشقت اور محنت اٹھاکر ہر ہر قسم کی ہم دونون کو تعلیم کرتا تھا اور کوئی فن سپاہ گری کا اس سے باقی نہ رہا تھا کہ جتنے (٢) اسے بخوبی آگاہی نہ تھی سوائے بانک اور پٹا اور لکڑی اور کشتی اور کار اور بلم وغیرہ کے کس واسطے کہ یہ چیزین ولایت مین نہایت کم ہین " ۔

(اس کے بعد رنگین نے) دہلی مین قیام کیا اور پندرہ سال کی عمر سے نظمین لکھنا شروع کین (٣) ۔ اسوقت دہلی مین شاہ عالم کی استادی کا شہرہ تھا چنانچہ یہ بھی انکے شاگرد ہوگئے اور سترہ سال کی محنت کے بعد ١٢٠٢ ھ مین اپنا پہلا دیوان "دیوان ریختہ" کے نام سے مکمل کیا ۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت پیشہ کے اعتبار سے یہ سپاہی تھے چنانچہ "جنگ نامہ" مین وہ اسمعیل خان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہین "کہ وہ ہم سارے مغلون کا سردار تھا" چنانچہ یہ اسمعیل خان مرہٹون سے لڑنے کیلئے پاٹن کے قریب پہنچے اس لڑائی کا حال رنگین نے "جنگ نامہ" مین تفصیل سے لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رنگین جس رسالہ مین شریک تھے اسے جنگ مین بڑا نقصان پہنچا اور مرہٹون کے ہاتھ سے شکست کھا کر اسمعیل خان گجرات کی طرف چلے گئے وہان سے جودھپور پہنچے اور رنگین ملازمت ترک کرکے بھرت پور چلے آئے یہ واقعہ جنگ پاٹن (١٢٠٢ھ) کا ہے ۔ اگلے دو سال رنگین نے بھرت پور مین گذارے وہان سے وہ لکھنو پہنچے اس اعتبار سے لکھنو پہنچنے کا زمانہ ١٢٠٤ ھ کے قریب قرار پاتا ہے یہان پہنچکر شہزادہ سلیمان شکوہ کے

---

(١) ثروت (٢) جس سے

(٣) بحوالہ فارسی دیباچہ دیوان ریختہ و دیوان بیختہ انڈیا آفس

ملازم ہوئے ۔ اس زمانہ کے حالات نہایت تفصیل سے اپنی تصانیف میں لکھے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ رنگین سیرو شکار میں بھی شہزادہ مرزا سلیمان شکوہ کے ساتھ شریک رہتے تھے ۔ اس زمانہ میں شہزادہ نے انھیں اپنے خزانہ کا منتظم بھی مقرر کیا تھا ۔ رنگین آزاد منش آدمی تھے اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے تھے اس کیلئے انکی معمولی تنخواہ کفایت نہیں کرسکتی تھی اسی لئے خزانہ سے بہت سا روپیہ غبن کرکے خرچ کر لیا تھا لیکن بعد میں خود اسکا اقرار کرلیا اور شہزادہ نے معاف کردیا ۔

" جنگ نامہ " سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے نو سال لکھنو میں قیام کیا اور آصف الدولہ کی وفات (۲۸ ۔ ربیع الاول ۱۲۱۲ ھ) کے بعد وہ لکھنو سے باہر نکلے اس زمانہ میں انھوں نے مرشد آباد ۔ ڈھاکہ اور بنگال کی سیر کی اس سے جی بھر گیا تو گوالیار چلے آئے اور خاند ہو جی سند ھیا کے ملازم ہوگئے ۔ اس زمانہ میں ایک بڑے علاقہ کی سند انھیں ملگی اسمین کونچ سے لیکر جھانسی تک اور دیو گڑھ سے ھانسی تک کا علاقہ شامل تھا اسی میں ایٹر ۔ بھنڈ اور گجرا بھی شامل تھے ۔ اسکے علاوہ نوابی کا خطاب اور ایک کمپو یعنی فوجی کیمپ کمان کیلئے ملا ۔ علاقہ کی آمدنی میں سے اپنا خرچ اور کمپو کے اخراجات نکال کر باقی رقم خزانہ میں داخل کرنا پڑتی تھی ۔ اس زمانہ کو یاد کرکے " جنگ نامہ " میں لکھتے ہیں ۔

مہیا جو یہ مجھکو اسباب تھا	کہا تھا میں اس جا پہ نواب تھا
زمانہ موافق ہوا ایسا آ	کہ جو میں نے چاہا وہی ہوگیا

ایک اور تصنیف تجربہ رنگین میں اس زمانے کی تفصیلات اسطرح لکھی ہیں ۔

" کہ بحسب اتفاق ۱۲۱۵ ایک ہزار دو سو پندرہ میں یہ عاصی کھنڈو مرھٹے کیطرف سے (۱) کرور روپے کی ملک کا مستاجر تھا اور پانچ کمپو اور باون پاگاہ یعنی باون رسالے سواروں کے اور دس علی غول اور ~~سواروں کی فوج میں~~ تین چار سو ضرب توپ کا وہ مالک تھا اور پانچ کمپو اور دس علی غول اور سواروں کی فوج میں پانچ سردار تھے ہر ایک سردار کے سپرد ایک ایک کمپو اور دو دو علی غول اور

---

(۱) تجربہ رنگین ورق ۷۹ ب

دس دس پاگاہ اور توپخانہ اور بیس بیس لاکھ روپے کا ملک سپرد تھا ۔یعنی ہر ایک سردار اپنی ملک کو تحصیل کرکے اپنی فوج کی طلب تنخواہ دیکر باقی سرکار مین پہنچا دیتا تھا ۔ایک سردار مسترجس اور دوسرا کوٹ جہنگا یہ دو فرنگی تھے اور تیسرا شیخ کلب علی خان اور چوتھا کرنیل محمد زمان خان اور پانچوان بندہ تھا ۔گوھد سے لگا قریب کالپی اور کونچ اور جھانسی سے لگا ایٹر اور بھنڈ او سنتھیر اور ایشہ اور بلاوہ اور کجرہ اور دیوگڈہ اور چرگاون وغیرہ یہ مکانات (۱) سب میرے سپرد تھے اور ہر ایک سردار ان پانچون مین سے صاحب دستخط اور مختار اپنے کام کا تھا کسی کو کسی سے کچھ سروکار نہ تھا ۔"

اسطرح رنگین نے چھ سال گوالیار مین گذارے لیکن "جنگنامہ" سے پتہ چلتا ہے کہ انکا دل اچاٹ ہوگیا تھا اور وہ اس ملازمت کو ترک کرکے گوالیار سے چل پڑے پہلے میر افضل علی خان نیاز کے ساتھ کلکتہ گئے اور وہان سے مختلف شہرون مین گھومتے پھرے ۔ایک مرتبہ سفر حج (۲) کا بھی ارادہ کیا لیکن جہاز کے سفر مین ایسی تکلیف ہوئی کہ رستہ سے ہی لوٹ پڑے ۔تیس سال تک آزاد زندگی گذارنے کے بعد ۱۲۲۳ مین وہ باندہ پہنچے ۔لکھتے ہین ۔

مین اک جا پہ دل کو لگاتا نہین — مجھے رھتا ایک جا کا بھاتا نہین
پر اب ھاتھ سے ہے میرا بس گیا — کہ باندہ مین ہوہی آن کر پھنسگیا
برس دو سے اس جا پہ پابند ہون — مین پابند ہون لیک خورسند ہون

باندہ مین انھون نے خاص طور پر شمشیر خان کی صحبت سے لطف اٹھایا اور یہان انھون نے اپنے کلام کے مختلف مجموعے اپنے قلم سے لکھے جن مین سے بیشتر انڈیا آفس کے کتب خانہ مین موجود ہین ۔

رنگین کے علم و فضل کا حال انکی شاعری سے معلوم ہوتا ہے وہ بیک وقت کئی زبانون پر قادر تھے اور انمین نظم و نثر لیکھ سکتے تھے انمین اردو ۔فارسی ۔پنجابی ۔برجی ۔گجراتی ۔مرہٹی ۔پشتو ۔عربی اور ترکی شامل ہین ۔انھون نے صرف ان زبانون کے الفاظ ہی اپنے کلام مین استعمال نہین کئے ہین

---

(۱) مقامات (۲) اخبار رنگین خبر ۴۲

بلکہ مستقل نظمین کئی کئی زبانون مین لکھی ھین اور اس

اعتبار سے جہانتک مختلف زبانون کے عالم ہونیے کا تعلق ہے اردو کا کوئی دوسرا شاعر انکا مقابلہ نہین

کرسکتا ۔ اپنے مذہب کے بارے مین رنگین نے نظم و نثر مین صراحت (۱) کی ہے ۔ قوت الایمان مین اپنے

آپ کو حنفی المذہب بتایا ہے ۔

میرا جو مذہب حنفی ہے عیان   کرتا ہون مذہب کا مین اپنے بیان

انکے حنفی المذہب ہونیے کی تائید مدح اصحابؓ کے ان اشعار سے بھی ہوتی ہے جو انکے کلام مین

جابجا ملتے ھین اور رسالہ قوت الایمان مین بھی جن مسایل کو بیان کیا ہے وہ حنفی فقہ کے مطابق ھین

اور رنگین نے اسے اپنا مذہب بتایا ہے ۔

" سبع سیارہ رنگین " کے پہلے حصہ " تصنیف رنگین " مین بھی حنفی ہونیکے متعلق اسطرح کہا ہے
(۲)

میرا مذہب ہے مذہب حنفی   سب پہ روشن ہے یہ جلی و خفی

چارون مذہب کو جانتا ہون حق   لیک بھاتا ہے مجھکو اسکا نسق

معلوم ہوتا ہے کہ رنگین نے ایک مرتبہ ہاتھیون کی تجارت بھی کی تھی لیکن انکا زیادہ وقت سیرو سفر ۔

امیرون کی مصاحبت ۔ شکار اور شاعری مین صرف ہوا اور انکی تفصیلات اور تحریرون کے علاوہ " اخبار رنگین "

اور " مجالس رنگین " مین نہایت تفصیل سے لکھی ھین ۔

جنگ نامہ کی تصنیف (۱۲۲۵) کی تصنیف کے بعد وہ چھ سال اور زندہ رہے لیکن اس آخری

زمانہ کے حالات بہت کم معلوم ہوئے کیونکہ رنگین کی تصانیف یہان آکر ختم ہوجاتی ھین اور جو کچھ

حالات ان تصانیف مین ھین وہ اس سے پہلے کے ھین ۔

رنگین کے تعلقات ہر طرح کے لوگون سے تھے جن مین امیر ۔ وزیر ۔ تجار ۔ شاعر سبھی طرح

---

(۱) یہ کتب ملاحظہ ہون ۔ (۱) اخبار رنگین (۲) مثلث رنگین (۳) چہار چمن رنگین

(۲) تصنیف رنگین ورق ۲/ب

کے لوگ شامل تھے ۔ انکے علاوہ انکی تحریرون مین بے شمار طوائفون کے نام بھی آئے ھین جن مین
سے بعض سے اپنے تعلقات کا انھون نے علانیہ اعتراف کیا ھے ان حالات کو اس طرح بیان کیا ھے ۔
گویا وہ اسے معیوب نہین سمجھتے ۔ رنگین کی زندگی کا یہ پہلو انکی شاعری پر بیحد اثر انداز ھوا ھے
اور ریختی یا غزل کے جو نمونے ملتے ھین وہ بڑی حد تک انھین صحبتون کے نتیجہ ھین اور انھین صحبتون
مین انھون نے عورتون کی خاص زبان ۔ انکے محاورے اور خاص خاص رسمون ۔ ریتون کا علم حاصل کیا ھے ۔
انکے تجربات اعلی درجہ کی اخلاقی قدرون کے حامل نہ سہی بعض اوقات دلچسپ ضرور ھین اور
اس عہد کی تہذیبی زندگی کی عکاسی کرتے ھین ۔ اس سلسلہ مین صرف ایک بات تعجب خیز نظر آتی ھے
اور وہ یہ ہے کہ ان طوائفون کی صحبت مین رنگین کو رقص یا موسیقی سے کوئی دلچسپی پیدا نہین ھوئی
جسکی ایک مثال ھین واجب علی شاہ کے یہان ملتی ھے اس سے صرف ایک نتیجہ یہ نکالا جا سکتا ہے کہ
رنگین نہ صرف آزاد منش بلکہ کسی حد تک آوارہ مزاج تھے اور ان عورتون سے انکے تعلقات نہایت سطحی
جنسی قسم کے تھے ان عورتون کی نہایت کثیر تعداد کا ذکر اور ان سے تعلقات کی نوعیت خود رنگین نے
جا بجا بیان کی ھے اور بجائے کسی اشارہ یا کنایہ کے صاف گوئی کا طریقہ اختیار کیا ھے ۔

اسکے ساتھ ھی ایک عجیب پہلو یہ ھے کہ رنگین نے بعض ایسی نظمین بھی لکھی ھین جو اعلی
درجہ کی حکیمانہ اور صوفیانہ ھین خاص طور پر مولانا روم کی مثنوی سے وہ متاثر معلوم ھوتے ھین جنکی
تقلید مین انھون نے خود مثنوی معنوی کے انداز کی مثنوی اردو و فارسی مین لکھی ھے اسکا ایک سبب تو یہ
ھوسکتا ھے کہ رنگین نے صرف زمانہ کی ایک رسم کو پورا کرنے کیلئے ایسا کیا ھو کیونکہ اس قسم کی بعض
مثنویات اس زمانہ مین اور لوگون نے بھی لکھی ھین ۔ میر حسن کی مثنوی رموز العارفین (۱۱۸۸) اسی
زمانہ کی تصنیف ھے دوسرے یہ بھی ممکن ھے کہ زمانہ کے حالات و واقعات نے انکو اس طرح متاثر کیا ھو
کہ اپنی رنگین زندگی مین ایک لمحہ کیلئے رک کر جب انھون نے گردوپیش کا جائزہ لیا ھو تو انھین خود
اپنے اعمال ۔ افکار اور اشعار پر ندامت ھوئی ھو ۔ بہر حال اس قسم کی نظمون کے محرکات خواہ کچھ ھی ھون

انکے وجود سے رنگین کی زندگی کا ایک ایسا پہلو سامنے آجاتا ہے جو کسی حد تک انکے عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے ۔ کسی داخلی یا خارجی شہادت سے یہ قطعی طور پر معلوم نہ ہو سکا کہ رنگین زندگی مین عشق و عاشقی کے کن مراحل سے گزرے تھے لیکن شش جہت رنگین کے پانچوین حصہ خمسہ رنگین مین اپنے بھائی خدایار خان کو ایک خط لکھتے ہوئے دلی کی صحبتون کو یاد کرتے ہین اور اپنی ایک محبوبہ کا ذکر کرتے ہین جسکا نام انکے بھائی کو معلوم ہے ۔ اسی مجموعہ مین لکھنو سے ایک خط الٰہی بخش کو لکھا ہے جس مین اپنے ایک فرنگی عورت پر عاشق ہونیکا ذکر کیا ہے ۔ ان حالون سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ انکے عشق کی نوعیت کس قسم کی ہوگی اور وہ شہد کی مکھی بن کر ہر پھول کا مزہ چکھنے کے قائل ہونگے بقول غالب شیرہ کی مکھی نہ ہونگے کہ عشق مین استواری کے قائل ہون ۔

رنگین کے دوسرے مشاغل جیسے سپاہیانہ اطوار کے علاوہ شہسواری بھی قابل ذکر ہے اسکا اندازہ انکے رسالہ " فرسنامہ " سے ہوتا ہے جس مین گھوڑے کی پہچان اور اسکی بیماریون کے علاج نظم کیے ہین جن سے شہسواری کے کمالات کا پتہ چلتا ہے مثلاً ایک مرتبہ خیرآباد (۱) سے لکھنو تک گھوڑے پر آئے اور فوراً واپس گئے ۔ غرض ہمہ تن اور رنگینی کی زندگی بسر کرنے کے بعد اکیاسی سال کی عمر مین ۱۲۵۱ ھ مطابق ۱۸۲۵ ء مین رنگین نے وفات پائی ۔ انکے بارے مین معاصرین اور مورخین نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ کسی اور موقع پر نقل کیے گئے ہین ۔

(۱) "اخبار رنگین" نمبر ۹۲

باب دوم
حصّہ دوم

رنگین سے پہلے اردو شاعری کا پس منظر

کسی زبان یا ادب کی ابتدا کا مسئلہ بالعموم متنازعہ فیہ ہوتا ہے ۔ اسکا اصلی سبب یہ ہے کہ زبان کی علمی تحقیق کا دور اسوقت شروع ہوتا ہے جب زبان بولی کی منزل سے گزرکر ادبی اور پھر علمی زبان کی منزل مین داخل ہوتی ہے ۔ یہ زمانہ بالعموم ہزار سال کا ہوتا ہے قدرتی طور پر بولی اور زبان کے ابتدائی نمونے یا تو تحریر مین آتے نہین یا پھر اتنی مدت گزرنے پر نا پید ہوجاتے ہین ۔ تحقیقی دور کا آغاز ہوتا ہے تو آثار قدیمہ کیطرح انکی بھی تلاش ہوتی ہے ۔ کوئی لفظ کوئی فقرہ کوئی شعر یا نثر کا کوئی ٹکڑا دستیاب ہوجاتا ہے تو ایک نادر نمونے کیطرح اسے سینے سے لگایا جاتا ہے اور اس پر مزید علمی تحقیق و تلاش کی بنیاد رکھی جاتی ہے ۔

زیادہ زمانہ نہین گزرا کہ ولی کو ریختہ یعنی اردو غزل کا موجد اور اردو شاعری کا باوا آدم قرار دیا گیا تھا (۱) ۔ ولی کی وفات ۱۱۱۹ھ (۲) مین ہوئی اس اعتبار سے اردو شاعری کی عمر تین سو سال کے قریب ہوتی ہے ۔ اگر اردو کی ابتدا کے متعلق یہ نظریہ تسلیم کرلین کہ ہندوستان مین مسلمانون کی آمد کے بعد انکی عربی فارسی ترکی اور دیسی زبانون کی آمیزش سے ایک نئی زبان وجود مین آئی جو پہلے ہندوی اور بعد ازان ہندی کہلائی اور جسنے بعد مین ہندوستانی ہندی اور اردو کی شکلین اختیار کین تو ہمین اردو کی ابتدا کا زمانہ گیارھوین صدی عیسوی تک لیجانا پڑتا ہے اور پھر یہ بات سمجھ مین نہین آتی کہ اس نو سو سال کے طویل عرصے مین ابتدائی چھ سو سال ایسے گزرے کہ اردو شعر یا نثر کا کوئی نمونہ پیدا نہ ہوا ۔ پھر ولی کی شاعری جو فنی اعتبار سے خاصی پختہ ہے خود یہ ظاہر کرتی ہے کہ یہ کسی زبان کی شاعری کی ابتدائی کوشش ہرگز نہین ہوسکتی ۔ یہ ممکن ہے کہ ولی پر ایک دور ختم ہوا ہو اور

---

(۱) منجملہ اور حوالون کے دیکھئیے نکات الشعرا میرتقی ۔ گلشن بینی ۔ شیفتہ اور آب حیات مولانا محمد حسین آزاد ۔ (۲) ولی گجراتی ، ظہیر الدین صفحہ ۸۱

ایک نئے دور کا آغاز ہوا ہو ولی کو اس نئے دور کا نقیب یا پیش رو قرار دے سکتے ہین ۔

جہان تک تحقیق ہوا ہے اردو نثر و نظم کے قدیم ترین نمونے جو ہندوی اور ہندی کے نام سے ملے ہین وہ صوفیائے کرام کے ملفوظات مین ہین اور انکا سلسلہ چھٹی اور ساتوین صدی ہجری سے شروع ہوتا ہے ۔ خواجہ معین الدین چشتی (وفات ۶۳۳ھ) سے لیکر حضرت امیر خسرو (وفات رمضان ۷۲۵ھ / ۱۳۲۵ء) تک ایسے نمونے بکثرت ملتے ہین جن سے زبان کی ابتدائی شکل و صورت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے (۱) ۔ لیکن شاعری کی تاریخ کا آغاز باقاعدہ حضرت امیر خسرو سے شروع ہوتا ہے ۔ امیر خسرو اپنی مشہور تصنیف غرۃ الکمال (۲) کے دیباچہ مین لکھتے ہین ۔

"جزوی چند نظم ہندوی نیز نثر کردہ شدہ است اینجا ہم بذکری بس کردہ و نظر بر نظیر نہ است کہ لفظ ہندوی در پارسی لطیف آوردن چندان لطفی ندارد مگر بضرورت آنجا کہ ضرورت بودہ است آوردہ شدہ است ۔"

چومن طوطی ہندم ار راست پرسی　　زمن ہندوی پرس تا نغز گویم

اس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ خسرو نظم ہندوی کے مصنف یقیناً ہین لیکن اس ہندوی کا کوئی مستند نمونہ خود انکی فارسی کتابون مین نہین ملتا ۔ انکے نام سے بیشمار چیزین مشہور ہین جنمین خالق باری ۔ نصف ہندی و نصف فارسی غزلین ۔ پہیلیان ۔ مکرنیان ۔ دو سخنے ۔ انمل وغیرہ شامل ہین لیکن انکے سرسری مطالعے سے ہی معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ سب امیر خسرو کی تصنیف نہین مثلاً حقہ کی پہیلی ہرگز امیر خسرو کی تصنیف نہین ہوسکتی کیونکہ تمباکو اور حقے کا رواج ہندوستان مین جہانگیر کے عہد سے پہلے نہین ملتا ۔ اسی طرح خالق باری کے متعلق اب یقین کیساتھ کہا جا سکتا ہے کہ یہ امیر خسرو

---

(۱) تفصیل کیلئے دیکھئیے "اردو کی ابتدائی نشوونما مین صوفیائے کرام کا کام" از مولوی عبد الحق

(۲) غرۃ الکمال قلمی ورق ۲۸/ل کاتب شیخ کبیر دہلوی ذی الحجہ ۹۸۲ ھ پنجاب یونیورسٹی لائبریری

کی تصنیف نہین ۔نصف هندی و نصف فارسی کلام جو عام طور پر تذکرون(۱) مین ملتا هے اسکی قدیم ترین شہادت میر کے تذکرہ (۱۱۸۸ـ۹۲) (۲) مین ملتی هے جو امیر خسرو سے تقریبا چھ سو سال بعد کا هے ۔ اس نمونے مین وہ غزل شامل هے جسکا مطلع هے ۔

چھتیان

زحال مسکین مکن تغافل درائے نینان بنائے بتیان کہ تاب هجران نہ دارم اے جان نہ لیہوگا هے لگائے

لیہو۔گا هے اور لگائے برج کے اثر کو صاف ظاهر کرتے هین اور یہ اثر دهلوی کے حلقے تک پھیلا ہوا تھا اسلئے ممکن هے خسرو کی یہ غزل انہین کی هو۔ایک اور قدیم شہادت ملاوجہی کی "سب رس" (۱۰۴۵ھ) سے ملتی هے جہان امیر خسرو کا ایک هندی شعر نقل هے (۳) ۔

پنکھا هو کر مین ڈولے ساتی تیرے جاؤ مجھ جلتے جنم گیا تیرے لیکھن باؤ

غرض امیر خسرو کے کلام کا کوئی بڑا مستند اور مفصل نمونہ موجود نہ هونے کے باوجود اسمین شبہ کی گنجائش نہین کہ انهون نے هندوی یا هندی مین کلام کہا اور یہ سلسلہ شمالی هند مین عهد اکبری تک پہنچا هے۔ اکبر کے معاصرین مین ایک بزرگ سعدی تھے جنکو بعض تذکرہ نگارون نے سعدی شیرازی اور بعض نے سعدی دکھنی لکھا هے لیکن جو دراصل کاکوری کے رهنے والے تھے اور جنکی وفات (۱۰۰۲ھ) مین هوئی۔ انکی بھی ایک نصف فارسی و نصف هندی غزل تذکرون مین ملتی هے لیکن اس غزل کا مقطع تاریخی اهمیت رکھتا هے کہ اسمین اب تک هماری معلومات کے مطابق سب سے پہلے لفظ ریختہ بمعنی اردو غزل استعمال کیا گیا هے ۔

سعدی کہ گفتہ ریختہ در ریختہ در ریختہ شیر و شکر آمیختہ هم شعر هے هم گیت هے

امیر خسرو سے سعدی تک کم و بیش چار سو سال کا زمانہ هے لیکن اس عرصہ مین اس ریختہ یا هندوی کے نمونے شمالی هند مین بہت کم ملتے هین اسکا اصلی اور بنیادی سبب یہ هے کہ فارسی دفتری اور عدالتی

---

(۱) پنجاب مین اردو ـــ محمود شیرانی

(۲) تذکرۂ میر ۱۱۸۸ اور ۱۱۹۲ کے مابین فیض آباد مین لکھا گیا۔

(۳) تاریخ زبان اردو صفحہ ۱۲۷ از ڈاکٹر مسعود حسین خان

زبان ہونیکے علاوہ علمی اور ادبی زبان اور تہذیب و معاشرت کی ترجمان سمجھی جاتی تھی ـ مسلمانون کے علاوہ ھندو بھی جو معاشرہ مین کوئی امتیاز حاصل کرنا چاھتے تھے فارسی اختیار کرتے تھے ـ نتیجہ یہ ھوا کہ شمالی ھند مین ایک عرصہ تک اردو صرف روزمرہ کاروبار مین عوام کی بولی کی حیثیت سے استعمال ھوتی رھی ـ ادبی تحریرون کا تو ذکر کیا لوگ روزانہ نجی مراسلات اور خط و کتابت مین بھی فارسی اختیار کرتے تھے ـ ان حالات مین کوئی تعجب نہین کہ شمالی ھند مین امیر خسرو سے سعدی تک چار سو سال کی مدت مین ھمین صرف دو نام ملتے ھین ـ لیکن یہ دونون نمونے اس عہد کی ھندوی شاعری یا ریختہ کے میلانات یا رجحانات کی ترجمانی کرتے ھین ـ انہین اظہار عشق عورت کی زبان سے ھوا ھے ـ زبان صاف اور سادہ ھے ـ اسمین تخیل کی بلند پروازی ـ نازک خیالی یا مضمون آفرینی جو فارسی غزل مین پیدا ھوچکی تھی نہین ملتی ـ یہ رجحان بھی کسی حد تک فارسی کے مقابلہ مین اس نئی غزل کے مقبول نہ ھونیکا ذمہ دار ھے کیونکہ اگلے دور مین جب اردو غزل نے زور پکڑا تو وھی انداز اختیار کیا جو فارسی غزل کا مقبول انداز تھا بلکہ فارسی سے مضامین لئے گئے اور وھی انداز بیان اختیار کیا گیا اردو شعرا اپنے کلام کا مقابلہ فارسی غزل گو شعرا سے کرتے ھین اور ظاھر ھے کہ فارسی شعر کی تنقید کا جو معیار ھوگا اردو شعرا اپنی غزل ایسی معیار پر لانا چاھتے ھونگے ـ یہ جذبہ کم از کم ولی کے عہد تک بیحد نمایان ھے ـ ولی کی جب شاہ سعد اللہ گلشن سے ملاقات ھوئی تو انھون نے ولی کو مشورہ دیا کہ تم وہ مضامین جو فارسی مین بیکار پڑے ھین ریختہ مین اختیار کرو کون تم سے محاسبہ کریگا تو ذھنی طور پر یقیناً سعد اللہ گلشن اور ولی یہ سمجھتے ھونگے کہ اسطرح ریختہ کا اعتبار قائم ھوجائیگا اور لوگ اسے بھی فارسی غزل کیطرح درخور اعتنا سمجھنے لگین گے ـ

لیکن دکن مین حالات مختلف تھے ـ عجمیت کا جو اثر دلی پر تھا اس سے دکن کسی قدر محفوظ تھا اسکا سب سے بڑا سبب دکن کا دلی سے فاصلہ تھا ـ ایرانی شعرا اور ارباب فضل و کمال جو ایران سے تلاش معاش مین آتے بالعموم دھلی سے آگے نہ بڑھتے اور انکی وجہ سے قدرتی طور پر فارسی شاعری زبان اور ادب کو دھلی مین بڑا فروغ نصیب ھوا ـ انمین سے بہت کم دکن پہنچتے پھر دکن صوبہ دھلی سے

اسقدر دور تھا کہ انتظامی امور مین مرکز سے زیادہ مدد کی توقع نہ تھی چنانچہ انھین حالات اور تقاضون نے محمد بن تغلق کو مجبور کیا کہ وہ ایک دارالخلافہ دولت آباد مین قایم کرے۔ اگرچہ محمد بن تغلق اپنے ارادون مین کامیاب نہ ہوا لیکن اسکا یہ اثر ضرور ہوا کہ دکن مین ایک خود مختار ریاست قایم ہوگئی۔ سلطنت بہمنیہ کا قیام مرکزی حکومت سے بغاوت کا نتیجہ تھا اور قدرتی طور پر سلطنت کے قیام اور استحکام کیلئے مقامی امداد پر بھروسہ کرنا ضروری تھا۔ اسی سلسلے مین فارسی کی جگہ مقامی زبان کو دفتری اور عدالتی زبان قرار دیا گیا۔ اس سے اس زبان کو جو ہندوی اور ہندی کے علاوہ دکھنی بھی کہلاتی ہے فروغ کا موقع ملا اور جسوقت شمالی ہند مین فارسی کا غلغلہ بلند تھا دکن مین دکھنی شاعر نہایت فخر اور بلند آہنگی سے اپنی زبان مین اظہار خیال کررہے تھے۔ یہ اردو شاعری کا دوسرا دور ہے جسے دکن کا دور کہا جاتا ہے۔

دکن مین اردو کے دور کا آغاز سلطنت بہمنیہ سے شروع ہوتا ہے بہمنی دور ۷۴۷ھ سے ۹۰۰ھ تک قائم رہا اگرچہ سیاسی اعتبار سے ۸۷۵ھ (۱) کے بعد سلطنت بہمنیہ کی جگہ پانچ خود مختار حکومتین گولکنڈہ، بیجاپور، برار، احمد نگر اور بیدر مین قائم ہوگئی تھین۔ مورخین کا بیان ہے کہ سلطنت بہمنیہ کی سرکاری زبان ہندی تھی اسکی وجہ یہ تھی کہ حسن بہمن نے ایک ایسی سلطنت کی بنیاد ڈالی تھی جو دلی کی مرکزی حکومت سے ٹوٹ کر علیحدہ ہوگئی تھی اور حسن بہمن کو ضرورت کے وقت مدد لینے کیلئے مقامی امداد پر ہی بھروسہ کرنا تھا اسلئے شمالی ہند کی سرکاری زبان فارسی کی جگہ اسنے دکنی ہندی کو عدالتی اور دفتری زبان قرار دیا (۲)۔ اس عہد مین جن مصنفین کا پتہ چلتا ہے انمین شیخ عین الدین گنج العلم کا نام سب سے پہلے ہے۔ لیکن انکی نظم یا نثر کا کوئی نمونہ اب موجود نہین ہے دوسرے بزرگ سید محمد حسینی خواجہ بندہ نواز گیسو دراز ہین جو ۸۱۵ھ مین فیروز شاہ بہمنی کے عہد مین گلبرگہ پہنچے اور وہین ۸۲۵ھ مین انتقال فرمایا انکی تصانیف مین معراج العاشقین (۳) انجمن ترقی اردو نے شائع کردی ہے اگرچہ کتاب مین بندہ نواز کا نام کہین نہین آتا ہے لیکن خارجی شہادتون سے یہ کتاب انہین کی تصنیف

---

(۱) دکن مین اردو نصیرالدین ہاشمی صفحہ ۲۲ ۔ (۲) اردوئے قدیم شمس اللہ قادری
(۳) معراج العاشقین مطبوعہ تاج پریس مرتبہ عبدالحق صفحہ ۱۱

معلوم ہوتی ہے اسکا موضوع تصوف ہے اور عبارت کا نمونہ یہ ہے ۔

"قال نبی علیہ السلام کہے انسان کے بوجنے کون پانچہ تن ہر ایک تن کون پانچ دروازے ہین ہور پانچ دربان ہین ۔ پہلا تن واجب الوجود مقام اسکا شیطانی نفس اسکا امّارہ یعنی واجب کے آنک سون غیر نہ دیکھنا سو ۔ حرص کے کان سون غیر نہ سنا سو ۔ حسد حلق سون بدبوئی نہ لینا سو ۔ بغض کے زبان سون بدبوئی نہ لینا سو ۔ کینا کے شہوت کون غیر جاکا خر چنا سو ۔ پھر طبیب کامل ہونا ۔ نبض پچھان کو دوا دینا ۔

ع ۔ طبیب عشق را دکاّن کدام است علاج جان کند اوراچہ نام است "

اس کتاب کے علاوہ اور بھی کئی تصانیف نظم و نثر کی ہین مثلاً " ھدایت نامہ ۔ رسالہ سہ پارہ ۔ نشاط و عشق اور چکی نامہ ۔ خواجہ صاحب کے پوتے عبداللہ حسینی احمد شاہ ثانی بہمنی (۸۲۸ ھ تا ۸۶۲ ھ) کے (۱) معصر تھے ۔ تذکرہ نگارون نے انکی بھی ھندی تصانیف کا ذکر کیا ہے ان صوفیا کے علاوہ اس دور کے ایک شاعر نظامی کا پتہ چلا ہے جو نصیرالدین ھاشمی کے قول کے مطابق سلطان احمد شاہ ثالث بہمنی (۸۶۵ ھ تا ۸۶۷ ھ) کا ہم عصر تھا یہ ایک عشقیہ مثنوی رتن پدم کدم راؤ کا مصنف ہے یہ دکن کی پہلی عشقیہ مثنوی ہے ۔

ادبی حیثیت سے دکن کا عہد زرین سلطنت بہمنیہ کے بعد شروع ہوتا ہے اس سلسلہ مین سب سے پہلے گولکنڈہ کے سلاطین قطب شاھیہ قابل ذکر ہین انکی حکومت ۹۱۶ ھ سے ۱۰۹۸ ھ تک قائم رہی اس دور کے قدیم ترین نمونے ابراھیم قلی قطب شاہ ۹۵۷ تا ۹۸۸ ھ کے عہد مین ملتے ہین اس زمانہ مین فیروز ۔ محمود اور وجہی مشہور شاعر تھے ۔ فیروز کا کلام اب ملگیا ہے ۔ محمود کا ذکر بعد کے شعرا نے بار بار کیا ہے اور ملا وجہی کی مثنوی قطب مشتری جو محمد قلی قطب شاہ ۹۸۸ تا ۱۰۲۰ ھ کے عہد مین لکھی گئی اور مشہور نثر تصنیف "سب رس" جو عبداللہ قطب شاہ ۱۰۲۵ ھ تا ۱۰۸۲ ھ کے زمانہ مین ۱۰۲۵ ھ مین لکھی گئی شائع ہوچکی ۔ قطب مشتری ایک عشقیہ مثنوی ہے جسمین شہزادہ قلی قطب شاہ اور بنگال کی شہزادی مشتری کی داستان عشق نظم کیگئی ہے اور بعض لوگون کا خیال ہے کہ اس پردہ مین وجہی نے قلی قطب شاہ اور اسکی تلنگن محبوبہ بھاگ متی کا عشقیہ قصہ لکھا ہے ۔ "سب رس" اردو نثر

---

(۱) تذکرۂ اردو مخطوطات صفحہ ۶۸ از محی الدین قادری

کا پہلا قصہ اور پہلا ادبی کارنامہ ہے اگرچہ ملاوجہی نے یہ دعوی کیا ہے کہ یہ قصہ انھین کی تصنیف ہے لیکن دراصل اسکا ماخذ یحییٰ ابن سیبک فتاحی نیشاپوری کا فارسی قصہ "حسن ودل" ہے (۱) ـ

" سب رس " کی عبارت نہایت مرصع اور مقفی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گیارھوین صدی تک اردو نثر ادبی حیثیت اختیار کرچکی تھی ـ مولانا آزاد فضلی کی "دہ مجلس" ۱۱۲۵ ھ کو اردو نثر کی پہلی تصنیف بتاتے ہین ـ "سب رس" اس سے پورے سو سال پہلے لکھی گئی ـ

اس عہد کا ایک نہایت اہم کارنامہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کی کلیات ہے جو اسکے بھتیجے محمد قطب شاہ کے عہد مین ۱۰۲۵ ھ مین مرتب ہوئی اردو نظم کی یہ پہلی کلیات ہے جسمین غزلین مثنویان ـ قصیدے ـ قطعات وغیرہ شامل ہین ـ قلی قطب شاہ کی غزل فارسی اور ہندی خیالات کا بہترین مجموعہ ہے اسنے سعدی ـ حافظ اور خیام کا رنگ بھی اختیار کیا ہے اور انکی غزلون کے ترجمے بھی کئے ہین اسکے ساتھ ہی ہندی شاعری کے انداز پر عورت کی زبان سے اظہار عشق کرایا ہے یہی حال تشبیہات اور استعارات کا ہے ـ کلیات کا ایک بڑا حصہ چھوٹی چھوٹی نظمون پر مشتمل ہے جسمین مناظر فطرت مختلف تہوارون ـ تقریبون ـ موسمون ـ سبزیون ـ پھلون اور پھولون پر نظمین لکھی گئی ہین قلی قطب شاہ کے کلام کا یہ حصہ طبع زاد ہے اور اس سے اس خیال کی تردید ہوجاتی ہے کہ اردو شاعری سراسر فارسی کی تقلید ہے یہ عہد مثنوی گوئی کیلئے خاص طور سے سازگار معلوم ہوتا ہے اس دور مین غواصی نے سیف الملوک و بدیع الجمال ۱۰۳۵ ھ طوطی نامہ ۱۰۳۹ ھ جنیدی نے ماہ پیکر ۱۰۶۲ ھ ابن نشاطی نے "پھول بن" ۱۰۶۶ ھ مین طبعی نے قصہ "بہرام و گل اندام" ۱۰۸۱ ھ مین فائز نے "قصہ رضوان شاہ و روح افزا" ۱۰۹۲ ھ مین لکھا ـ

سلاطین گولکنڈہ شیعہ تھے اسلئے انھون نے خود بھی مرثیہ لکھے ہین اور انکے درباری شعرا نے بھی مرثئے لکھے ہین "مثنوی محبت اہل بیت" مصنفہ احمد کے علاوہ غواصی لطیف ـ نوری ـ

---

(۱) مقدمہ مولوی عبد الحق "سب رس" مطبوعہ انجمن ترقی اردو

کاظم ۔ شاھی اور مرزا کے مرثیے موجود ھین یہ سب مرثیے بالعموم چو مصرع ھیں
ساد ھے انداز مین واقعات کربلا پر اظہار غم کیا گیا ھے ۔

دوسری مشہور سلطنت بیجاپور کی عادل شاھی کی جو ۸۹۵ ھ سے ۱۰۹۷
دور کے مشہور مصنف یہ ھین ۔

سن	تصنیف	مصنف
۱۰۰۵ ھ	نورس	۱۔ ابراھیم
	کلیات و مثنوی بدیع الجمال	۲۔ شاھی
۱۰۵۰ ھ	چندر بدن و مہیار	۳۔ مقیمی
	قصہ بہرام و حسن بانو	۴۔ امین
۱۰۵۶ ھ	ھشت بہشت و یوسف زلیخا	۵۔ خوشنود
۱۰۵۹ ھ	خاور نامہ	۶۔ کمال خان رستمی
۱۰۶۸	(۱) گلشن عشق	۷ ۔ ملک الشعرا نصرتی
۱۰۷۶	(۲) علی نامہ	" "
۱۰۸۲	(۳) تاریخ سکندری	" "
۱۰۹۹ ھ	یوسف زلیخا	۸ ۔ ھاشمی

اس فہرست پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ھے کہ یہ دور بھی بنیادی طور پر مثنوی گو
گولکنڈہ کی عشقیہ مثنویوں کے مقابلہ مین بیجاپور کے شاعروں نے رزمیہ کی طرف بھی توجہ دی
مین "خاور نامہ" طویل ترین رزمیہ مثنوی ھے جو عہد قدیم مین لکھی گی ۔

قطب شاھیہ اور عادل شاھیہ عہد سے ولی کے زمانہ تک دکنی نظم و نثر نے بڑی ترقی
اعتبار سے فارسی کا اثر آھستہ آھستہ بڑھتا ھوا نظر آتا ھے اور مضامین میں بھی فارسیت کا غلبہ
یہانتک کہ ولی کے عہد مین پہنچکر ھم شاعری کا ایک ایسا نمونہ پاتے ھین جو قدیم اور جدید
حیثیت رکھتا ھے ۔ولی اردو شاعری کے باوا آدم نہ سہی اور نہ وہ اردو کے پہلے صاحب کلیات
ھمہ انکا کلام تاریخی حیثیت رکھتا ھے کہ اسی کو دیکھکر شمالی ھند کے شاعروں کو فارسی کے

کہنے کا شوق پیدا ہوا۔ولی کی غزلین مضمون کے اعتبار سے فارسی شاعری کے عام مضامین سے قریب تر آجاتی ہین اور انکے یہان وہ تمام صنائع اور بدائع بھی استعمال ہوتے ہین جو فارسی شاعری مین عام ہین ۔ ہندی الفاظ انکے کلام مین آج کے مقابلہ مین بہت زیادہ ہین لیکن کلام کا ایک حصہ ایسا بھی ہے جو اب بھی نہایت فصیح و بلیغ سمجھا جا سکتا ہے۔ولی کی شاعری کے دو دور ہین ایک عہد قدیم جسمین دکنی عناصر موجود ہین اور دوسرا شاہ سعد اللہ گلشن کے مشورہ کے بعد کا کلام۔ شاہ صاحب نے ولی کو مشورہ دیا تھا کہ فارسی کے مضامین اور اردوئے معلی کی زبان اختیار کرو چنانچہ ولی نے اس مشورہ پر عمل کیا اور انکی کلیات مین جو صاف و سادہ کلام نظر آتا ہے وہ سفر دہلی کے بعد کا ہے ۔

شمالی ہند مین اردو شاعری کا آغاز

اگرچہ یہ دعوی درست نہین کہ اردو شاعری کی ابتدا دکن سے ہوئی تاہم جو کچھ اوپر بیان کیا گیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دکن مین اردو شاعری نے شمالی ہند سے پہلے اور بہت زیادہ فروغ پایا اسوقت شمالی ہند مین فارسی شاعری کا طوطی بول رہا تھا ممکن ہے بعض شعرا نے اردو مین بھی طبع آزمائی کی ہو لیکن ایسی کوششون کو کوئی ادبی اعتبار حاصل نہ تھا اور ایسے اشعار لوگ "بطور تفنن طبع" لکھتے اور سنتے تھے۔بلکہ یہ کیفیت بہت بعد تک باقی رہی کہ ریختہ گوئی کو قابل فخر نہین سمجھا جاتا تھا اور اگر کوئی استاد ایک دو شعر لکھتا تو ناقدین یہ کہتے کہ ریختہ کہنا انکے مرتبے کے خلاف ہے لیکن دو چار شعر کہکر اس فن کو اعتبار بخشتا ہے (۱)۔اسکا ذہنی اثر نہایت دوررس ثابت ہوا اور جب اردو شاعری اپنے انتہائی کمال پر پہنچ چکی تھی اسوقت بھی اردو شعرا اپنے اردو کلام کو حقیر سمجھتے تھے اور اپنے مرتبے کے تعین کیلئے بار بار اپنی فارسی شاعری کیطرف متوجہ ہوتے تھے ۔ میر اور مصحفی سے لیکر مرزا غالب تک ہمین اس ذہنیت کے واضح نشانات ملتے ہین (۲) ۔ غرض ان حالات مین کوئی تعجب نہین کہ شمالی ہند مین اردو شاعری ایک عرصہ تک

---

(۱) مخزن نکات صفحہ ۲ از قائم مطبوعہ انجمن اردو (دکن)

(۲) فارسی بین تا ببینی نقشہائے رنگ رنگ ... بگذر از مجموعہ اردو کہ بیرنگ من است

بڑی کس مپرسی اور بے اعتنائی کے عالم مین پڑی رہی ۔ شمالی ہند مین اردو شاعری کا اسوقت جو حال تھا اسے بیان کرتے ہوئے قائم لکھتے ہین ۔

"باید دانست کہ چون فن ریختہ دران وقت از محل اعتبار ساقط بود بنا علیہ ہیچ کس بر توغل آن اقدام نمی نمود واین دو سہ چار بیت کذرے کہ بنام اساتذہ معتبر مرقوم است اغلب کہ منشا نظمش ہزلے بیش نباشد ۔"

ولی کے دہلی کے سفر اور شمالی ہند مین انکے کلام کی شہرت کو اردو شاعری کی تاریخ مین ایک بڑی حیثیت حاصل ہے ۔ دہلی آنے اور شاہ سعد اللہ گلشن سے ملاقات سے پہلے بھی ولی کی اردو شاعری خاصی پختہ ہوگی کیونکہ وجہی اور سلطان محمد قلی قطب شاہ سے ولی تک برسون کی شاعرانہ کاوشون اور مشاہیر شعرا کی کوششون سے دکھنی شاعری زبان و بیان اور مضامین دونون کے اعتبار سے ارتقا کی بہت سی منزلین طے کرچکی ہوگی اور ایسی بے اعتبار نہ رہی ہوگی کہ لوگ اسے فارسی شاعری کے مقابلے مین لاتے ہوئے جھجک محسوس کرین یا اردو شعرا فارسی شعرا کے مقابلہ مین حقیر سمجھے جاتے ہون۔ مختصر یہ ولی کو شاعری اور بالخصوص غزل کی ایک پختہ روایت ورثہ مین ملی ۔ انھون نے اس مین اپنی شخصیت اور شاعرانہ صلاحیتون سے اضافہ کیا ۔ شمالی ہند مین انکا ریختہ پڑھا اور سنا گیا ہوگا تو لوگون کو اردو کی صلاحیتون کا احساس پیدا ہوا ہوگا ایک وجہ یہ بھی ہوئی ہوگی کہ دہلی مین سلطنت مغلیہ کے زوال کے ساتھ ساتھ عجمی عناصر اور اثرات بھی زوال پذیر ہوئے ہونگے اور فارسی بھی انھین عناصر اور اثرات مین شامل تھی ۔ دوسرے فارسی شاعری کا جو انداز اسوقت مقبول تھا وہ بیدل (۱) ۔ صائب (۲) اور کلیم (۳) کا انداز تھا اسمین جس قسم کی خیال بندی ۔ تخیل نگاری ۔ مضمون آفرینی اور نکتہ سنجی کو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے/تھا اسنے شاعری کو صاف اور سادہ جذبات نگاری کی بجائے ایک دقیق اور مشکل فن بنا دیا تھا ۔ شاعری کے صحرائے لق و دق مین مرزا غالب کو بیدل کے عصا کا سہارا لینا پڑتا ہے اور وہی انکا خضر راہ ہے لوگ ایسے سہارون اور پابندیون سے تھک گئے تھے اور ولی کی شاعری نے انھین ایک نئی دنیا کی خبر دی اور ایک نئی راہ دکھائی ۔ یہی وجہ ہے کہ ولی کے تھوڑے ہی عرصہ بعد شمالی ہند مین

(۱) شعرالعجم حصہ پنجم صفحہ ۶۹ ملاحظہ ہو (۲) شعرالعجم حصہ سوم صفحہ ۲۰۴
(۳) " " " ۲۱۴ - ۲۱۶ - ۲۱۹

ریختہ گو شعرا کا ایک بڑا طبقہ پیدا ہوگیا جو ولی کو اپنا استاد جانتا تھا انہیں اور لوگوں کے علاوہ حاتم بھی تھے ۔

لیکن شمالی ہند میں اردو شاعری آزاد ہوتے ہی ایک اور مصیبت میں گرفتار ہوگئی اور وہ مشہور مثل کہ عرش سے اترا ببولوں میں الجھا اس پر صادق آئی یعنی اردو شعرا ایہام گوئی میں مبتلا ہوگئے اسکا ذکر کرتے ہوئے قائم لکھتے ہیں ۔

" بر شناسائے اسلوب سخن مخفی و محتجب نیست کہ از عہد عبد اللہ قطب شاہ گرفتہ تا زمانہ بہادر شاہ کسانیکہ شعرائے ریختہ اند نسق کلام اینہا بسیار ربوط و معقول است ہر چند کہ اگر الفاظ غیر مانوس گوش ما مردم مستعمل ایشان است لیکن چون زبان دکن است درست است پیش ہمہ کس راہ بدہ دارد و نہ این ستم کہ شاعران ابتدائی زمانہ محمد شاہ باعتقاد خود تلاش الفاظ تازہ و ایہام نمودہ شعر را از مرتبہ بلاغت انداختند تا بمعنی چہ رسد غرض نا گفتہ بہ مصرع ۔
ع خطائے بزرگان گرفتن خطا است
بہر حال فقیر دواوین این اعزہ فراہم آوردہ اشعار جستہ جستہ بمعنیٔ تمام موافق فہم ناقص خود بوضع انتخاب قلمی نمودہ حق تعالی توفیق کرامت فرماید ۔" (۱)

اس دور میں آبرو ۔ مضمون ۔ شاکرناجی ۔ احسن ۔ یکرنگ وغیرہ شامل ہیں اور ان سب کا انداز تقریبا یکساں ہے شاہ مبارک آبرو کو اس دور کا نمایندہ سمجھئیے ۔ انکے یہاں کلام کا یہ رنگ ہے ۔

سجا ہے نرگسی بوٹے کا جامہ — کرے کیونکر نہ مجھ سے چشم پوشی
رہے ہے تیس دن مژگان کے سن مکھ ۔ کلیجا آھنی ہے آرسی کا
اس ناتوی کی حالت وان جا کہے ہے اڑکر ۔ میرا یہ رنگ روغن گویا مکھی کبوتر
کجی اسکی زبان شیرین ہے — دل مرا قفل ہے بتاشے کا
لب شیرین پہ سترنجن کے نہین خط سیاہ ۔ ڈاڑھی ہے شھائی پہ شکر خورون کی

ان اشعار میں سوائے رعایت اور ایہام کے مضمون کا کوئی لطف نہیں نہ انسے کسی جذبے حالت یا واقعے

(۱) مخزن نکات صفحہ ۱۲ ۔ ۱۴ از قائم مطبوعہ انجمن ترقی اردو ۔

کی ترجمانی ہوتی ہے ۔ اور اس زمانے کے شعرا کا بیشتر کلام اسی رنگ مین ہے ۔ اسکے ساتھ ہی بعض اشعار مین رکاکت اور ابتذال بھی ہے ۔ امرد پرستی کے مضامین بھی ہین اور محبت کا تصور بھی کچھ جنسی لگاؤ کیطرف مائل ہے ۔ رقیبون کی کثرت ہے ۔ عاشق و معشوق اکیلی گلیون مین اندھیری راتون مین ملتے ہین غرض غزل مین ان تمام خرابیون کے آثار پیدا ہوچلے ہین جنکی انتہا آگے چلکر رنگین ۔ انشا اور انکے معاصرین مین ہونیوالی تھی ۔ آبرو کے یہ اشعار دیکھئیے ۔

گلی اکیلی ہے اور یہ اندھیری راتین ہین — اگر ملو تو سجن سو طرح کی باتین ہین

بوسہ لبون کا دینے کہا کہہ کے پھر گیا — پیالہ بھرا شراب کا افسوس گر گیا

مکھن میان غضب ہین فقیرون کے حال پر — آتا ہے ان کو جوش جمالی کمال پر

(۱)

اور مضمون فرماتے ہین ۔

خط آگیا ہے اوسکے مری ہے سفید ریش — کرتا ہے اب تلک بھی وہ ملنے مین شام صبح

(۲)

اور ناجی کا ایک شعر ہے ۔

رکھے اس لالچی لڑکے کو کوئی کب تلک بہلا — چلی آتی ہے فرمائش کبھو یہ لا کبھو وہ لا

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اس دور مین دہلی مین شعر و شاعری کا ذوق فارسی سے اردو کیطرف پورا منتقل ہونے لگا تھا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک رکا ہوا سیلاب تھا جو بند کے ٹوٹتے ہی امڈ پڑا ۔ ولی کی تاریخی اہمیت یہی ہے کہ انھون نے شمالی ہند مین پہنچکر فارسی کے مقابلہ مین اردو کا سکہ جما دیا جس دور کا اوپر تذکرہ کیا گیا وہ چندان فنی اعتبار سے بہت اہم نہین ہے اور اسمین تفریح طبع کا عنصر زیادہ غالب ہے ایہام گوئی کا شوق کچھ تو مشکل پسندی کے شوق سے پیدا ہوا تھا اور کچھ فارسی کی صنعت تعلیل کی تقلید مین جو صائب اور بیدل کیوجہ سے عام ہوگیا تھا اسکی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ دہلی مین ولی کے اثر کے بعد شعرا کا ایک گروہ ایسا تھا جو بنیادی طور پر فارسی مین شاعری

---

(۱) مجموعہ نغز حصہ ۲ صفحہ ۱۹۷

(۲) مجموعہ نغز صفحہ ۲۵۷

جلد ۲

کرتے تھے ریختہ مین صرف بطور تفنن طبع یا بقول تذکرہ نگارون کے اس فن

بے اعتبار کو اعتبار بخشنے کیلئے چند اشعار کہہ لیتے تھے اور اسی لئے انکا کلام ریختہ بہت کم ملتا ہے

ان لوگون مین [1] خان آرزو ـ شمس الدین فقیر ـ علی قلی خان ندیم ـ عبدالغنی قبول ـ ٹیک چند بہار ـ

آنند رام مخلص ـ مرتضی قلی فراق وغیرہ شامل تھے ـ دوسرا دور ان ایہام گو شعرا کا تھا جنکا ذکر

اوپر ہوا ایہام گوئی متاخرین شعرائے فارس کے یہان بھی پائی جاتی تھی ـ چنانچہ نعمت خان ـ

میر عبدالجلیل بلگرامی اس صنعت سے خاص دلچسپی رکھتے تھے [2] ـ

ایہام گوئی کے اس شوق کے باوجود یہ دور تاریخی اعتبار سے نہایت مختصر ثابت ہوا اور شمالی هند کے هی شاعر اس سے بیزار ہوگیے چنانچہ شاہ حاتم جو اس دور مین استاد کی حیثیت رکھتے تھے اور جنھون نے برسون کی مشق کے بعد ایک دیوان بہم پہنچایا تھا خود اپنے کلام سے بیزار ہوگیے اور اس دیوان کو نظر ثانی کے بعد دیوان زادہ کی صورت مین مرتب کیا پہلا دیوان اب کہین نہین ملتا جو حاتم کے قدیم رنگ کا پورا اندازہ ہوسکے ـ

آزاد لکھتے ہین [3] "کلیات انکا بہت بڑا ہے جو اکثر زبان قدیم کی غزل اور قصائد اور رباعیات اور مثنوی وغیرہ پر مشتمل ہے کتب خانہ ہائے قدیم لکھنو اور دھلی مین دیکھا وہ شاہ آبرو اور ناجی کی طرز مین تھے ـ"

دیوان زادہ کے شروع مین ایک دیباچہ بھی لکھا ہے جسمین ایہام گوئی کے ترک کرنے کے بارے مین اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے ـ اسکا اظہار اپنے اشعار مین بھی کیا ہے مثلاً ـ

۱ـ کہتا ہے صاف و شستہ سخن بس کہ بے تلاش حاتم کو اس سبب نہین ایہام پر نگاہ

۲ـ ان دنون سب کو ہوئی ہے صاف گوئی کی تلاش ـ نام کو حاتم کہین چرچہ نہین ایہام کا

---

(۱) بحوالہ دھلی کا دبستان شاعری صفحہ ۵۷ مطبوعہ انجمن ترقی اردو کراچی ـ

(۲) انڈو مغل پرشین پوئیٹری از ڈاکٹر غنی ناگپوری مین فارسی کی ایہام گوئی کا دور ملاحظہ ہو ـ

(۳) آبحیات صفحہ ۱۲۲ مطبوعہ مبارک علی ۱۹۵۰

آہستہ آہستہ ایہام گوئی جسقدر ناپسند ہوئی اسکا اظہار تذکرہ نگارون نے بار بار کیا ہے مثلاً قائم اپنے تذکرہ مین لکھتے ہین "بر شناسائے اسلوب سخن مخفی و محتجب نیست کہ از عہد عبد اللہ قطب شاہ گرفتہ تا زمانہ بہادر شاہ کسانیکہ شعرائے ریختان اند نسخے کلام ایشان بسیار مربوط و معقول است ـ هر چند کہ اگر الفاظ غیر مانوس گوش ما مردم مستعمل ایشان است لیکن چون (۱) موافق زبان دکن است درست است پیش همه کس راه بده دارد و نه این ستم کہ شاعران ابتدائی زمانہ محمد شاہ باعتقاد خود تلاش لفظ تازہ و ایہام نمودہ شعر را از مرتبۂ بلاغت انداختند تا بمعنی چہ رسد غرض نا گفتہ بہ بمصرع خطائے بزرگان گرفتن خطا است ـ بہر حال فقیر دو ادین این اعزہ فراهم آورده و اشعار جستہ جستہ بسعیٔ تمام موافق فہم ناقص خود بوضع انتخاب قلمی نمود مے۔"

اس دور کا ذکر کرتے ہوئے قدرت اللہ قاسم آبرو کے ذکر مین لکھتے ہین (۲) ـ "در طرز گفتار حسب رواج آن وقت بیشتر بہ ایہام گوئی صرف همت می نمود وجود الفاظ منکرہ و عدم موالات تنگی الفاظ و جواز قافیہ سین و صواد و امثال آن در کلامش و کذالک در اشعار ما اثرانش زیادہ بران است کہ بہ تحریر در آید اما در شاعری این بزرگان علی تفاوت المراتب هیچ شک و شبہ نیست رواج یافتن امی در عہد کہ مرغوب الطبع اهل عہد دیگر نباشد امر دیگر است۔"

ایہام گوئی سے اپنی بیزاری کا اظہار جن لوگون نے کیا ہے انہین حاتم کے علاوہ سودا ـ میر اور انکے معاصرین بھی ہین چنانچہ سودا لکھتے ہین ـ

اسلوب شعر کہنے کا تو نہین ہے یہ   مضمون و آبرو کا ہے سودا یہ سلسلہ
یک رنگ ہون آتی نہین خوش مجھکو دورنگی   منکر سخن و شعر مین ایہام کا ہون مین

قائم کہتے ہین ـ

بطور ہزل ہے قائم یہ گفتگو ورنہ   تلاش ہے یہ مجھے ہوئے شعر مین ایہام

---

(۱) مخزن نکات صفحہ ۱۲ ـ ۱۴ مطبوعہ انجمن ترقی اردو دکن ۱۹۲۹

(۲) مجموعہ نغز حصہ اول صفحہ ۲۱ محمود شیرانی مطبوعہ ۱۹۳۲

میر تقی میر نکات الشعرا میں احسان اللہ کے کلام پر رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں " طبعش مائل بہ ایہام بود ازین جہت شعر او بے رتبہ ماند " اس سے صاف ظاہر ہے کہ میر کے نزدیک ایہام گوئی سے شعر کا مرتبہ گر جاتا ہے ۔

ایہام گوئی کے علاوہ اس دور کی شاعری کی بعض اور خصوصیات قابل غور ہیں مثلاً ایہام گوئی کے نتیجہ کے طور پر اشعار میں صفائی و سادگی اور اثر بہت کم ملتا ہے شعرا کی زیادہ تر توجہ بجائے معنی آفرینی یا مضمون آفرینی کے ذو معنی الفاظ اور ایہام پر زیادہ ہے یہ ایک طرح کی شاعرانہ صناعی ہے اور اس سے شاعری میں تکلف اور آورد پیدا ہوگئی ہے دوسری بات یہ ہے کہ یہ لوگ ردیف اور قافیہ میں زیادہ احتیاط نہیں برتتے تھے بقول آزاد کے (۱) " اخلاص کو وسواس اور دھڑ کو سر کا قافیہ باندھ دیتے تھے اور عیب نہ سمجھتے تھے ردیف کی کوئی ضرورت نہ تھی ———— محاورہ کو ہرگز ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے ۔"

اس دور کی ایک اور نمایاں خصوصیت ہندی الفاظ کی کثرت ہے ہندی کے یہ الفاظ دراصل مختلف علاقائی پراکرتوں کے وہ الفاظ ہیں جنہیں سے اکثر قدیم پنجابی قدیم دہلوی اور دکنی میں بھی پائے جاتے ہیں مثلاً نت بمعنی ہمیشہ سین (سے) نپٹ (بہت) سبھ (خوبصورتی) جگت (دنیا) منین (میں) بھونگ (سیاہی) سجن (محبوب) پیا (پیارا) چترکاری (نقش) تجنا (ترک کردینا) جگ (دنیا) بیتا (گذرا) نین (آنکھ) انجھو (انسو) بھوان (بھون) ٹک (ذرا) درس (درشن) سانورہ (سانولا رنگ) موھن (محبوب) ۔

یہ تمام الفاظ آبرو کی چند غزلوں سے لئے گئے ہیں ظاہر ہے کہ انکے معاصرین کی بھی یہی زبان ہوگئی اور اس اعتبار سے انکا مطالعہ زبان کی تاریخ میں نہایت اہم ہے اس دور کا ذکر کرتے ہوئے شیخ چاند لکھتے ہیں ۔ " اس دور کے اساتذہ کا کلام اٹھاکر دیکھئیے تو شاعرانہ صناعی اور ہنرمندی پر حرف رکھنے کی جگہ نہیں لیکن سادگی اور اثر کافور ہیں الفاظ کا ذخیرہ بہ افراط موجود ہے انکے

---

(۱) آبحیات ذکر شاہ مبارک آبرو صفحہ ۹۷

انکے استعمال اور معانی کے مختلف پہلو روشن ھین اسکا دوسرا پہلو یہ ھے کہ اس دور کے لوگ الفاظ کی تلاش مین خاص کاوش کرتے تھے مثلاً میر تقی میر بار بار اسکی طرف اشارہ کرتے ھین ۔ مضمون کے ذکر مین لکھتے ھین ۔

(۱)" هرچند کم گو بود لیکن بسیار خوش فکر و تلاش لفظ تازہ زیاد ہ۔"

میر حسن شعرائے متوسطین کے کچھ بارے مین لکھتے ھین ۔

(۲) "باید دانست کہ سخن سنجان آن زمان درپئے صنعت ایہام بودند و تلاش لفظ تازہ می نمودند"

مضمون کے اعتبار سے ھندی اور فارسی کے اثرات ملے جلے نظر آتے ھین مثلا

فارسی کے اثرات ۔

عارض کے آئینہ پر تمنا کے سبز خط ھے — طوطی اگر جو دیکھے گلزار بھول جاوے (آبرو)

کیون چھپا ظلمت مین گر اس لفظ سے شرمندہ نہ تھا

جان کچھ پانی می ھے چشمۂ حیوان گے بیچ (آبرو)

دو بھوان سے لگے ھین جس کے نین — وہ کہاتا ھے حاجی الحرمین (آبرو)

(۲) ھمنے کیا کیا نہ ترے عشق مین محبوب کیا — صبر ایوب کیا گریۂ یعقوب کیا (مضمون)

کی ھے دار کو کامل بھی سرتاج — ھوا منصور سے نکتہ یہ حل آج (مضمون)

میکدہ مین گر سراپا فعل نامعقول ھے — مدرسہ دیکھا تو وان بھی فاعل و مفعول ھے (مضمون)

زلف کے حلقہ مین دیکھا جب سے دانہ خال کا

مرغ دل عاشق کا تب سے صید ھے اس جال کا (شاکر ناجی)

اس قد سے جب چمن مین خرامان ھو توائے جان

شمشاد و سرو آکے تری چاکری کرے (شاکر ناجی)

کوہن مین جا پڑا یعقوب کا دل — چلا جب نالہ و افغان سے یوسف

زلیخا بہائے شیر کے نیل — جو رہا درد کے انجھوان سے یوسف (شاکر ناجی)

---

(۱) نکات الشعرا میر تقی میر مطبوعہ انجمن ترقی اردو (۲) تذکرہ شعرائے اردو میر حسن مطبوعہ انجمن ترقی اردو

(۲) آزاد لکھتے ھین کہ اسی مضمون کو فارسی مین مخلص کاشی نے اسطرح باندھا ھے ۔

در فراق تو چہائے بت محبوب کنم — صبر ایوب کنم گریۂ یعقوب کنم

آبحیات صفحہ ۱۰۲ ذکر مضمون ۔

فارسی کا یہ اثر جیسا کہ مثالون سے ظاہر ہے مضامین مین بیشتر اور زبان مین کمتر نمایان ہے لیکن ہندی شاعری کے وہ اثرات جو دکن دور مین زیادہ نمایان تھے اور جسطرح اظہار عشق عورت کی زبان سے کیا جاتا تھا یا تشبیہات و استعارات سے انہین ملکی ماحول سے زیادہ کام لیا جاتا تھا وہ روش آہستہ آہستہ ترک ہونے لگی —

اردو غزل پر اعتراض کرتے وقت اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ اسمین امرد پرستی کے مضامین کثرت سے ہوتے ہین اور بعض لوگ اسے اس دور کے خاص حالات کا نتیجہ بتاتے ہین ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی لکھتے ہین —

(۱) " نشست الفاظ اور ہندیت کے علاوہ مجازی عشق اور امرد پرستی اس دور کی ایک خاص خصوصیت ہے جسکے سرتاج آبرو ہین —"

لیکن ہمین یہ ماننے مین تامل ہے کہ یہ اسی دور کی نمایان خصوصیت ہے کیونکہ ولی کے کلام مین نہ صرف یہ کہ امرد پرستی کے بکثرت مضامین موجود ہین بلکہ انھون نے اپنے معشوقون کے نام بھی (۲) گنائے ہین جن مین سے کچھ کے نام یہ ہین —

(۱) امرت لال (۲) گوبند لال

شمع بزم وفا ہے امرت لال — سرو باغ ادا ہے امرت لال

ہے آج خوش قدان مین کمال گوبند لال — اعجاز چال سرو ہے چال گوبند لال

یہ دور در اصل غزل کا دور ہے اگرچہ تذکرون سے پتہ چلتا ہے کہ آبرو نے "آرائش خوبان" کے عنوان سے ایک مثنوی لکھی تھی اور حاتم کی کلیات مین بھی حقہ کی تعریف مین ایک مثنوی ہے لیکن مثنوی گوئی کا جو زور دکنی دور مین نظر آتا ہے یہان آکر ٹوٹ گیا ہے اور میر تقی میر سے پہلے قابل ذکر مثنوی نگار کوئی نظر نہین آتا یہی حال قصائد کا ہے — دیگر اصناف مین ایک مرثیہ ہے جسکے متعلق

---

(۱) دلی کا دبستان شاعری صفحہ ۷۵ — ۷۶ انجمن ترقی اردو کراچی ۱۹۴۹

(۲) کلیات ولی صفحہ ۱۱۸ مطبوعہ انجمن ترقی اردو —

شیخ چاند لکھتے ھین ـ

" محمد شاہ سے پہلے شمالی ھند مین مرثیہ گوئی کا باضابطہ آغاز نہین ہوا تھا صرف دکنی مرثیون نے شاعرون کیلئے ریختہ مین مرثیہ کہنے کا رستہ صاف کردیا تھا ـ " (۱)

اس عہد کے مرثیہ گویون مین مسکین ـ حزین اور غمگین مشہور ھین یہ تینون بھائی تھے انکے علاوہ مصطفی خان یکرنگ ـ سعادت علی سعادت ـ برھان الدین قابل ذکر ھین یہ حاتم اور آبرو کے معصر تھے لیکن سودا سے پہلے شمالی ھند مین مرثیہ گوئی فنی حیثیت سے بالکل ابتدائی حالت مین تھی ـ غزل مین بھی وہ خصوصیات مثلاً اثر آفرینی ـ جذباتیت ـ داخلیت ـ سوزوگداز ـ سلاست و صفائی اور تصوف کی چاشنی جسنے دھلی کی غزل کو اسکی امتیازی کیفیت بخشی ھے اس دور مین مفقود ھے ـ

۱۱۶۹ ھ مین حاتم نے ایہام گوئی کے خلاف اپنا پہلا اعلان دیوان زادہ کے انتخاب سے کیا چنانچہ یہان سے اس دور کا آغاز ھوتا ھے جسے اردو شاعری بالخصوص غزل کا عہد زرین کہا جا سکتا ھے اپنی بزرگی کی بنا پر سراج الدین علیخان آرزو اور مرزا مظہر جان جانان کو اس دور کا نقیب کہا جاتا ھے تذکرہ نگار لکھتے ھین کہ پہلا شخص جسنے ایہام گوئی کو ترک کیا وہ مرزا مظہر جان جانان ھین قدرت اللہ شوق لکھتے ھین ـ

" می گویند کہ اول کسے کہ طرز ایہام گوئی ترک نمودہ ریختہ را در زبان اردوئے معلی شاھجہان آباد کہ الحال پسند خاطر عوام و خواص گردیدہ مروج ساختہ زبدۃ العارفین قدوۃ الواصلین واقف رموز جناب اکبر کاشف کنوز طریقۂ پیغمبر مرزا جان جانان متخلص بہ مظہر ـ" (۲)

اسی طرح تذکرہ نگارون نے خان آرزو کی تعریف کی ھے میر تقی میر لکھتے ھین ـ

" کہ خان آرزو پہلے شخص ھین جنھون نے ریختہ کو ایہام کے خارزار سے پاک کیا مظہر اور خان آرزو دونون جامع کمالات تھے اور انکی فارسی تصانیف انکی استادی کا ثبوت ھے اردو مین ان لوگون کا بہت کلام

---

(۱) بحوالۂ سودا از شیخ چاند صفحہ ۲۸۲ مطبوعہ انجمن ترقی اردو ۱۹۳۶ ء

(۲) طباق الشعرا صفحہ ۲۲ـ۲۳ از قدرت اللہ شوق مرتبہ ڈاکٹر ابواللیث مسلم یونیورسٹی پریس علیگڑھ

دستیاب ہوا ہے لیکن تذکرون سے پتہ چلتا ہے کہ اردو کے بیشتر شاعر انکے شاگرد تھے مثلا مرزا مظہر
جان جانان کے شاگردون مین انعام اللہ خان یقین ـ میر محمد باقر حزین ـ خواجہ احسان اللہ بیان ـ
مصطفی خان یکرنگ ـ بھگاون لال بیدار ـ محمد فقیہ دردمند مشہور شاعر ہین ـ خان آرزو کے شاگردون مین
میر سب سے مشہور ہین سودا ـ مظہر اور درد بھی انکو یعنی خان آرزو کو استاد مانتے تھے ـ ان کے علاوہ
(۱)
(۱) رائے انندرام (۲) میان نجم الدین عرف شاہ مبارک (۳) مرزا داؤد (۴) میان حسن علی بیگ اپنے شاگرد تھے
غرض ان لوگون کی کوششون سے اردو شاعری کا اسقدر فروغ ہوا کہ شمالی ہند مین ولی کی آمد ۱۱۱۲
کے بعد ۱۱۶۰ مین میر نے نکات الشعرا لکھا تو بکثرت شاعر اس قابل نکل آئے جنھین تذکرہ مین شامل
کیا گیا میر کے بعد جو تذکرے لکھے گئے انمین یہ تعداد سال بسال نہہایت تیزی سے بڑھتی نظر آتی تھی
یہانتک کہ اسی دور مین میر اور مرزا جیسے باکمل شاعر پیدا ہوئے ـ

اس دور کی خصوصیات کا جائزہ لینا دراصل اردو شاعری کے عہد زرین کی تاریخ کو دہرانا ہے
مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایہام گوئی کے تصنع سے آزاد ہوتے ہی اردو شاعری نے فطری سادگی
اصلیت اور جوش کے عناصر کو قبول کرلیا میر تقی میر اس دور کی روایات کے بھر پور ترجمان ہین انکی غزل
معاملات عشق کے بیان پر حاوی ہے عشق و عاشقی مین جتنی کیفیات گذر سکتی ہین جو جو حالتین ہجر و
فراق کی پیش آسکتی ہین وہ سب میر کی غزلون مین نہایت سادہ انداز مین موجود ہین ـ میر کے کلام مین
شدید قسم کی داخلیت اور جذبات کی شدت پائی جاتی ہے اسی لئے انکو اردو شعرا کا سرتاج اور اردو
غزل کا ناخدا بتادیا اسکے ساتھ ہی اس زمانہ کے سیاسی اور معاشرتی حالات بڑے لطیف کنایون اور
استعارون مین ادا کئے ہین ـ تشبیہات ـ استعارات اور دیگر صنائع و بدائع مثلاً تجنیس ترصیع وغیرہ
استعمال کئے ہین لیکن بنیادی طور پر اس دور کے شعرا کی توجہ خیال اور مضمون کی صفائی پر ہے ـ
(۲)
اس انداز کا خلاصہ میر تقی میر اسطرح بیان کرتے ہین ـ

---

(۱) نکات الشعرا از میر صفحات ۸ ـ ۹ ـ ۱۱۱ ـ ۱۲۶ مطبوعہ نظامی پریس ـ بدایون ـ
(۲) " " " " صفحہ ۱۸۶ تا ۱۸۷ " " " "

" بدانکه ریخته بر چندین قسم است ـ از انجمله آنچه معلوم فقیر است نوشته می آید ـ اول آنکه یک مصرعش فارسی و یک هندی چنانچه قطعه حضرت امیر علیه الرحمته نوشته شد ـ دوم آنکه نصف مصرعش هندی و نصف فارسی چنانچه شعر میر معزؔ که نوشته آمد ـ سوم آنکه حرف و فعل فارسی بکار می برند و این قبیح است ـ چهارم آنکه ترکیبات فارسی می آرند ـ اگر ترکیب که مناسب زبان ریخته می افتد آن جائز است و این را غیر شاعر نمی داند ـ و ترکیبی که نا مانوس ریخته می باشد آن معیوب است و دانستن این نیز موقوف سلیقۂ شاعری است ـ و مختار فقیر هم همین است ـ اگر ترکیب فارسی موافق گفتگوئے ریخته بود مضائقه نه دارد ـ پنجم ایهام است که در شاعران سلف درین فن رواج داشت اکنون طبعهاے مصروف این صنعت کم است مگر بسیار بشستگی بسته بشود ـ معنی ایهام این است ـ که لفظے که براو بنائے بیت بود آن دو معنی داشته باشد یکے قریب و یکے بعید منظور شاعر باشد و قریب متروک او شستم انداز است که ما اختیار کرده ایم و آن محیط همه صنعتها است ـ تجنیس ـ ترصیع ـ تشبیهه ـ صفائے گفتگو ـ فصاحت ـ بلاغت ـ ادابندی ـ خیال و غیره این همه درضمن همین است و فقیر هم از همین وطیره محظوظم ـ هر که را درین فن طرز خاصی است این معنی را می فهمد ـ با عوام کار ندارم ـ اینکه نوشته ام برائے یاران من سند است نه برائے هر کس زیرا که عرصۂ سخن وسیع است و از تلونؔ چمنستان ظهور آگهم ـ

ع هر گلے را رنگ و بوئے دیگر است ـ "

اس دور مین ایک اور اہم عنصر جو غزل مین داخل ہوا وہ تصوف ہے تصوف کے مضامین فارسی شاعری مین پہلے بھی بہت اہم تھے اور دکنی دور مین بھی غزلون اور مثنویون مین یہ عناصر موجود ہین لیکن میر اور درد نے متصوفانہ مضامین کو غزل کا ایک نہایت اہم موضوع بنا دیا ہے ـ اسکا سب سے بڑا اثر یہ ہوا ہے کہ عشقیہ مضامین بالخصوص عشق مجازی کے معاملات وواردات کے بیان سے غزل مین رکاکت یا ابتذال پیدا ہونیکا جو خطرہ رہتا ہے اسکا سدباب ہوگیا اور تصوف مین نے عشقیہ شاعری کی پردہ داری کرلی ـ عشقیہ شاعری کی یہی دہلوی روایت میر اور درد سے ہوتی ہوئی مصحفی اور دور حاضر مین حسرت موہانی اور اصغر گونڈوی تک پہنچی ہے ـ اسکی اہمیت کا اندازہ یون ہوسکتا ہے کہ دہلوی (لکھنوی) شعرا نے جب اس روایت کو ترک کیا اور محض عشق مجازی کے معاملات اور متعلقات حسن کے ذکر کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا تو نہ صرف یہ کہ غزل اپنی اثر آفرینی سے محروم ہوگئی بلکہ اسمین رکاکت اور فحش نگاری بھی بڑھ گئی ـ

اسکا مطلب یہ نہین کہ دہلوی شاعری رکیک مضامین سے یکسر پاک ہے اور میر و سودا کے یہان ایسے مضامین بالکل نہین ملتے — میر کے متعلق یہ فقرہ بہت مشہور ہے —

"کہ بلند شرش بسیار بلند و پستش بغایت پست —"

یہ پستی مضمون اور بیان دونون مین کہین کہین پائی جاتی ہے بالخصوص امرد پرستی کے مضامین اور ہجو گوئی کے رجحانات نے اسے جگہ جگہ نمایان کردیا ہے اسکا ایک سبب یہ بھی ہے کہ میر اور انکے معاصرین کو اس دور کے سیاسی — معاشرتی اور ذاتی بحران کیوجہ سے اپنے کلام کو منتخب کرنیکا موقع نہین ملا تھا —
اس دور مین اردو غزل فارسی کے مقابلہ مین پوری طرح سامنے آگئی اور فارسی کا مقابلہ کرنے کیلئے اسنے فارسی کا ہی حربہ استعمال کیا — زبان مین صفائی کی جو تحریک شروع ہوئی اسمین ہندی الفاظ آہستہ آہستہ ترک ہونے لگے اور انکی جگہ فارسی الفاظ داخل ہونے لگے — معلوم ایسا ہوتا ہے کہ بعض لوگون نے اس معاملہ مین زیادہ شدت اختیار کی تھی چنانچہ سودا مظہر کے ریختہ کی ہجو کہتے ہوئے لکھتے ہین

مظہر کا شعر فارسی اور ریختہ کے بیچ	سودا یقین جان کہ روڑا ہے باٹ کا
آگاہ فارسی تو کہین اسکو ریختہ	واقف جو ریختہ کے ذرا ہووے ٹھاٹھ کا
سنکر وہ یہ کہے کہ نہین ریختہ ہے یہ	اور ریختہ بھی ہے تو فیروز شاہ کی لاٹ کا
القصہ اسکا حال یہی ہے جو سچ کہون	کتا ہے دھوبی کا کہ نہ گھر کا نہ گھاٹ کا

اسکا مطلب یہ ہوا کہ ریختہ مین فارسی کے دخل کیلئے بعض حدود مقرر ہین اور شاعری کا کمال یہ ہے کہ وہ ریختہ مین فارسی کے صرف وہ الفاظ اور ترکیبین استعمال کرے جو ریختہ کے مزاج کے مناسب ہون چنانچہ میر تقی میر کی بھی یہی رائے ہے —

الغرض ریختہ یا اردو غزل اس زمانہ مین ترقی کی اس منزل تک پہنچگئی تھی کہ میر و سودا کے کلام کا ایک حصہ آج بھی مضمون و بیان کے اعتبار سے بالکل تازہ معلوم ہوتا ہے اور میر کی غزل آبرو یا مضمون کی غزل کے مقابلہ مین بیحد ترقی یافتہ معلوم ہوتی ہے یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ غزل کی روایات اسی دور مین پختہ ہوئین اور رنگین نے غزل کو اس منزل پر پایا جہان میر نے لاکر اسے کھڑا کردیا تھا —

اس دور مین غزل کے ساتھ ساتھ قصیدہ کو بھی بڑا فروغ حاصل ہوا قصیدہ گوئی اردو مین فارسی کے انداز پر شروع کیگئی چنانچہ اردو مین قصیدہ کا ڈھانچہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا فارسی مین نظر آتا ہے تشبیب ۔ گریز ۔ مدح ۔ دعائیہ اسی طرح اردو قصیدہ کے عناصر مین جس طرح فارسی مین پائے جاتے ہین تخیل کی بلند پروازی ۔ مضمون آفرینی ۔ مبالغہ ۔ تشبیہات بلند آہنگی پر شکوہ تراکیب جسطرح فارسی مین قصیدہ کے لوازم ہین اسی طرح اردو شعرا کے پیش نظر رہے ہین۔ اردو قصیدہ کی تاریخ دکنی دور سے شروع ہوتی ہے اسکا قدرتی سبب یہ ہے کہ شعرا درباروں سے وابستہ تھے اور سلاطین و امرا کی تعریف مین قصیدے لکھتے تھے ۔ امرا اور سلاطین نے خود بھی قصائد لکھے ہین لیکن یہ زیادہ مذہبی ہین کیونکہ انھین کسی دنیاوی حاکم کی تعریف کی ضرورت نہ تھی ۔ انکے اثر سے بعض درباری شاعرون نے بھی مذہبی قصیدے لکھے ہین اگرچہ دکن مین غزل اور مثنوی کو خاص طور پر بڑا فروغ حاصل ہوا لیکن قصیدہ نگاری بھی بڑی ترقی کرگئی دکن کے قصیدہ نگارون مین ملک الشعرا نصرتی خاص طور پر قابل ذکر ہے جسکے قصیدون مین اعلی درجہ کے مضامین موجود ہین ۔ اسکے بارہ مین مولوی عبدالحق صاحب لکھتے ہین ۔

" (۱) لیکن علاوہ مثنوی کے قصیدہ گوئی مین بھی اسکا پایہ بہت بلند ہے ۔ اور اس صنف مین قدیم اردو کا کوئی شاعر اسے نہین پہنچتا ۔ شوکت لفظی علو مضامین اور زور بیان جو قصیدہ کی خاص صفات ہین وہ نصرتی کے قصائد مین بخوبی پائی جاتی ہین ۔ اگرچہ نصرتی درباری شاعر تھا لیکن اسکی قصیدہ گوئی صرف بادشاہون کی مدح و ثنا تک محدود نہین رہی بلکہ اسنے جنگ کے واقعات اور مظاہر قدرت کے بیان مین بھی بڑے پر زور قصائد لکھے ہین ۔"

شمالی ہند مین ایہام گوئی کے دور مین جو قصیدے لکھے گئے وہ اب نہین ملتے لیکن قصیدہ گوئی کے عام رواج سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ یہ دور قصیدہ گوئی کیلئے زیادہ سازگار نہ ہوگا ۔ قصیدہ کیلئے جیسی پختہ زبان اور منجھا ہوا انداز درکار ہوتا ہے وہ اس دور کی ریختہ مین نہین ملتا یہی وجہ ہے کہ سودا سے پہلے شمالی ہند مین کوئی قابل ذکر قصیدہ نگار نہین ملتا ۔ اور یہی وجہ ہے کہ

---

(۱) نصرتی صفحہ ۲۷۲ از مولوی عبدالحق

سودا کے سامنے رہنمائی کیلئے اردو قصیدہ نگارون کی جگہ خاقانی ۔ عرفی اور انوری نے اسکی رہبری کی کی سودا کے اکثر قصیدے ایسے ہین جو انہین بحرون مین ہین جنمین ان مشہور قصیدہ نگارون نے اپنے قصیدے لکھے ہین ۔ شیخ چاند لکھتے ہین ۔

"عرفی کا ذکر سودا نے اپنے کلام مین دو ایک مقام پر اسطرح کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکے قصائد ضرور اسکے مطالعہ مین رہ چکے ہین اور انکا اثر اسکی طبیعت پر بہت کافی پڑا ہے ۔" (۱)

سودا نے ہر طرح کے قصائد لکھے ہین انمین سے بعض بزرگان دین کی تعریف مین ہین بعض مین اہل دول کی مدح کیگئی ہے بعض قصائد اور ہجویات ایسے ہین جنمین وہ زمانہ کے تاریخی اور معاشرتی حالات بیان کیے گئے ہین ۔ سودا کی تمام تشبیہون مین مضامین کا تنوع حکیمانہ خیالات ۔ ذاتی واقعات وواردات اسطرح سے نظم کئے ہین کہ شاید ہی کسی دوسرے قصیدہ نگار کی تشبیہین انکے مقابلہ مین لائی جا سکین مدح کا مضمون بہت عام ہوتا ہے اور تمام قصیدہ نگار بعض مشترک لائق فخر اوصاف کو بیان کرتے ہین (۲) اور ان اوصاف مین مبالغہ سے کام لیتے ہین ۔ شیخ چاند قصائد سودا پر تفصیلی بحث کے بعد مصحفی کی اس رائے سے اتفاق کرتے ہین کہ اردو مین قصیدہ کے نقاش اول سودا ہین اور جو شخص انکے بعد قصیدہ کہیگا انکا متبّع ہوگا ۔

میر تقی میر نے بھی بعض قصیدے لکھے ہین لیکن وہ سودا کا مقابلہ نہین کرسکے قصیدہ کیلئے شگفتہ مزاجی ۔ زندہ دلی ۔ اطمینان ۔ فارغ البالی وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے ۔ میر کی طبیعت مین درویشی مسکینی ۔ سوزوگداز ۔ قناعت و توکل کے ایسے عناصر تھے جنھون نے انہین غزل کیلئے موزون شخصیت بنا لیا دیا تھا سودا کے قصیدون سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انکے معاصرین نے بھی اسی طرح کے قصیدے لکھے ہونگے چنانچہ یہ میدان بھی رنگین کو تیار ملا ۔

اس دور مین ایک اور صنف ادب کو بڑا فروغ حاصل ہوا یہ ہجو نگاری ہے ۔ ہجو یات کی مثالین

---

(۱) عصرتہصف سودا شیخ چاند صفحہ ۱۸۱ ۔
(۲) " " " " ۲۱۲ ۔

اردو اور فارسی مین پہلے بھی ملتی ہین لیکن سودا پہلے شخص ہین جنھون نے ہجو کو بھی فنی طور پر اختیار کیا ۔ سودا سے پہلے بعض شعرا نے زندہ دلی ۔ شوخ طبعی ۔ اور ظرافت کی فطرت سے مجبور ہوکر ہزل گوئی اختیار کی تھی چنانچہ علاوہ اور شعرا کے جعفر زٹلی کی ہزلیات اس سلسلہ مین پیش کی جا سکتی ہیں ۔ سودا نے ہجو گوئی کے میدان کو بہت وسیع کردیا ۔ سودا کی ہجویات تین قسم کی ہین اولاً سماج کی معاشرتی اور اخلاقی خرابیاں دوسی سیاسی اور حکومت کی بے ہوائیاں تیسرے افراد و اشخاص کی ہجویات انمین سے اول الذکر دو قسم کی ہجویات مین سودا حق بجانب ہین اور فنی اعتبار سے بھی اعلی درجہ کی ہجوین ہین انمین قصیدہ "تضحیک روزگار" "مثنوی در ہجو" "سیدی کافوری کوتوال" وغیرہ ایسی ہجویات ہین جن سے اس عہد کی سماجی خرابیون کا پتہ چلتا ہے ان ہجویات مین فحش اشعار بھی کم ہین لیکن جو ہجویات ذاتی قسم کی ہین انمین سودا کی طبیعت کی شوخی فحش گوئی کیطرف مائل ہوگئی ہے چنانچہ مولوی ساجد ۔ ندرت کشمیری ۔ اور میر ضاحک کی ہجویات مین سودا نے ایسے فحش اشعار لکھے ہین جو قابل اشاعت نہین اور کلیات سودا کے مطبوعہ نسخون مین سے خارج کردئیے گئے ہین ۔

مثلاً ضاحک کی ایک ہجو جسمین سکندر کے نام سے ابتدا کی گئی ہے جسکا مصرع یہ ہے ۔

ع یارب تو میری سن لے یہ کہتا ہے سکندر

اسمین میر ضاحک کی علاوہ انکی بیوی کی بھی ہجو ہے اور اس سے بڑھکر وہ فحش ہے جسکی ابتدا اس مصرع سے ہوتی ہے ۔ ع "ضاحک کی اہلیہ نے ڈھول اپنے گھر دھرایا" ۔ اس طویل مخمس مین سوائے فحش نگاری کے اور کچھ نہین ہے لیکن یہ مذاق سودا تک محدود نہین تھا سودا کے سکندر والے مخمس کا جواب جو ضاحک نے دیا ہوگا وہ ہمارے سامنے نہین ہے لیکن میر حسن نے اپنے باپ کیطرف سے اسکا جواب سودا کو دیا ہے جو میر حسن کی قلمی کلیات مین موجود ہے اور سودا کی فحش نگاری سے کسی طرح کم نہین ہے اسکا مطلب یہ ہوا کہ شاعری مین فحش نگاری داخل ہوگئی تھی جسکی بدولت سودا اور میر حسن جیسے قادرالکلام شاعر اس حمام مین آکر بالکل ننگے ہوگئے تھے جب ہم رنگین کا فحش

کلام دیکھتے ہیں تو ہمیں بالکل تعجب نہیں ہوتا جس انداز کی ابتدا سودا نے کی تھی اسکا منطقی نتیجہ یہی تھا جو رنگین کے فحش کلام کی صورت میں ظاہر ہوا یہ رنگین ہی کے مخصوص نہیں انشا انکے معاصر تھے اگرچہ وہ رنگین کی حد تک نہیں پہنچے ہیں لیکن انکے کلام میں بھی فحش نگاری کی بکثرت مثالیں موجود ہیں سودا نے جس ماحول میں آنکھ کھولی تھی اسمیں بعض روایات ایسی تھیں جن سے زندگی اور ادب میں کچھ رکھ رکھاؤ نظر آتا ہے لکھنؤ پہنچکر بگڑے ہوئے مذاق کو سنورنے کے بجائے اور بگڑنے کا سامان مہیا ہوا یہی وجہ ہے کہ وہاں ریختی کو پنپنے کا موقع ملا ۔ لکھنؤ کے خاص حالات نے آگ پر تیل ڈالنے کا کام کیا اگر لکھنؤ کی مذہبیت مرثیہ نگاری اور نحیہ شاعری کی صورت میں اسکی تلافی نہ کردیتی تو شاید اخلاقی اعتبار سے ادبی تاریخ کا وہ تاریک ترین دور ہوتا ۔

(1)

مثنوی گوئی جو دکن میں خاصی ترقی کرچکی تھی شمالی ہند میں اسی دور میں پروان چڑھی ہے حالی کا یہ کہنا درست ہے کہ میر تقی میر پہلے شخص ہیں جنھوں نے شمالی ہند میں سب سے پہلے چند عشقیہ مثنویاں لکھیں ۔

میر کی مثنویاں موضوعات کے اعتبار سے متنوع ہیں انمیں سے بعض ذاتی اور وارداتی ہیں جنمیں میر نے اپنے مکان کا نقشہ ۔ پالتو جانوروں کے حالات ۔ معاصرین سے اپنی نوک جھونک لکھنؤ کے مرغ بازوں کی حالت کا نقشہ کھینچا ہے ۔ بعض عشقیہ مثنویاں ہیں انمیں سے بھی بعض نے ذاتی واردات بیان کی ہیں مثلاً مثنوی "خواب و خیال" اور بعض میں اس عہد کے رومانی واقعات کا ذکر کیا ہے مثلاً "شعلہ عشق" اور بعض رسمی قسم کی عشقیہ مثنویاں ہیں مثلاً دریائے عشق ان تمام مثنویوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ میر کو اس فن میں بھی بڑی قدرت حاصل تھی ۔ سودا کی طبیعت قصیدہ گوئی کیطرف ایسی مائل ہوئی کہ وہ اور کسی کام کے نہ رہے انھوں نے بہت سی مثنویاں کہیں لیکن انکی مثنوی کے متعلق مصطفی خان شیفتہ کا یہ قول بہت مشہور ہے ۔ "کہ مرزا در مثنوی فکر معقول نہ داشت" لیکن سودا کے

مثنوی کا نام "شعلہ شوق" ہے

(1) مقدمہ شعر و شاعری از حالی

ـــــــــــــــــ ناقد شیخ چاند اس سے اتفاق نہین کرتے انکے پیش نظر سودا کی (۱)
تمام مثنویات ہین جنکی تعداد بیس ہے ۔ انہین اس بات کے تسلیم کرنے مین بھی تذبذب ہے کہ "سودا نے پہلے مثنویان لکھین یا میر نے ۔"

عشقیہ مثنویون کے بارہ مین شیخ چاند بھی تسلیم کرتے ہین کہ (۲) حقیقت یہ ہے کہ سودا کو عشقیہ مثنوی سے کوئی لگاؤ نہ تھا اسنے خود لکھدیا ہے کہ مجھ سے قصہ کہانی کی توقع رکھنا خبط ہے ۔"

شیخ چاند کے اس قول سے ہمین بھی اتفاق ہے کہ مثنوی مین ہجو نگاری کا کمال جیسا سودا نے دکھایا ہے ویسا کہین اور مشکل سے ملیگا لیکن ان ہجویات مین جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے فحش مضامین اس طرح غالب ہین کہ ایسے مجموعہ کلام ہذا کو شعر کہنا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے ۔ رنگین کے مجموعہ کلام مین بھی ایسی مثالین ملتی ہین اور یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ رنگین اس معاملہ مین اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جسکی ابتدا سودا نے کی تھی ۔

لیکن مثنوی گوئی میر حسن کے یہان معراج کمال کو پہنچ گئی ۔ انہون نے چھوٹی بڑی بہت سی مثنویان لکھی ہین جنمین سے رموز العارفین ۔ گلزار ارم اور سحرالبیان شائع ہوچکی ہین ۔ انہین سحرالبیان کو ناقدین نے متفقہ طور پر اردو کی بہترین مثنوی قرار دیا ہے اسمین محاکات اور تخیل کا توازن ۔ عام بول چال کا محاورہ ۔ اصلیت ۔ واقعیت اور جامعیت کا ایسا امتزاج ہے جو اور کہین نہین ملتا ۔ اور بلا شبہ میر حسن اس فن کے امام ہین ۔ خواجہ میر درد کے بھائی میر اثر نے بھی ایک مشہور مثنوی "خوابوخیال" کے نام سے لکھی تھی جسمین محاکات کا کمال دکھایا تھا ۔ مثنوی گوئی کے سلسلہ مین مصحفی کا بھی نام لیا جا سکتا ہے جو میر سے بہت متاثر ہوئے ہین ۔ میر کی دریائے عشق کو بحرالمحبت کے نام سے اور شعلہ شوق کو اسی نام سے دوبارہ نظم کیا ہے ۔ کچھ مثنویان ذاتی حالات و واردات پر لکھی ہین لیکن یہ

---

(۱) سودا از شیخ چاند صفحہ ۲۲۰

(۲) " " " " ۲۲۱

مثنویان میر حسن یا میر کی مثنویات کے ہم پلہ نہین ۔یہی حال رنگین کے ہمعصر انشا اور جرأت کا ہے ۔انشا نے کچھ مثنویان لکھی ہین لیکن وہ خود انکی غزلون اور قصیدون کے سامنے کچھ مرتبہ نہین رکھتین ۔

غرض شعر و شاعری کا یہ ماحول تھا جو رنگین اور ان کے معاصرین کو ورثہ مین ملا ۔

باب سوم

تصانیف و کلام رنگین

باب اول

غزل گوئی - دیوان ریختی و دیوان ریختہ

رنگین کی غزل گوئی

ایشیائی شاعری بالخصوص اردو اور فارسی مین غزل گوئی کا رواج ایسا ہے کہ ان دونون زبانون کی شاعری کا بڑا سرمایہ غزل پر ہی منحصر ہے اردو مین خاص طور پر غزل گوئی شعرا کی تعداد اور انکے کلام کی مقدار اسقدر ہے کہ تمام دیگر اصناف ملکر اسکے برابر نہین ہوسکین - مختلف شعرا نے اگرچہ بعض خاص اصناف مین کمال حاصل کیا ہے لیکن غزل گوئی سب نے کی ہے سودا قصیدہ گو مشہور ہین اور دراصل وہی انکا میدان ہے لیکن وہ نہ صرف غزلین کہہ گئے ہین بلکہ میر کا مقابلہ کرتے ہین

سودا قصیدہ تو اس غزل کو غزل در غزل ہی لکھ   ہونا ہے تجھکو میر سے استاد کیطرف

میر حسن مثنوی گو مشہور ہین اور بلا شبہ سحرالبیان کا مقابلہ انکی کوئی دوسری مثنوی نہین کرسکی لیکن انھون نے بھی بکثرت غزلین کہی ہین اور میر و مصحفی کے بعد اردو کے ممتاز غزل گو شاعرون مین انکا شمار کرنا چاہئیے غرض اردو شاعری کی تاریخ مین غزل کی مقبولیت کا قدم قدم پر ثبوت ملتا ہے اور حالی سے پہلے اردو کا قابل ذکر سرمایہ چند مستثنیات کو چھوڑ کر غزل پر ہی محدود ہے -

غزل کے لغوی معنی محبوب سے کلام کرنا ہین لیکن اصطلاح شعر مین عاشقانہ شاعری جسمین ردیف اور قافیہ کی پابندی کے ساتھ الگ الگ اشعار مین ایک ایک مضمون باندھا گیا ہو اور یہ مضمون مسلسل ہو یا متفرق غزل کہلاتا ہے - عشقیہ شاعری کا مفہوم بہت وسیع ہے اسکا مطلب عشق مجازی کے

مضامین — واقعات — معاملات — واردات — محبوب اسکے لوازمات اور متعلقات عشق مین پیش آنے والی مختلف کیفیات — جذبات اور حالتین بیان کی جا سکتی ہین اسمین عشق مجازی کی ایک اعلی سطح بھی مد نظر رکھی جا سکتی ہے اور اسی کو اسفل کرکے ہوا و ہوس کے مضامین بھی باندھے جا سکتے ہین جسمین ہاتھا پائی تک کے مضامین آ سکتے ہین پھر محبوب کی جنس پر بھی بہت کچھ منحصر ہے اگر ہندی کی طرح اظہار عشق عورت کی زبان سے کیا جائے اور مرد کو اسکا محبوب قرار دیا جائے تو مضامین کی جذباتی نوعیت اور اندازبیان کچھ اور ہوجاتا ہے جیسا کہ اردو مین بھی دکنی دور مین عام طور پر اور سلطان محمد قلی قطب شاہ کی کلیات مین خاص طور پر موجود ہے دوسری طرف عربی شاعری کے عام انداز پر مرد کی زبان سے عورت کیلئے اظہار عشق کا مضمون باندھا جا سکتا ہے — یہ عورت اگر عفت مآب اور پردہ نشین ہو تو مضامین کی نوعیت مختلف ہوگی اور اگر محبوبہ کوئی بازاری عورت ہو تو قدرتی طور پر یہ نوعیت بدل جائیگی — ان دونون صورتون کے علاوہ ایک اور شکل مرد سے مرد کی محبت کی صورت مین ظاہر ہوتی ہے جسے عام طور پر امرد پرستی کے مضامین کا نام دیا گیا ہے — ظاہر ہے اسمین مضامین کا انداز جذباتی سطح پر اور اخلاقی اعتبار سے بالکل مختلف ہوگا —

ان تمام صورتون کے علاوہ ایک حالت وہ ہے جسے صوفیون اور صوفی شاعرون نے عشق حقیقی کا نام دیا ہے اور اسکے پردہ مین عارفانہ مضامین ادا کئے ہین۔یہان حسن سے مراد حسن مطلق — معشوق سے مراد شاہد حقیقی اور عاشق سے مراد مخلوق — تصوف کے جسقدر مضامین ہین انکی بنیاد اس عشق حقیقی پر رکھی گئی ہے — دنیا کو ایک عالم شہود بتایا گیا ہے اور اسکی تخلیق کی بنا حسن کی خود آرائی خود بینی اور خود نمائی کا شوق ہے حسن ازل جو پردہ مین چھپا تھا باہر آنا چاہتا تھا چنانچہ تخلیق کائنات ہوئی اور ہر ذرہ مین وہی حسن ازل موجود ہے —

یہ دنیا ایک آئینہ ہے جسمین شاہد مطلق کا عکس یا جھلک نظر آتی ہے — مخلوق کائینات اس جلوہ

کو دیکھنے والی ہے لیکن تعینات کے پردے راستہ مین حائل ہین جو ان جلوون کا طالب ہے اسے پہلے تعینات کے یہ پردے اٹھانا پڑینگے انہین زمان و مکان اور ہست و نیست کے پردے بھی ہین جو محبوب کو پانا چاہتا ہے وہ پہلے خود کو کھوے جبتک خود روئی کا پردہ درمیان مین حائل ہے اس حسن مطلق تک رسائی نہین ہوسکتی اور اسکی ایک جھلک ان تمام پردون کو چاک کرنے کیلئے کافی ہے ۔

اس صوفیانہ نقطہ نظر سے بعض اور مضامین بھی پیدا ہوئے ہین خاص طور پر دنیا کی بے ثباتی اور ناپائداری کے مضامین جو انسان کو نفی ذات یا اپنے آپ کو مٹادینے کی تعلیم دیتے ہین مرزا غالب کا یہ شعر ـــــ نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا

ڈبویا مجھکو ہونے نے نہ مین ہوتا تو کیا ہوتا

صرف مرزا غالب / غالب ہی کا مسلک نہین ایک خاص انداز فکر ہے جو صوفیون اور صوفی شاعرون کے یہان عام طور پر پایا جاتا ہے اور جسکے اظہار کیلئے اور اصناف کے علاوہ سب سے زیادہ غزل کا پیمانہ اختیار کیا گیا ہے اسکی ایک وجہ شاید یہ ہے کہ مرزا مظہر جان جانان اور میر تقی میر جیسے با کمال غزل گو صوفی تھے اور انکی وجہ سے غزل میں تصوف کی روایات جو فارسی غزل مین پہلے سے داخل تھین اردو مین بھی عام طور پر رائج ہوگئین ۔

لیکن غزل کے مضامین کا تنوع اور اسکی وسعت یہان پہنچکر ختم نہین ہوجاتی غزل دراصل ایک قسم کی جذباتی شاعری ہے اور عشق و عاشقی کے علاوہ بھی جذبات انسانی مین سے کوئی بھی شدید جذبہ یا حالت غزل کا موضوع بن سکتے ہین ۔ اردو غزل کا عہد زرین شمالی ہند مین سیاسی اعتبار سے بڑی افراتفری کا دور تھا ۔ سیاسی کشمکش ۔ خونریز لڑائیان ۔ انقلابات ۔ لوٹ مار ۔ قتل و غارت گری ویرانی اور بے سروسامانی کے واقعات روزمرہ پیش آتے تھے ۔ نادر گردی تو ایک اہم واقعہ ہے اسطرح کے چھوٹے موٹے واقعات روز پیش آتے رہتے تھے لوگون کو ذہنی ۔ معاشی یا معاشرتی فارغ البالی نصیب نہ تھی تلاش معاش مین سب سرگردان پھرتے تھے ان حالات مین علوم و فنون ۔ شاعری اور ادب کی

کوئی قدر نہین رہی تھی شرافت اور نجابت کے پرانے تصورات ابتک قائم تھے لیکن اس دور مین فلک سفلہ پرور نے جن لوگون کو عروج نصیب کیا تھا وہ ان قدرون سے بیگانہ تھے ۔ نتیجہ یہ ہوا تھا کہ جذباتی قسم کے شاعرون کو ایک شدید قسم کے بحران کا سامنا تھا وہ اپنے دیس مین اپنے آپ کو اجنبی سمجھتے تھے مرزا غالب کہتے ہین ۔

بیا ورید گر اینجا بود زبان دانی ۔ غریب شہر سخنہائے گفتنی دارد

غالب کا یہ شعر صرف غالب کی ہی ذہنی کیفیت کی ترجمانی نہین کرتا بلکہ اس بے چینی ۔ بے اطمینانی اور غریب الوطنی کا احساس دلاتا ہے جسمین اس دور کے تمام شاعر ۔ ادیب اور دیگر علوم و فنون کے ماہر مبتلا تھے قدرتی طور پر غزلون مین یہ تمام کیفیات ۔ جذبات اور حالات نظم ہوئے ہین ۔ اردو غزل پر بعض لوگون نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اسمین عشقیہ مضامین کے علاوہ اور کچھ نہین ہوتا اور غزل کی شدید داخلیت مین یہ پتہ نہین چلتا کہ شاعر کا خارجی ماحول کیا تھا ۔ غزل کا مطالعہ خود اس اعتراض کی تردید کردیتا ہے ۔ غزل گو شاعرون کے کلام سے اس عہد کی ذہنی و نیز سماجی کیفیت کا آسانی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے ۔ معاشرت مین جو خرابیان پیدا ہوگی تھین اور اخلاقی معیار جتنا پست ہوگیا تھا اسکا اندازہ بھی غزل کے مطالعہ سے ہوسکتا ہے ۔ غزل مین رکاکت یا ابتذال براہ راست اس عہد کی سوسائٹی مین پیدا ہونے والی خرابیون کا نتیجہ ہے یہی وجہ ہے کہ ہم جسطرح سوسائٹی مین ایک تدریجی زوال دیکھتے ہین اسی طرح ولی سے لیکر میر ۔ جرات اور رنگین کے عہد تک غزل مین آہستہ آہستہ فحش مضامین کا اضافہ ہوتا جاتا ہے غرض غزل ہر دور مین اپنے خارجی ماحول کی پوری ترجمانی کرتی رہتی ہے ۔

غزل کے اسلوب مین سب سے اہم اسکی رمزیت یا اشاریت ہے ۔ غزل محبوب کی زبان مین بات مختلف طریقوں سے کرنے کا نام ہو یا نہ ہو استعارہ اور تشبیہہ مین گفتگو کا نام ضرور ہے ۔ غزل کے ان اشارون مین ساقی ۔ جام ۔ بادہ اور مینا ایسی علامتین ہین جنکے پردہ مین عجیب عجیب مضامین ادا کیے

گئے ہین ۔ مرزا غالب لکھتے ہین ۔۔۔ ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو

بنتی نہین ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

مقصد ہے ناز و غمزہ و لے گفتگو میں کام

چلتا ہے نہین دشنہ و خنجر کہے بغیر

غالب نے ان اشعار مین غزل کی رمزیت کی صحیح تعریف کردی ہے اس نقطہ نظر سے اگر ہم اشارون کی کوئی فہرست مرتب کرنا چاہین تو وہ خاصی طویل ہوگی مثلا بعض اشارے ایسے ہین جو ساقی ۔ ساغر ۔ بادہ ۔ جام ۔ مے میکش ۔ فصل بہار ۔ مغنی ۔ مغبچہ ۔ محتسب اور ان سے متعلق ہین اسی طرح ایک اور سلسلہ گل و بلبل ۔ بہار و خزان ۔ صید و صیاد ۔ قفس و نشیمن ۔ برق و باران شاخ و آشیان وغیرہ سے متعلق ہے اور ان تمام سلسلون مین یہ اشارے اور رمز داخلی اور خارجی ماحول کی ترجمانی کیلئے استعمال کیے گئے ہین اور انکی بدولت غزل مین نئے نئے مضامین پیدا کیے گئے ہین ۔

غزل کی ایک اور خصوصیت اسکی سادگی اور پرکاری ہے ۔ غزل مین قصیدہ کی طرح تخیل کی بلند پروازی الفاظ کی شان و شوکت اور تراکیب کا شکوہ درکار نہین ہوتا اسکی جگہ مضمون کی سادگی اور بیان کی صفائی مد نظر رہتی ہے اردو غزل کے سب سے بڑے باکمال میر تقی میر کا یہی انداز ہے متاخرین مین البتہ جب تکلف اور تصنع نے زندگی مین دخل پالیا تھا اسوقت غزل مین بھی اس قسم کے پر تکلف مضامین آنے لگے جنکی بنیاد بجائے جذبات کے محض خارجی متعلقات اور لوازمات پر تھی ۔ متعلقات حسن کا بیان محبوب کے خدوخال کا تذکرہ اسکے ملبوسات اور سامان آرائش کا ذکر مختلف اعضا کا تذکرہ اردو غزل مین پہلے بھی موجود تھا لیکن اسکی حیثیت بنیادی نہین تھی ۔ متاخرین کے دور مین جب جذبات نگاری کا زوال ہوا تو ان خارجی متعلقات اور لوازمات حسن پر ضرورت سے زیادہ زور دیا جانے لگا اور اسکی انتہا ان لکھنوی شعرا پر ہوئی جنھون نے اپنی غزلون مین محبوب کے اعضائے جسمانی مین سے کوئی عضو ملبوسات مین کوئی لباس اور زیورات مین سے کوئی زیور ایسا نہ چھوڑا جسکا ذکر نہ کردیا ہو ۔

غزل کا ایک اور مضمون ذکر شراب ہے اسمین بھی عشق و عاشقی کی طرح دو کیفیات بیان کیگئی ہین

ایک مجازی جسمین شراب پینے پلانے اور اسکی مختلف کیفیات کا ذکر ہے دوسری جہان شراب سے مراد شراب معرفت الہی ہے اور معرفت کو نشہ سے تشبیہہ دیگئی ہے جہان بیہوشی ۔ آگاہی کا نام اور آگاہی جہان رہبر ہونے کی بجائے رہزن جہان عقل و خرد کے بجائے پیر مغان کے اشارون پر سجادہ شراب سے رنگین کیا جاتا ہے غرض بے شمار مضامین ہین جو اس شراب معرفت سے پیدا ہوئے اور جو فارسی اور اردو غزل کا مشترک سرمایہ ہین اس سے ایک نیا سلسلہ مضامین کا زاہد اور واعظ پر پھبتی اور طنز کا پیدا ہوا ہے اگرچہ بعض اوقات ان مضامین کے نظم کرنے مین طنز کی جگہ پھکڑ اور فحش نگاری تک پہنچ جاتی ہے لیکن بنیادی طور پر ایسے اشعار کا مقصد ریاکاری اور ظاہر پرستی کی تنقید ہے اور اسطرح ان لوگون کو بے نقاب کرنیکی کوشش کی ہے جن کا ظاہر و باطن یکسان نہین ہوتا اگر یہ کوشش خلوص کے ساتھ کیجائے تو اسکی افادیت مین کوئی شبہ نہین رہتا اور اگر اسمین شوخی کا اضافہ ہوجائے تو فنی اعتبار سے اس مضمون کی لطافت اور بڑھ جاتی ہے لیکن جسطرح عام طور پر طنز نگاری مین ذاتی مخاصمت کا پہلو پیدا ہوجائے یا طنز نگار اعتدال سے بڑھ جائے تو ہجونگاری مین بیہودہ گوئی کی صورت پیدا ہوجاتی ہے اسیطرح زاہد اور واعظ پر پھبتی کہتے کہتے ایسے مضامین پیدا کیے جانے لگے جسمین کفر کو اسلام پر ترجیح دیجائے مندر یا بتکدہ کو مسجد سے اعلی و ارفع سمجھا جائے بت پرستون کو مسلمانون سے بہتر قرار دیا جائے اور آخر حد یہانتک پہنچے کہ خود خدا اور مذہب کے تصور کا مذاق اڑایا جائے تو بات حد سے بڑھ جاتی ہے اسکی مثالین قدیم شاعری مین بھی موجود ہین لیکن متاخرین کے یہان اور بھی بڑھ گئی ہین موجودہ دور مین اس ذہنیت کی نمائندگی جوش ملیح آبادی کرتے ہین ۔

جسطرح غزل مین کسی مضمون کی قید نہین اشعار کی تعداد بھی مقرر نہین کسی خاص ردیف یا بحر کی پابندی نہین اسیطرح غزل کا کوئی مخصوص اسٹائل یا اسلوب بھی نہین ہے ۔ مختلف ادوار مین مختلف غزل گو شعرا نے اپنی اپنی افتاد طبع اور اپنی اپنی صلاحیتون سے کام لیکر اپنا اپنا طرز

پیدا کیا ہے مثلاً قلی قطب شاہ کا طرز الگ ہے جسمین مقامی اثرات زیادہ جھلکتے ہین ۔ ھندی کی فطری سادگی اور فارسی کی شیرینی کا صحیح امتزاج ہے اسکے بعد ولی کا طرز دیکھئیے جہان فارسی کا اثر بڑھ جاتا ہے سادگی کی جگہ فنکارانہ صناعی پھیلتی ہے پھر میر کا انداز جسکے متعلق ذوق لکھتے ہین۔

ذوق یارون نے بہت زور غزل مین مارا   نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب

میر کے اس طرز کی سب سے بڑی خصوصیت انکی سادگی کلام ہے اگر اردو غزل کی تاریخ مین کسی کا کلام واقعی سہل الممتنع ہے تو وہ میر کا کلام ۔ سودا کا طرز ان سے مختلف ہے جسے مختصر طور پر غزل قصیدہ طور کہہ سکتے ہین یعنی غزلون مین قصیدون کی سی شان و شوکت اور آہنگ موجود ہے لیکن تاثیر وہ نہین جو میر کی غزل مین ہے ۔ ان کے بعد وہ دور آیا جسمین رنگین بھی ہین میر اور سودا اسوقت تک استاد تسلیم کئے جاتے تھے مصحفی ۔ انشا ۔ جرأت اور رنگین انکی تقلید کرتے تھے اور اپنا بھی ایک خاص طرز پیدا کرنا چاہتے تھے یہ طرز کیا ہے اسکا اندازہ رنگین کی غزلون کے مطالعہ سے ہی ہوسکتا ہے ۔

سب سے پہلے رنگین کی چند غزلین دیکھئیے ۔

جب جی سے تری اتر گئے ہم   پھر کر ایک آہ مرگئے ہم
دہشت نہین دشمنون کی ہمکو   سر اپنے سے جب گذر گئے ہم
جا غیر کے گھر مین اسکو پایا   قدمون کی جو کھوج پر گئے ہم
جز لاش نہ دیکھی ہر قدم پر   کوچہ مین تری جدھر گئے ہم
دریا بھی بجھا سکا نہ رنگین   جلتا بھلا جو لئے جگر گئے ہم

لبون کی طرح جہان آشنائیان دیکھین   پھر ایک بات مین انمین جدائیان دیکھین
جنھون سے ہمنے بھلائی کری زمانہ مین   عیوض مین اسکے پھر انسے برائیان دیکھین
دو چند ظلم کیا تب سے درد مندون پر   فلک نے جب سے تری کج ادائیان دیکھین
رہا نہ ہاتھ مین دل ہمنے اوسکی چلون (۱) سے   وہ گول گول جو باہر کلائیان دیکھین
تان کے عشق مین اس بخت بد نے اے رنگین   مشقین مجھے جو جو دکھائیان دیکھین

---

(۱) چلمن

ہے آنکھ لڑانا ایک ستم ہر ایک ادا پھر ویسی ہے   دستار پہن بانکوں سے کم اور تنگ قبا پھر ویسی ہے
جس ہو کا ہون مشتاق نپٹ جا جلدی آ جا چلکر جھپٹ لا اسکے عرق کی ایک لپٹ لے باد صبا پھر ویسی ہے

ہے کون مِرے دلمین تری چاہ کے سوا   ہمدم نہین ہے کوئی مرا آہ کے سوا
قابو مین جنٗ نہ ہوئیے تو دل کیا کرے بھلا   چاہے یہ کسکو اسبت گمراہ کے سوا
نوکر ہون ایک بوسہ کا دلوائیے طلب   بندہ تو مانگتا نہین تنخواہ کے سوا
لگ چلکے اپنے مجھکو دلاتا ہے گالیان   دشمن ہے کون اس دل بدخواہ کے سوا
کیا ہے کسی کا وقت ہے قشقہان مین آج   رنگین نہین ترا کوئی اللہ کے سوا

تاحشر رہے یہ داغ دل کا   یارب نہ بجھے چراغ دل کا
ہم سے بھی تنک مزاج ہے یہ   پاتے ہی نہین دماغ دل کا
یہان آتش عشق سے شب و روز   دھکے ہے پڑا اوجاغ دل کا
اس رشک چمن کی یاد مین ہے   شاداب ہمیشہ باغ دل کا
جینے کا مزا اسی کو ہے بس   جس شخص کو ہو فراغ دل کا
ہے بادہ غم سے تی دن رات   لبریز یہان ایاغ دل کا
معلوم نہین کسی کو رنگین   دے کون ہمین سراغ دل کا

خاک کو باغ مین چھانیے گی صبا میرے بعد   پر کھلین گے نہ تِرے بند قبا میرے بعد
غم نہین مرنے کا اپنے مجھے یہ سوچ ہے آہ   کون اٹھاویگا تِرے جور و جفا میرے بعد
گو جفا پیشہ تھا پھر بھی وہ روتا ہی رہا   جس نے احوال مرا تیرا سنا میرے بعد
مین تو ناکام گیا پر یہ دعا ہے میری   دے محبت کو نہ تاثیر خدا میرے بعد
تو نے پامال جو رنگین کو کیا اس نے کہا   رنگ ایسا نہین دینے کی حنا میرے بعد

اب ہوئی ہم کو سخت حیرانی   چاہ چھون سے اس نے پہچانی
نہ رہا میں پاس پر نہ رہا   دل لگا کر چند کی نگہبانی
جن کی بات اپنے رہگئی جی مین   لو یہان سے چلے ہم اے جانی

دیکھئیے پھر خدا ملاوے کب — ہم کو اس سوچ نے کیا فانی
جی میں انصاف کیجے اپنے — تم نے رنگین کی قدر کیا جانی

میر مجلس نے تو ھی اور تو ھی صاحب خانہ ہے — تجھ سے ھی رونق ہے سب تو شمع ہر کاشانہ ہے
تو ھی کر انصاف دلمین زلف کے کوچون سے یار — مو بمو واقف مرا دل ہے کہ تیرا شانہ ہے
تم جو کہتے ہو کہ میرے گھر مین کیون آتا ہے تو — کیون نہ آؤن آپ کا گھر میرا دولت خانہ ہے
صید جوںک دل کیونکر بچے صیاد تیرے پیچ سے — زلف مثل دام ہے اور خال مثل دانہ ہے
گل اگر مکھڑا ہے تیرا تو ہے رنگین عند لیب — شعلہ ہے عارض ترا تو دل مرا پروانہ ہے

دم آیا ناک مین اس آہ و زاری کے جینے سے — طبیبو موت ھی بہتر ہے بیماری کے جینے سے
نہ وصل اس سے ہوئے ہم اور نہ نکلا کام دل کوئی — ہوا کیا فائدہ دنیان مین ناداری کے جینے سے
نہین مصرف کا باغ دھر مین جون چوب شاریدہ — خجالت ہے مجھے اس اپنی بیکاری کے جینے سے
خدا کے وہ جو طالب ہین انہین نام و نشان سے کیا — مدام انکو ہے چڑ اس گرم بازاری کے جینے سے
پھنسا ہے ماتھ جنکا عشق کے پتھر تلے رنگین — وہ ہین ناچار اپنی اپنی ناچاری کے جینے سے

رنگین کی غزل گوئی کا جائزہ لیتے وقت سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہئیے کہ انکا محبوب کون ہے اور اسکی وضع قطع کسطرح کی ہے اس سلسلہ مین رنگین کے اس قسم کے اشعار پیش نظر رکھنے چاہئین —

(1) چہرہ کی دمک ایک قہر بلا زلفون کی لٹک پھر ویسے ہے — مسی کی جماوٹ کہون سو کیا دانتون کی چمک پھر ویسے ہے
اس وحشی کو پھسلاتا ہون اور دام مین جون تون لاتا ہون — نزدیک جب اسکے جاتا ہون ہے مجھ سے ——

دانت اسکے گہر اور منہہ ہے صدف گفتار پہ کہک کی اسکو شرف
چلنے کی نزاکت ایک طرف ٹھوکر کی لچک پھر ویسے ہے

ہر بات مین ہونا مجھ سے خفا اور ہر دم کرنا جور جفا
باتون کی عجائب ایک ادا ابرو کی شک پھر ویسے ہے

رنگین کو ساقی اب تو پلا شیشہ مین باقی جو ہے رہا
دارو تو غضب دیتی ہے مزا ہے ساتھ گزک پھر ویسے ہے

---

(1) دیوان ریختہ $\frac{55}{ب}$

ناک مین دم ہے یہان آگے می　　　اجی نتھنون کو نہ پھُنگ کو جی

گل سے روئے نگار بہتر ہے　　　سرو سے قد یار بہتر ہے

ٹپکی پڑتی ہے اس سے نکھراھٹ　　　ہے یہ عالم تری جوانی کا

آنکھون کا وھین اس کی دو بالا ہوا عالم　　　اک سلفہ کا دم اسنے جونہی بنگ پہ کھینچا

میرے چہرہ کا رنگ ہے ہمسر　　　اس کی دستار زعفرانی کا

چاھنے والون نے اس پر منہ کیے لڑ لڑ کے لال　　　تو نے جو کھایا تھا جادو تھا کہ پیارے پان تھا
حسرت بوسہ نکالی تو نے حقہ اپنا دے　　　اک مدت سے مطرے جی مین یہ ارمان تھا

پری ہوتا ہے آسان اور پری سے حور ہوجانا　　　ولے مشکل ہے تجھ سا اوبت مغرور ہوجانا

پھر مجھے یاد آگئے اسکے بال وہ بکھرے ہوئے　　　پھر ہر اک مو سے مین اپنے دل کو الجھانے لگا
پھر لگا آنے مجھے دھیان اسکی چشم مست کا　　　پھر مین بیخود ہوکے صحرا کی طرف جانے لگا

جو میرے ساتھ گج بیلین تو کرتا　　　نہ ہوتا ہوتا گر ایا تو ہوتا

رخسار پر نمود ہوا خط خبر بھی ہے　　　یعنی کہو کسی سے خزان ہے بہار پر
دو چار دن کے بعد کہان لطف ان دنون　　　احسان کیجئے نہ کسی دوستدار پر
آثار ہے کشی کے ظاہر ہین اسکی دھج سے　　　چلتا ہے لڑ کھڑا وہ نوجوان زمین پر
دستار لپٹی ہے چولی مسلہ رہی ہے　　　گر گر پڑے ہے ہر سو ہر ہر زمان زمین پر
پیدا کرے نرالی وہ جس سے صدم تراش　　　حجام ایسے ڈھب سے کچھ اسکی قلم تراش

یہ جو بالی مین ہین اس آفت کے پرکالے کے پھول　　　سحر ہے انہین نہ سونگھون مین یہ بنگالہ کے پھول
یہ ہوا ظاہر کرن پھولون کو تیرے دیکھکر　　　ہوتیا کے پھول آگے انکے ہین گالے کے پھول

پھینکے ہے رحم تو اب کان کے بالے کے پھول　　آج سنتے ہین ترے ہین چاہنے والے کے پھول

زلف یون کھیلتی ہے کان کے موتی سے ترے　　سانپ خوش ہوتا ہے جون دیکھ کے من کا عالم

ناف وہ ناف ہے جو ناف مین ہی　　پیٹ کیا پیٹ ہے جو ہموار نہین

بال وہ بال ہون جو بال کے ہو زانون تک　　ران کیا ران ہے جو ران کے تیار نہین

بال ان کے کھولتا تھا مین کہ برہم ہوگئے　　وہ جو الجھے مجھ سے مشکل مجھکو سلجھانے ہوئے

سیاہ خال اسکے یون رخسار پر ہے کان کے آگے　　ملنگا رہ جائے ہے جیسے کسی دوکان کے آگے

تیری محراب ابرو پھر تو یون زیب دیتی ہے　　سیاہ مخمل کا جیسے سائبان دالان کے آگے

گل خورشید جون خور کے تکے عارض کی جانب کو　　کرن پھول اس روش ہے یہ تری کان کے آگے

کھڑے اب ہان گاہی تو دوپٹے کی نکل　　لوٹ جاوے نہ کہین دیکھ توری گات کوئی

ہوا ہے مشکل اسکو اٹھ کے چلنا بار ہیکل سے　　کمر لچکی ہی پڑتی ہے یہ حالت ہے نزاکت کی

مذکورہ بالا اشعار مین بعض محض رسمی ہین اور بعض ضمنی طور پر رنگین کے محبوب کی ذات کا تعین کرتے ہین ـــ ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ رنگین کا محبوب گوشت و پوست کا ایک پیکر ہے وہ اسکے اعضا کی تعریف کرتے ہین اور خاص طور پر ان حصون کو مزہ لے لیکر بیان کرتے ہین جنسے جنسی آسودگی حاصل ہوسکتی ہے وہ بعض زیورات کا بھی ذکر کرتے ہین اور ایسے اشعار بھی لکھتے ہین جنسے خط رخسار وغیرہ کی تعریف ظاہر ہوتی ہے اس سے محبوب کی جنس کا تعین مشکل ہوجاتا ہے لیکن داخلی اور خارجی شہادتون سے پتہ چلتا ہے کہ رنگین مختلف طوائفون کی محبت مین گرفتار رہے تھے اسلئے ایسے اشعار جنمین مردانہ حسن کی تعریف پائی جاتی ہے محض رسمی معلوم ہوتے ہین نسوانی حسن کی تعریف مین بھی رنگین نے سراپا کی ایسی تفصیلات نہین پیش کی ہین جیسی جرأت کے یہان ملتی ہین

اور مجموعی طور پر متعلقات و لوازمات جلیکے مضامین انکے یہان کم مین البتہ ایسے اشعار بکثرت مین جن مین محبوب کی شوخی شرارت وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے ۔ دیوان ریختہ اور دیوان ریختہ دونون مین اس قسم کے اشعار بکثرت مین مثلاً ۔

کچھ آج ہی گالی نہین دیتا ہے مجھے یار　　اسکی تو ہمیشہ یہی گفتار ہے رنگین

وہ بھی تو دن تھے کہ تم رہتے تھے ہمسایہ مین　　اب تو ہٹ جاتے ہو دیکھ کے پرچھائیان

گذرے ہے دھیان مین لاکھون طرح کے خیال　　تم نے کیان رات کو مجھ سے جو چترائیان

جو ہے مری آرزو جانتے ہو اس کو تم　　کیون یہ سمجھ بوجھ کر کرتے ہو مچلائیان

مین نے کہا کہ ہجر کی طاقت نہین مجھے　　گھر چلئے میرے اب جو میرے دوستدار ہو

ہنس ہنس کے دیکھ دیکھ کے میری طرف کہا　　یہ بات جاہکے اس سے کہو جس کے یار ہو

کیا غضب ہے دیکھو جھنجھلا کے ماری اپنے لات　　بیٹھکر مین شب لگا جب پاون اسکے دابنے

پیاری کبھی بوسہ کی عنایات کی ٹھہرے　　یارون سے بھی اتنی تو مدارات کی ٹھہرے

دل ترسے ہے ملنے کو تمھارے اجی صاحب　　بارے کبھی یان بھی تو کسی رات کی ٹھہرے

قطعہ

دیکھ ایک پری کو یہ کہا دل نے کہ رنگین　　کیا خوب ہو گر اس سے اشارات کی ٹھہرے

نوبت جو اشارات تلک پہنچی تو وو یہی　　اسنے یہ کہا حرف و حکایات کی ٹھہرے

جب حرف و حکایات بہم ہونے لگے خوب　　ھنسکے بولا کہ کس طرح ملاقات کی ٹھہرے

مدت مین ملاقات میسر جو ہوئی ہے　　اب دل یہی کہتا ہے کہ اس بات کی ٹھہرے

باتین جو اس سے کرنے لگا مین مساس کی　　وہ بیقرار ہو کے گلے سے لپٹ گئی

پھر مجھکو جھٹکا کے چٹا کے تو کہنے لگی وہ یون　　چال دور ہو کہ طبع مری تجھ سے ہٹ گئی

کہا مین نے مجھکو غلامی مین لو تم　　تمھین بھی ہونے سے آرام ہوگا

وہ جھنجھلا کے بولے نہ بک اتنا واہی　　ابے چل میرا تجھ سے کیا کام ہوگا

قطعات

آپ پھر کل لگے بتانے آج　　　ہوئے کافر جو کل کو مانے آج
جھوٹے وعدہ ہمیشہ کرتے ہو　　　سچے ہوجائیے تو جانیں آج
ہنسے چٹکی جو لی تو ہو کے خفا　　　بولے آئے ہو کیوں ستانے آج
روز تم نچلے بیٹھے رہتے تھے　　　کیا ہوا ہے تمہیں نہ جانے آج
بولے گھر جائیں گے کہا میں نے　　　چپ رہو مت کرو بہانے آج
کل تلک ہوشیار کہتے تھے　　　مجھکو بالا لگے بتانے آج

کی ہنسے اشارت تو وہ یوں بولے کہ رنگین　　　ہوتا ہے مزاج اپنا اشارات سے برہم

آتا ہے جب کبھی وہ نشہ کی ترنگ میں　　　دیتا ہے گالیاں ہمیں کیا کیا امنگ میں
(۱) ہے وہ نادان جو تری گالی سے ہوتا ہے خفا　　　جی ہی جانے ہے جو لذت ہے تری دشنام میں

اوروں کو تو پیار کرے اور مجھکو گالی دے دے جائیے　　　ایسی کیا اب جھڑپے سی قاضی کی گدھی چرائی ہے

اظہار مدعا کو میں سن کے یوں کہا　　　آتی ہے بوئے خون مجھے تیری بات سے

کھیل میں شطرنج کے ہونے لگا جو اختلاط　　　ہوگئی بازی ہماری مات ہنستے بولتے

پیار کبھی بوسہ کی عنایات کی تھی　　　یاروں سے بھی تو اتنی مدارات کی تھی

---

(۱) حکیم مومن خان مومن نے بھی اس خیال کو بڑی نزاکت سے اس طرح نظم کیا ہے کہ ابتذال کا شائبہ نہیں پایا جاتا ـــــ دشنام یار طبع حزیں پر گراں نہیں　　　اے ہمنشیں نزاکت آواز دیکھنا
مرزا غالب نے بھی اسی خیال کو دوسرے انداز سے باندھا ہے ـ
کتنے شیریں ہیں ترے لب کہ رقیب　　　گالیاں کھا کے بے مزہ نہ ہوا

گئے زانوں پر میرے وہ جو سو   تو یہ بولے چونک کے دور ہو
کروں صدقہ مین ایسے تکیہ کو   موی گردن اس سے اکڑ گئی

غضب ہے یہ کہ وہ مجھ سے کبھی دن کو نہین ملتا   بھلا شب کے کرون مین سات کیا تدبیر سونے کی

شب بہانہ کرکے اپنے پاس سے وہ اٹھ گیا   وصل کی بات اس سے ہم ہارو جاتے رہ گئے
جھنجھلائے بہت مین نے جو لی ران مین چٹکی   بل کھائے بہت مین جو لی ران مین چٹکی

اب کے گر وصل یار کی ٹھہری   پھر کے قول و قرار کی ٹھہری
دیکھتے ہی گلے لگا لیجئے   خوب بوسو کنار کی ٹھہرے

بوس و

لیجے

نہ آئی نیند مجھکو شام سے تا صبح پھر مطلق   چھپر کھٹ مین لپٹ کر جب سلانا تیرا یاد آیا
چلا مین سر کے بل کوچہ کی جانب تیرے اے محبوب   جب آدھی رات کو گھر مین بلانا تیرا یاد آیا

میرے منہ پاس منہ لایا تو ہوتا   نہ دیتا بوسہ بہکایا تو ہوتا
نکلتا صبح گھر سے غیر کے تھا   نہ دیکھا مجھ سے شرمایا تو ہوتا

مین جو لپٹا تو وہ گھبرا کے یہ بولے کہ سرک   چھوڑ دے مجھکو کسی اور سے یہ پیار نکال

شرم ہے ان کو بہت ہر دم جھجکتے سے ہیں   وہ تڑپتے ہین بہت پر غل مچا سکتے نہین
ہاتھ مین ہاتھ اور کوئی نہین ہے آس پاس   وہ تو ہین قابو مین پر ہاتھ چلا سکتے نہین
جو اسکو غیر کے مین سامنے بلاتا ہون   تو چتونون مین یہ کہتا ہے وہ کہ آتا ہون
جو چھیڑتا ہون کہیں پاکے اسکو مین تنہا   تو یون کہے ہے سرک دور تو غل مچاتا ہون
چھپاؤ چہرے کیسے دیتا ہے سب چہرہ کا اترا پن   کہین تو رات کو جاگے ہیں صاحب کیون مکرتے ہین

مجھ سے وہ پردہ نشین کہتی ہے نادان نہ ہو   تیرے یہان آنے سے مجھ پر کہین طوفان نہ ہو

مین نے جو کہا ان سے تم رات کو آؤگے   کچھ سوچ کے وہ جی مین بولے کہ خدا جانے

غیر کے گھر سے نکلتے دیکھ انھیں ہنگام صبح   سامنے سے میں کھنکارا تو شرمانے لگے

وہ چھپکے آویں یہاں جاؤں میں بھی پوشیدہ   ہمیں یہ عہد ہوا ہے کسی مہینے سے

سنا کر ہمکو وہ کہتے ہیں آوے جسکا جی چاہے   ہمارے منہ سے اپنا منہ ملاوے جسکا جی چاہے

یہ اشعار جو دیوان ریختہ اور دیوان ریختی سے منتخب کیے گئے ہیں غزل گوئی کے اس انداز کی ترجمانی کرتے ہیں جسے معاملہ گوئی یا معاملہ بندی کا نام دیا گیا ہے اور جس فن کے امام جرأت بتائے جاتے ہیں یہ البتہ درست ہے کہ جرأت کے یہاں ایسے مضامین کی کثرت ہے اور اسکی ایک بنا یہ ہے کہ اپنے اندھے ہونے کی وجہ سے جرأت نے ایسے معاملات میں لطف لینا شروع کیا جنکا تعلق محسوس ہونے والی لذت سے تھا لیکن جرأت کے دیگر معاصرین کے یہاں بھی اس قسم کے اشعار بکثرت موجود ہیں اگرچہ متقدمین کے کلام میں بھی ایسے اشعار کہیں کہیں نکل آئینگے لیکن اس دور کی اخلاقی پستی — ذہنی انتشار — سیاسی بدحالی نے جذباتی سطح کو اتنا پست کردیا تھا کہ اعلی جذبات کی جھلک صرف کہیں کہیں نظر آتی ہے ورنہ بالعموم اس دور کی شاعری کس قسم کے پست جذبات اور خیالات کی ترجمان — یہ اشعار نہ صرف اپنے مضمون کے اعتبار سے پست اور ادنی درجہ کے ہیں بلکہ انکا انداز بیان اور لہجہ بھی عامیانہ ہے — گالی گلوج کا بار بار ذکر ہے لفظ "اپے" کا استعمال جو صرف اوباشوں کی زبان سے تعلق رکھتا ہے بے تکلف کیا گیا ہے اور شاعروں نے فخریہ اپنے محبوب کی زبان سے اسے ادا کرایا ہے — اس سے نہ صرف یہ اندازہ ہوتا ہے کہ محبوب کا تعلق کس قماش کے لوگوں سے تھا بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عاشقوں کی اپنی پستی کہاں تک پہنچ چکی تھی یہاں عشق صرف ہوس پرستی کا نام رہ گیا ہے اور اسکا اظہار بھی نہایت بھونڈے پن سے کیا گیا ہے جذبات کی گہرائی یا شدت جس سے اثر پیدا ہوتا ہے قدرتی طور پر ان اشعار میں نہیں پائی جاتی بلکہ ایک ایسی سوسائٹی سامنے آتی ہے جہاں اعلی جذبات تقریباً مٹ چکے ہوں لوگ ہوس پرستی میں مبتلا ہوں اور مزہ لے لیکر اپنی سیاہ کاریوں کو بیان کریں — اپنے بعض اشعار میں رنگین بہت کھل گئے ہیں اور

چند اشعار ایسے ہیں جنہیں آج نقل کرنا ممکن نہیں یہ با ت اگر صرف رنگین کی غزلوں تک محدود ہوتی تو شاید ہم صنف غزل کی اس بنیادی کمزوری سے اسے وابستہ کردیتے لیکن رنگین کے بقیہ کلام میں بھی یہ رجحانات اتنے شدید اور واضح ملتے ہیں کہ کسی دوسری تاویل کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور ہم اسے براہ راست اس عہد کی معاشرت کی پستی کا ترجمان سمجھنے پر مجبور ہیں ۔

اسکا یہ مطلب نہیں کہ رنگین کی تمام غزلیں اسی قسم کے مضامین پر مشتمل ہیں ۔ دیوان ریختہ اور دیوان بیختہ میں ایسے اشعار بھی موجود ہیں جہاں جذبات کی چنگاریاں بھڑک اٹھی ہیں ۔ مثلاً

جب جی سے تیرے اٹھ گئے ہم   پھر کر اک آہ مر گئے ہم
جز لاش نہ دیکھی ہر قدم پر   کوچے میں ترے جدھر گئے ہم

لبوں کی طرح جہاں آشنائیاں دیکھیں   پھر اک بات میں ان میں جدائیاں دیکھیں
جنوں سے ہم نے بھلائی کری زمانہ میں   عوض میں اس کے پھر ان سے برائیاں دیکھیں
دو چند ظلم کیا تو نے دردمندوں پر   فلک نے جب سے تری کج ادائیاں دیکھیں

خاک کو باغ میں چھانے گی صبا میرے بعد   پر کھلیں گے نہ ترے بند قبا میرے بعد
غم نہیں مرنے کا اپنے مجھے یہ سوچ ہے آہ   کون اٹھاویگا ترے جور و جفا میرے بعد
گو جفا پیشہ تھا پھر بھی وہ روتا ہی رہا   جس نے احوال مرا تیرا سنا میرے بعد
میں تو ناکام گیا پر یہ دعا ہے میری   دے محبت کو نہ تاثیر خدا میرے بعد
تو نے پامال جو رنگین کو کیا اس نے کہا   رنگ ایسا نہیں دینے کی حنا میرے بعد

ہوئے بے بال و پر کچھ قفس میں چھوڑتا ہے تب   پہنچنا باغ تک ہمکو بہت اب دور ہے ظالم

دریا رواں سوئے عدم دیکھتے ہیں ہم   مثل حباب ہیں کوئی دم دیکھتے ہیں

سخت مشکل ہے چاہ کر دیکھو   ہو سکے تو نباہ کر دیکھو
ثانی اس سبز قد کے کوئی نہیں   خوش قدوں میں نگاہ کر دیکھو

گو فصل بہار آئی رہائی کیلئے ہم   ہر گز نہ کبھی منت صیاد کرینگے

اب ہوئی ہم کو سخت حیرانی   چاہ چتون سے اس نے پہچانی
نہ رہا میرے پاس پر نہ رہا   دل کی ہر چند کی نگہبانی
جی کی بات اپنے رہگئی جی مین   لو یہان سے چلے ہم اے جانی
دیکھئیے پھر خدا ملاوے کب   ہم کو اس سوچ نے کیا فانی
جی مین انصاف کیجے اپنے   تم نے رنگین کی قدر کیا جانی

ہم رہے کنج قفس مین فصل گل جاتی رہی   اب کہو چشم رہائی کیا رکھین صیاد سے

جو کوئی آگے باغ جہان کی بہار مین   اللہ دم ہی شل باد صبا کے گذر گئی
رنگین بقول حضرت سودا خزان سے وہ   آخر ہوئی کہ گل ہو پریشان سفر کی

ہجر کے غم سے ہے مشکل زندگی   دل سے اس غم کو بھلائیے ہی بنے

دل کو کوئی کس طرح سنبھالے   یان جان کے پڑ رہے ہین لالے

دیوان ریختہ:-

پھر بہار آئی ہے صیاد کو پروا نہین   ان کے پہنچون باغ مین پر کیا کرون پروا نہین

اسطرف جو کہ جا نکلتا ہے   وہ سزاوار سے پا نکلتا ہے
بحر دنیا مین یون ہے اپنی نمود   جسطرح بلبلہ نکلتا ہے

~~صیاد پہنچون کیونکہ چمن تک   کہ تو نے آ مچھوڑا قفس سے توڑ کے ہے بال و پر مجھے~~

اس قسم کے اشعار دیوان ریختہ مین بیشتر اور دیوان ریختہ مین کمتر اسکی ایک وجہ یہ ہے کہ دیوان ریختہ مین دو غزلین ایک ہی ردیف اور قافیہ مین شروع سے آخر تک کہنے کا التزام کیا گیا ہے جس سے قدرتی طور پر

مضامین مین تکلف اور تصنع پیدا ہوگیا ہے اور جذبات کی صفائی ۔ سلاست مین فرق آگیا ہے معاملہ بندی کے اشعار بھی دیوان بیختہ مین زیادہ ہین اسکی ایک وجہ ہے کہ دیوان ریختہ پہلے کی تصنیف ہے اور دیوان بیختہ بعد مین لکھا گیا چنانچہ دیوان بیختہ کے دیباچہ مین خود لکھتے ہین ۔

" مین نے خیال کیا کہ اکثر الفاظ معیوب کلام مین استعمال ہوا کرتے ہین اور فصاحت کے منہ کو کھوتے ہین انکو موقوف کرکے شعر کہا کرون تاکہ زمانہ کے یاروں بیدون کے نزدیک موردِ تحسین ہون اسی وجہ سے دیوان اول یعنی دیوان ریختہ قلم بند کیا اور ۱۲۱۵ مین دوسرا دیوان کہ مشہور بہ دیوان بیختہ ہے شروع کیا اور اسمین قید دوہری غزل کہنے کی اختیار کی لیکن اکثر خیال یہی رہا کہ غزل اول سے غزل دویم مین کچھ نہ کچھ صنعت چاہئیے زیادہ ہو یعنی دوہری غزل جو موقوم ہو تو پہلی پڑھنی اور دوسری جنسی معلوم ہو سو خدا نے اس قید کو نباہ دیا اور ۱۲۲۰ ھ تک اس دیوان کو مین مرتب کرلیا ۔"

"حق سبحانہٗ تعالی نے دو جہان کو پیدا کیا اور انسان کو اشرف المخلوقات کا خطاب دیکر چراغ خرد دیا تاکہ نیکی اور بدی کو پہچان سکے ۔ چنانچہ میرے دل مین ایک دن یہ خیال آیا کہ اکثر الفاظ معیوب تکیہ کلام کے طور سے ٹھہر جاتے ہین اور ہر وقت شعر مین آتے ہین اور فصاحت کے منہ کو کھوتے ہین بس انکو موقوف کرکے شعر کہا کرون تاکہ زمانہ کے یاروں مین کا مورد تحسین و آفرین ہون ۔ اسی وجہ سے دیوان اول یعنی "دیوان ریختہ" کو قلم بند کیا اور ۱۲۱۵ ھ مین یہ دوسرا دیوان جو "دیوان بیختہ" کے نام سے مشہور ہے شروع کیا اور اسمین قید دوہری غزل لکھنے کی اختیار کی لیکن اکثر یہی خیال رہا کہ غزل اول سے غزل دویم مین کچھ نہ کچھ صنعت زیادہ چاہئیے یعنی دوہری غزل جو موقوم ہو تو پہلی پڑھنی اور دوسری جنسی معلوم ہو سو خدا نے اس قید کو نباہ دیا اور ۱۲۲۰ ھ تک اس دیوان کو مین نے مرتب کیا ۔ اسی سال مین اور میرزا فضل علی خان نیاز سفر کلکتہ مین ایک جا رہا کرتے تھے وہ اکثر تفنن طبع کیلئے غزل ہزل کہا کرتے تھے جسکی مشق فرمانے بھی کی کل ہے ۔ انکی پاس خاطر سے مین نے بھی ہزل کی مشق شروع کر دی اور تھوڑے سے دنون مین تیسرا دیوان کہ مشہور بہ "دیوان آمیختہ" ہے تیار کیا ۔

بعد چند روز کے مشق ریختی کیایجاد فقیر ہے اور مسودہ اسکے قدیم تحریر کیے ہوئے پڑے تھے انھین جمع کر کے اورحال مین اور غزلیات وغیرہ سے اسے بھر کر چوتھا دیوان کہ جیسے "دیوان انگیختہ" اور دیوان ریختی بھی کہتے ہین بنایا اور چارون کا "چار عنصر رنگین" نام رکھا ۔ پھر ۱۲۲۰ ھ جو دیوان پارس کہ مشہور بہ دیوان "حدیقہ(۱) رنگین" ہے تصنیف کرنا شروع کیا ۔ مین اس دیوان کلیات(۳) کو "پنجہ رنگین" خطاب دیا بعد(۲) ۱۲۲۵ ھ مین ایکھزار دو سو تیس اورپانچ مین جو دیوان مجموعہ رنگین کہ جو سترہ زبان مین نظم ہوا ہے اور "اخبار رنگین" اور "مجالس رنگین" نے جو اختتام پایا تو مین نے آٹھون کا "ہشت بہشت رنگین" نام رکھا پھر ۱۲۳۶(۴) ھ مین ایک نسخہ کہ جسکا نام "امتحان رنگین" ہے نثر مین ہے اسے مرقوم کیا تو دیوان کو بخطاب "نورتن رنگین" موسوم کیا اور آگے قلم بند کردیا اوراسکی بھی تاریخ تصنیف

"صاحب قلم بند شد نورتن" ۱۲۳۶ ھ مادہ تاریخ ۔

امیدوار ہون کہ جو سخن فہم اس واہیات کو دیکھے اپنی استعداد کے مطابق اصلاح کرے اور اگر اصلاح نہ کرے تو نام بھی نہ دھرے ۔"

نوٹ ایک دیوان بخط مصنف کا خود نوشتہ ہے اور دوسرا طالبعلم محمد ولی کا دونو مین کوئی فرق نہین ہے ۔

جیسا کہ شروع مین کہا جا چکا ہے غزل کا ایک اور مضمون عارفانہ مضامین ہین جنکو تصوف کا نام دیا گیا ہے ۔ فارسی اور اردو شاعری مین غزل ۔ مثنوی اور رباعی کو خاص طور پر متصوفانہ مضامین کیلئے اختیار کیا گیا ہے اور ان مین بھی غزل کو خاص طور پر اسلئے کہ غزل کی بنیاد عشق اور عاشقی پر ہے اور تصوف کی بنیاد بھی عشق الہی پر رکھی گئی ہے ۔ عشق کے مختلف مضامین چاہے وہ حقیقی ہون یا مجازی غزل مین بڑی آسانی سے ادا ہوسکتے ہین کیونکہ غزل کی زبان مین ایسی اصطلاحین اور اشارے بکثرت موجود ہین

---

(۱) طالبعلم محمد ولی نے اپنے نوشتہ دیباچہ مین لفظ "حدیقہ" نہین لکھا ۔
(۲) " " " " " " " " جد بجائے "بعد" کے لکھا ہے
(۳) " " " " " " " " کلیات نہین لکھا ہے ۔
(۴) " " " " " " " " ۱۲۳۶ ھ کی جگہ ۱۲۳۸ ھ لکھا ہے

جن کا تعلق مضامین عشقیه کے بیان سے ہے لیکن تصوف کا موضوع صرف عشق هی نهین ہے تخلیق کائنات اور اسکا مقصد حقیقت ذات الهی خالق اور مخلوق کا تعلق کائنات کی حقیقت — روح کی حقیقت — انسان کی حقیقت — انسان اور خدا کا تعلق — مجاهده — معرفت الهی بکثرت ایسے مضامین هین جو تصوف مین شامل هین اور جن پر صوفیا اور فلسفیون نے ضخیم تصانیف لکھی هین — عربی — فارسی اور اردو مین ان تصانیف کا ایک پورا سلسله ہے هندوستان مین تصوف صرف نظریاتی یا علمی حیثیت سے هی رائج نه تها بلکه یہان بکثرت ایسے صوفیا هوئے هین جنکے روحانی سلسلے پر اقلیم مین دور تک پھیلے هوئے تھے ان مین علی الهجویری جیسے صاحب تصنیف شامل هین جنکی کشف المحجوب تصوف کی تاریخ مین اس سرزمین کی لکھی هوئی ایک نهایت اهم اور مستند تاریخ ہے انکے علاوه خواجه معین الدین — نظام الدین اولیا — امیر خسرو — خواجه فرید الدین اور نصیر الدین چراغ دهلوی سے لیکر مجدد الف ثانی شیخ احمد سرهندی اور شاه ولی الله تک اس تحریک کے کسی نه کسی طرح ترجمان رهے هین — صوفیون کی بدولت اور فارسی شاعری کے اثر سے تصوف کے مضامین بهی اردو شاعری اور ادب مین عام طور پر راه پا گئے تهے — میر تقی میر خواجه میر درد — شاه نیاز احمد بریلوی اور مصحفی سے لیکر اصغر گونڈوی اور حسرت موهانی تک یه سلسله قائم رها ہے —

اگرچه تصوف کی بنیادی روایات طبیعت کا سوز و گداز — نفس کی سرکشی — مجاهده — ضبط و تحمل — مراقبه — تزکیه نفس وغیره ایسے مسائل هین جن سے عملی طور پر رنگین کو اپنی زندگی مین کوئی تعلق نه تها لیکن غزل کی روایت کا اتنا اثر انهون نے بهی قبول کیا تها که تصوف کے بعض مضامین ان کے کلام مین بهی راه پا گئے تهے — مثلاً

بتخانے مین نه بیگانه مین دیکھا　　جو رشته شمع پروانه مین دیکھا
نه مسجد مین نه بتخانه مین دیکھا　　جو جلوه دل کے کاشانه مین دیکھا

دیوان ریخته —

هو جلوه گر کهین سے تو لے نور عشق یار　　خواهی حرم سے خواه سومنات سے

کام دنیات جیسے جام سے ہو   وہی کے خسرو سام و جم ہے
اک دم مرگ سے غافل مت ہو   عرصہ زیست نہایت کم ہے

میر مجلس ہے تو ہی اور تو ہی صاحب خانہ ہے   تجھ سے ہی رونق ہے سب تو شمع ہر کاشانہ ہے

نہیں صرف کا باغ دہر میں جون چوب شاہد ہ   خجالت ہے مجھے اس اپنی بیکاری کے جینے سے

عاشق و معشوق دونوں لازم و ملزوم ہیں   ایک تو طالب ہے انہیں دوسرا مطلوب ہے

عشق عالم عالم ہو جو   صحرا صحرا وحشت ہو
ماہوں ماہوں الفت ہو تو   دریا دریا رقت ہو

عشق کو رنگین ہے یوں چھوڑا بقول ایک شخص کے   جو وطن کو چھوڑ دے سود اگر خسارہ کھینچکر
(از دیوان ریختہ)

"دیوان ریختہ"

کیا ہوا دہر میں تو قیصر و فغفور ہوا   آخرش طعمہ مار و خورش مور ہوا

جہاں تک دسترس تیری ہے تو سب سے بھلائی کر   بھلائی کا برا ہرگز نہ ہووے تو میں جانوں

تھا جہاں بت خانہ برپا اس جگہ مسجد بنی   ٹوٹ کر مسجد کو پھر دیکھا تو بتخانے ہوئے
ہے یہ دیکھا جائے عبرت خانہ سے انسا کی بھی   بنگئے کتنے صبح اور کتنے پیمانہ ہوئے

دریائے بقا کا وہ شاہین شناور ہے   جو مثل حباب اپنی ہستی کو مٹا جائے

دعوائے انا الحق تھا اسے تو ہے عجب کیا   جو خم ہوئی دار پہ منصور کی گردن

بلبلہ پانی کا ہے اپنے کو پہچان تو   سوچ لے جی میں کوئی دم کا ہے مہمان تو

ان اشعار میں وحدت وجود میں وحدت شہودی دونوں کا سلسلہ موجود ہے فنا اور بقا کا مسئلہ بھی ہے ۔ کائنات اور انسان کی حقیقت کا بھی ذکر ہے لیکن یہ اشعار تعداد میں اتنے کم ہیں کہ ان سے رنگین کے مسلک کے متعلق کوئی یقینی رائے قائم نہیں کیجاسکتی ۔

عشق اور محبت کے ساتھ شراب کا مضمون بھی غزل کے عام مضامین میں داخل ہے لیکن اسکے نمونے رنگین کے کلام میں بہت کم ملتے ہیں البتہ شیخ اور زاہد پر پھبتی کی بہت سی مثالیں ہیں ۔

شیخ جی نے کیا خضاب اس طرح سرتیے جوں میں ڈہر پر مانجھا

کہے ہے شیخ کی یوں اہلیہ ہلا میں ہوں ہوئی جب سے تری اس جناب سے نسبت

ریش سفید شیخ کے نیچے صفائے سرخ یوں ہے کہ جیسے ہوئے لہو آنون کے تلے

سایۂ طوبی میں جاکر بیٹھو تم شیخ جی یار تو اب اینٹھ ہے ہیں تاک کے سایہ تلے

دیوان بیختہ ۔

یہ زاہد کی ناک پر گھٹا یا یہ کھٹہ ہے ناسرانی کا

اے شیخ تری میں تو بزرگی کا ہوں قائل شہتیر تری جھوٹی سی مسواک سے کم ہے

رنگین کی غزل کے اس جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اسمیں فنی اعتبار سے کوئی خاص اضافہ نہیں کیا اور نہ غزل میں انکا کوئی ایسا منفرد رنگ ہے جو انھیں غزل کے اساتذہ سے ممتاز کرسکے اگرچہ اپنے اشعار میں وہ جا بجا میر و سودا کا ذکر کرتے ہیں اور اکثر اپنے کلام کو ان پر ترجیح دیتے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ غزل کے میدان میں وہ میر اور مصحفی سے بہت پیچھے ہیں انکے یہاں نہ ویسی جذبات کی شدت ۔ بیان کی سادگی ۔ زبان کی صفائی اور محاورہ کی گھلاوٹ ہے جیسی میر کے کلام میں ملتی ہے اور نہ ویسا سوز و گداز اور حسرت و یاس کا غلبہ ہے اس کی وجہ صاف ہے غزل گوئی کیلئے خاص قسم کے مزاج کی ضرورت ہوتی ہے جیسے میر کی زبان میں طبیعت کی دردمندی ایسے کہہ سکتے ہیں ۔ رنگین اپنی رنگین

زندگی مین اس دردمندی سے محروم تھے اور یہ ایسی چیز ہے جسکی تلافی اکتساب سے نہین کیجاسکی ہوسکتا تھا کہ حقیقت و معرفت شناس خواجہ میر درد کی طرح انکے کلام مین بھی ایک ایسا رنگ پیدا کردیتی جو میر کے انداز سے مختلف ہونے کے باوجود غزل کے مزاج سے مناسبت رکھتا لیکن جس قسم کی عیاشانہ زندگی رنگین گذار رہے تھے اسمین فقر و توکل ـ استغنا اور تزکیہ نفس کا کوئی سوال پیدا نہین ہوتا تھا ـ رنگین کی طبیعت ایجاد کی طرف مائل تھی اور اسکا ثبوت انھون نے اپنی تصانیف مین جابجا دیا ہے غزل ایک روایتی صنف تھی جسمین علامات اور اشارے تک معین و مقرر ہو چکے تھے اور بدلتے ہوئے تقاضون کو بھی انھین علامتون اور اشارون کے ذریعے سے پیش کیا جاتا تھا ـ رنگین ہر بات مین اپنا راستہ الگ نکالنا چاہتے تھے لیکن غزل جس بلندی پر پہنچ چکی تھی اس سے تجاوز کرنا تو درکنار اسکے قریب تک پہنچنا رنگین کیلئے دشوار تھا رنگین کی غزل اردو غزل کی تاریخ مین اس عبوری دور کا دوسرے درجہ کا نمونہ ہے جسمین لکھنوی شعرا کی طرح محض خارجی متعلقات اور لوازمات کا ذکر نہ سہی اعلی درجہ کے جذباتی اشعار بھی صرف کہین کہین ملتے ہین ـ البتہ اخلاقی پستی جو بعد مین لکھنو کے شعر و ادب مین ایک غالب عنصر بنگئی انکے کلام مین بھی آہستہ آہستہ راہ پا گئی ہے اسکی ایک وجہ انکی افتاد طبع پھر خاص قسم کے لوگون سے انکی صحبت ـ زندگی کی بداعتدالیان وغیرہ ذمہ دار ہین ـ لکھنو کی خاص فضا نے[1] اس سلگتی ہوئی آگ کو اور بھڑکا دیا لیکن غزل کی روایت پھر بھی اسکی متحمل نہین ہوسکتی تھی یہی وجہ ہے کہ رنگین کی بعض مثنویان اور انکا ایک فحش دیوان جس رنگ کی ترجمانی کرتا ہے وہ دیوان ریختہ یا دیوان بیختہ مین نہین پایا جاتا ـ (۲)

---

[1] لیکن یہ دور لکھنؤ کی شاعری کا ہے جس میں رنگین صرف ایک مختصر قیام کے لئے گئے تھے

(۲) ماخذات ـ

دیوان ریختہ قلمی نسخہ انڈیا آفس ـ

دیوان بیختہ قلمی نسخہ انڈیا آفس ـ

دیوان ریختہ کا اشاریہ آخر مین منسلک ہے

باب سوم دوم

مثنوی گوئی

۱ـ مه جبین و نازنین ـ

۲ـ شش جهت رنگین

۳ـ خمسه رنگین

۴ـ سبع سیاره رنگین

رنگین کی مثنوی گوئی

اردو مین مثنوی فارسی سے آئی اور یہی ایک ایسی صنف ہے جس کیلئے ایرانی شاعر عربی شاعری کے مرهون منت نہین هین فارسی مین بیشمار مثنویان لکھی گئی هین جو رزمیہ ـ بزمیہ ـ اخلاقی ـ حکیمانہ تاریخی وغیرہ مختلف اصناف پر حاوی هین ـ فردوسی کا " شاہ نامہ " نظامی کا " خمسہ " اور سب سے بڑھکر مولانا روم کی مثنوی فارسی مین مثنوی کے ارتقا کو ظاہر کرتی هین ـ مثنوی مولانا روم کا فارسی ~~لیکن مثنوی کے~~ شاعری کی تاریخ مین جو پایہ ہے وہ اس سے ظاہر ہے کہ اسے قرآن در زبان پہلوی کہا گیا ہے ـ

فنی اعتبار سے مثنوی مین بہت سی خوبیان هین غزل یا قصیدہ کی طرح اسمین شروع سے آخر تک ایک هی ردیف و قافیہ کی پابندی نہین هوتی نہ اسکے اشعار کی تعداد معین و مقرر ہے ـ هر شعر هم قافیہ هوتا ہے اور شاعر آزاد رهتا ہے کہ دوسرے شعر مین کوئی اور قافیہ اختیار کرے اسی لئے مسلسل واقعات کے بیان کیلئے مثنوی سے بہتر کوئی اور صنف شاعری کی نہین ہے یہی وجہ ہے کہ مثنویون مین شعراؑ نے اپنے ذاتی حالات و معاملات تاریخی واقعات ـ عشقیہ کہانیان ـ جنگون کے حالات وغیرہ بیان کئے هین ـ

اردو مین مثنوی فارسی کے اثر سے شروع هوئی اسکا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ عشقیہ یا تاریخی مثنویون مین جو تعداد کے اعتبار سے بہت زیادہ اور فنی اعتبار سے نہایت اہم هین مثنوی کا وهی ڈھانچہ ہے جو فارسی مین ملتا ہے عام طور پر مثنوی کا آغاز حمد سے هوتا ہے حمد کے بعد نعت اور منقبت کے اشعار هوتے هین پھر بادشاہ وقت کی مدح اور شاعر کے ممدوح کی تعریف مین چند اشعار هوتے هین اس تمہید کے بعد مثنوی کا اصل قصہ شروع هوتا ہے چنانچہ دکنی دور سے لیکر میر و مرزا

حال کے عہد مین بلکہ اسکے بعد تک یہی انداز قائم رہا ۔

مضمون کے اعتبار سے مثنوی کے کئی حصے ہوتے ہین عشقیہ یا تاریخی مثنوی مین سب سے پہلے قصہ آتا ہے ۔ دکنی دور کی اکثر مثنویاں فارسی سے ماخوذ ہین ۔ فارسی شعرا مین نظامی اور امیر خسرو کی مثنویاں دکنی شاعرون کو خاص طور پر مرغوب نظر آتی ہین ۔ طوطہ کہانی کے نام سے جو مثنویاں دکن مین لکھی گئی ہین انکا اصلی ماخذ سنسکرت ہے لیکن دکنی شاعرون اور نثرنگارون نے سنسکرت کے فارسی ترجمون کو پیش نظر رکھا ہے ۔ ایسی مثنویاں بھی لکھی گئی ہین جن مین ملکی قصے کہانیاں بیان کیے گئے ہین مثلاً مثنوی رتن پدم ۔ کدم راؤ ۔ چندر بدن مہیار وغیرہ ۔ عام طور پر عشقیہ مثنویون کی بنیاد فرضی قصون پر ہوتی ہے لیکن ایسی مثنویاں بھی موجود ہین جنکی بنیاد حقیقی واقعات پر رکھی گئی چنانچہ ملا وجہی کی قطب مشتری مین شہزادہ قلی قطب شاہ کی داستان معاشقہ اسی کے تحت مین آتی ہے ۔

شمالی ہند مین رنگین سے پہلے میر ۔ سودا ۔ قائم اور میر حسن وغیرہ مثنویاں لکھ چکے تھے انہین بھی بعض مین فرضی قصے کہانیاں ہین اور بعض کی بنیاد واقعات پر رکھی گئی ہے ۔

تنقیدی نقطہ نظر سے مثنوی کو جانچتے وقت کئی باتون کا لحاظ رکھنا ضروری ہے قصے کہانی کے سلسلہ مین یہ بات دیکھنا چاہئیے کہ شاعر نے اپنے عہد کے مذاق کو پیش نظر رکھا ہے یا نہین مثلاً جس زمانہ مین عام طور پر جنون اور پریون کی کہانیاں پسند کیجاتی ہین اور لوگ انکے وجود پر کسی قدر یقین رکھتے ہون اس زمانہ مین مثنوی گو بھی ان واقعات کو ضرور نظم کریگا ۔ اگر کسی زمانہ مین یہ واقعات خلاف عقل قرار پائین تو کسی قدیم مثنوی کو اس نئے معیار پر نہین جانچا جا سکتا ۔

قصے کے ضمن مین طرح طرح کے حالات و واقعات پیش آتے ہین مختلف مناظر ۔ موسم ۔ تقریبات وغیرہ کے بیان کرنیکا موقع ہوتا ہے ۔ مختلف عمرون ۔ درجون اور پیشون کے عورتون اور مردون کے جذبات اور کیفیات بیان کرنیکا موقع بھی آتا ہے اسطرح قصے کے بعد منظر نگاری اور جذبات نگاری

پر زور دیا جاتا ہے اور مثنوی کی خوبی کا انحصار اس پر بھی سمجھا جاتا ہے کہ مثنوی میں مناظر اور جذبات کسقدر اصلیت اور جامعیت کے ساتھ ادا ہوئے ۔

مثنوی بیانیہ قسم کی نظم ہوتی ہے اسلئے یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ بیانیہ انداز کیسا ہے ہر شخص کی گفتگو اسکے کردار کو ظاہر کرتی ہے اور ہر کردار کی گفتگو کا الگ الگ انداز ہوتا ہے اس اعتبار اعتبار سے مثنویوں میں ڈرامائی مکالموں کا سا انداز پیدا ہوجاتا ہے ۔ قدیم اردو ادب میں ڈراموں کی کمی کو یہی چیز پورا کرتی ہے اس کیلئے ضروری ہے کہ مثنوی نگار مختلف موقعوں ۔ موزون ۔ درجوں کی مناسبت سے زبان اختیار کرنے پر قدرت رکھتا ہو یہ ضروری نہیں کہ زبان میں بلند آہنگی ۔ الفاظ میں شان و شکوہ اور تشبیہات و استعارات کی کثرت ہو ۔ بلکہ اسکے برعکس مثنوی کیلئے نہایت آسان صاف اور سادہ زبان اور برجستہ انداز بیان درکار ہوتا ہے غالباً یہی وجہ ہے کہ سودا جو قصیدہ نگاری کی مشق کی بدولت نہایت مرصع زبان استعمال کرنیکے عادی ہوچکے تھے مثنوی گوئی میں میر سے بازی نہ لیجا سکے ۔ اردو کے تمام بہترین مثنوی گو جنمیں میر حسن اور شوق بھی شامل ہیں اس خیال کی تائید کرتے ہیں اور انکی مثنویاں زبان و بیان کے اعتبار سے سہل ممتنع ہیں ۔

مثنوی نگار کو مناسبت کا بھی لحاظ رکھنا ضروری ہے مناسبت کا مطلب یہ ہے کہ کہانی کے اجزا ایک خاص تناسب رکھتے ہوں انمیں نہ بیحد طول ہو اور نہ بیجا اختصار پھر جو بات کہی جائے مثنوی کے کسی دوسرے حصہ سے اسکی تردید یا تکذیب نہ ہوجائے اس نقطہ نظر سے مثنوی گوئی خاصہ مشکل فن ہے اور اگرچہ بیشمار مثنویاں اردو میں لکھی گئی ہیں لیکن شہرت اور قبول عام کے اعتبار سے " مثنوی میر حسن " ایک اکیلا نمونہ ہے انکے بعد نواب مرزا شوق لکھنوی نے کچھ بلند پایہ مثنویاں لکھیں بعض ناقدین شاید دیا شنکر نسیم کی " گلزار نسیم " کو بھی اس فہرست میں شامل کرلیں لیکن اسکی ساری خوبی صرف اسکی زبان و بیان پر منحصر ہے اور یہ زبان و بیان بھی لکھنو کے پر تکلف تمدن اور پر تکلف معاشرت کی مرہون منت ہے انکے علاوہ جو مثنویاں لکھی گئی ہیں وہ دوسرے درجہ کی ہیں

ایسی مثنویاں انشاؔ ۔ جرأت ۔ مصحفی سے لیکر قلق اور امیر و داغ تک نے لکھی ہین ۔ انیسوین صدی کے نصف آخر مین آزاد اور حالی کی کوششون سے نظم جدید کا جو انداز مقبول ہوا اسنے مثنوی گوئی کو فنی حیثیت سے ختم کردیا چنانچہ دور حاضر مین حفیظ کے شاہنامہ کے علاوہ مثنوی کا کوئی قابل ذکر نمونہ نہین ملتا ۔

یہ بات عجیب نظر آتی ہے کہ میر کی چند مثنویون کو چھوڑ کر شمالی ہند مین اردو کی بہترین مثنویاں لکھنو مین لکھی گئین اسکی بنا غالباً لکھنو کا وہ بزمیہ انداز تھا جو دکنی دور کیطرح مثنوی گوئی کیلئے خاص طور پر سازگار تھا ثابت ہوا ۔

(رنگین کی عشقیہ مثنویون مین مثنوی "مہ جبین و نازنین" جو "مثنوی دلپذیر" کے نام سے بھی مشہور ہے سب سے پہلے قابل ذکر ہے مثنوی مین تاریخ تصنیف نہین ہے لیکن اسمین نواب وزیر علی کی تعریف کیگئی ہے جو آصف الدولہ کے بعد تقریباً پانچ مہینون کیلئے لکھنو کے تخت پر بیٹھے تھے اور ۲۱ ۔ جنوری ۱۷۹۸ء کو تخت سے اتار دئیے گئے اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ مثنوی وفات آصف الدولہ یعنی ۲۱ ۔ ستمبر ۱۷۹۷ء مطابق ۲۸ ۔ ربیع الاول ۱۲۱۲ھ وزیر علی کی تخت سے محرومی یعنی ۲۱ ۔ جنوری ۱۷۹۸ء کے درمیان لکھی گئی تھی ۔ لیکن اسی مثنوی "مہ جبین" کی تاریخ لالہ مان سنگھ نے کہی ہے جس سے کتاب کی تصنیف کا سنہ ۱۲۱۲ھ بر آمد ہوتا ہے وہ یہ ہے ۔

قصہ دلربہ رنگین گفت   کہ از ان تازہ شد دماغ بہار
پئے تاریخ آن نمودم فکر   تا بیابم از ان سراغ بہار
از سر بام باغ ہاتف گفت   نظم این مثنویست باغ بہار   ۲ + ۱۲۱۰ھ

یہ تاریخ مثنوی مہ جبین کے اخر مین ہے جو پنجاب یونیورسٹی لائبریری مین موجود ہے ۔

مثنوی مین اشعار کی کل تعداد ۱۸۶۵ ہے مثنوی دلپذیر ایک عشقیہ قصہ ہے جسمین مہ جبین و نازنین کی محبت کا حال نظم کیا گیا ہے قصہ کا خلاصہ یہ ہے ۔

"بلغار مین ایک باد شاہ خاور شاہ جو باوجود دولت و سلطنت کے، فرزند سے محروم تھا اسکو نجومیون نے بتایا کہ اسکے ایک لڑکا تولد ہوگا لیکن شرطیہ ہے کہ اسکی مان پری ہو اور جب تک وہ چودہ برس کا نہ ہو جائے کوئی تصویر نہ دیکھے اور اسکے پاس کاغذ تک بھی نہ آنے پائے ۔ پڑھنا تو درکنار ۔ وزیر روشن رائے نے کہا کہ جسکے پاس خاتم سلیمان ہو اس کے قبضہ مین جن و پری ہو سکتے ہین ۔ باد شاہ پری حاصل کرنے کیلئے پریشان ہوا تو وزیر روشن رائے نے کہا کہ بلغار سے چند کردہ ایک پہاڑ ہے وہان حق شناس نامی زاہد رہتا ہے اسکی عمر دوسو سال کی ہے ۔ خاور شاہ وزیر کے ساتھ زاہد کے پاس پہنچا ۔ زاہد نے خاطر تواضع کے بعد کہا کہ خاتم سلیمانی تو قلزم مین ہے تجھے نہ مل سکیگی البتہ ہاروت اور ماروت کی کتابون مین جادو ہے اور یہ کتابین کوہ قاف مین ایک سحر کے حصار مین ہین اگر تو حصار کو قبضہ مین کر لے تو تو مطلب حل ہوجائیگا ۔ زاہد نے کہا کہ حصار کے پاس جاکر معتکف ہوجا اور اپنے چارونطرف ایک خط کھینچکر یہ اسم اعظم پڑھ اور زن جادو کو تسخیر کر ۔ حق شناس زاہد نے باد شاہ کو اسم اعظم سکھایا باد شاہ نے عاقل وزیر کو اپنی جگہ چھوڑا ۔ حق شناس ۔ خاور شاہ اور روشن رائے وزیر دوہم روانہ ہوگئے ۔ چلتے چلتے ایک پہاڑ کے پاس آئے جو کوہ قاف کے برابر شان و شکوہ والا تھا اور جسمین ہر قسم کے درخت کثرت سے تھے ۔ اس پہاڑ پر ایک شاندار گنبد بھی تھا ۔ یہ لوگ گنبد کی سیر کرنا چاہتے تھے لیکن اسمین قفل پڑا ہوا تھا ۔ باد شاہ نے اسم اعظم پڑھا تو قفل کھل گیا اور تینون کے تینون گنبد مین داخل ہوگئے ۔ اس گنبد مین ایک قفس آہنی آویزان دیکھا جسمین ایک قمری محبوس تھی ۔ قمری کو مصیبت مین دیکھکر شاہ نے ایک ساعت تک جو اسم اعظم پڑھا تو طلسم ٹوٹ گیا ۔ قمری نے باد شاہ کو دعا دی اور پرواز کر گئی ۔ موکل دیو قمری کے آزاد ہوتے ہی زن جادو کے پاس پہنچا اور اس سے کہا کہ تین آدمزاد آئے ہین انھون نے قفل جادو توڑ دیا ہے ۔ دیو مقابلہ کیلئے آئے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آسمان پر دھوان چھایا ہوا ہو ۔ اس حصار کے چارون طرف تو بہن

چنی ہوئی معلوم ہوتی تھین اور چارون ہی طرف گہری خندق بھی جسکے سامنے قلزم بھی شرماتا تھا۔ حصار مین ایک چشمہ تھا جسکے کنارہ تک حق شناس آیا۔ بادشاہ وغیرہ حصار پہ قبضہ کرنے کیلئے ایک خط اپنے چارون طرف کھینچکر اسم اعظم پڑھنا شروع کیا تو دیؤ حصار سے باہر مختلف صورتون مین نکلے کوئی شیر کی شکل مین کوئی بچھو وغیرہ کی یہ دیؤ بادشاہ اور وزیر کو ڈراتے تھے لیکن حق شناس دانا آدمی تھا اسنے کہا کہ ہرگز نہ ڈرنا۔ خط کے نزدیک کوئی دیؤ نہ آتا تھا پوری ایک رات گذرنے کے بعد سب کے سب دیؤ حصار مین واپس ہوگئے۔

جادو کے زور سے انگارے اس طرح برس رہے تھا جیسے فوارے چھوٹ رہے ہون یہ سب کچھ خط کے باہر ہی باہر ہورہا تھا۔ رات ختم ہونے کے بعد اسم اعظم کی بدولت حصار کے ایک برج گرا۔ زن جادو نے جب یہ دیکھا تو کہا کہ مین اژدہا بنکر ان تینون کو کھا لون لیکن جب کچھ بس نہ چلا تو زن جادو نے مرد نابینا کا بھیس بھرا اس طرح کہ گردن مین کاٹھ کی تسبیح اور ہاتھ مین ایک عصا لیکر کہا کہ میرا کوئی مددگار ہے تو میری مدد کرے کہ مجھے زن جادو نے اندھا کردیا ہے۔ بادشاہ اس بوڑھے نابینا کی مدد کرنا چاہتا تھا لیکن حق شناس نے روک دیا۔ زن جادو اسم اعظم کے زور سے مسخر ہوگئی اور بادشاہ نے کہا کہ میری جان بخشی ہو مین آپکے کام آؤن گی۔ بادشاہ نے پری کا مطالبہ کیا تو زن جادو نے کنکریون پر جادو پڑھکر چارون طرف پھینکین پری جو قیدی بنی ہوئی تھی اور جسکو قفس سے بادشاہ نے نکالا تھا آموجود ہوئی۔ اس پری کا نام ماہ لقا تھا۔ بادشاہ پری کو لیکر وطن روانہ ہوا رستہ ہی مین لڑکا تولد ہوا جس کا نام مہ جبین رکھا گیا۔ حق شناس بادشاہ کے محل مین کئی روز رہکر واپس چلا گیا۔ جب مہ جبین چار برس کا ہوا تو بادشاہ کو مکتب بھیجنے کا خیال آیا لیکن لڑکا کو پڑھانے کی پہلے ہی ممانعت کردیگئی تھی اسلئے بادشاہ اپنے ارادہ سے باز رہا جب چودہ برس کا ہوا تو بادشاہ نے اپنا ولیعہد بنا دیا۔ دانشور جو عاقل وزیر کا بیٹا تھا مہ جبین

کا مشیر اور وزیر بنایا گیا ۔ مہ جبین نے ایک روز تمام شاہی سامان دیکھنے کیلئے منگایا اور خاص طور پر سے کتب ۔ ان کتابون مین سے اسنے ایک مرقع اٹھاکر ایک تصویر دیکھی جو بہت عمدہ تھی ۔ اسے دیکھتے ہی بیہوش ہوکر گر پڑا ۔ کسی نے صندل سنگھایا کسی نے بید مشک پلایا جب ہوش آیا تو دانشور کے علاوہ سب کو دیوان خاص سے علیحدہ کردیا ۔ غم کی وجہ سے مہ جبین کے منہہ پر چھائیان پڑ گئی تھین دانشور نے کہا کہ مہ جبین یہ بات ٹھیک نہین آپ غم نہ کرین یہ بتائین یہ شبیہہ ہے کسکی تاکہ مین آپکا کچھ علاج کرسکون ۔ مہ جبین نے کہا مجھے معلوم نہین یہ کسکی تصویر ہے لیکن میرے دل پر اسکا اثر بہت ہی ہوا ہے یہ تو کوئی شہزادی معلوم ہوتی ہے یا تو اسے حاصل کرو یا مجھ سے ہاتھ دھو بیٹھو ۔ دانشور نے دو گھوڑے منگائے اور جواہرات لیکر دونون کے دونون وطن سے سدھارے ۔

دو برس تک مارے مارے پھرتے اور شہزادی کا کچھ پتہ نہ چلا ۔ صفاہان اور فرنگ وغیرہ کا بھی سفر کیا ۔ یہ دونون ایسے جنگل مین جا پھنسے جہان پانی تک بھی میسر نہ آیا آخرکار تھکے ماندے ایک کوہ کے پاس پہنچے جہان نہر بھی تھی اور سایہ دار درخت بھی ۔ بھوک لگی تو پھل کھا لیتے ۔ اس پہاڑ سے آگے بڑھکر ایک میدان مین قیام پذیر ہوئے تو لوگ انکے گرد جمع ہوگئے اور وہان کی رانی کو خبر دی کہ ایک حور شمائل انسان یہان مقیم ہے ۔ دانشور اور مہ جبین عمدہ عمدہ کپڑے پہنکر رانی کے دربار مین پہنچے ۔ رانی نے مہ جبین سے محبت آمیز باتین کین اور اپنا مکان رہنے کیلئے دیا ۔ جہان مہ جبین اور دانشور پہنچے تھے یہ جادو کا میدان تھا جو بھی رانی کا کہا نہ مانتا اس کو بیل یا شیر بنا دیتی اور انہین اکثر شاہزادے اور تاجر ہی ہوتے تھے ۔ مہ جبین نے رانی کی فرستادہ دائی سے کہا کہ میرا دل تو دوسری کی طرف لگا ہوا ہے مین اس رانی سے کیسے التفات کرسکتا ہون دائی نے مہ جبین سے کہا کہ تمہین راضی ہوجانا چاہئے لیکن وہ نہ مانا تو دائی نے رانی سے اسکی نارضامندی کا اظہار کیا چنانچہ رانی نے کچھ پڑھا اور مہ جبین مینڈھا بنگیا اور خصلت بھی مینڈھے ہی کی سی ہوگئی ۔

صنم کے گرد طوف کرنے لگا   متوحش ہو خوف کرنے لگا
ہوگئی اسکی قلب ما ہیت   نہ رہی شکل وہ نہ وہ صورت

یہ تمام باتین دیکھکر دانشور رونے لگا —

رات کو دائی روز آتی تھی   پانی دانہ وہ ڈال جاتی تھی

مہ جبین کو بغیر کھائے پئے کتنے ہی دن گذر گئے وہ وزیر سے بات کرنا چاہتا تھا لیکن نہ کرسکتا تھا — رات کو جب دائی دانہ پانی لیکر آئی تو دانشور نے اسکے قدمون پر گر کر کہا کہ مجھے رہائی دلاؤ — دائی نے رہائی کیلئے تسلی دلائی — دائی سے آدھی رات کے وقت یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ایک ہوا آئی وہ ایک سحر تھا جب دائی نے کچھ پڑھا تو وہ درخت آگے نہ بڑھا اور اس سے ایک پری غضب مین بھری ہوئی اتری اور دائی پر بہت ہی خفا ہوئی — اس پری کا نام مہارانی تھا اور سراندیپ کی مالک تھی — مہارانی نے دائی سے پوچھا کہ مہ جبین کا کیا قصور تھا کہ اسے مینڈھا بنایا گیا دائی نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ رانی اس پر عاشق ہے آپ اگر اسکی جان بچائین تو اچھا ہو —

مہارانی نے ماش کے کئی دانے پڑھکر اسکے ماتھے پر مارے تو مہ جبین انسان بنگیا — مہارانی نے مہ جبین کو بھی اپنے ساتھ ہی اپنے جادو کے درخت پر بٹھا لیا — مہارانی سے جب مہ جبین نے پوچھا کہ تم کہان جاؤگی تو اسنے یہ کہا —

سات سو کوس یہان سے ہے اوجین   خلق کرتی ہے ساری وہان کی چین
(۱)

اسکے بعد کہا کہ وہان کا راجہ بنسی دھر ہے اسکے بیٹے پرتھی راج پہ مین عاشق ہون اور وہان ہر رات جاتی ہون — مہارانی نے کہا کہ ہم اور تم بھائی بہن ہوجائین اور جس چیز کی تمہین ضرورت ہو مجھ سے کہو — مہ جبین نے کہا کہ میری تصویر جس پر مین مفتون تھا وہین رہ گئی جہان سے ہم آرہے ہین — باتون ہی باتون مین اوجین آگیا اور درخت نیچے اترا — مہ جبین سے مہارانی نے کہا کہ تم رات بھر اس جگہ بیٹھے رہو —

دیکھیو راہ موری بیٹھے یہین   مجھے بیٹھو جو اٹھ کے جاؤ کہین

صبح ہوتے مہارانی نے آکر کہا کہ بھائی مہ جبین اب تو میرے گھر چل صرف دو گھڑی کا رستہ ہے ۔ مہ جبین راضی نہ ہوا پھر مہارانی نے ایک منتر بتایا اور کہا کہ اسے دو سال تک پڑھتے رہنا اسکے ذریعہ جہاں جاہیگا چلا جا یا کریگا یہ دو سال کی مدت اس منتر کی زکوۃ ہے ۔

(۲)

پڑھیو تو دو برس تلک دن رات　　پوری ہو جائے تاکہ اسکی زکات

پھر یہ دونوں مہارانی کا دیا ہوا زیور بیچکر اور کچھ دن اوجین میں قیام کرکے اجمیر گئے اور وہاں سے بیکانیر ۔ اوجین میں انھوں نے جو سامان اور گھوڑے وغیرہ خریدے تھے دام نہ ہونے کی وجہ سے انھیں بیچنا پڑا ۔ سب جگہ گھوم گھام کے بنارس پہنچے اور وہاں سوداگری شروع کردی ۔ چوراہے پر ایک دوکان لی اور یہ تصویر بھی دوکان میں لگا دی اس خیال سے کہ شاید گاہکوں میں سے کسی سے اسکا پتہ چلے کہ یہ کس کی ہے ۔ چنانچہ ایک گاہک نے اس تصویر کو پہچان کر کہا ۔

وہ تو رانی سرینگر کی ہے　　شہزادی وہ اپنے گھر کی ہے

اس رانی کا نام نازنین بتایا اور عمر پندرہ سال ۔

اس مرد نے یہ بھی کہا کہ نازنین مردوں سے نفرت کرتی ہے اور مارتی بھی ہے مہ جبین نے کہا کہ تم یہ تو بتاو کہ اسکی پسند خاطر کیا چیز ہے ۔ مرد نے جواب دیا کہ اسکو راگ اور نے بھی بانسری سے خاص رغبت ہے مہہ جبین اور دانشور دونوں کے دونوں دونوں ہی چیزوں میں طاق تھے دانشور اور مہہ جبین سرینگر میں پہنچکر نازنین کے باغ میں پہنچے ۔ باغ اور اس کی چہار دیواری کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے ۔

---

(۱) پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں دو قلمی نسخے موجود ہیں ایک میں راجہ کا نام ہنس دھر ہے اور دوسرے میں جیت سنگھ ۔

وہاں کے راجہ کا جیت سنگھ ہے نام　　اس کا پرجا کو پالنا ہے کام

(۲) زکوۃ

لاکھ ھا من کرنڈ لیوا کر
کیوڑے سے پھر اسکو گند ھوا کر

اس کی اینٹین غرض پتھائی تھین
صرف صندل ہی مین پکائی تھین

تودہ مین موتیون کو تھا بھونا
پھر انھون کا پکایا تھا چونا

سرخ یاقوت پیس کر ہاریک
کی تھی سرخی یہ اسکی خاطر ٹھیک

سن کے بدلے طلایا تھا ریشم
تا نہ ہو اس کی آبداری کم

مصری ۔۔ گڑ کے عوض ملائی تھی
گچ غرض اسطرح بنائی تھی

کھس کے اینٹین لگائی تھین
دراز ہوئے کہین یہ کیا معنی

لگا اسکی چنائی مین سارا
تھا عبیر اور گلاب کا گارا

اسکے تو پولیا تھا در کے قریب
تھا بنا وہ بہت عجیب و غریب

بیچ کے در کے تھی مقابل نہر
کم نہ تھی نہر دا سے اس کی لہر

کہ جہانتک تھے وہان در ودیوار
نظر آتے تھے سب وہ آئینہ وار

بیل بوٹے بنے جو تھے تصویر
گرد ان کے طلائی تھی تحریر

اس کے تھے شہ نشین کے جو مرغول
تو وہ پکھراج کے بنے تھے گول

مین توقش اس شعور پر ہونگا
کہ بہت سا تراش کر ہونگا

چوکھٹین اس کی جو لگائی تھین
تو مونگے ہی کی بنائی تھین

تھے جو در نجف کے اس مین کواڑ
تو بس الماس کے سے تھے وہ پہاڑ

چاندی سونے کی چلونین تھین تمام
پڑھی رہتی تھین ان درون پہ مدام

یہ بنی تھین مہین وہ یکسر
کہ گذرتی تھی ان سے چھن کے نظر

مہہ جبین اور دانشور باغ کی خوب سیر کرکے اپنے مقام پر آکر کہا کرتے کہ یہ تو بہشت ہے ۔ ایک دن صبح کو نماز کے بعد دونون بانسری بجانے لگے اور باری باری سے گانے لگے ۔۔ جو خادمائین پھول توڑنے آئی تھین وہ سب کی سب گانا سنکر پھول توڑنے بھول گین اور دوپہر ہوگیا پھول بھی

گرمی سے موجا گئے — لڑکیون کو خالی ہاتھ واپس جانا پڑا — نازنین ان پر بہت ناراض ہوئی تو انہون نے کہا —

ایک دو شخص گاتیان تہین وہان　　　　اور نے کو بجا تہان تہین وہان

نازنین نے ان دونون کو بلوالیا — مہہ جبین و دانشور زنانہ لباس مین محل مین چہ گھڑی دن سے پہنچے تو دیکھتے ہین کہ ہولی کا شور و غل ہے —

اور اڑتا ہے وہا ن عبیر و گلال　　　　کہ زمین و زمان ہین دونون لال

اس کے بعد نازنین نے دریا کے کنارے شام کے وقت روشنی اور آتشبازی کے انتظام کرنے کا حکم دیا —

لب دریا پہ تیلیون کو گاڑ　　　　باندھ ہے ٹھاٹھر انہون نے جیسے پہاڑ

آگے آتشبازی کے چھوٹنے کا نقشہ کھینچا ہے — غرض رات کو مہہ جبین اور دانشور بھی نازنین کے ساتھ یہ تماشہ دیکھنے آئے — نازنین کے چہرہ پر گلال پڑا ہوا ایسے معلوم ہو رہا تھا جیسے چاند شفق مین نظر آتا ہے —

تو یہ عالم ہے اس کے چہرہ پر　　　　چاند جیسے شفق مین آئے نظر

نازنین کی وزیر بہرہ ور نے ہولی کا انتظام اس طرح کیا کہ تین چار ہزار ماتھی منگا کر رنڈیون کو سوار کیا اور سب کے ماتھون مین پچکاریان دیکر نازنین کے پاس لائی اور وہ سب رنگین کی یہ غزل گاتی ہوئی آئین —

ہے جی مین منائیے ہولی　　　　اور وہ اس کو سنائیے ہولی

پاس اس کے اور بجا کر دف　　　　اب کے ہولی مین گائیے ہولی

نازنین کوٹھے پر تھی اور بہرہ ور نیچے دونون کی طرف سے خوب پچکاریان چلرہی تھین — ہولی کھیلنے کے بعد مہہ جبین اور دانشور بھی مجرے کیلئے آئے جب ادب سے مجری کرلیا تو نازنین نے مہہ جبین سے نام پوچھا اسنے کہا میرا نام نورپائی دوخی ہے — دانشور سے بھی نام پوچھا تو اسنے کہا —

ہے یہ بندی دیوانہ دائی کی　　　یہ "فضیلت" ہے نوبہائی کی

مہ جبین نے باقاعدہ زیور پہنا ہوا تھا لیکن دانشور بغیر کہیے ہی کے تھا ـ دو گھڑی شب رہے نازنین کوٹھے سے اتر کر اپنی خواب گاہ کی طرف آئی ـ

ساتھ تھے مہ جبین و دانشور　　　آئے کوٹھے سے دونوں وہ بھی اتر

جب ان دونون نے خوابگاہ کو دیکھا تو باغ کو بھول گیے اس مکان کے رنگ بھی مختلف تھے آئینہ کوئی بھی دس گز سے کم کا نہ تھا جب نازنین اپنا دوسرا لباس اور زیور بدلکر خوابگاہ سے باہر آئی تو مہ جبین اسے دیکھکر موہی تو گیا اور مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالا ـ پھر نازنین نے اورون کو علیحدہ ہوجانے کا حکم دیا اور نوبہائی سے گانے کیلئے کہا تو دونون نے ملکر گانا شروع کیا ـ

حال اور سر سے گھر کے وہ لے مین　　　بھیروین پھونکنے لگے نے مین

یہ گانا بجانا سنکر خواصون کے بھی ہوش اڑ گیے ـ

نازنین کا بھی تھا عجب عالم　　　کہ وہ مارے مزے کے تھی بیدم

کبھی روتی کبھی زانو پر ہاتھ مارتی ماہ جبین زیادہ سے زیادہ اچھا گانے کی کوشش کرتا تھا ـ مزے مین آکر نازنین نے کہا ـ

مجھکو سوگند ہے بھوانی کی　　　اور قسم ہے مجھے جوانی کی
مانگے اسوقت تو کچھ مجھ سے　　　نہ رکھون وہ دریغ مین تجھ سے

مہ جبین نے کہا کہ تنہائی مین بات کرنا چاہتا ہون تنہائی ہوئی تو مہ جبین نے کہا تمہین مرد سے نفرت کیون ہے نازنین کو یہ سنکر غصہ آیا لیکن پھر قسم کا خیال آگیا اور اپنی سرگذشت سنائی کہ مین پچھلے جنم مین فاختہ تھی میرا نر میری محبت کا دعوی بہت کیا کرتا تھا ـ ایک جنگل مین ایک درخت پر ہمارا گھونسلا تھا ـ مین نے انڈے دئیے اور دس کے بعد ان سے بچے نکلے اتفاق سے اس جنگل مین دون لگ گئی ـ

کہ لگی دون تمام جنگل مین　　　نہ رہا خس کا نام جنگل مین

یہ آگ میرے درخت تک بھی آپہنچی میرا نر وہان سے اڑ بھاگا مین بھیرا ہی کہا کہ مین چھوڑ کر نہ جا لیکن اس نے ایک نہ سنی مین اپنے بچون سمیت جلکر خاک ہوگئی ۔

دیکے جوتی سروپ نے پھر جان　　　اب جو پیدا کیا مجھے انسان
اور اس سرزمین کا سونپا راج　　　خلق کو کردیا میرا محتاج
تو یہ مین نے کیا جی مین قرار　　　کہ نہ مین چھوڑون مرد کو زنہار
ملک ہے بس جہان تلک میرا　　　حکم ہے یہ وہان تلک میرا
کہ سنین جس جگہ مین مرد کا نام　　　کرین بن پوچھے اسکا کام تمام

سب کچھ کہنے کے بعد مہ جبین سے کہا کہ یہ راز افشان نہ ہو جائے ۔

تجھ سے گر بات کھل یہ جاویگی　　　تو سزا اپنی بس تو پاویگی

پھر وزیر کو حکم ہوا کہ مہ جبین کو زر و جواہر خوب دو اسنے نازنین کے کہنے سے بھی زیادہ دیا ۔ پھر یہ دونون روزانہ دربار جاکر گاتے بجاتے اور نازنین کو رجھاتے جب ہولی کا زمانہ ختم ہوا تو یہ دونون وہان سے بھاگے کئی دن تک رات دن چلتے ہی رہے نہ کھانے کی سدھ تھی نہ پینے کی ۔ بنارس پہنچکر پانچ سو جوان پندرہ پندرہ سال کی عمر کے ملازم رکھے اور یہ یہ ہتھیار ان کیلئے خریدے ۔

چار آئینہ ۔ جلتہ و بکتر　　　زرہ و خود و بلم و خنجر
پیش قبض و کٹار و تیغ و سپر　　　پٹہ و بچھاک و کمان و تیر
خشت فولاد و تبر و ساز و تفنگ　　　جو کچھ آتا ہے کام روز جنگ

نازنین کی سرحد پر پہنچکر مہ جبین نے ان سے کہا ۔

اور تم کرلو سب زنانہ بھیس　　　کوئی لو چادر اوڑھ ، کوئی کھیس

پھر یہ سب کے سب رنڈیون کا بھیس بھر دو دو چار چار ہوکر سہنگر مین داخل ہوگئے ۔ مہ جبین اپنے ساتھ پچاس جوانون کو بھیس بدلا کر لے چلا ۔ رستہ مین لوگ پوچھتے تو کہتے کہ منت مانی تھی

اسلئے بنارس سے آرہے ھین اور جوالا کو جارہے ھین ـ

سپنکر مین یہ سب جمع ہوکر نازنین کے باغ کی طرف گئے دروازہ بند پاکر مہ جبین نے کمند لگائی اور چڑھکر دروازہ کھولا ـ سپاھیون کو دروازہ پر بٹھاکر کہا کہ صبح کو جو یہان آئے بچکر نہ جائے ـ رات کو جتنی چوکیدارنیان تھین سب کو مارڈالا ـ صبح کو مالنین آئین دروازہ دیکھکر گھبرائین سپاھیون نے انھین بھی تلوار کے گھاٹ اتار دیا ـ کوئی ایک آدھ بچی تو اسنے جاکر نازنین سے یہ ماجرا بیان کیا ـ نازنین نے بہروور کو حکم دیا کہ رنڈیون کی فوج لیکر باغ کی طرف جاؤ ـ بہروور مردہ پاکر افسوس کیا اور اپنی فوج کو حکم دیا کہ ان مین سے کوئی زندہ جانے نہ پائے لیکن ہوا اسکے برعکس کہ کوئی عورت بھی زندہ نہ بچی سوائے ایک کے جب تو بہروور نے مہ جبین کی طرف صلاح کا ھاتھ بڑھایا کیونکہ مہ جبین اب مردانہ لباس مین تھا اسلئے بہروور اسے پہچان نہ سکی اور کہا کہ تم کون ہو اور کہان سے آئے ہو ـ دانشور نے کہا کہ ہم صرف رانی ھی سے بات چیت کرینگے ـ بہروور نے رانی سے ساری باتین کہہ سنائین اور کہا کہ دشمن قوی ہے ہم اسکا مقابلہ نہ کرسکینگے ـ نازنین مجبور ہوکر باغ کی طرف آئی تو مہ جبین کا حکم یہ ہوا کہ صرف نازنین اور بہروور ہی آئین جب دانشور نازنین کو اندر لیکر گیا تو نازنین نے مہ جبین کو اس حالت مین دیکھا ـ

سر سے پا تلک ہے اوہچی مین جڑا　　　　مہہ کے آگے ہے پر نقاب پڑا

نازنین نے دانشور سے کہا کہ ان سے یہ تو پوچھو کہ منہہ پر نقاب کیون ہے اور انھون نے اتنی رنڈیون پر ظلم کیون کیا ہے دانشور نے کہا کہ اسکا جواب مین دئے دیتا ہون لیکن نازنین نے مہ جبین سے مخاطب ہوکر کہا ـ

کہ اجی لو تمہین سناؤ جی　　　　ہم کو اب شیخ ھی سچ بتاؤ جی

مہہ جبین نے کہا کہ جب سے مین پیدا ہوا ہون خدا سے عہد کیا ہے کہ جہان کہین بھی رنڈیون کی خبر سنون جبتک انھین مار نہ ڈالون تب تک کھانا حرام ہے نقاب اسلئے کہ کسی عورت پر میری نظر نہ پڑے ـ

نازنین نے کہا رنڈیوں سے اتنی نفرت کیوں ہے مہہ جبین نے نقاب الٹ کر نازنین سے کہا ــ

قصہ یہ سخت درد و غم کا ہے　　　ماجرا کچھ یہ اس جنم کا ہے

نقاب اٹھنے کے بعد نازنین کی جو نظر پڑی تو مفتون اور شیدا ہوگئی ــ بہرہ ور تاڑ گئی کہ یہ مہہ جبین
پہ مفتون ہوگئی پھر اپنے آپ کو سنبھال کر مہہ جبین سے کہا کہ وہ قصہ تو سناؤ ــ

تھی حقیقت جو فاختہ کی یاد　　　سب وہ بس مہہ جبین نے کی ارشاد

بالکل نازنین ہی کی طرح کا قصہ سنادیا ــ

یعنی اڑ کر چلی گئی مادہ　　　چلا بجون پہ بس یہ دل دادہ
یہاں جب اپنے سخن کو پہنچایا　　　تب وہین نازنین نے فرمایا
ہو ہو تمہین جور اور تمہین ہو چند　　　اپنی خلقت رکھو ہو کیون مجھ پر
ایک تو رشتہ محبت توڑ　　　اڑ گئے آگ مین مجھے تم چھوڑ
دوسرے اب یہ نام دھرتے ہو　　　مجھکو مطعون خلق کرتے ہو
گئے تم صاف وہان سے نکل　　　رہی بجون سہتے مین وہان جل

مہہ جبین نے کہا مجھ سے جھوٹ نہ بول ذرا شرم کر دونون کی باتین سنکر بہرہ ور نے جھک کر سلام
کیا اور کہا کہ تم پہلے جنم مین جوڑا تھے قسمت نے علیحدہ علیحدہ کردیا تھا ــ پچھلی باتون کو چھوڑو
اور جورو خصم بن کے رہو ــ نازنین نے کہا کہ بہرہ ور تو ایسی باتین نہ کر ــ دانشور نے کہا کہ مہہ جبین
میرے کہنے سے باہر نہین بہرہ ور تم نازنین کو تیار کرلو ــ بہرہ ور نے دانشور سے کہا ــ

ہم ہین جان ایک اور قالب دو　　　کیا خبر ہے بلکہ بہشت کی تم کو
پوچھنا مجھکو بھی نہین درکار　　　کرون جو چاہون مین بھی ہون مختار
کوئی تاریخ اچھی ٹھہراؤ　　　شوق سے بیاہنے کو پھر آؤ

یہ سنکر مہہ جبین نے فرمایا کہ کوئی مضائقہ نہین بشرطیکہ نازنین مسلمان ہوجائے ــ بہرہ ور نے کہا کہ
جو تمہاری مرضی ــ مہہ جبین نے کلمہ پڑھ دیا اور بہرہ ور نے نجومیون کو بلاکر شادی کا دن مقرر کردیا ــ

بہرہ ور نے کہا کہ شادی دھوم دھام سے ہوگی آپ کسی میدان کو پسند کرلیں جہاں خیمے تنبو لگوادئیے جائین ــ مہ جبین نے تین چار کوس کے فاصلہ پر ایک جگہ پسند کرلی وہان شادی کی رسم ادا ہوئی اور اس کے بعد بہرہ ور کی شادی دانشور سے ہوئی ــ مہ جبین و نازنین تو جادو کے درخت پر سوار ہوکر شہر پلغار کی طرف روانہ ہوگیے ــ یہ سحر مہاراں سراندیپ کا بتایا ہوا تھا ــ دانشور اور بہرہ ور سہنگر مین ہی سلطنت کرتے رہے ــ

مثنوی کا آغاز حسب دستور حمد سے ہوا ہے ــ

حمد کا ہوسکے ہے کس سے بیان   قاصر اس جا ہے انبیا کی زبان
کیونکہ ہے چون وبے چگون ہے وہ   اور بے شبہ بے نمون ہے وہ
عقل گو پر لگا کے اڑ جاوے   کنہ کو اس کی پر یہ کب پاوے

حمد کے اڑتالیس اشعار کے بعد چھبیس اشعار نعت کے اور اکیس اشعار حضرت علی کی منقبت مین ہین ــ

مناجات کے پندرہ اشعار مین بارہ باتون کیلئے خدا سے اس طرح دعا مانگے ہین ــ

ایک یہ جبتلک جہان مین رہون   کچھ اذیت جہان کی مین نہ سہون
دوسرے مال وجاہ دے مجھ کو   پر رکھون اسمین یاد مین تجھ کو
تیسرے والدین میرے مدام   مجھ سے راضی رہین بحق کلام
چوتھے بھائی جو ہین میرے دو چار   یہ سلامت رہین بہ عزّو وقار
پانچوین میری آل و اولاد   رہے دایم جہان مین خورم و شاد
اور چھٹے ہو یہ مثنوی مشہور   اس گنہگار کو ہے یہ منظور
ساتوین یہ ہے جب کہ مرنے لگون   ثابت ایمان لے جہان سے اٹھون
آٹھوین یہ کچھ عذاب قبر نہ ہو   کہ بہت اس سے خوف ہے مجھکو
ہے نوین یہ (صراط) پر سے ادھر   گذرون اور کچھ نہ آئے مجھکو خطر
دسوین یہ ہے کہ نامہ اعمال   داہنے ہاتھ مین ہی لون مین سنبھال

گیارھوین یہ دعا ہے روز جزا　　　ہوئین حامی مرے رسول خدا
بارھوین دیکھون وہان ترا دیدار　　　اور کچھ اس سوا نہین درکار

ان اشعار سے رنگین کی طبیعت کی سلامتی کا شبہ ہوتا ہے خدا کی یاد، ایمان کا ثابت رہنا — عذاب قبر سے بچنے کی دعا — رسول خدا کو حامی بنانا اور خدا کے دیدار کی خواہش ایسی چیزین ہین جو رنگین کے فحش کلام اور اسکی خوش باشی کی زندگی سے کوئی تعلق نہین رکھتے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ~~[illegible]~~ یہ اشعار مختصرسی مین اس کے بعد شاہ عالم کی تعریف ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کی سیاسی فضا سے طبیعتون مین جو افسردگی پیدا ہوئی تھی اور جو شاعرون کے کلام مین عام طور پر جھلکتی ہے اس سے رنگین بھی متاثر تھے مناجات مین یہ تین شعر خاص طور پر قابل ~~[illegible]~~ غور ہین —

(۱) ہے ہمیشہ سے اور رہیگا مدام　　　ہے یہ نیرنگیان بس اسکی تمام
(۲) چاہے عبرت کی خاطر عالم مین　　　شاہ کو وہ گدا کرے دم مین
(۳) تخت چاہے کرے گدا کے نصیب　　　نہین کچھ دور اس سے سب ہے قریب

دلی مین اورنگ زیب کی وفات سے رنگین کے زمانہ تک پے در پے جتنے سلاطین حکمران رہے تھے اور جنمین سے بعض نے صرف چند ماہ یا چند دن حکومت کی تھی اور جنکا انجام بیحد عبرتناک ہوا تھا ان سے اس قسم کے خیالات کا پیدا ہونا کوئی تعجب نہین ہے — مثنوی مین رسمی طور پر شاہ عالم کی مدح بھی ہے یہ مدح صرف چار اشعار پر مشتمل ہے اور پہلا ہی فقرہ شاہ عالم پر ایک طنز معلوم ہوتا ہے —

(۱) شاہ عالم جو شاہ عالم ہے　　　حق ہے یون یہ پناہ عالم ہے
(۲) سب جو کہتے ہین اسکو ظل اللہ　　　تو اسے اپنے نام کا ہے نباہ
(۳) رات دن اب جناب مین تیری　　　عرض ہے اے کریم یہ میری
(۴) کہ اسے تندرست دائم رکھ　　　اسکی اولاد کو بھی قائم رکھ

شاہ عالم جنکی حکومت صرف لال قلعہ تک محدود تھی اور جو ١٧٦٥ء کے بعد سے انگریزون کو بنگال کی دیوانی دیکر چوبیس لاکھ سالانہ کی پنشن پارہا تھا اور جو ١٧٧٨ھ تک انگریزون کی حفاظت میں آلہ آباد مین رہا اور ١٧٨٨ء مین غلام قادر روہیلہ نے جسکی آنکھین نکال ڈالین تھین صرف ایسی حیثیت رکھتا تھا کہ اس کیلئے تعریف کے چار رسمی اشعار کافی سمجھے گئے ۔ اسکے بعد سلیمان شکوہ کی تعریف مین پانچ ~~لطوا~~ شعر هین اسکے بعد نواب وزیر علی کی تعریف مین پچاس اشعار هین معلوم ایسا هوتا هے کہ اس مثنوی کے ذریعہ سے وہ وزیر علی کے دربار مین رسائی پیدا کرنا چاهتے تھے جیسے تخت نشین هوئے چند مهینے گذرے هونگے ۔ وزیر علی کی سخاوت ۔ عشق و عاشقی اور سخن شناسی اور سخن فہمی کی بڑی تعریف کی هے ایک شعر سے معلوم هوتا هے کہ اس مثنوی کو وزیر علی کی خدمت مین بطور نذر پیش کرنا چاهتے تھے تعریف کے چند اشعار یہ هین ۔

(١) بس کہ هے عشق سے نہایت ذوق — تو بہت سا هے شعر کا هے شوق
(٢) واقعی شعر هے عجب هے چیز — آدمی اس سے سیکھتا هے تمیز
(٣) هو سخن سے بس کسی کو کام — جسکو منظور هو جہان مین نام
(٤) هے سخن یادگار عالم مین — هے سخن پائیدار عالم مین
(٥) هے سخن کا بہت بڑا درجہ — سمجھے کوئی سخن کا کیا درجہ
(٦) اور هین قدردان سخن کے جو — قدر هر یک سخن کی هے ان کو
(٧) سیرون دیتے هین وہ جواهر تول — اور لیتے هین وہ سخن کو مول

وزیر علی کی تلوار کی تعریف اسی طرح کرتے هین ۔

(١) ماہ تو یہ نہین هے گردون پر — اصفہانی هے اس کی آتی نظر
(٢) آفتابی سپر هے اوسکی یہ خور — کہ نہایت هے (١) نور سے وہ پر
(٣) اور کمان بھی هے یہ جہان اسکی — هے یہ قوس قزح کمان اسکی
(٤) هین یہ تیر شہاب اس کے تیر — نہین خصم انکے مین کرتے دیر
(٥) کیجیو یہ یقین کہ روز جنگ — هے یہ رعد اس کی ایک صدائے تفنگ

---

(١) قوس قزح

شعر نمبر ۲ کے بعد مثنوی مہہ جبین و نازبین (دلپذیر) M.i.VI 30 کے اوراق نہین ہین — کل چھ ورق ہین اسکے بعد حکایات شروع ہین — یہ نامکمل کتاب شش جہت رنگین ہے —

<u>منظر نگاری</u> اردو مثنویون مین منظر نگاری کے ماہر کمال میر حسن سمجھے جاتے ہین انھون نے قدرتی مناظر عمارتون — محفلون اور مجلسون — تقریبون شادی بیاہ کی رسمون کا اس طرح منظر کھینچا ہے کہ آنکھون کے سامنے تصویر پھر جاتی ہے — اس منظر نگاری مین جزئیات نگاری سے خاص طور پر کام لیا گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس فن مین رنگین نے میر حسن کی مثنوی سے ضرور استفادہ کیا ہے چنانچہ دونون کی منظر نگاری کے مقابلہ سے اس کا اندازہ ہوسکتا ہے مثلاً باغ کا منظر رنگین نے اسطرح کھینچا ہے —

جب وہ پہنچے سرینگر مین آ   باغ مین نازبین کے اترے جا
تھا و لیکن وہ باغ ایسا نہچ   سیر سے جس کی ہو شگفتہ دماغ
تھی جو گرد اسکے چار دیواری   کی تھی اس طرح اسکی تیاری
لاکھ ما من کرنٹہ پھسو اکر   کھوٹے سے پھر اسکو گند ھوا کر
اسکی اینٹین فرش پتھائی تھین   صرف صندل ہی مین پکائی تھین
عود مین موتیون کو تھابھونا   پھر انکا پکایا تھا چونا
سرخ یاقوت پیس کر بارہک   کی تھی سرخی یہ اسکی خاطر ٹھیک
سن کے بدلے ملایا تھا پشم   تا نہ ہو اسکی آبداری کم
مصری کوزہ(۱) کے عوض ملائی تھی   کچ فرش اسطرح نہائی تھی
کمس کے اینٹین لگائی تھین یہتی   درز ہوئے کہین یہ کیا معنی
لگا اسکی چنائی مین سارا   تھا عبیر اور گلاب کا گارا
اسکے تو پولیا تھا در کے قریب   تھا بنا وہ بہت عجیب و غریب
بیچ کے در کے تھی مقابل نہر   کم یہ تھی نہر دا سے اسکی لہر
صفحہ سے لیکے وہان تلک سارے   پڑے چھٹے تھے اسمین فوارے

---

(۱) گو

کیا خزانے کا انکے کیجئے بیان   گنج قارون تھا وہان حیران
یون جھڑی لگ رہی تھی انسے جون   برسین دن رات ساون اور بھادون
پانی مینہ انکے آگے بھرتا تھا   سامنے آتے ابر ڈرتا تھا
دو طرف تھا روش پہ جو چھتا   تو بیان اسکا ہو کس سے کیا
صندل اور آبنوس منگواکر   انکو کاریگرون سے چرواکر
چھتے چوبے بنائے تھے ایسے   ہین وہ کابل کے چوک مین جیسے
تاک ان پر چڑھائے تھے سارے   تا کسی کا نہ دھوپ جی مارے
پانی دونون طرف سے تھا جاری   اس روش تھی روش کی تیاری
پھول وہ یگی جنکی ہے جہان مین نمود   سو وہ اس باغ مین تھے سب موجود
تھا چمن کوئی نسترن سے بھرا   اور تھا کوئی یاسمن سے بھرا
موتیا سرائی بیل و داؤدی   بیشطر اسکے ہر چمن مین تھے
گل عباسی اور گل شبّو   ڈھڈھاتے تھے کھل کے راتون کو
تھے کروڑون ہی سیوتی کے درخت   تھے ہزارون ہی کیتکی کے درخت
لالہ سے تو دھک رہا تھا باغ   کیوڑے سے مہک رہا تھا باغ
جعفری و چنبیلی و کیندا   گل نسرین و نرگس و چنپا
سوسن و ارغوان و ہارسنگار   اپنی اپنی دکھا رہے تھے بہار
تھے مدن بان و موگرے کے جھاڑ   تھے نہ وہ جھاڑ لیک تھے وہ پہاڑ
اور تختے جو وہان گلاب کے تھے   تو وطیرے ہی آب و تاب کے تھے
کہ اگر انکی کیجئے تقریر   تو ہو خجل بس بہت سا ہو کشمیر
ایک سمت آبشار کا تھا شور   ایک رخ کوکتے تھے ابر مین مور
نعرے بھرتی تھی ایک طرف بلبل   ایک سو کر رہی تھی قمری قل
مالنون کا بہم بہم تھا مقال   پیارا لایا ہے کیلے والا لال
بعضے کہتے تھے راک کے اور بیلے   دیکھئے کیا ہے کھولدے کیلے
جیسے اپنے سرا کو تھا تولا   تھے وہ کہتے پکار کر جھولا

وہ عمارت جو رو برو کی تھی   باغ تھا جسم اسکا وہ جی تھی
بنی بلور کی وہ ساری تھی   اسمین نیلم کی پچی کاری تھی
پشم کی تھی ارای اوسکی عجیب   اور لگا تھا جواہر اوسمین سب
تھین زمرد کی پتیان بالکل   اور تھے لعل کے بنائے گل
تھے وہ الماس کے تراشے پھل   غم دل جنکو دیکھ جائے بہل
الغرض کرکے دست چالاکی   کی تھی حکاک نے یہ حکاکی
کہ جہانتک تھے وہان درو دیوار   نظر آتے تھے سب وہ آئینہ وار
پھل بوٹے بنے جو تھے تصویر   گرد انکے طلائی تھی تحریر
مین تو غش اس شعور پر ہونگا   کہ بہت سا تراش کر ہونگا
چوکٹھین اسمین جو لگائی تھین   تو وہ ہونگے ہی کی بنائی تھین
تھے جو در نجف کے اسمین کواڑ   تو پس الماس کے سے تھے وہ پہاڑ
سردلین تھین تمام سونے کی   تھین چھتین لا کلام سونے کی
اوپر انکے لگا جو چھجا تھا   تو وہ تھا پس فقط صدف ہی کا
توڑے جو اس تلے لگائی تھی   تو کسوٹی کی وہ بنائی تھی
پھر جو نیچے رہے تھے اسکے دب   سنگ موسی کے تھے وہ دامے سب
چاندی سونے کی چلونین تھین تمام   چھٹی رہتی تھین ان درون مین مدام
یہ بنین تھین مہین ویکسر   کہ گذر تھی چھن کے ان سے نظر
کرکے اطلس کے سائبان درست   باندھے سب مین ہی تان تان کے چست
کھچے رہتے تھے رات دن وہ مدام   تھا امونی پر بھی ٹاٹ بافی کام
تھے جڑاؤ انھون کے استادے   اور سونے کے تھے بہت سادے
ڈوریان تھین کلابتون سب   تھی تمامی کی جھالر اور غضب
تہر ایک اس پر اور تھا چھلکا   فرش تھا اس مین صرف مخمل کا
کی تھی پر اس پہ آڑے تار کی بیل   تا وہ دیوار و در کا ہووے میل
اس پہ زربفت کی جو مسند تھی   سنئے مجھ سے بیان اسکا بھی

کس استاد نے بناکر زور — ٹانک دی تھی فرنگی اس پر تور

تکیہ اسکا ہی چیل کی لاکر — رکھ دی تھی وہان قرینے پر

اس سوا اور جو عمارت تھی — کیا کہون وہ بھی ایک قیامت تھی

وہ بھی تھی ایسی رفعت کی بلند — کہ جہان آہ کی نہ پہنچے کمند

اور چھت اس مین جو لگائی تھی — تھی وہ رنگین یا طلائی تھی

فرش ہر ایک مین نرالا تھا — نقشہ سانچے مین سب کا ڈھالا تھا

اسکا مقابلہ مثنوی " سحرالبیان " مین اس منظر سے کیا جا سکتا ہے ــ

ہُے ارقوامی پایا ساقیا — کہ تعمیر (۱) کو باغ کی دل چلا

دیا شہ نے ترتیب ایک خانہ باغ — ہوا رشک سے جسکے لالہ کو داغ

عمارت کی خوبی درون کی وہ شان ــ لگے جسمین زربفت کے سائبان

چھتین اور پردے بندھے زرنگار — درون پر کھڑی دستہ بستہ بہار

کوئی ڈور سے در پہ اٹکا ہوا — کوئی زہ (۲) پہ خوبی سے لٹکا ہوا

وہ مقیش کی ڈوریان سر بسر — کہ مہ کا بندھا جسمین تار نظر

چقون کا تماشا تھا آنکھون کا جال — نگہہ کو وہان سے گذرنا محال

سنہری مقرق چھتین (۳) ساریان — وہ دیوار اور در کی گلکاریان

دئے ہر طرف آئینے جو لگا — کیا چوگنا لطف اسمین سما

وہ مخمل کا فرش اسکا ستھرا کہ بس ــ بڑھے جسکے آگے نہ پائے ہوس

رہین لخلخے (۴) اسمین روشن مدام — معطر شب و روز جس سے مشام

چھپرکھٹ مرصع کا دالان مین — چمکتا تھا اسطرح ہر آن مین

زمین پر تھی اس طور اسکی چمک — ستارون کی جیسے فلک پر چمک

---

(۱) آمادہ ہوا ــ (۲) ڈوری ــ کنارہ ہر چیز کا ــ (۳) جگمگاتی ہوئی

(۴) خوشبودار بتیان وغیرہ ــ

زمین کا کرون وہان کی کیا مین بیان — کہ صندل کا تھا ایک تختہ جہان
بنی سنگ مرمر کی چوپڑ(۱) کی نہر — گئی چار سو اسکے پانی کی لہر
قرینے سے گرد اسکے سرو سہی — کچھ اک دور دور اس سے سیب و بہی
کہون کیا مین کیفیت داربست(۲) — لگائے رہین تاک وان مے پرست
ہوائے بہاری سے گل لہلہے — چمن سارے شاداب اور ڈہڈہے(۳)
زمرد کے مانند سبزے کا رنگ — روش پر جواہر لگے جیسے سنگ
روش کی صفائی پہ بے اختیار — گل اشرفی(۴) نے کیا زر نثار
چمن سے بھرا باغ گل سے چمن — کہین نرگس و گل کہین یاسمن
چنبیلی کہین اور کہین موتیا — کہین رائے بیل اور کہین موگرا
کھڑے شاخ شبو کے ہر جا نشان — مدن بان(۵) کی اور ہی آن بان
کہین ارغوان اور کہین لالہ زار — جدی اپنے موسم مین سب کی بہار
کہین جعفری اور گیندا(۶) کہین — سمان شب کو داؤدیون(۷) کا کہین
عجب چاندنی مین گلون کی بہار — ہر اک گل سفیدی سے مہتاب دار
کھڑے سرو کی طرح چنپے کے جھاڑ — کہے تو کہ خوشبوئیون کے پہاڑ
کہین زرد نسرین کہین نسترن — عجب رنگ پر زعفرانی چمن
پڑی آب جو ہر طرف کو بہے — کرین قمریان سرو پر چہچہے
گلون کا لب نہر پر جھومنا — اسی اپنے عالم مین منہ چومنا
وہ جھک جھک کے گرنا خیابان پر — نشے کا سا عالم گلستان پر
لئے ہاتھ مین بیلچے مالنین — چمن کو لگین دیکھنے بھالنین
کہین تخم پاشی کہین گوڈ کر — پھری جاوین کہین کھود کر
کھڑے شاخ در شاخ باہم نہال — رہین ہاتھ جون مست گردن مین ڈال

---

(۱) چار طرف بہنے والی — (۲) ٹھاٹھ — انگور کی بیل چڑھانیکی ٹٹی — ڈہڈہا(۳) — سرسبز
(۴) ایک قسم کا زرد پھول — (۵) بیلے کی قسم کا ایک پھول — (۶) زرد گیندے کا پھول — بعض
گیندے کو جعفری کو اور اشرفی کو ایک ہی جانتے ہین — (۷) ایک قسم کا زرد اور سفید رنگ کا پھول

لب جو پہ آئینے مین دیکھ قد
اکڑ نا کھڑے سرو کا جد (1) تہ حد

خرامان صبا صحن چمن چار سو
دماغون کو دیتی ہر اک گل کی بو

کھڑے تہو پر قاز اور قرقرے (2)
لئے ساتھ مرغابیون کے پرے

صدا قرقرون کی بطون کا وہ شور
درختون پہ بگلے منڈیرون پہ مور

چمن آتش گل سے دہکا ہوا
ہوا کے سبب باغ مہکا ہوا

صبا جو گئی ڈھیریان کر کے پھول
پڑے ہر طر مولسریون کے پھول

وہ کیلون کی اور مولسریون کی چھانوْن
لگی جائین (3) آنکھین لئے جسکا نانوْن

خوشی سے گلون پر سرا بلبلین
تعشق کی آپس مین باتین کرین

درختون نے برگون کے کھولے ورق
کہ لین طوطیان بوستان کا سبق

سمان تھیان دیکھ اس آن کا
پڑھین باب پنجم گلستان کا

ددا (4) ۔ دائیان اور مغلانیان
پھرین ہر طرف اسمین جلوہ کنان

خواصون (5) کا اور لونڈیون کا ہجوم
محل کی وہ چہلین وہ آپس کی دھوم

تکلف کے پہنے پھرین سب لباس
رہین رات دن شاہزادے کے پاس

کنیزان مہ رو کی ہر طرف ریل (6)
چنبیلی (7) کوئی اور کوئی رائے بیل (7)

رنگیلی (7) کوئی اور کوئی شیام روپ
کوئی چت لگن اور کوئی کام روپ

کوئی کیتکی اور کوئی گلاب
کوئی موہنی اور کوئی ماہتاب

کوئی سیوْتی اور ہنس مکھ کوئی
کوئی دل لگن اور من سکھ کوئی

ادھر اور ادھر آتیان جاتیان
پھرین اپنے جوبن کو دکھلاتیان

---

(۱) جب تہ تب (۲) ایک آبی پرندا ۔ (۳) آنکھ لگا ۔ (۴) وہ عورت جو بچون کی خدمت پر مقرر ہو ۔ (۵) معتبر خدمتگار عورتین ۔ (٦) ریل پیل یعنی ہجوم ۔ (۷) جو عورتین امرا کی خدمتگاری مین رہتی انکے اسی قسم کے نام ہوتے ہین ۔

کہین اپنے پٹے سنوارے کوئی   اری اور تری کہہ پکارے کوئی

کہین چٹکیان اور کہین تالیان   تھا تے کہین اور کہین گالیان

بجاتی پھرے کوئی اپنے کڑے   کہین ہوئے ری اور کہین واچڑے (۱)

دکھاوے کوئی گوکھرو موڑ موڑ (۲)   کہین سوت ہوئے کہین تار توڑ (۳)

ادا سے کوئی بیٹھی حقہ پئے   دم دوستی کوئی بھر بھر جئے

کوئی خاصے مین جا کے غوطہ لگائے   کوئی نہر پر پاؤن بیٹھی ہلائے

کوئی اپنے طوطے کی لیوے خبر   کوئی اپنی مینا پہ رکھے نظر

کسی کو کوئی ڈھول ملے کہین   کوئی جان کو اپنی وارے کہین

کوئی آرسی اپنے آگے دھرے   ادا سے کہین بیٹھی کنگھی کرے

مقابہ (۴) کوئی کھول مسی لگائے   لبون پر دھڑی (۵) کوئی اپنے جمائے

ہوا ان گلون سے دوبالا سمان   اس باغ مین تھا یہ سرو روان

غرض لوگ تھے یہ جو ہر کام کے   یہ سب واسطے اسکے آرام کے

میر حسن کی تصویر اور رنگین کے بیان مین وہی فرق ہے جو اصل اور نقل مین ہوتا ہے — رنگین کی تصویر بے جان ٹھہری ہوئی اور مصنوعی معلوم ہوتی ہے — میر حسن کی تصویر مین حرکت پائی جاتی ہے اور یہی حرکت ایک ساکت و جامد منظر کو جاندار بنا کر پیش کرتی ہے میر حسن نے بھی مبالغہ سے کام لیا ہے لیکن یہ مبالغہ حد سے زیادہ نہین بڑھا رنگین کے یہان یہ مبالغہ پڑھنے والے کو بھی مبالغہ معلوم ہوتا ہے مثلاً چہاردیواری کیلئے کیوڑے سے گارا تیار کرانا — صندل کی لکڑی مین اسکی اینٹون

---

(۱) واچڑے — قدیم کا طنزیہ کلمہ ہے جو "واہ چہ خوش" کی بجائے مستعمل تھا — (۲) موڑا ہوا گوشہ — سلمے کی ڈوری (۳) تار توڑ — ایک قسم کا کارچوبی کام — (۴) مقابہ — سنگاردان
(۵) ہونٹون پر مسی کی تہہ جمانا —

کو پکانا ۔ لود مین موتیون کو بھون کر چونا بنانا ۔ سرخ یاقوت کو پیس کر سرخی کی بجائے کام مین لانا چنائی مین گارے کی جگہ مہر اور گلاب کا استعمال ایسا ہے جو پڑھنے والے کو سوینگر کا "باغ دلکشا" کے بجائے جسکا نقشہ رنگین کھینچنا چاہتے ہین پڑھنے والے کا ذہن پرستان کی طرف پہنچ جاتا ہے رنگین کا بیان میر حسن سے طویل تو ہے اس طوالت مین اپنی معلومات ۔ جدت ۔ تخیل اور زبان کی روانی کا رنگین نے طلسم باندھا ہے مگر باغ کے بیان مین میر حسن کے ان اشعار کا جواب کہین نہین ملتا ۔

گلون کا لب نہر پر جھومنا   اسی اپنے عالم مین منھہ چومنا
وہ جھک جھک کے گرنا خیابان پر   نشہ کا سا عالم گلستان پر
چمن آتش گل سے دہکا ہوا   ہوا کے سبب باغ مہکا ہوا
صبا جو گئی ڈھیریان کرکے پھول   پڑے ہر طرف مولسریون کے پھول

رنگین کے یہان اس قسم کے مناظر میر حسن کے مقابلےمین زیادہ ہین مثلاً پہاڑ کا منظر ۔

ایک دن ایک کوہ پاس آئے   تھکے ماندے بہت ہی گھبرائے
تھا و لیکن وہ کوہ ایسا کوہ   جسکی تھی قاف سے زیادہ شکوہ
رفعت اس کی اگر بیان کیجئے   تو بیان ہمچو آسمان کیجئے
اس سے گرتی تھی ایک چادر آب   چشم عاشق کی جس سے ہو سیراب
نرگستان تھی ایک طرف خودرو   ایک طرف تھا شگوفہ آلو
کیتکی کا ہی تھا ادھر جنگل   اور کوسون مین تھا اودھر صندل
تھے اسی طرح کے بہت اشجار   جائفے پھل ۔ لونگ اور ہارسنگار
کیوڑا ۔ سرو صندل و شمشاد   اونہین کرتے تھے جانور فریاد
سینکڑون طرح کے چرند و پرند   شاد و فرحان تھے اور تھے خورسند
کہیں ؟ چرتے پھرتے تھے ہر طرف آہو   تھیان کررہی تھین وہان کوکو

نیچے ہر ایک درخت کے لیٹے تھے — تھے ہزارون ہی اژدر اور گینڈے

سحر و طلسم کے مناظر ۔

بھیجے باہر حصار کے دیوان — نکلے ہر ایک بہ شکل جانوران
خرس و میمون ۔ شیر و پیل و پلنگ — گرگ ہو گرگ و اژدہا و نہنگ
گاہ وہ گرگ شیر ہو جاتا — شکل چوہے کی پھر ہو جاتا
گاہ میمون بن کے ماتھے مست — جاتا سب سے خود کو بالا دست
کبھی پلنگ آپ کو بنا کر دم — سب سے چلتا الگ اٹھا کر دم
پیل گاہ لوٹ اژدہا بنتا — اژدہا گاہ گرگ ہو تنتا
زہر آلودہ تھے ہزارون ناگ — منھ سے وہ سب نکالتے تھے آگ
دیو بعضے تھے آگے چلاتے — اور بعضے تھے منھ چڑاجاتے
بعضے اپنے بجاتے تھے جوتی — بعضے پتھر تھے چابتے کڑ کڑ
کوئی دیتا تھا سینگ خاک مین گاڑ — کوئی لیتا درخت کو تھا اوکھاڑ
کوئی آ پھینکتا تھا انگارے — کہ مین ڈر سے سب وہ بیچارے

نازنین کا دریا کے کنارہ قدیم دستور کے مطابق روشنی اور آتش بازی کا شام کے وقت انتظام کرنیکا حکم دینا ۔

روشنی کی تیاری ۔

قصہ کوتاہ لگی جو ہونے شام — تو ہوا نازنین کا یہ احکام
یعنی ہو تماشون کی تیاری — اب ہو روشنی کی گلکاری
یہ سن اس کام کی جو تھین استاد — دو تین وہ کرنے روشنی ایجاد
لب دریا پہ بلیون کو گاڑ — باندھے تماشے انھون نے جیسے پہاڑ

بانس انہین کروڑ ہا ہی لگائے   بنگلے پھر انہین لاکھ ہا ہی بنائے
سنگٹرون برج ہی اٹھا ڈالے   کئیے تو پوٹنے بنا ڈالے
بارہ دریان بنائین اسمین ہزار   اور ہنڈولے بہت کیے تیار
تھے جو خانون مین شماشرون کے چراغ   نظر آتے تھے بس وہ باغ کے باغ
مین تو ہون اتنی عدگی کا غلام   کہ وہ سونے کے تھے چراغ تمام
تھا اونمھون مین نہ تیل تیلی کا   تیل ان سب مین تھا چنبیلی کا
روش نرمی کی ستھری منگوا کر   اسکو کھترانیون سے تنوا کر
بتیان اسکی سب بنائین تھین   اون چراغون مین وہ جلائین تھین
پار بھی روشنی تھی بس اسطرح   وار کی کہہ چکا ہون مین جسطرح
نظر آتی تھی روشنی کی جھلک   لہر مین وار پار کو سون تلک
چاند ہو کیون نہ اسکے آگے ماند   لوٹتے تھے کروڑون اسمین چاند
یون وہ دریا پہ روشنی جو ہوئی   تو اسے دیکھ خلق کہنے لگی
روشنی یہ نہین ہے لیجے تاڑ   کہے سونے کا یہ کھڑا ہے پہاڑ
کوئی کہتا تھا کوٹ لنکا کا   یہان رکھا ہے کس نے سحر سے لا
گرچہ اسکی بہت ہے چوڑائی   پر یہ دریا اسی کی ہے کمائی
اور ریتی جو بیچ مین تھی پڑی   تھی بہت عرض و طول مین وہ بڑی
گھر اسمین دئے تھے لاکھون گاڑ   لیکن ایسے کہ ایک ایک پہاڑ
تھے بھرے انہین اسقدر تارے   آسمان پر ہین جسقدر تارے
چھوٹتے تھے کروڑ ہا مہتاب   کسکو معلوم تھا انھون کا حساب
آگے تھے پٹاخون کے ایسے جھاڑ کھڑے ۔ کہ درختون سے سب جہان کے بڑے

آگ جسوقت انہیں دکھاتے تھے — لوگ سب دور بھاگ جاتے تھے
چادریں کھلیاں تھیں چھوٹ کے جب — سیر ہوتی تھی روشنی میں تب
(۱) خانی ہر ہر طرح کی بوقلموں — نظر آتی تھی سب درون و بروں
چھوٹتی تھی جو پھر ہوائی توپ — اسکو کہتے تھے سب خدائی توپ
گولہ جاتا تھا اسکا کوسوں تک — الغرض جا کے وہ قریب فلک
پھوٹتا تھا پھر اس صدا (۲) سے وہاں — کہ لرزتے تھے سب زمین و زماں
ساتھ اس پھوٹنے کے پس فی الفور — نظر آتی تھی ایک سیر یہ دور
کہ نکلتے تھے اسمیں سے ٹوٹے — پر بڑے خوب اور بہت موٹے
جب وہ چھٹ چکتے سارے اسمیں سے — تھے نکلتے ستارے ان میں سے
حسل آسمان کے کوسوں تک — نظر آتی تھی پس انہیں کی جھلک
تھے جو ستھرے بڑے بڑے وہ انار — لاکھ ہا تھے چھٹے قطار قطار
انکو دیتے تھے جب برابر داغ — خلق کہتی تھی ہے یہ لکھی باغ
پھلجڑیاں کرتی تھیں ایک طرح زور — چرخیوں کا بھی ایک سو تھا شور
بڑ کاغذ کے جو اڑاتے تھے — تو وہ اسطرح سے بناتے تھے
ڈھانچ قندیل کیطرح بنوا — انکو پھیری سے خوب سا بند ہوا
مڑھ کے کاغذ سے کرتے تھے تیار — ایک دو میں کیا ہزار ہزار
لکڑیاں اندر اسکے کرکے کھڑی — امیں رکھتے تھے ایک ناند بڑی
اسمیں بھرتے تھے دھان کے بھوسے — ایک وہ جو (۳) مہین تھے تو سے
آگ سے پھر اسے جلاتے تھے — دھواں اسمیں سے وہ اٹھاتے تھے
جب دھواں خوب بیل سماتا تھا — تب وہ بڑ آسمان کو جاتا تھا

---

(۱) خانے ـ (۲) صدا ـ (۳) پیال

کہیں لڑتے تھے ہاتھیوں کے جوڑ　　کہیں کرتے تھے گینڈے ان کا توڑ
کہیں ہرنوں نے سینگ جوڑے تھے　　کہیں ارنوں نے پیٹ پھوڑے تھے
کہیں آپس میں دیو تھے لڑتے　　عضو عضو انکے جل کے تھے جھڑتے

قیاس ہے کہ یہ اشعار بھی رنگین نے میر حسن سے متاثر ہو کر لکھے ہیں کیونکہ میر نے آصف الدولہ کی شادی کے سلسلہ میں اسی قسم کی روشنی بندی کا ایک منظر نظم کیا ہے ۔

اس روش روشن تھا واں ہر اک چراغ　　فرش پر جسکا لٹکتا تھا دماغ
تھے اوپر جوں جوں جلتے تھے چراغ　　تھا عدو کو داغ پر لاتے داغ
دود اسکا ہوتا تھا جوں جوں بلند　　آتش صورت پہ تھا دشمن پسند
اک چراغاں کا یہ تھا تنہا ظہور　　موجزن رہتی میں تھا دریائے نور
دیکھ روشن اسمیں کاغذ کے کنول　　جل گئے پانی میں غیرت سے کنول

آتش بازی کے چھٹنے کا حال اسطرح بیان کیا ہے ۔

ہاتھی آتش بازی کے چھٹتے تھے جب　　نور کوہ طور تھا نظروں میں سب
نور اسکے اسمیں چھوٹے اس نمط　　چھوٹتی ہے جسطرح دریا میں بط
جسکو کھنچکر کہیں میں وہ نہ تھا　　وجد میں آتش کا دل تھا پر ملا
بسکہ چھٹتے تھے ستارے بیشمار　　آسمان کی سی زمین پر تھی بہار
پھلجھڑی ۔ مہتاب ۔ گلریز اور انار　　کرتے جاتے تھے طبق گل کے نثار
تھیں نہ روشن مورتوں کی ٹٹیاں　　مرد مغاری بھی تھے جلوہ کناں
ھصل چھٹی تھی از بس پھلجھڑی　　نور کی بارش تھی واں گویا جھڑی

جس طرف جاتی تھی وان مد نگاہ | جوش گلزاری سے باقی تھی نہ راہ

اس موقع پر البتہ رنگین نے میر حسن سے زیادہ تفصیل اور جزئیات نگاری سے کام لیا ہے اور پورا منظر زندگی اور حرکت سے معمور ہے —

انہی مناظر مین ایسے موقع آتے ہین جہان عورتون اور مردون کے لباس کی تفصیل بیان کی جاتی ہے — میر حسن نے "بدر منیر" کا سراپا بیان کرتے ہوئے یہ اشعار لکھے ہین —

عجب طرح کا حسن تھا جانفزا | کہ مہہ روبرو جسکے تھا تھک رہا
کرون اسکی پوشاک کا کیا بیان | فقط ایک پشواز آب روان
(۱)
زہس موتیون کی تھی سنجاف کل | کہے تو وہ بیٹھی تھی موتی مین تل
(۲)
اور اک اوڑھنی جون ہوا یا حباب | جسے دیکھ شبنم کو آوے حجاب
صباحت صفا اسمین جھلکی ہوئی | پڑی سر سے کاندھے پہ ڈھلکی ہوئی
گریبان مین اک تکمہ الماس کا | ستارہ سے مہتاب کے پاس کا
وہ کرتی وہ انگیا جواہر نگار | تہا باغ اور ابتدا کی بہار
وہ چھب تختی اور اسکی کرتی کا چاک | تراشے کی انگیا کسی ٹھیک ٹھاک
جھلک پائجامہ کی دامن سے یون | کہ روشن ہو فانوس مین شمع جون
صفائی یہ پوشاک کی دیکھیو | نظر سوچ مین ہے کہ میلی نہ ہو
(۲)
وہ ترکیب اور چاند سا وہ بدن | وہ بازو پہ ڈھلکے ہوئے نورتن
جڑاؤ وہ بالے کہ حالے کا رشک | وہ موتی کہ مالے کہ عاشق کا اشک
وہ آنکھون کی مستی وہ مژگان کی نوک — کرن پھول کی اور بالی کی جھوک

---

(۱) گوٹ — (۲) باریک ریشمی کپڑا — (۲) جسم کی بناوٹ

وہ موتی کا دولڑا[1] وہ موتی کا ہار
سدا اشک غم دیدہ جس پر نثار

لگو[2] ہنگ کی بیچ لڑا ست لڑا
سراسر گلے حسن اسکے پڑا

جڑاؤ دمکی وہ چنپا کلی
رہے جس سے الماس کو بے کلی

گلے اسکے موتی لگے گرد گل
کہ جوں شبنم آلودہ ہو برگ گل

جہانگیریوں کا کروں کیا بیان
کہ اٹھتی تھی ہاتھوں سے جسکی فغان

جواہر سے سینے کی ہیکل جڑی
کمر اور کولے کے نیچے پڑی

فقط موتیوں کی پڑی پائے زیب
کہ جسکے قدم سے گہر پائے زیب

کسی کے کہاں ہاتھ وہ پاؤں آئے
جواہر جہاں پاؤں پر پڑ کے جائے

سراپا اگر ہو زبان میرا تن
سراپا میں اسکے کروں کیا سخن

سب اعضا بدن کے موافق درست
ہر ایک کام میں اپنے چالاک و چست

جہاں راستی چاہیے راستی
کجی جس جگہ چاہیے واں کجی

وہ مکھڑا جسے دیکھ مہ داغ کھائے
وہ نقشہ کہ تصویر کو حیرت آئے

جو کچھ چاہئے ٹھیک نک سک[3] سے انگ[4]
نزاکت بھرا سونے کا سا رنگ

کچھ اک حمکت اور کچھ اک بانکپن
غرض ہر طرح میں انوکھی پھبن

کرشمہ ادا غمزہ ہر آن میں
غرض دلبری اسکے فرمان میں

تغافل — حیا — ناز — شوخی — غرور
ہر اک اپنے موقع پہ وقت ضرور

تبسم — تکلم — ترحم — ستم
موافق ہر اک حوصلے کے کرم

وہ ابرو کہ محراب ایوان حسن
جھکی شاخ نخل گلستان حسن

---

(۱) دولڑی کا ہار — (۲) گلے کا زیور — (۳) قامت نقشہ — (۴) جسم

نگہ آفت و چشم فتنہ بلا — مژہ دیکھین صفون کو الٹ پھر ملا

در گوش جب اسکا تابندہ ہو — صدف کا دل صاف شرمندہ ہو

وہ بینی کہ جسکی نہین کچھ نظیر — ہے انگشت قدرت کی سیدھی لکیر

وہ رخسار نازک کہ ہوجائے لال — اگر اس پہ بوسہ کا گذرے خیال

نہین رطب و یابس کا یان کچھ حساب — بیاض گلو سب کی سب انتخاب

وہ ساعد وہ بازو بھرے گول گول — برابر ہو الماس کے جسکا مول

وہ دست حنا بستہ خوبی کا باب — شفق مین ہو جون پنجہ آفتاب

زہے شکل آئینہ صفا اسکا تن — کہے تو کہ تھی ناف عکس ذقن

کمر کو کہون کیونکہ مین اسکی ہیچ — نہ آوے نظر تو ہے قسمت کا پیچ

وہ زانو کہ آجائے گر اس پہ ہاتھ — رہے ہو بھر ہاتھ زانو کے ساتھ

وہ ساق بلورین وہ انداز پا — پھرے ہر سحر چشم و دل مین سدا

قد و قامت آفت کا ٹکڑا تمام — قیامت کرے جسکو جھک کر سلام

وہ اٹھکھیلیان اور وہ اسکی چال — کہ دل جس سے عالم کا ہو پائمال

بھلا کبک کیسی ہی گو چال لائے — کہان پر وہ رفتار گو اسکی پائے

کبک (۱) چال اسکی کوئی کیا چلے — یہ انداز سب اسکے پاؤن تلے

عجب پشت پا صاف انگشت پا — کف پا دکھاوے سر پنجہ پا

مفرق جواہر سے ان جفت کفش — نہ وہ ملتہ پا بلکہ پا منت کفش

---

(۱) مستانہ انداز سے چلنا

رنگین نے اس مثنوی میں جابجا ایسے مناظر پیش کیے ہیں مثلاً" مہہ جبین و دانشور کا بھیس بدلنا ـ

کرکے سادہ بناؤ اپنا خوب　　　ہوئیے تیار دونو وہ محبوب

رکھ کے گیندوں کو چھاتیوں کی جا ـ سادی انگیا لی مہہ جبین نے چڑھا

اوپر اسکے پہن کے تہہ تنا　　　ایک طامہ گوٹ وہ پہنا

پہنی سادی ازار ساٹن کی　　　پر جو تھی ہوٹھوں سے وہ کھٹکی

تھی جو چادر مہین گل کل کی　　　سو وہ اوڑھ اس نے اپنے سر پر لی

مس دوا نگی گل کے مردانی　　　فقط ایک ایک پہنی چوڑانی (۱)

چوڑی مینے کی ہاتھ میں ڈالی　　　اور جگنی (۲) ہی باندھ لی خالی

پہنے دو تین چار گہنے اور　　　کیا بال کا بھی اپنا سارا طور

تھون ایک ہوٹھوں کی ہاتھ میں ڈال ـ ہولیا ساتھ اسکے نے کو سبنھال

کر یہ سادہ بناؤ اسنے تمام　　　رکھ لیا اپنا نرہائی نام

اور دانشور اسکا تھا جو وزیر　　　اسنے کی یہ بناؤ کی تدبیر

جلد باندی پہن کے کلیون دار　　　اپنا گومن پنا کیا اظہار

ڈھیلا پاجامہ کھینچ کشیکا　　　جوڑا بالون کا سر سے باندھ لیا

ڈوپہ کا دوپٹہ سر پر ڈال　　　اسنے گہنے کا کچھ کیا نہ خیال

جب یہ تیار سب ہوا اسباب　　　ہی فضیلت لیا پھر اسنے خطاب

یون وہ تیار ماتھون ماتھ ہوئیے　　　ہو کے تیار اسکے ساتھ ہوئیے

نازنین کا لباس ـ

پہنا شبنم کا لہنگا کلیون دار　　　زعفرانی جوڑا تھا سیا تیار

---

(۱) چوڑی کی قسم ـ　(۲) جگنو

چوڑانی (چوڑانیا) ایک زیور کانوں میں پہننے کا جس میں موتی کے چار دانے لگے ہوتے ہیں ـ ممکن ہے چوڑی میں ہر چار پوتھو کے دانے لگاتے ہوں یا اسی قسم کی چیز کو بھی کہتے ہوں ـ ترکیب کے لحاظ سے [illegible]

ساری کلیون پہ اسکی تھا گوٹا　　اور بیلہ روپہری تاس کا تھا

اوپر اسکے بہت لگائی تھی　　لہر دونو طرف سلائی تھی

رکھدئیے تھے پھر اسکے اندر ڈانک (١)　　اوپر ان سب کے دئیے تھے چنپا ٹانک

دی تھی

اس پر انگیا جو تھی وہ رانی کی (٢)　　تھی وہ ڈھاکے کی جامدانی کی (٣)

تھا جو لیا وہ مین سے پہلام (٤)　　اسمین اسکی ہے توئیان تھین تمام (٥)

گوکھرو ستھرے بچکون کے بتا (٦)　　دُھرے دُھرے دئیے تھے اس پہ لگا

کی مغلائیون نے ملکے شتاب　　بیچ مین انکے تھی لگائی حباب

سر پر اوڑھی جو اسنے تھی ساری　　تو وہ قیمت مین تھی بہت بھاری

اور سراندیپ کی بنائی تھی　　نذر کے طور سے وہ آئی تھی

پہنا گہنا بھی اور ہی سارا　　یعنی جوجو لگا اسے پیارا

شوق تھا بسکہ اسکو بے سرسے　　ناک مین ڈالی وہ چھوا سر سے

ڈھیریان جو جڑاؤ تھین تیار　　لیا کانون مین وہ پہن یکبار

بتے معلونکے بالیون مین ڈال　　پہن کنگلون مین بالیان وہ سنبھال

تھے زمرد کے جو فقط مالے　　اسنے اپنے گلے مین وہ ڈالے

کیکرے کے جڑاؤ بازو بند　　باندھے بازو پر اپنے کرکے پسند

خوانچی مین سے اور اٹھا جھٹ پٹ۔ اسنے جلدی چڑھالئے انوٹ

ان مناظر مین بھی رنگین کے بیان میر حسن سے زیادہ تفصیل ملتی ہے اور اس سے اس عہد کے لباس زیورات اور لوازمات آرائش کا پورا اندازہ ہوجاتا ہے ۔

---

(١)　　(٢)　　(٣)

(٤)　　(٥)　　(٦)

مثنوی کو طول دینے کیلئے رنگین نے بعض اور مناظر بھی تفصیل سے کھینچے ہین۔ مثلاً"

ہولی کا منظر۔

بھر کے پچکاریون مین رنگین رنگ   نازنین کو کھلاتی ہولی
یون غرض آئی بہو ور بھی ادھر   کھڑی کوٹھے پہ نازنین بھی ادھر
چلتی ہی دو طرف سے پچکاری   مینھ برستا ہے رنگ کا بھاری
بادل آئے ہین گھر گلال کے لال   کچھ کسی کا نہین کسی کو خیال
وہ جو ہے اپنے کام مین پکی   لی ہے پچکاری اسنے بس یکی
یعنی دور اسکی دھار جاویگی   جسکو چاہون گی یہ بھگادیگی
ہاتھ مین جسکے وہان ہزارا ہے   ایک عالم کو اسنے مارا ہے
ہین جو مصروف سب صغیر و کبیر   اڑ رہا ہے گلال اور عبیر
بنگئے ہین ہوا مین وہ بادل   اور زمین مین پڑے ہین تھل کے تھل
سر کے بالون کا ہے کسکو غم   کوئی ملتی ہے آنکھ ہی ہردم ناموزوں
ہے کھڑی کوئی بھر کے پچکاری   ہے کسی نے کسی کو جا ماری
کوئی جاتی ہے اسطرف سے ادھر   کوئی آتی ہے اس طرف سے ادھر
بھر کے پچکاری وہ جو ہے چالاک   مارتی ہے کسی کو دور سے تاک
اور اٹھا کر کسی نے بھاری گیند   کھینچ مین کسی کی ماری گیند
کسی نے بھر کے رنگ کا تسلا   ہاتھ سے ہے کیا کسی کا منھ پیلا
اور شیشی مین اپنی بھر کے گلال   ڈالکر رنگ منھ کیا ہے لال
جسکے بالون مین پڑ گیا ہے عبیر   پڑ پڑ اٹھی ہے پہ وہ ہو دلگیر
ایسی ہولی کا کچھ جو آ جاوے   کوئی مچ ایسے کھیل مین آوے

جسکے لاگا ہے قمقمہ بھاری — ہاتھ سے وہ ٹھیک کے پچکاری
کہتی ہے یون پھار کر جھولی — ستیا ناس ہو تیرا ہولی
جسکی آنکھون مین پڑ گیا ہے گلال — وہ یہ کہتی ٹھٹھک کے ہے فی الحال
پلکین مجھ پر آہ فوج کی فوج — گھر سے مین اپنے آج آئی نوج
گیند جسکے لگے ہے سینے مین — شک ہے یہ شبہ اسکے جینے مین
وہ یہ کہتی ہے فش مین آکر لیٹ — ہوئے ہولی کہین یہ ملیا میٹ
جسنے ڈالا ہے حوض مین جسکو — وہ یہ کہتی ہے کوس کوس کو
یہ ہنسی تیری بھاڑ مین جلوے — مجکو ہولی نہ دوسری آوے

اردو شاعری کی تاریخ مین نظیر اکبر آبادی کے علاوہ شاید ہی کسی نے ہولی کے منظر کو اسقدر تفصیل سے لکھا ہو لیکن نظیر کے یہان ایک خاص یہ ہے کہ انکی ہولی عوامی رنگ مین ہے جسکی وجہ سے بعض پست اور مبتذل اشعار بھی اسمین آگئے ہین — رنگین کی ہولی کا منظر ایک شہزادی کی ہولی ہے لہذا اسمین پستی پیدا نہین ہوئی ہے — اس قسم کا دوسرا منظر رقص کا منظر ہے اسے رنگین نے نہایت ہی تفصیل سے لکھا ہے اور اسکے ساتھ ہی مختلف نقلین اور تماشے جو ایسی محفلون مین ہوتے تھے تفصیل سے بیان کئے ہین — رقص کا منظر میر حسن نے بھی بیان کیا ہے لیکن یہان بھی رنگین کے یہان میر حسن سے بہت زیادہ تفصیل ملتی ہے — مثلاً —

<u>رقص کا منظر</u>

فرش تھا چاندی کا صاف عجب — تین رخ اس پہ کرسیان تھین سب
بیچ مین انکے تخت تھا جو دھرا — نازنین بیٹھی اس پہ ناز سے آ
جتنی امرا تھین رنڈیان یکسر — کرسیون پر وہ بیٹھیان آ کر

چاندی سونے کے شمعدان جو تھے   تو وہ اس فرش پر تھے لاکے دھرے

تورو جھالر بنا کے سب پر زر   ٹانکے کاریگرون نے تھے ان پر
شمعین کافوری موم کی بنوا   انکو دو چار رنگ سے رنگوا
روشن ان پر کیا تھین لاکے تمام   دیکھتے تھے انھون کو خاص و عام

اور کسی مین سے چھوٹتا تھا انار   لیکن اتنا بلند جتنا چنار
جاتی جون کسی سے چلتے تھے   اور ستارے کوئی اگلتے تھے
وہ جوان کے جھاؤ تھے گلگیر   تو بنائی ہوئی تھی وہ تصویر

سبز تھے کوئی انہین کوئی لال   تھا ہر ایک رنگ پر ہر ایک کا جمال
تھی جو سو سو کی ایک ایک قطار   تو عجیب طرح کی تھی ان پہ بہار
قطارون مین فاصلے جو پڑے   تو پھر ان سب مین طائفہ تھے کھڑے
ناچتی تھین کسی مین کنچنیان   پر فقط گانے والی دو جنیان

اور کسی مین کھڑی ہو ڈومنیان   سہر سب کو چکمار مین تھین وہان
ناچی تھی کھڑی کوئی سنگیت   کوئی خالی ہی گاتے تھی گیت
بھڈئی کر کوئی رجھاتی تھی   کرکے نقلین کوئی ہنساتی تھی
کہ فقط ناچی تھی کوئی پری   اور کرتی تھی اسمین جلوہ گری
فرش کے تھا ادہر ادہر جو مکان   تو سنو مجھ سے تم وہان کا بیان

سوانگ جو اس طرف سے آتی تھی　　تو یہی اس طرف کو جاتی تھی

ایک تھن من جو تھین کئی جہان　　پھر تھپکا وہ سوانگ تھین بنیان

حلقہ سر پر رکھے تھے سب نے بنا　　لیکن انکو کاریون سے منڈھا

بال سر کے دئیے تھے سب نے چھوڑ　　دونو ہاتھون سے پر لٹون کو مروڑ

مندری ستھری بہت سنگائی تھی　　سب نے کانون مین وہ لگائی تھی

خاصے خاصے منگا کے بے تیز　　سب نے باندھی تھین دھوتیان کسکر

آگے مین سجے جوتیون کو جلا　　تھا بھبھوت اپنے اپنے تن سے ملا

تھین چھپائی جو چھاتیان منظور　　تو انھون نے یہی کیا تھا شعور

کہ لگائین تھین گاتیان سب نے　　یون چھپائین تھین چھاتیان سب نے

اور سر اپنے وہ ملاتین تھین　　ایک ہی سر مین ملکے گاتین تھین

ٹھیکرا ہاتھ پر کسی نے اٹھا　　آگ اسمین بہت سی دی تھی جلا

کل کے کافر ہاتھ کو ہر دم　　اسکو وہ سونپتے تھی بس بے رحم

سوانگ بنٹے کا وہ جو لائی تھی　　اسنے شکل اپنی یون بنائی تھی

پگڑی رکھ سر پہ موتی آگی کی　　تا کڑی باندھ لی تھی تاگے کی

جامہ پہنا جو اسنے تھا اس دم　　تو وہ تھا ساتھ پات سے بھی کم

اور جوتی تھی اسقدر ہی بڑی　　کہ وہ تھی جوتیون پہ اسکے پڑی

دھوتی باندھے تھی ایک موٹی سی　　وہ بھی دو ہاتھ کی لنگوٹی سی

اور چکتے تھی وہ ایسی ہی ناپید　　سیرون صابن جو نہ ہوئے سفید

تسبیح لی تھی ھی بغل مین داب　　تھا رکھا کان پر قلم کو شتاب
لیکھا چوکھا ھی کرتی آتی ھے　　سب کو تقریرون سناتی ھے

کوئی کہتی تھی دیکھ دم نہ ھلا　　کوئی کہتی تھی اپنے پر نہ پھلا
تھا کھچا یا الف کسی نے جھجھک　　ناک سے لیکے تا بہ مانگ تلک
خوب سا موتیا کے عطر مین بھر　　آئی تھی کوئی روئی کان پہ دھر
جی مین اپنے سمجھ کوئی اچھا　　پہن آئی تھی پوتھ کا لچھا

تھی جو وہ کانچ کی بڑے ڈھون　　لی تھی سو کان مین کسی نے پہن
وہ جو پٹھان تھین لیلے و مجنون　　اصل سے نقل انکی تھی افزون
اور ھی سوانگ کوئی لائی تھی　　کہ فرنگی وہ بن کے آئی تھی
ٹوپی اسنے رکھی تھی سر پر کج　　طرحی تھی قدم بناکر دھج
اور اسنے بہت سی کو پھرتی　　پہنی بانات کی تھی لیاد کرتی
تھی جو ستھری ولائتی پوجس　　پاؤن کو دی تھی اس سے آرایش
کرچ تھی ایک ہاتھ مین خونخوار　　تولتی تھی اسے وہ سو سو بار
تھا دوسرے ہاتھ مین جو تھا رومال　　دم بدم اس سے جھاڑتی تھی بال
تھا جو نوکر وہ اسکے ساتھ پری　　بوتل ایک اسکے ہاتھ مین تھی بھری

منہ سے پھٹنے کو وہ بجاتی تھی　　تال و سم پر انھین نچاتی تھی
بھان جہان مین پٹھیان تھین کہین　　ہاتھ سے اپنے کرکے صاف زمین
کوئی کہتی تھی انھین بھان ھی　　کوئی کہتی تھی انھین جان ھی

کوئی کہتی تھی حکم ہو جو ذرا   تو ہورجن کو مین کرون چنڈ ها
کوئی کہتی تھی مین اگر نہ ڈرون   تو کسی لڑکے کو گلہری کرون
پر بہت انمین جوشش تھی گرم   تھی وہ کہتی پکار کرکے شرم
اپنی خوبی کو کیا بیان کرون   کہو تو بوڑھے کو جوان کرون

اور کبوتر کوئی بناتی تھی   کوئی بس آئینہ ہی لگاتی تھی
وہ جو ان سب مین تھی بہت خوشرو   تو وہ دو کرکے ایک گولی کو
ایک کو ناک مین چڑھاتی تھی   ایک کو کان مین چھپاتی تھی
ساتھ کھنکارنے کے دومین ایک   وہ نکلتی تھین دونو ہو کر ایک
جونسی انمین تھی بہت تہور   وہ سلائی سے ہرنیون کو چیر
آنکھ مین اپنی ڈالتی تھی اسے   اور منہہ سے نکالتی تھی اسے
جونسی انمین تھی بہت استاد   کسب تھا اسکو اپنا سارا یاد

رکھ کے انڈے کو وہ ہتھیلی پر   اور سب سے ملا کے اپنی نظر
ایک ہتھیلی مین ڈال لیتی تھی   اور منہہ اسکا باندھ دیتی تھی
گرد سو دیکے بس اسے چکر   پھر لیتی تھی رکھ ہتھیلی پر
منہہ سے کچھ کچھ پھر اپنے بکی تھی   اور ہتھیلی کو وہ تھپکی تھی
پھر یہ کہتی تھی سب سے ہے وہ کہان   نہین انڈے کا اسمین نام و نشان
دیکھ وہان بہرہ ور کو دانشور   آگے حیرت مین رہ گیا ششدر

ان مناظر سے معلوم ہوتا ہے کہ رنگین کا مشاہدہ نہایت تیز تھا مختلف طبقون کے لباس انکی

زبان اور لب و لہجے پر بڑی قدرت تھی اور اس اعتبار سے انکی مثنوی کا یہ حصہ اگرچہ میر حسن کے بعد لکھا گیا اور میر حسن سے متاثر معلوم ہوتا ہے بایں ہمہ تفصیل و تشریح کے اعتبار سے رنگین کا یہ نقش ثانی میر حسن کے نقش اول پر ایک اضافہ ہے ۔

مثنوی نگاری میں دوسرا کمال جذبات نگاری میں ظاہر ہوتا ہے خاص طور پر عشقیہ مثنویوں میں عالم فراق میں جو اشعار لکھے جاتے ہیں انہیں اعلی درجہ کی جذبات نگاری کا موقع پیدا ہوجاتا ہے ۔ میر حسن نے بے نظیر کے غم میں بدر منیر کی حالت اسطرح بیان کی ہے ۔

گئے اس پہ جب دن کئی اور بھی — بگڑنے لگے پھر تو کچھ طور بھی
دوانی سی ہر طرف پھرنے لگی — درختوں میں جا جا کے گرنے لگی
ٹھہرنے لگا جان میں اضطراب — لگی دیکھنے وحشت آلودہ خواب
آہ مجبور کر دلہن کرنے لگی — در اشک سے چشم بھرنے لگی
خفا زندگانی سے ہونے لگی — بہانے سے جا جا کے سونے لگی
جب غم کی شدت سے پھر کانپ کانپ — اکیلی لگی رونے منہ ڈھانپ ڈھانپ
نہ اگلا سا ہنسنا نہ وہ بولنا — نہ کھانا نہ پینا نہ لب کھولنا
جہاں بیٹھنا پھر نہ اٹھنا اسے — محبت میں دن رات گھٹنا اسے
کہا گر کسی نے کہ بی بی چلو — تو اٹھنا اسے کہہ کے ہاں جی چلو
جو پوچھا کسی نے کہ کیا حال ہے — تو کہنا یہی ہے جو احوال ہے
کسی نے جو کچھ بات کی بات کی — پہ دل کی جو پوچھی کہی رات کی
کہا گر کسی نے کہ کچھ کھائیے — کہا خیر بہتر ہے منگوائیے
کسی نے کہا سیر کیجئے ذرا — کہا سیر سے سیر ہے دل مرا
جو پانی پلانا تو پینا اسے — غرض غیر کے ہاتھ جینا اسے

نہ کھانے کی سدھ اور نہ پینے کا ہوش — بھرا دلمین اسکے محبت کا جوش
چمن پر نہ مائل نہ گل پر نظر — وہی سامنے صورت آٹھون پہر

ہوا آفتاب الم جو طلوع — اداسی کا ہونے لگا دن شروع
ذرا آئینہ لیکے دیکھا جو رنگ — تو جون آئینہ رہ گئی وہ بھی دنگ
بدن کو جو دیکھا تو زار و نزار — کسی کو کوئی جیسے دیوے فشار
فلک کی طرف دیکھہ اور شکر کر — لگی دلکو بہلانے ایدھر اودھر
زبان پر تو باتین ولے دل اداس — پراگندہ حیرت سے ہوش و حواس
نہ منہہ کی خبر اور نہ تن کی خبر — نہ سر کی خبر نے بدن کی خبر
اگر سر کھلا ہے تو کچھہ غم نہین — (1) جو کرتی ہے چلی تو محرم نہین
جو مسّی ہے دو دن کی تو ہے وہی — جو کنگھی نہین ہے تو یونہی سہی
جو سینہ کھلا ہے تو دل چاک ہے — غم آلودہ صبح طربناک ہے
نہ منظور سرمہ نہ کاجل سے کام — نظر مین وہی تیرہ بختی کی شام
ولیکن یہ خوبون کا دیکھا سبھاؤ — کہ بگڑے سے دونا ہوا انکا بناؤ
نہین حسن کی اسطرح بھی کمی — جو بگڑی ہے بیٹھی تو گویا بنی
غرض ہے ادائی ہے انکی ادا — بھلون کو سبھی کچھہ لگے ہے بھلا
جو ماتھے پہ چین جبین غم سے ہے — تو وہ بھی ہے اک موج دریائے شے
وہ آنکھین جو روتی ہین بس پھوٹ پھوٹ — تو گویا کہ موتی بھرے کوٹ کوٹ
تپ غم سے یون تمتماتے ہین گال — کہ جون رنگ لالہ ہو وقت زوال
گریبان سینے پہ ہے جو کھلا — تو گویا وہ ہے صبح عشرت فزا

(۱) خبردار

نقاہت سے چہرہ اگر زرد ہے   دیا آہ ہونٹون پہ کچھ سرد ہے
ادا سے نہین یہ بھی عالم جدا   کہ ہے چاندنی اور ٹھنڈی ہوا

رنگین کے یہان اس قسم کے مناظر کا یہ انداز ہے —

مہ جبین کی عجب ہی ہے حالت   ہے نہ وہ حسن اور نہ وہ رنگت
غم سے پژمان ہین چھائیان منہہ پر   چھٹ رہی ہین ہوائیان منہہ پر
(1)
ہونٹھ پپڑا گئے ہین رنگ ہے فق   نہین حواس اور ہوش مطلق
دونو آنکھین ہین ڈبڈبائین ہوئین   حالتین عشق کی ہین چھائین ہوئین
گاہ تڑپے ہے گاہ لوٹے ہے   بال سر کے کبھی کھسوٹے ہے
گاہ خاموش گاہ خروشی ہے   گاہ بیہوش گاہ ہوش مین ہے
گاہ پتھر پہ سر کو مارے ہے   گاہ خاموش کچھہ پکارے ہے
مدعا یہ کہ ایک دم چین ہے کہین   دل بیتاب اس کو چین نہین

معلوم ہوتا ہے کہ ایسے مناظر کے بیان کرنے مین رنگین کو زیادہ دلچسپی نہ تھی انکی زندہ دلی اور شوخ طبیعت ہی راگ رنگ کی محفلون کی تفصیل مین بہار دکھاتی ہے — الم انگیز جذبات کا بیان کرنا انکے بس مین نہ تھا اس اعتبار سے مثنوی میر حسن مین جو اثر آفرینی پائی جاتی ہے وہ رنگین کے یہان نہین ملتی — میر حسن کی مثنوی واقعی سحر آفرینی ہے اور رنگین کی مثنوی مضمون آفرینی اور معنی آفرینی اسمین شبہ نہین کہ اس مثنوی مین قدرت بیان — قوت زبان — وسیع مشاہدہ — ماحول کا مطالعہ — انتخاب اور تجزیہ سب کچھ ملتا ہے اور بلا شبہ میر حسن کی مثنوی کے بعد اس قسم کی مثنویون مین یہی مثنوی سب سے اہم معلوم ہوتی ہے —

رنگین اور میر حسن کی مثنوی کے مقابلہ کے جو اشعار پیش کیے گئے ہین ان سے اس خیال کی تائید ہوتی ہے کہ رنگین نے میر حسن کی اس مثنوی سے پورا فائدہ اٹھایا ہے اسکی ایک نہایت خارجی شہادت بھی ملتی ہے میر حسن کی مثنوی کا ایک نسخہ جو مثنوی کی سن تصنیف یعنی ۱۲۱۲ ھ مین نقل ہوا ہے رنگین کے اپنی مثنوی کے اسی سن کے لکھے ہوئے نسخہ کے ساتھ ایک ہی جلد مین شامل کیا ہے میر حسن کی یہ مثنوی رنگین کے کسی بھائی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے (۱) جسکا نام ٹھیک پڑھا نہین گیا غالباً شہباز بیگ خان ولد طہماس بیگ خان ہے ۔

" شش جہت رنگین " کے نام سے رنگین نے مثنویات کا ایک مجموعہ مرتب کیا ہے اسمین تین مثنویان (۱) شہر آشوب رنگین (۲) داستان رنگین (۳) حکایات رنگین کے عنوان سے مجموعہ " ثلث رنگین " بنایا ہے ۔ دو مثنویان " عجائب رنگین " " و غرائب رنگین " سے ملکر " عجائب و غرائب رنگین " کی ترتیب ہوئی ہے انکے ساتھ مثنوی " ایجاد رنگین " شامل ہو کر چھ مثنویون کا یہ مجموعہ مکمل ہوجاتا ہے ۔

ان مین مثنوی " ایجاد رنگین " جسے ایک عنوان مین مثنوی " مواحد رنگین " (۲) بھی کہا گیا ہے سب سے اہم ہے اسمین اشعار کی تعداد رنگین کے اپنے اس شعر کے مطابق بارہ سو قرار پاتی ہے ۔

شعر گر چاہے کرے اسکے شمار   تو تو گن تو تین سو کو چار بار

ایک آخری شعر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مثنوی انشا کو بھیجنے کیلئے لکھی گئی تھی ۔

جبکہ رنگین نے کیا انشا اسے (۳)   واسطے انشا کے بھیجا اُسے

اسی طرح کی ایک مثنوی فارسی مین لکھی ہے جسکا تذکرہ الگ کیا گیا ہے اس مثنوی مین مولانا روم کی مثنوی کے طرز پر چھوٹی چھوٹی اخلاقی داستانین نظم کی ہین اس قسم کی ایک مثنوی میر حسن نے بھی لکھی تھی جسکا نام " مثنوی رموز العارفین " تھا ۔ یہ مثنوی میر حسن نے ۱۱۸۸ ھ مین تمام

---

(۱) پنجاب یونیورسٹی لائبریری اردو مخطوطہ

(۲) قلمی نسخہ انڈیا آفس

(۳) ~~بھیجا مین~~ کا مطلب صاف نہین لیکن قلمی نسخہ مین اسیطرح ہے انڈیا آفس کے علاوہ مقابلہ کیلئے کوئی اور نسخہ موجود نہین ۔

کی تھی اور اسمین بھی چھوٹی چھوٹی اخلاقی کہانیان ہین — میر حسن کی اس مثنوی کی تصنیف کے وقت رنگین کی عمر اٹھارہ سال کی ہوگی وہ اسوقت حاتم کے شاگرد تھے اور بقول انکے ہندی شاعری کا شوق جو ١١٨٥ ھ سے شروع ہوا تھا ابتدائی منزلون مین تھا۔ ظاہر ہے اسوقت میر حسن کی اس مثنوی کی خاص شہرت ہوگی کیونکہ میر حسن اپنے تذکرہ مین (١) اسکا ذکر نہایت فخر کے ساتھ کرتے ہین — دکنی دور مین بھی بعض ایسی چھوٹی اخلاقی کہانیان ملتی ہین اسلئے رنگین کے سامنے ایسی مثنوی لکھنے کیلئے فارسی اور اردو مین کئی مثالین پہلے سے موجود تھین —

سبب تصنیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ وہ ایک مرتبہ لکھنؤ سے بنارس جا رہے تھے راستہ مین خواجہ محمود جو ایک سوداگر زادہ تھا اور شیرین بیگ انکے ہم سفر تھے — خواجہ محمود رنگین سے بے تکلف ہوگئے تھے چنانچہ انہون نے رنگین کو اپنا قصہ سنایا کہ کسطرح وہ بنارس کی ایک طوائف "الفو" پر عاشق ہوگئے تھے اور اس عشق مین بقول انکے —

ہوگیا کروٹ کا لینا بھی محال　　　　عشق نے انکے کیا ہیرا یہ حال

اس تفصیل کو بیان کرنیکے بعد رنگین عشق مجازی کے مقابلہ مین عشق حقیقی کی تلقین کرتے ہین —

مَر کے رکھ بحرِ مجازی مین نہ گام　　　　ورب جا عشق حقیقی مین تمام

اسکے بعد ایک طویل وعظ ہے جسمین دنیا کی باتون — رنگ روپ اور رونق وغیرہ کو ہیچ بتا کر نیکی کا رستہ دکھاتے ہین — خود اپنی مذمت کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ اے رنگین تو خود شیطان ہے بلکہ شیطان سے بڑھکر —

---

(١) تذکرہ شعرائے اردو مولفہ میر حسن دہلوی بہ تصحیح و تنقید مولانا حبیب الرحمن خان شروانی جو $\frac{١٣٤٠ \text{ ھ}}{١٩٢٢ \text{ ء}}$ مین مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ علیگڑھ مین طبع ہوا اسکے مقدمہ مین "تذکرہ میر حسن" کے متعلق لکھا ہے کہ یہ ١١٨٨ ھ اور ١١٩٢ ھ کے مابین فیض آباد مین لکھا گیا جیسے کہ میر حسن خود فرماتے ہین — "شروع جوانی از گردش روزگار ———— بطرف لکھنؤ و فیض آباد رسیدم — یہ تذکرہ فارسی زبان مین بہ رعایت حروف تہجی لکھا گیا ہے ہر ردیف مین تین دور قائم کئے ہین — متقدمین — متوسطین — حاضرین —

گاہ تو انیس ہے وہ بیس ہے		گاہ وہ ہے بیس تو انیس ہے

بد کے جی سے تو بدی جاتی نہین		نیک کے جی مین بدی آتی نہین

بدی کا ذکر کرتے ہوئے بد کو بچھو سے تشبیہہ دی ہے کہ اسکی فطرت مین ڈنک مارنا ہے یہان سے پہلی حکایت ـ حکایت کژدم کے عنوان سے شروع ہوتی ہے ـ

حکایت کژدم ـ اس حکایت مین بچھو کی مثال سے ثابت کیا ہے کہ فطرت بدلتی ہین ـ

حق ہے رنگین جسکی جو فطرت مین ہے		اسکی بس دایم وہی نیت مین ہے

پھر کہتے ہین کہ دنیا کو چھوڑ کر آخرت کی پروا کرنا چاہئیے ـ

حکایت گربہ ـ

اس حکایت مین ظلم و تشدد کرنے سے روکا ہے اور بتایا ہے کہ جیسے کروگے ویسا بھروگے

ایک کتے نے ایک بلی کو چیرا پھاڑا تو اسنے کہا ـ

رحم کھاتی مین اگر چوہے پہ گاہ		تو پھر کیون حال یون ہوتا تباہ

جو کیا تھا اسکا پھل مجھکو ملا		اب مین کس سے کرون اپنا گلا

ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہین		ناؤ کاغذ کی کہین چلتی نہین

ظلم اے رنگین بہت معیوب ہے		عاجزون پر رحم کھانا خوب ہے

حکایت شکرہ و پدّہ یا پدّی ـ

ظلم و ستم کے متعلق ہی یہ بھی کہانی ہے اور گربہ ہی کے سلسلہ مین یہ دوسری کہانی بیان کی ہے ـ

شکرہ نے ایک پدّی پر حملہ کیا اسنے ایک نوجوان سے پیچھے جاکر جان بچائی تو شکرے نے کہا کہ مین آٹھ دن سے بھوکا ہون اگر تو اسکی جان بچائیگا تو مین مرا ـ

(١)
جان اسکی تو بچے پر مین ہوا　　　　کیا ثواب اسمین تھا تجھکو ہوا

لیکن اس نیک بندہ نے شکرہ کو اپنی ران سے کاٹکر گوشت کا ایک ٹکڑا دیدیا اور وہ چلا گیا اور پند ہ بھی۔

~~ایک ٹکڑا دیدیا~~ رحم کھانا جنکا دایم کام ہے　　　　سچ تو ہے انسان انھین کا نام ہے

آگے چلکر اپنے اوپر لعنت ملامت کرتے ہین کہ ہمارا ہر مغل برا ہے اور دوسرون سے مخاطب ہوکر کہتے ہین بس نیکی کرو اولاد وغیرہ مرنے کے بعد کام نہ آئیگی ۔

کرلے نیکی تجھ سے جتنی ہوسکے　　　　تخم اچھا ہے یہ بو گر بو سکے

بیٹھ اچھون پاس تو شام و سحر　　　　تا ہو تجھ مین اچھی صحبت کا اثر

اور جو اچھون کا اثر تجھ مین نہ ہو　　　　تو سمجھ کم سگ سے اپنے آپ کو

حکایت سگ گرجی ۔

اس کہانی مین بتایا ہے کہ صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے چنانچہ ایک گرجی کا ایک شخص پاس تھا اسنے اسکی تربیت کی تو تمام صفات اچھی انسان کی پیدا ہوگئین ۔

سن کے رنگین خوب مر اس بات کو　　　　یعنی صحبت کا اثر کتے کو ہو

اور جو تو انسان کہلاتا ہے یار　　　　کچھ اثر تجھ مین نہ ہوئے زینہار

آدمیت کا تجھے کچھ غم نہین　　　　خو تیری کتے کی دم سے کم نہین

حکایت دم سگ ۔

ایک حکایت مین ہے کہ ایک شخص نے کتے کی دم دس برس تک نلکی مین رکھی لیکن وہ سید ھی نہ ہوئی اسیطرح اے رنگین تو بھی ہے تجھے جانئیے ۔

---

(١) ثواب

مالک سگ کا سا رنگین کام کر   نفس سگ اپنے کو اپنا رام کر

غیر کی دولت پر آنکھین وا نہ کر   گر نہ مرغی کیطرح سے رینٹ پر

حکایت ماکیان —

مرغیان چونکہ گند پر گرتی ہین اسلئے ایک شخص نے ایک مرغی سے پوچھا کہ گند پر گرنے وجہ بتا مرغی صاف صاف کہدیا کہ یہ ہماری فطرت ہے لیکن ہم اسے بدلنا چاہتے ہین —

لب کسی کامل کا شاید ہاتھ آئے   وہ نجاست کی کسافت (۱) کو ہٹائے

یعنی مرغی کو بھی احساس ہے کہ وغلاظت سے بچے اسلئے نیک آدمی کا لب اور رینٹ تلاش کرتی پھرتی ہے اور اے انسان تو بے خبر ہے انسان کو چاہئیے کہ اپنے نفس دشمن کو اسطرح مارے جیسے —

مار اس دشمن کو اپنے اسطرح   سانپ کو کوّے نے مارا جسطرح

حکایت مار سیاہ و زاغ —

متصل ملتان کے تیا ایک باغ   تھا وہ باغ اس شہر کا چشم و چراغ

کہانی ہے کہ ایک سانپ زاغ کے بچون کو جو درخت کے اوپر رہتے تھے مار دیا کرتا تھا سانپ درخت کی جڑ مین بل بنائے ہوئے تھا کوّے نے تنگ آکر شہر کی راہ لی اور وہان سے کسی کا سونے کا چھلا لے اڑا لوگ پیچھے پیچھے آئے کوّے نے وہ چھلا سانپ کے بل مین ڈالدیا لوگون نے بل کھودا تو سانپ نکلا سانپ کو مار دیا اور چھلا لیکر واپس ہوگئے —

---

(۱) کثافت

اپنے نفس کو کالے سانپ سے تشبیہہ دیتے ہوئے کہتے ہین —

پس یہ دشمن نفس جو ہے بے زبان　　　اسکو کالے سانپ سے تو کم نہ جان
پاؤن کے نیچے تو اسکے سر کو مل　　　تجھ سے جتنا ہوسکے اسکو کچل

آخری شعر —

مت سمجھ پوچ اس میری گفتار کو　　　مکڑی لیتی ہے پکڑ پودار کو

حکایت عنکبوت و مگس —

کہانی ہے کہ ایک مکڑی نے ایک مکھی کو اپنے جال مین گرفتار کر لیا کسی نے دیکھکر مکھی کو جال سے نکالیا اور خوش ہوا کہ مین نے ایک کی جان بچائی لیکن اسی وقت غیب سے ندا آئی کہ تو نے جو آٹھ دن سے بھوکی تھی اس پر ظلم کیا خدا کے قانون مین دم مارنے کی گنجائش نہین —

تو نہ ہونا غافل اے رنگین کہین　　　کچھ یہان دم مارنے کی جا نہین
فی الحقیقت کو مکو کی ہے یہ جا　　　وہ کرے جو کچھ کہ چاہے مکو کیا
سمجھین کیا حکمت کے اسکی رمز ہم　　　ہے کہین شہد اور کہین ہے گاؤ سم

حکایت طوطہ و مرد کافر کہ مسلمان شدہ —

ایک طوطہ بولنے مین طاق تھا　　　اسکا پڑھنا شہرۂ آفاق تھا

طوطہ ہوشیار اور سمجھدار تھا اسکا مالک گنہگار تھا ایک دن مالک گناہون کیوجہ سے رو رہا تھا طوطہ نے کہا —

آج تک تو ہین کھلے توبہ کے در　　　حق سے ڈر کر دل سے استغفار کر
جب خدا نا کردہ ہوجاوینگے بند　　　تب نہین ہونے کی توبہ سود مند

طوطہ کی یہ باتین سنکر وہ مسلمان ہوگیا اور گناہوں سے چھٹ گیا۔ شاعر کہتے ہین کہ ہم تو طوطہ سے بھی گیے گذرے ہین دوسرون کو تو کیا سیدھا راستہ دکھائینگے خود ہی غلط رستہ پر چل رہے ہین —

آخری شعر —

مرد ہے تو مرد ہوجا اے میرا تمیز   ورنہ تجھ سے مرد سے بہتر ہے حیز یا صیز (1)

حکایت حیز یا صیز مصنف —

حیز نے کہا کہ جو دنیا سے محبت کرتا ہے وہ مرد نہیں —

ایک ہم ہین طالب دنیا نے دون   رنگیون سے سارے عالم کی زبون

حکایت یہودی اور مرد مسلمان —

تھا یہودی ایک مرد حق شناس   شہر مین رہتا تھا وہ شبلی کے پاس

کہانی ہے کہ ایک مسلمان نے اس یہودی سے اسلام لانے کو کہا اسنے جواب دیا —

حضرت شبلی کا جو اسلام ہے   اسکی خواہش مجھکو صبح و شام ہے

پر جو آئین تیرا اے خود پسند   اس سے میرا کفر بہتر ہے دو چند

پھر یہودی نے کہا —

یعنی مین کافر ہون پر ہون نیک کار   تو مسلمان ہے ولے ہے بد شعار

منصف اسکو سن کے رنگین جی مین ہو   کفر سے بدتر تیرے اسلام کو

آگے چلکر شاعر کہتے ہین کہ زندگی کا کوئی بھروسہ ہے —

---

(1) ممکن ہے یہ لفظ خیز ہو۔

دم کا اے ھمدم بھروسا کسکو ھے   ھے وہ نادان اسپہ تکیہ جسکو ھے

حرص کے دانتون کو آ مت تیز کر   صحبت بد سے ذرہ پرھیز کر

حکایت بوتیمار (بگلا) —

چاند کو پانی مین بگلا دیکھکر   جی مین یہ سمجھا کہ مچھلی ھے مگر

ایک مرتبہ بگلے نے چاند کا عکس پانی مین دیکھکر سمجھا کہ یہ مچھلی ھے اسے پکڑنا چاھئے لیکن نا کام رھا پھر مچھلی بھی نظر آئی تو اسکے کھانے کی ھوس نہ کرتا اس خیال سے کہ ممکن ھے یہ بھی عکس ھی ھو اور میری کوشش رائیگان جائے چنانچہ بھوک سے مر ھی گیا چنانچہ شاعر کہتے ھین —

تو بھی گھرپانی پہ رنگین مت بنا   ھے فنا آخر فنا آخر فنا

شاعر کہتے ھین کہ دنیا سے دل لگاؤ سب کچھ یہین رھجائیگا جو ساتھ جائیگا وہ تمھارے اچھے اعمال ھونگے —

ساتھ دولت تیرے جانے کی نہین   رسم یہ ھرگز زمانہ کی نہین

حکایت شتر —

اونٹ سے پوچھا کسی نے دے کے دم   بات تجھ سے پوچھتے ھین ایک ھم

کسی نے اونٹ سے پوچھا کہ تجھے چڑھائی پسند ھے یا اتار اسنے کہا دونون بہ محنت ھے — شاعر افسوس کرتے ھوئے کہتے ھین نہ ھمین دین ھی ملا اور نہ دنیا ھی —

سگ بنے دھوبی کی مانند ین چاٹ کے   ھائے ھم گھر کے ھوئے نہ گھاٹ کے

شاعر دین و دنیا کے متعلق کہتے ھین —

فرق تاریکی مین کر اور ماہ مین   چل نہ اندھون کیطرح سے راہ مین

حکایت مرد کور و مرد بینا ـ

ایک اندھا ایک بینا کا تھا یار　　　ربط تھا دونون مین باہم بیشمار

کہانی ہے کہ ایک اندھا اپنے بینا دوست کے ساتھ سفر کر رہا تھا کہین دونون نے قیام کیا اندھے کے ہاتھ مین قمچی تھی وہ کہین گر گئی اسنے تلاش کی تو اندھیری مین سانپ اسکے ہاتھ آگیا بینا نے کہا کہ یہ سانپ ہے تو اسے مار دئے اندھے نے کہا تو مجھے دھوکا دیکر یہ قمچی جو میری ہے اچھی ہے اور نرم ہے لینا چاہتا ہے اور بینا کی بات کو نہ مانا اتنے مین سانپ نے اسے کاٹ لیا اور اندھا مرگیا چنانچہ شاعر کہتے ہین کہ اے رنگین اس شعر کے مطابق ـ

تو بھی کالے سانپ کو قمچی نہ جان　　　تا زیان پاوے نہ کچھ اے مہربان

پھر کہتے ہین ـ

سانپ کیا ہے سانپ ہے یہ نفس سگ　　　تجھ سے جو ایک دم نہین ہوتا الگ

گر رہا تو اس عدو سے ہوشیار　　　بچ رہا تو لومڑی کی طرح یار

حکایت روباہ و خرگوش ـ

لومڑی کا دشمن ایک خرگوش تھا　　　پر بہت بے عقل اور بیہوش تھا

خرگوش لومڑی کی فکر مین لگا ہوا تھا اور خوشامدانہ طریقہ سے اسے اپنے جال مین پھنسا کو مارنا چاہتا تھا ـ خرگوش بھیڑئیے سے ملا اور دوستی پیدا کرکے اسے لومڑی کے دروازہ پر لیجا کھڑا کیا اور خود خرگوش اندر گیا خرگوش نے لومڑی سے کہا کہ ایک مہمان آیا ہے اسکی تواضع کرنی چاہئیے لومڑی اسکو اپنا عدو سمجھتی تھی لومڑی نے خرگوش کو رستہ بتایا کہ مہمان کو فلان رستہ سے لانا اور آگے آگے تو آنا ـ

تھا بتایا اسنے جو اس راہ کو　　　وہان کیا خس پوش تھا ایک چاہ کو

دونون کے دونو اس چاہ مین گرپڑے اور مرگئے چنانچہ رنگین فرماتے ہین —

ہے برائی شر رنگین یہی پوست کندہ مین نے اب تجھ سے کہی

آگے چلکر کہتے ہین کہ دوست دشمن مین پہچان رکھو دوست کو دشمن تصور نہ کرو ورنہ زیان ہوگا اور دشمن کو دوست نہ سمجھو ورنہ وہ تمھاری کھال بھی کھینچ لیگا —

حکایت بازو ماکیان —

باز نے طعنہ دیا مرغی کو یون تو بھلا انسان سے بھاگے ہے کیون

باز نے مرغی سے کہا کہ تو انسان سے نہ بھاگا کر کیونکہ انسان تجھ پر بہت احسان کرتا ہے اور تجھے پالتا ہے اور جب وہ بلاتا ہے تو نہین جاتی اور ایک مین ہون کہ ذرا سے اشارہ سے انسان کے پاس جانے کو تیار ہوجاتا ہون مرغی نے جواب دیا کہ انسان مرغی کو ذبح کرتا ہے اور باز کی اسے خواہش نہین —

کچھ نہین خواہان وہ تیری جان کا آدمی دشمن ہے میری جان کا

شاعر کہتے ہین —

پاس دشمن کے نہ اے رنگین نہ جا دیکھ ورنہ پائیگا آخر دغا

دوست کو تو دوست اپنا جان رکھہ پر عدو کو بھی ذرا پہچان رکھہ

نصیحت —

چار چیزون کو نہ تھوڑا جانیو عرضیہ میری ہے اسکو مانیو

ایک تو آگ سے ڈرنا چاہئیے دوسرے بیماری کو کم نہ سمجھنا چاہئیے تیسرے قرض سے ڈرنا چاہئیے —

ایک دمڑی قرض ہو یا لاکھہ ہو دھر مین مقروض کی کب ساکھہ ہو

چوتھے عاجز ہوئے گو اپنا عدو ہوجیو ایمن نہ اس سے ایک مو

حکایت مرد طامع و گرگ ـ

لومڑی کے پھاند نیکا کر خیال — ایک نے صحرا مین پھیلایا تھا جال

ایک طامع نے جال بچھایا اور اسمین گوشت رکھدیا اس جال مین اتفاق سے بھیڑیا پھنس گیا ـ طامع ہرن سمجھکر جال کے پاس پہنچا بھیڑئیے نے اسکے منھہ مارا اور وہ طامع مرگیا اور بھیڑیا جال مین پھنسکر مرگیا جسکی موت جسطرح لکھی ہے اسیطرح آئیگی اسلئے نیک کام کرنا ضروری ہے یہی نیک اعمال ساتھہ جائینگے ـ

ہان مگر کر جائیگا جو نیک کام — دہر مین چندی رہیگا اسکا نام

حکایت مار و فریقہ ـ

مینڈک نے سانپ سے پوچھا کہ تو کیون مجھے کھاتا ہے اسنے کہا کہ رسم دنیا یہی ہے مجھے مور کھا جاتا ہے یہ تو دستور دنیا ہے جیسا کوئی کریگا ویسا بھریگا ـ

کہہ گیے ہین اگلے جو اس ہاتھہ دے — پھر وہی اس ہاتھہ کا اس ہاتھہ لے

حکایت مرد مسافر باخدا ـ

جنگل مین ایک مرد خدا نے ایک کتے کو گیدڑ کا پاؤن چباتے دیکھا ایک آدمی آیا اسنے کتے کے ڈنڈا مارا وہ لنگڑا ہوگیا اتنے مین ایک سوار آنکلا اسکا گھوڑا جب دار تھا اس گھوڑے اس کتے کو مارنیوالے کے ایک لات ماری تو ران کی ہڈی ٹوٹ گی گھوڑا جب آگے بڑھا تو اسکا پیر ایک بل مین جا پڑا اور اسکی ٹانگ ٹوٹگئی چنانچہ شاعر کہتے ہین کہ اس دنیا مین رات دن یہی ہوتا رہتا ہے ـ

روشن رنگین روز و شب اس غم کو کیا — کارخانہ حق کا ہے یہ ہمکو کیا

شاعر کہتے ہین اے رنگین ـ

تو ہے کیا شے اور ہے کیا تیری بساط — جسپہ یہ کرتا ہے تو عیش و نشاط

حکایت وصیت برادر بجان برابر خدا یار خان مرحوم ـ

شاعر کہتے ھین کہ میرے بھائی نے مرتے وقت مجھ سے وصیت کرنا شروع کی کہ خدا سے ھمیشہ ڈرنا اور محتاجون کو مقدور کے مطابق دیتے رھنا ـ مال وغیرہ پر غرور نہ کرنا اور موت کو ھر وقت یاد رکھنا قبر مین حساب دینا ھوگا ـ

شاعر کہتے ھین ـ

ڈر تجھے کچھ آہ یزدان کا نہین　　　سوچ ذرہ اپنے ایمان کا نہین

حکایت مار مکار ـ

ایک سانپ بہت ھی بوڑھا تھا لیکن آفت کا پرکالہ شکار کرنیکی طاقت اسمین نہ تھی ایک دن اسنے دل مشورہ کیا جب اسے بھوک نے تنگ کیا تو تالاب کے پاس آ بیٹھا مینڈک نے پوچھا کیون رنجور ھین پھر مینڈک اپنے شاہ کے پاس گیا اور اسکا شاہ سانپ کے پاس آکر کہنے لگا کچھ تو حال اپنا سنائین اسنے کہا کہ مین بھوکا تھا ایک زاھد کے حجرے مین مینڈک پر دوڑا لیکن وہ بھاگ گیا زاھد کا لڑکا پڑا سو رھا تھا مین نے اسکے پیر کو مینڈک سمجھا اور کاٹ لیا وہ فوراً ھی مرگیا ـ زاھد نے بددعا کی کہ یہ سانپ کبھی مینڈک کو نہ پکڑ سکے اور یہ میرے لڑکے کو کاٹنے والا سانپ ایسا ھوجائے کہ اس پر مینڈکیان سوار ھون اور گھوڑے کا کام لین لہذا زاھد کی دعا قبول ھوگی مین مینڈکون کو پکڑنے کے قابل نہین رھا ـ

مینڈک کے شاہ نے کہا کہ تو میرا اسپ بن اور روزانہ تجھے ایک مینڈک ملا کریگا چنانچہ ایسا ھی ھوتا رھا ـ

جب سے رنگین ھوگیا ھے تو بھی پر　　　ھین بہت تب سے تیرے مکر اے شوہر

تو مال و دولت دھوکا دیکر حاصل نہ کر اولاد وغیرہ سب ملکر دولت کو کھائین گے لیکن اسکی سزا صرف تجھ ھی کو ملیگی ـ

کون اس جا کام تیرے آئیگا　　　مظلمه مین تو هی پکڑا جائیگا

حکایت افغان گرسنه ـ

ایک روهیله بهوک کے تنگ آکر گهر سے نکلا تو ایک باهمن کو دیکها که اپنی رسوئی ٹهیک کرچکا تها روهیله نے موقع پاکر چوکے مین قدم رکهدیا اور برهمن رسوئی چهوڑ کر باهر آگیا اور روهیلعے سب کهانا کهالیا دوسرے دن بهی ایسے هی کیا چنانچه تیسرے دن پهر آیا تو برهمن نے خود هی چار روٹیان کهانے کو دیدین ـ پٹهان کا یه کردار مفلسی کیوجه سے تها نه که عیاری کیوجه سے عام طور سے لوگون ظاهر اور هوتا هے اور باطن اور چنانچه شاعر کهتے هین ـ

باندھ همت کی کمر کو هوکے چست　　　مثل ظاهر باطن اپنا کر درست

حکایت مرید و مرشد کامل ـ

ایک مرید پر اپنے پیر کی تعلیم کا اثر نهین هوتا تها مرید نے کہا که بالکل اثر نهین هوتا هے مرشد مین تنهائی مین پوچها تجهے کس سے محبت هے اسنے کها بهینس سے مرشد نے کها اس کا دهیان رکها کر چنانچه مرشد کهوه کے اندر سے اسے بلایا تو وه بولا که میرے سینگ در مین اڑتے هین ـ

[illegible]

آگیا جو وه فنا کی شان مین　　　بنگیا بهینس آپ اپنے دهیان مین

هو تصور جسکو اقنا ذلت کا　　　غش هو رنگین اسکی مین اوقات کا

مرشد نے کها که بس اب اس پر رنگ چڑھ گیا ـ

حکایت مرد زاهد خدا شناس ـ

ایک زاهد اتقا مین طاق تها　　　زهد اسکا شهرهٔ آفاق تها

ایک حقی کو ایک دن کسی نے دھکہ دیا لیکن اسے فراشی سلام کیا کسی نے اس سے پوچھا کہ تو نے جھک کر سلام کیون کیا اسنے جواب دیا —

بد بدی سے گر نہ اپنی باز آئے نیک کیون نیکی سے اپنا ھاتھ اٹھائے

اسکا ثمرہ یہ کہین پا جائیگا میرے دھوکے مین دغا کھا جائیگا

آگے چلکر کہا ہے کہ نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے موت کسی کو نہین چھوڑیگی بڑے بڑے شاندار لوگ قبرستان مین پڑے ہین جنھون نے نیک کام کیے تھے وہ نیکنام ہین اور جنھون نے بد کام کیے تھے وہ بد مشہور ہین —

مت ستا ہرگز کسی کو آپ سے یہ نصیحت ھمکو ہے ما باپ سے

حکایت بلبل —

بلبل نے دو پھول توڑے تھے اسکا بدلا یہ ملا کہ جال مین پھنس گئی تب اسنے صیاد سے کہا کہ مین نے دو پھولون کو تکلیف پہنچائی اسکی سزا مین مین جال مین گرفتار ہون اب تو سمجھ لے کہ مجھے مارنے اور پکڑنے کی سزا تجھے کیا ملیگی یہ سنکر صیاد نے اسے چھوڑدیا —

ہین جو اچھے انکا ہے رنگین یہ طور گر تو عاقل ہے تو کرلے دل مین غور

یعنی سمجھے جلد جو جس بات کو آفرین اسکو اور اسکی ذات کو

وہ جو احمق ہے نہین اسکا علاج وہ نہ کل سمجھا نہ کچھ سمجھیگا آج

حکایت سائیس —

نوکر ایک گھوڑے پہ ایک سائیس تھا حمق مین لیکن وہ سب سے پیش تھا

ایک دن اس سائیس کا آقا اپنی آشنا کے گھر گیا یہ سائیس قریب ہی اپنے گھر جاکر سو رہا کوئی

نفس کے مارنے طریقہ یہی ہے کہ اسے خوراک اچھی نہ دو اسکا کہا نہ مانو اور برعکس کرو —

دوست یہ در پردہ دشمن ہے تیرا　　تو مسافر ہے یہ رہزن ہے تیرا
دشمن دانا کو بھائی جانئیے　　یار نادان کا نہ کہنا مانئیے

حکایت خرس و باغبان —

باغبان کا ایک باغ تھا وہان اسنے ایک ریچھ بھی پالا ہوا تھا یہ ریچھ تمام قسم کے میوے کھاتا تھا اور ریچھ باغبان سے گنجفہ — شطرنج اور چوسر بھی کھیلا کرتا تھا ریچھ سے زیادہ دوست باغبان کا کوئی نہ تھا — ایک دن باغبان نے بیحد میوہ کھالیا تو نشہ مین ہوکر سورہا اسکے منھہ پر مکھیان بھنبھنانے لگین تو وہ انکو اڑانے گیا لیکن وہ شماس کیوجہ سے نہ ٹلین — چونکہ مکھیان نہ ٹلتی تھین اسلئے ریچھ کو غصہ آتا تھا وہ ایک پتھر اٹھا لایا اور منھہ پر زور سے مارا تاکہ مکھیان مر جائین — مکھیون کے ساتھہ ہی اسکے دوست کا سر پھٹگیا —

چنانچہ شاعر کہتے ہین —

دوست جو نادان ہو اس سے لاکھ چند　　دشمن دانا ہے خوب اے ہوشمند
دوست وہ ہے جو کہ جانی دوست ہو　　ہے وہ دشمن جو زبانی دوست ہو
جسکو رنگین اپنے مطلب سے ہو کام　　کن نہ یار اپنا اسے اے نیکنام
آشنائی دیکھہ چھوٹون سے نہ کر　　کیونکہ اسمین ہوئیگا تیرا ضرر
دوستی تو کر بڑے لوگون کے ساتھہ　　تاکہ حاصل تجھکو ہو کچھہ ہاتھون ہاتھہ

حکایت مرد تجربہ کار —

ایک سے کسی نے پوچھا کہ تیرے جانی دوست کتنے ہین اسنے جواب دیا کہ آج دولت و ثروت کیوجہ سے دشمن بھی دوست ہے —

جب خدا نا کردہ تنگی آئیگی   بات یہ تب امتحان ہوجائیگی

خود غرض جو دوست ہے وہ ہے عدو   بھولیو مت دوستی پر اسکی تو

اور جہان پایا غرض نے انصرام   پھر اسے ہرگز نہین تجھ سے کام

حکایت زن و شوہر ــ

ایک شخص کی بیوی نہایت خوبصورت اور صاحب جمال تھی اسکا شوہر کمال کا بدصورت تھا عورت کو اس سے کوئی رغبت نہ تھی ایک رات چور گھر مین آیا تو وہ عورت ڈر کے مارے شوہر کی پیٹھ سے چپٹ گئی تو وہ سمجھا کہ میری قسمت کھلی جب چور پر نظر پڑی تو کہا کہ جو چاہے یہان سے اٹھاکر لیجا اور روز آیا کر چنانچہ شاعر کہتے ہین ــ

جس زن و شوہر مین رنگین ہو نہ پیار   اس زن و شوہر کی کیا ہے زیست یار

جسکی جورو مین نہ ہوئے خوئے زشت   جیتے جی اسکو ہے دنیا مین بہشت

حکایت مرد گازر ــ

ایک دھوبی نے ایک بیل پالا ہوا تھا اس پر وہ لادی لادتا تھا جب دھوبی کی شادی ہوئی تو دھوبن ایک گدھا جہیز مین لائی دھوبن کو گدھے سے زیادہ محبت تھی اسلئے بیل کا راتب بھی گدھے

جب خدا نا کردہ تنگی آئیگی ... بات یہ تب امتحان ہوجائیگی

خود غرض جو دوست ہے وہ ہے عدو بھولیو مت دوستی پر اسکی تو

اور جہاں پایا غرض نے انسرام (۱) پھر اسے ہرگز نہیں تجھ سے کام

حکایت زن و شوہر۔

ایک شخص کی بیوی نہایت خوبصورت اور صاحب جمال تھی اسکا شوہر کمال کا بدصورت تھا عورت کو اس سے کوئی رغبت نہ تھی ایک رات چور گھر مین آیا تو وہ عورت ڈر کے مارے شوہر کی پیٹھ سے چپٹ گئی تو وہ سمجھا کہ میری قسمت کھلی جب چور پر نظر پڑ ی تو کہا کہ جو چاہے یہاں سے اٹھاکر لیجا اور روز آیا کر چنانچہ شاعر کہتے ہین۔

جس زن و شوہر مین رنگین ہو نہ پیار اس زن و شوہر کی کیا ہے زیست یار

جسکی جورو مین نہ ہوئے خوئے زشت جیتے جی اسکو ہے دنیا مین بہشت

حکایت مرد گازر۔

ایک دھوبی نے ایک بیل پالا ہوا تھا اسی پر وہ لادی لادتا تھا جب دھوبی کی شادی ہوئی تو دھوبن ایک گدھا جہیز مین لائی دھوبن کو گدھے سے زیادہ محبت تھی اسلئے بیل کا راتب بھی گدھے ہی کو دیدیا کرتی تھی گدھا موٹا ہوتا گیا اور بیل دبلا ۔ جب دھوبی کو علم ہوا تو اسنے کہا کہ خدا اسکا گدھا مرجائے اور میرا بیل بچ جائے ۔ اتفاق سے بیل مر گیا تو دھوبی نے کہا۔

کب سے کرتا ہے خدائی اے خدا پر نہین پہچانتا بیل اور گدھا

---

(۱) اقرام

خدا کے سامنے کو بیچارگی ہے اور بندگی ہے اور بس ہر بات پر شاکر اور صابر رہنا چاہئیے ۔

دیکھ تو بر خود غلط اتنا نہ ہو　　　مت فلاطون جان اپنے آپ کو

حکایت تیلی اور حیائے تیلن ۔

کسی گاؤن کا ایک تیلی اپنی سسرال مین گیا سوائے بیوی کے کسی اور کو نہ دیکھکر کہ اور لوگ کہان ہین بیوی نے شرم کے مارے جواب نہ دیا لیکن جب تیلی نے مجبور کیا تو تیلن نے پیشاب کرکے اس پر سے کودی تیلی سمجھ گیا کہ سب سے سب دریا پار گیے ہین پھر پوچھا کہ کس کام سے تو اسنے پیچھے سے گھگرا اٹھادیا تیلی سمجھا کہ کولھو لینے گیے ہین ۔ تیلی نے کہا کہ کولھو کو کیا ہو تو اسنے گھگرا سامنے سے ~~اٹھادیا~~ اٹھا دیا وہ سمجھ گیا کہ کولھو پھٹگیا ہے چنانچہ شاعر کہتے ہین ۔

اس حیا کو دیکھ رنگین غور سے　　　مانگ روز و شب پناہ اس دور سے

آگے چلکر کہتے ہین کہ اس تیرھوین صدی مین ماموں کو بھانجی سے اور بھتیجی کو چچا سے کوئی شرم نہین ۔

ہے صدی یہ تیرھوین ڈر اس سے تو　　　رات و دن خوف و خطر کر اس سے تو

حکایت مرد دہقان ۔

ایک قلاش دہقانی کسی شہر مین گیا بھوک لگی تو روٹیون کی دوکان تلاش کی ایک نانبائی سے سودا کیا نانبائی نے کہا کہ دو آنے مین پیٹ بھر کے روٹی کھا سکتا ہے ۔ جب اسنے آٹھ آنے کی کھالی تو دوکاندار نے کہا تو کبتک ایسے ہی کھاتا رہیگا ۔ دوکان کے پاس (جو) نالا بہہ رہا تھا اسنے کہا کہ جبتک یہ بہتا رہیگا ۔ شاعر کہتے ہین ۔

جسکو اے رنگین قناعت ہے نہین اسکو دنیا مین فراغت ہے نہین
جو مقدر مین ہے سو آویگا ہاتھ تیری روزی یون ہے تیرے دم کے ساتھ
بتر ہے یہ کوشش نہین ہے کچھ بجا سعی تیری سے بھلا ہوتا ہے کیا
ہو کے فارغ حرص کو موقوف کر واسطے روزی کے مت پھر دربدر
ہے قناعت تو جوانمردون کا کام شاہد اس پر مولوی کا ہے کلام
کاسہ چشم حرصان پر نشد تا صدف قانع نہ شد پر در نہ شد

حکایت مرد مسافر بھٹیاری ـ

کہتے ہین ایک مسافر کسی شہر کی سرائے مین ٹھہرا ـ بازار سے آٹا خرید کر بھٹیاری کے پاس گیا اور کہا کہ اسے پکا دے یہ مسافر بھٹیاری کو چور سمجھکر اسکے پاس بیٹھ گیا ـ بھٹیاری بھی چرانے کی فکر مین تھی لیکن بھٹیاری بازی نہ لیجاسکی مسافر زیادہ ہوشیار تھا ـ

حکایت مرد شیخ کہ خودرا سید می گفت ـ

ایک شیخ کو سید کہلانے کا شوق تھا سب سے کہا کرتا کہ مجھے میر صاحب کہا کرو ایک دوست نے کہا تیرا باپ تو شیخ ہے جواب دیا کہ مین نے ایک سیدانی سے شادی کی ہے اور وہ بیجد حسین ہے اس رشتہ سے مین اپنے آپکو سید کہلانا چاہتا ہون ـ اس دوست نے کہا کہ جورو کا رشتہ نہین لگا کرتا ـ رنگین کہتے ہین کہ ایسی مخلوق سے محفوظ رہو ـ

حکایت کانس و درخت بڑ ـ

جنگل مین ایک نرم اور لمبی گھانس ہوتی ہے اسے کانس کہتے ہین ہوا یعنی باد تند اس کانس کا کچھ نہین بگاڑ سکتی لیکن درخت بڑ جسکی جڑین پاتال تک پہنچی ہوئی ہوتی ہین اسے جڑ

سے اکھاڑ پھینکتی ہے —

مکر و فن تجھکو بہت سا یاد ہے　　کام کا اپنے تو ایک استاد ہے

گہہ ملایم ہے تو اور گاہ ہے کرخت　　گاہ تو ہے رحم دل اور گاہ سخت

حکایت سفید باف یعنی جلاہیہ —

ایک جولاہا ہمیشہ کپڑا ہی بنتا رہتا تھا ایک دن جب تھک گیا تو کہا کہ کچھ آرام کرنا چاہئیے چنانچہ وہ سر لپیٹ کر لیٹ گیا چارپائی پر اور کہتا کہ آدمی بھی بکھیرو سے کم نہین کبھی آسمان پر کبھی زمین پر چنانچہ شاعر کہتے ہین —

تو بھی رنگین ایسی کم ظرفی نہ کر　　ہو کے نادان بن نہ رحمن اسقدر

عاجزی کر اور اس مستی کو چھوڑ　　خاکساری کر زبردستی کو چھوڑ

حکایت قاضی و مرد بینوا —

کسی بینوا نے کسی کے دھول ماری وہ قاضی کے پاس گیا قاضی نے کہا کہ جسکے دھول ماری ہے اسے آٹھ آنے جرمانہ دے — اس بات پر بینوا نے قاضی کے بھی ایک دھول جڑی اور کہا کہ جب ۸ — دھول ہی ہے تو پھر کیا بینوا نے روپیہ نکالکر دیا اور کہا کہ دونون اسے بانٹ لو —

الغرض جتنے ہین دنیا مین فقیر　　انکو اے رنگین سمجھ تو مت حقیر

یہ لوگ اگرچہ دشمن کو بھی نقصان نہین پہنچاتے تاہم انسے ڈرنا چاہئیے —

گو نہین انسے عدو کو بھی ضرر　　پر ڈرا کر انسے تو شام و سحر

حکایت بادشاہ جلد مزاج و بیاز —

ایک بادشاہ کے پاس بیشمار فوج تھی اور دولت کی بھی بہتات تھی ۔ ایک دن وہ شکار کو گیا۔ شکار تو ھاتھ نہ آیا لیکن وہ بادشاہ اپنے لشکر سے جدا ہوگیا اور گھبرایا اسکے ھاتھ پر ایک باز بھی تھا بادشاہ کو پیاس سخت لگی ۔ بادشاہ نے دیکھا کہ ایک پہاڑ ہے وھان چیل اور کوے اڑ رہے ھین آگے بڑھا تو دیکھا کہ پانی قطرہ قطرہ ہوکر پہاڑ سے ٹپک رہا ہے ۔ جب جام بھر گیا اور بادشاہ نے پینا چاھا تو باز نے پر مار کے گرادیا بادشاہ نے غصہ مین آکر اسے مارڈالا اور بادشاہ نے سوچا اب اوپر جاکر ھی جلدی سے پانی پی لون یہان تو قطرہ قطرہ ہوکر ٹپک رہا ہے وھان جاکر دیکھا کہ ایک مار مردہ جو دس گز سے کم نہین چشمہ مین پڑا ہوا ہے اسکا زہر پانی مین مل ملکر آرہا تھا اس جلد بازی نے اسے نقصان پہنچایا کہ اسنے باز کو ماردیا شاعر کہتے ھین ۔

کام جلدی کا ہے اے رنگین زبون　　　　کرگئے ھین پند یہ سب رہنون

ھر کام سوچ سمجھکر کرنا چاھئیے تاکہ بعد مین پشیمانی اٹھانی نہ پڑے پھر کہتے ھین ۔

یہان کے کاروبار مین نادان نہ ہو　　　　کام مین عقبا کے مت انجان ہو

واسطے عقبا کے منہہ دنیا سے موڑ　　　　واسطے دنیا کے عقبا کو نہ چھوڑ

یعنی اس دنیا مین نہ پھنس اور کسی کو تکلیف نہ پہنچا اگر تیری طبیعت مین بچھو کی طرح ڈنک مارنا ھی ہے تو تجھے اختیار ہے ۔

حکایت کژدم و سنگ پشت ۔

ایک بچھو اور کچھوے مین گہری دوستی تھی ۔ ایک دن دونو سفر کو چلے ایک دریا عبور کرنے کیلئے بچھو کیلئے کچھوے نے بچھو کو اپنی پشت پر بٹھا لیا جب بیچ مین پہنچے تو بچھو نے ڈنک مارا کچھوے نے پوچھا یہ کیا بچھو نے کہا کہ میری سرشت ھی مین یہ ہے پھر کچھوے نے بھی ایک غوطہ لگا کر بچھو کو پشت سے علیحدہ کیا اور کہا کہ مین بھی اپنی خو سے مجبور ہون ۔ بچھو مر گیا ۔ شاعر کہتے ھین ۔

دیکھ رنگین بد بدی کا ہے ثمر نیک نیکی کا ہے پھل اے بیخبر
نیم مین ہرگز نہین لگتے انار ناشپاتی سے پھلے کیونکر چنار

حکایت مردیکہ درد شکم داشت ـ

ایک شخص کے پیٹ مین سخت درد تھا وہ طبیب کے پاس جارہا تھا کہ طبیب رستہ مین مل گیا اسنے دوا چاہی اسنے طبیب کو بتایا کہ مین نے رات نان سوختہ کھائی تھی طبیب اسے آنکھ مین لگانے کیلئے سرمہ دیا اور کہا کہ تیری آنکھون کا علاج کررہا ہون تاکہ اچھی اور بری چیز کو پہچان سکے ـ

حرص کے مارے نہ کھا روٹی جلی بات یہ حق مین نہین تیرے بھلی

ابتو مجھ سے سنکے ایک بلی کا حال صبر کر اور مت طمع کا کر خیال

حکایت گربہ پیر زال ـ

ایک بڑھیا کے گھر مین ایک بلی پلی ہوئی تھی اسنے سوائے سوکھے ٹکڑون کے اور کچھ کبھی نہ کھایا تھا اسمین صرف کھال اور ہڈیان ہی تھین اتنی کمزور ہوگئی تھی کہ چوہے اگر اسکے کان کترتے تھے ـ ایک دن اسنے دیوار پر چڑھکر دیکھا کہ ہمسایہ کے دسترخوان پر عمدہ عمدہ کھانے چنے ہوئے ہین کھانون کی خواہش سے وہ کود کر دسترخوان کے پاس گئی کسی نے چوب دستی ماری وہان بڑھیا کے مکان مین آئی چوٹ زیادہ لگی ہوئی تھی ـ بڑھیا نے اسکے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا ـ

گر قناعت کرتی ٹکڑون پر ہی دست و پا تو ٹوٹتے یون کیون تیرے

نتیجہ نکلا کہ انسان کو قانع ہونا چاہئیے ـ

حکایت مرد کامل ـ

رنگین سے ایک کامل نے کہا دنیا دار کی چشم تنگ کو قناعت پر کرتی ہے یا گور — مولانا نے مثنوی مین کہا ہے —

شکر نعمت نعمتت افزون کند   کفر نعمت از کفت بیرون کند

آہ تو تو شکر کرتا ہی نہین   مطلقاً مرنے سے ڈرتا ہی نہین

یہ تکبر کام ہے شیطان کا   جوہر ذاتی ہے خلق انسان کا

حکایت مرد مغرور و مرد فقیر —

ایک شخص درس مین جاتے تھے کسی کا سلام تک بھی نہین لیتے تھے غرضیکہ انھین اپنے علم پر گھمنڈ تھا — ایک دن ایک فقیر نے ان سے کہا کہ درس مین آنے سے کوئی فائدہ نہین کیونکہ تمھارے خلق پر اسکا کوئی اثر نہین پڑتا فقیر کی نصیحت سے انھون نے تکبر و غرور کرنا چھوڑ دیا — چنانچہ شاعر اپنی طرف مخاطب ہوکے کہتے ہین —

نخوت و پندار کو آ چھوڑ دے   شیشہ کبر و منی کو توڑ دے

پہلے تو انسان کے سے کرلے کام   بعد اسکے آدمی رکھ اپنا نام

آدمی اسے کہتے ہین جو کسی کو نہ ستائے —

حکایت سگ آدم شناس —

کسی نے کتے سے پوچھا کہ تو رستے مین کیون بیٹھتا ہے اسنے کہا کہ اسلئے بیٹھتا ہون کہ دیکھون کون بد ہے اور کون نیک — نیک خاموشی سے گذرجاتا ہے اور بد ستاتا ہے —

نیک و بد کا تا کرون مین امتحان   اسلئے بیٹھون ہون وہان اے مہربان

چنانچہ شاعر کہتے ہین کہ کتے کو نیک انسان کی تلاش ہے اور تو ہر وقت فکر معاش مین لگا رہتا ہے —

اسکو ہو آدم تلاشی کی تلاش   اور تجھے دن رات ہو فکر معاش

آگے چلکر کہا ہے کہ جس شاخ پر تو آئیگا وہ جھکی ہوئی ہوگی ایسے انسان تو بھی اسیطرح عاجزی سے زندگی بسر کر۔

نصیحت۔

پانچ شخص اپنی جان کے دشمن ہوتے ہیں ایکتو وہ جو غرور کرتا ہے دوسرے زیادہ کمانے والا

تیسرے۔

تیسرے اہل شجاعت روز جنگ — چاہئیے ہو زندگی سے اپنی تنگ

چوتھے ہو جس شاہ کا رحمن وزیر — دشمنوں کا خود کو وہ سمجھے اسیر

پانچویں جو دوست ہو نادان سے — ہاتھ دھو بیٹھے وہ اپنی جان سے

حکایت مینڈک و موش۔

ایک چوہا ایک مینڈک کا دوست تھا ۔ مینڈک نے ایکدن چوہے سے کہا کہ جب میں تیرے بل پر آتا ہوں تو تجھے پکارنا پڑتا ہے لیکن تجھ تک آواز نہیں پہنچتی چوہا بل سے ایک دھاگا نکال کر لایا اور کہا کہ اسے اپنے پاؤں میں باندھ لے اور میں ایک سرا اسکا اپنی گردن میں باندھ لیتا ہوں اس طرح سے جب تجھے میرے بلانے کی ضرورت ہو تو دھاگا ہلا دینا میں باہر آجایا کرونگا ۔ اتفاق سے ایکدن چوہا باہر آیا اُسکے چیل اسے اٹھاکر لیگئی اور ساتھ اسکے مینڈک بھی لٹکا ہوا چلا گیا ۔

شاعر کہتے ہیں ۔

تو بھی گردشمن ہے اپنی جان کا — تو تو رنگین دوست ہو نادان کا

نصیحت۔

جو شخص چار باتیں جانکر کرتا ہے اسے چار چیزوں کا انتظار کرنا پڑتا ہے ۔

(۱) جو اپنے دوست کو نادان جانے گا وہ اس سے ہاتھ دھو بیٹھیگا ۔

(۲) جو عاجزون پر ظلم کریگا یقیناوہ تھوڑے ہی دنون مین مرجائیگا ۔

(۳) جسکو کھانے کا خیال نہ ہوگا یعنی زیادہ کھائیگا جلد ہی بیماری سے ہلکان ہوجائیگا ۔

(۴) جو فاحشہ رنڈی کا یار بنیگا وہ ذلیل و رسوا ہوگا ۔

حکایت شخصیکہ دوزن داشت ۔

ایک شخص کی دو بیویان تھین ایک بڑھیا اور دوسری جوان ۔یہ شخص باری باری ہر ایک کے پاس رہتا تھا ۔بوڑھی عورت اپنے خاوند کی داڑھی کے سیاہ بالون کو سوتے مین قینچی سے کتر دیا کرتی تھی اسلئے کہ جوان بیبی اسکو بوڑھا سمجھکر نفرت کرنے لگے اور یہ شخص میرا ہی ہوجائے اور دوسری جوان جورو یہ کرتی کہ جتنے بال داڑھی مین سفید تھے رات کو سوتے وقت سب نوچنے سے نکال ڈالتی اور یہ خیال کرتی کہ جب اسکے سفید بال نہ رہینگے تو میرے ہی پاس رہیگا اور بڑھیا کے پاس جاتے ہوئے شرمائیگا ۔اسطرح سے دونون عورتون نے شوہر کی داڑھی ختم کردی ۔اس کہانی سے ثابت کیا ہے کہ ایک طرف ہو جاؤ دنیا ہی حاصل کرلو یا دین ہی ۔اگر دونون طرف رہے تو کچھ بھی حاصل نہ ہوگا چنانچہ مثنوی کا شعر مثال کے طور پر دیا ہے ۔

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دون　　　این خیال است و محال است و جنون

حکایت دو آہو و مادہ شغال (گیدڑی)

ایک جنگل مین دو ہرن لڑ رہے تھے کوئی کسی کو ہٹا نہ سکتا تھا اوردونون خوب زخمی ہوگئے تھے ۔اتفاق سے ایک گیدڑی وہان آنکلی اور انکے پاس کھڑی ہوگئی اور انکے لہو کو چاٹنا شروع کردیا چنانچہ اسکے پیٹ مین کسی کا سینگ لگا اور مرگئی ۔

پاؤن اپنا جو رکھے حد سے برون　　　حال اسکا ہوئے اے رنگین زبون

حکایت باز و کبک ۔

نیپال کا رہنے والا ایک باز تھا اسنے ایک کبک کو یار بنالیا تھا اور خوب محبت ہوگئی تھی اتفاق سے باز بیمار ہوگیا اور اسقدر کمزور کہ چل پھر بھی نہ سکتا تھا اور خوراک بھی حاصل نہ کرسکتا تھا

عہد و پیمان کو نہ لایا دھیان مین　　　کھا گیا وہ کبک کو ایک آن مین

پیٹ کی خاطر ہے رنگین سب یہ درد　　　دور کر فکر اسکی وہ دنیا سے فرد

پیٹ کی خاطر کسی کو مت ستا　　　بارہا مین نے دیا تجھکو جتا

حق سے اپنے کر طلب روزی حلال　　　تا تجھے دے روز و شب روزی حلال

شیر کے مانند ہو آگاہ بھی　　　کھا نہ تنہا کچھ کھلا للہ بھی

حکایت شیر و پارچہ ۔

ایک پارچہ نے ایک شیر سے پوچھا کہ تو بیل کو کیون شکار کرتا ہے جبکہ تو پورے کو کھا نہین سکتا۔ اسلئے تجھے اپنی خوراک کے مقدار ہی شکار کرنا چاہئیے شیر نے جواب دیا۔

پیٹ اپنا پالتے ہین نابکار　　　یعنی نا مردون کا ہیگا یہ شعار

جو ذیشعور ہین وہ کچھ آپ کھاتے ہین اور کچھ دوسرون کو کھلاتے ہین چنانچہ شاعر کہتے ہین کہ اپنے قریبی رشتہ دارون کے ساتھ سلوک کرو مساکین اور غربا کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرو صرف اپنا پیٹ نہ پالو۔

حکایت میمون ہائے بسیار ۔

ایک جنگل مین بیشمار بندر تھے وہان سے ایک شخص کا گذر ہوا ۔اسے بھوک لگی تو اسنے نمک مرچ والے چنے نکال کر کھانے شروع کردئیے ۔بندرون نے چارون طرف سے گھیر لیا اور مختلف طریقون سے اسے تکلیف دینا شروع کی یعنی کوئی بندر لکڑی اس پر پھینک رہا تھا کوئی خاک اور کوئی غرا تا تھا۔

اور بندہ یہ سب کچھ اپنے پیٹ کی خاطر کر رہے تھے چنانچہ شاعر کہتے ہیں ۔

تو بھی اے رنگین یونہیں ہر صبح و شام　　　پیٹ کی خاطر یہی کرتا ہے کام

کودنا پھرنا ہے ناحق گھر بہ گھر　　　سوجھتا مطلق نہیں نفع و ضرر

حکایت آقا و غلام ۔

ایک شخص نے ایک غلام خریدا ۔ اس شخص نے نام پوچھا تو جواب دیا کہ جو بھی تو رکھدے پھر کھانے کے متعلق پوچھا تو جواب دیا جو بھی کھلائیگا کھالونگا ۔ پوشاک کے متعلق پوچھا تو جواب دیا کہ جیسا پہنائیگا ۔ پھر کام کے متعلق کہا کہ تو کیا چاہتا ہے اسنے کہا جو کرواؤگے کرونگا ۔

چاہئیے بندا کہے جو آپکو　　　اسکو لازم ہے کہ وہ مالک نہ ہو

حکایت مادہ شتر و بچہ ۔

اونٹنی نے اپنے بچہ سے کہا کہ تو بیشک مجھ سے بھٹک گیا تھا کہ میں دوسرے کے قبضہ میں اسلئے اپنا رستہ چھوڑ نہ سکتی تھی ہاں خیال میرا تیری ہی طرف تھا چنانچہ شاعر کہتا ہے ۔

گو نہیں رنگین تیرا کچھ اختیار　　　لیک رہ تو رات اور دن ہوشیار

یعنی انسان کو رات اور دن ہوشیاری سے دین و دنیا کے کام کرنے چاہئیں ۔

حکایت سہ مرد حارص و بادشاہ ۔

ایک شہر میں تین حاسد مشہور تھے بادشاہ نے انہیں بلوایا اور ہر ایک سے کچھ نہ کچھ پوچھا ایک نے کہا میرا دل نہیں چاہتا ہے کہ مجھ سے کسی کو کوئی فائدہ پہنچے دوسرے نے کہا کہ میں تو اسے بھی پسند نہیں کرتا کہ کوئی کسی کو فائدہ پہنچائے تیسرے بھی اسیطرح کا جواب دیا چنانچہ بادشاہ نے تینوں کو مروا دیا تاکہ دوسروں کو عبرت ہو ۔

ہے حسد جو تجھکو اے رنگین کمال — اسکو اپنے دل سے تو دور کر نکال
ورنہ خالق کے پھنسیگا قہر مین — ہوگا رسوا گھر بہ گھر سب شہر مین

حکایت دو صاحب و بادشاہ ۔

ایک شاہ کے صاحب اسکے دو غلام تھے ۔ ایک غلام نے دوسرے کو حسد کی بنا پر مار ڈالا شاہ نے بلاکر کہا کہ تونے اس غلام کو زہر دیکر میرا عیش آدھا کردیا اب مین تجھکو مروائے دیتا ہون اسنے کہا کہ اے بادشاہ اگر مین مارا گیا تو یہ آدھا عیش بھی جاتا رہیگا ۔ بادشاہ نے یہ بات سنکر اسے بخشدیا ۔ مطلب یہ کہ جو گناہ ہوا سو ہوا آیندہ بقیہ عمر مین انسان کو خدا کی طرف ہوجانا چاہئیے یعنی اپنے آدھی عیش کو کیون گنوایا جائے ۔ شاعر کہتے ہین کہ بڑھاپے مین تمام اعضا بیکار ہوجاتے ہین اور انسان بیکار ہوجاتا ہے اس عمر مین ہی کچھ نہ کچھ کرے ۔

یاد ہے مجھکو جوانی کا مزا — اب کہان وہ زندگانی کا مزا
کیون جوانی کا نہ ہووے مجھکو غم — عیش سے مایوس ہون اب دمبدم

داستانون کے آخر مین رنگین اپنے بیٹے اختیار خان کو دس نصیحتین کرتے ہین ۔

اے میرے فرزند اختیار خان ۔ دس نصیحت تجھکو کرتا ہون یہان

(۱) ایک تو خدا سے روز شب ڈرنا ۔

(۲) خلق کو اپنا پیشہ کرنا

(۳) سب مخلوق سے اپنے آپکو برا سمجھنا ۔

(۴) چوتھے ایجاد رنگین کو مدام — ورد مین تو اپنے رکھیو صبح و شام

(۵) پانچوین آئین پہ رہنا مستقیم — تا کہ راضی تجھ سے ہو ترا کریم

(۶) صحبت بد سے بچے رہنا ۔

(۷) ساتوین اپنا ادب کرنا شعار   تا تیرا خلقت مین ہو توقیر و وقار

(۸) موت کو نزدیک جا نیو   اٹھوین یہ پند میری مانیو ـ موت کو نزدیک دایم جانیو

(۹) عذاب قبر سے ڈرتے رہنا   اور نوین ڈرہو عذاب قبر سے ـ رہیو مت ایمن زمین کے جبر سے

(۱۰) دسوین مجھکو فاتحہ سے کیجیو یاد   تاکہ میری روح ہوئے تجھ سے شاد ـ

---

(۱) ایک تو ڈرہو خدا سے روز و شب   تا در سینے دین کے تیرے ہو سب

(۲) دوسرے خلق اپنا پیشہ کیجیو   خلق کر کر نیکنامی کیجیو

(۳) تیسرے جتنی ہین مخلوق خدا   جانیو تو سب سے اپنے کو برا

(٦) صحبت بد سے جتنے کیجیو حذر   لیک اس کوچے سے مت کیجیو گذر

ان نصائح کے بعد لکھتے ہین ـ

مین نے جیتے جی کئے لاکھون گناہ   جان کر اپنا کیا نامہ سیاہ

تو کبھین چلتا نہ میری راہ پر   رکھیو ایمان اپنے ذرا اللہ پر

اس مثنوی مین کوئی نئی خوبی نہین ہے اور ظاہر ہے اس قسم کی مثنویون مین شاعر کا اصلی مقصد کمال شاعری دکھانے کے بجائے اخلاقی تعلیم و تلقین ہوتا ہے ۔ مثنوی کی زبان صاف اور سادہ ہے اسکا یہ پہلو البتہ قابل غور ہے کہ جب ہم رنگین کے "دیوان ریختی" دیوان انگیختہ ۔ دیوان بیختہ اور نثر مین انکے لکھے ہوئے نواحش کا مطالعہ کرتے ہین تو حیرت ہوتی ہے جو شخص ایسی مثنوی لکھ سکتا ہو جیسی "ایجاد رنگین" ہے وہ اس قسم کی فحش گوئی پر کس طرح اتر سکتا ہے اسکا بظاہر صرف ایک سبب معلوم ہوتا ہے اس زمانہ کی سیاسی ۔ سماجی اور معاشی زبون حالی کبھی کبھی انسانون کو مذہب کیطرف بھی لیجاتی ہے اور وہ اپنی بیماریون کا علاج اسطرح کی اخلاقی تعلیم سے کرنا چاہتے ہین لیکن انکے ماحول مین ایسے عناصر زیادہ ہین جنھین صحت مند نہین کہا جا سکتا اور جو شاعرون اور ادیبون کو نفس پرستی اور اسفل جذبات کے اظہار پر آمادہ کرتے ہین ۔ رنگین نے اپنے ماحول کا جو اثر قبول کیا وہ انکی ذات سے مخصوص نہین ۔ علاوہ رنگین کے دیگر معاصرین کے اسی زمانہ مین میر جعفر زٹلی بھی موجود تھے جنھین ۱۲۲۵ھ مطابق ۱۷۱۲ء مین فرخ سیر کے حکم سے قتل کردیا گیا تھا ۔ جعفر کی کلیات مین جس قسم کے فحش اشعار اور فحش نثر موجود ہے رنگین کا کلام اسی کی بازگشت معلوم ہوتا ہے یہ بات دلچسپ ہے کہ رنگین نے ۱۲۲۰ھ مین ہزل کی باقاعدہ مشق شروع کی چنانچہ کہتے ہین ۔

"بحسب تقدیر در همان سال (۲) سفر کلکته روئین بنیاد معه میر افضل علی خان اتحاد ۔ اوشان (۱) گاه گاهے برائے تفنن طبع مشق هزل که اکثر قدما هم کرده اند می فرمودند و نیاز مند را نیز مجوز می بودند ۔ پس برائے خاطر اوشان بنده هم اشعار هزل می گفت و در هائے بیهوده می سفت بحدیکه صورت دیوان سهم ۔ که موسوم "بدیوان آمیخته" است و رزید و مقبول خاطر ظریفان گردید ۔"

یہ زمانہ جعفر کی وفات سے صرف پانچ سال پہلے کا ہے ۔ اس ماحول مین رنگین کے قلم سے ایسی

---

(۱) دیباچہ "دیوان ریختہ" انڈیا آفس لائبریری

(۲) ۱۲۲۰ھ

اخلاقی مثنوی بھی خلاف توقع ہے اور اسے اس زمانہ کے عام مذاق یا کسی خاص رجحان کا علمبردار نہین کہہ سکیے —

رنگین کی طبیعت کا یہ تضاد اس مجموعہ کی دو اور مثنویون سے ظاہر ہوتا ہے ان دو مثنویون کے مجموعہ کا نام رنگین " عجائب و غرائب رنگین " بتاتے ہین اور مقصد تصنیف مین لکھتے ہین کہ دو ایسی مثنویان لکھنا چاہتے ہین جنمین سے ایک مین ظرافت اور دوسری مین تصوف ہو دونون مثنویون مین پانچ پانچ سو اشعار ہون لیکن جسے رنگین ظرافت کہتے ہین وہ بقول انہین کے شیطان کے کنایہ ہین رنگین کا بیان یہ ہے —

بعد حمد حضرت رب الودود — بھیجتا ہون مین پیغمبر پر درود
اور اسکے آل اور اصحاب پر — بلکہ ان اصحاب کے احباب پر
پھر مین اسکے بعد تجھ سے اے کریم — عرض یہ کرتا ہون اے میرے رحیم
تجھ سے یہ مانگون ہون مجھکو کر عطا — یکقلم کر عفو میری سب خطا
اور یہ گویا کر میرے منہہ مین زبان — رشک کھاوین جس پہ سب پیر و جوان
تاکہ اپنے مدعا پر آؤن مین — توسن خامہ کو ٹھہرا جاؤن مین
اور کرون مین نظم یارب نسخہ ایک دو — پر ہر ایک تصنیف وہ اسطرح ہو
ضد ہمدیگر ہون یہ منظور ہے — تجھ سے ہے نزدیک مجھ سے دور ہے
بحر ہو ہر ایک کی لیکن جدا — پر لکھے جاوین وہ دونون ایک جا
یہ ظرافت سے کرے جلوہ گری — دوسری ہوئے تصوف سے بھری
جو پڑھے اسکو ہنسے وہ بار بار — جو پڑھے اسکو وہ روئے زار زار
پہلے نسخہ کا عجائب نام ہو — اور ثانی کا غرائب نام ہو
شعر ان دونون کے پورے ہون ہزار — نصف اسکے اور نصف اسکے ہوئین یار

پر ہر ایک کے بعد ہوتیرا بھی نام — غرض یہ کرتا ہون مین رنگین ظام

چاھتا ہون ایسے نسخے دو کہون — کہتہ کے ان دونون کو مین چپ ہو رہون

پھر اٹھاؤن شعر کے کہنے سے ہاتھ — اور لگاؤن دھیان اپنا تیرے ساتھ

نسخہ اول یہ ہے اے صاحبو — نام اسکا ہے عجائب سن رکھو

سب ظرافت کی حکایات اسمین ہون — سارے شیطان کے کلایات اسمین ہین

ہنسنے کی خاطر کیا اسکو بیان — ورنہ تھا دھیان اسطرف میرا کہان

اسمین ۲۲ حکایات شامل ہین اور ہر حکایت مین رنڈیون ۔ کسبیون اور بد افعال لوگون کی کہانیان بیان کیگئی ہین ۔ ممکن ہے رنگین کے زمانہ مین ایسی کہانیون کو ظرافت مین شامل کیا جاتا ہو کیونکہ انکے بعد بھی ~~ایسی کہانیون کو ظرافت مین~~ واجد علیشاہ نے اپنی مشہور تصنیف "بنی" مین اس قسم کی فحش حکایتین اور نقلین لکھی ہین لیکن ان بتیس حکایات مین سے ایک بھی ایسی نہین جسے مثال کے طور پر پیش کیا جا سکے ۔

واجد

"غرائب رنگین"

عجائب غرائب کا دوسرا نسخہ جو غرائب رنگین کے نام سے موسوم اور رنگین کے بقول پانچ سو اشعار پر مشتمل ہے انکی سابق الذکر مثنوی "ایجاد رنگین" کی طرح چھوٹی چھوٹی اخلاقی مثنیون پر مشتمل ہے انکا موضوع صوفیانہ خیالات ہین چنانچہ حمد مین لکھتے ہین —

تصوف مین غرائب ہو وہ مشہور　　　ترے رنگین کو ہے یہ بات منظور

اسمین عشق حقیقی کی تلقین ظاہر و باطن کی یکسانیت — اطاعت حق — ترک دنیا — تزکیہ نفس — کسب حلال — دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری عبادت و ریاضت وغیرہ کے موضوعات پر چھوٹی کہانیان لکھی ہین — جنکی تعداد ۲۲ ہے انمین سے بعض کہانیان یہ ہین —

حکایت پیر زال کہ در گدائی بود —

ایک بڑھیا بیحد کمزور تھی اسکی غذا اس کا لعاب دہن ہی تھا — شہر مین گدائی کیا کرتی تھی — ایک دن مرگئی تو لوگون نے دفن کردیا — قبر مین فرشتے مہیب شکل مین آئے اور بڑھیا سے کہا کہ تو مدت کے بعد یہان آئی ہے بتا دنیا سے کیا تحفہ لائی ہے اسنے کہا کہ مین تحفہ کیا لاتی — جسکے پاس مین مانگنے جاتی تھی وہی کہتا تھا کہ آگے بڑھ اور خدا سے مانگ اب مین یہان آئی تو تم الٹا مجھ سے مانگتے ہو حالانکہ مجھے کچھ دینا چاہئے تھا —

حکایت جواب و سوال درخت و سایہ —

سایہ نے ایک نخل سے کہا کہ تجھے میرا ذرا خیال نہین — میرا سر ہمیشہ سے تیرے پیرون پر رہا ہے تو اس بات کا غرور نہ کر کہ تیرا سر آسمان سے جا ملا ہے مجھے بھی دیکھ کہ مین خاک پر ہون پھر بھی تیرا دھیان ہر وقت رہتا ہے — اب تو مجھے کبھی کبھی سورج کو تو دیکھنے دیا کر جب درخت نے یہ بات سایہ سے سنی تو کانپ کر کہا کہ تجھے اپنا قصور معلوم نہین کہ تو مستون کی طرح پڑا رہتا ہے — بظاہر تو اپنے آپکو پست سمجھتا ہے لیکن حقیقت مین تیرے باطن مین مستی ہے جبکہ ظاہر و

باطن ایک نہین تو خورشید کا چہرہ بھلا کیسے دیکھ سکتا ہے — درخت نے کہا کہ مین عاجزون کی طرح سے رات دن ایک ہی پاؤن پر کھڑا رہتا ہون مین بے ادب نہین ہون اگر چہ سر آسمان پر ہے لیکن دھیان زمین پر ہی ہے — مجھے جو پتھر مارتے ہین مین انہین پھل دیتا ہون — اے سایہ — تو تو کسی کے پاس ایک دم کیلئے بھی نہین ٹھہرتا کبھی کہین کہین — کبھی کہین — تیرے اندر تو بالکل بھی خلق نہین بھلا تو کیسے خورشید کا چہرہ دیکھ سکتا ہے یہ باتین سنکر سایہ منفعل ہوا —

حکایت دزد و زاہد —

ایک زاہد کے گھر مین ایک چور داخل ہوا بہت سی تلاش کے بعد بھی اسے کچھ نہ ملا زاہد بیدار تھا اسنے کہا مجھے بیحد افسوس ہے کہ تو خالی ہاتھ جا رہا ہے چور نے کہا تو میرا غم نہ کر بلکہ تو اس گھر کو چھوڑ دے تجھے بھی اس گھر سے کوئی فائدہ نہ پہنچے گا — زاہد نے کہا کہ مین منادی کراؤنگا کہ چور زاہد کا ہادی بنا ہے —

حکایت مرد بزرگ کہ در راہ می رفت —

ایک بزرگ رستہ مین چنے بھنوا بھنوا کے کھاتا جاتا تھا اور اپنے سفر کو طے کرتا جاتا تھا — رستہ مین ایک پڑا پتھر پڑا دیکھا — ایک آواز آئی کہ اس پتھر کو اٹھاکر کھا جا یہ ندا سنکر وہ پتھر کے پاس گیا پتھر اسکو چھوٹا نظر آیا جب اسنے اسے اٹھایا تو وہ چنے کے برابر تھا اور کھایا تو مختلف مزے پائے — پھر ندا آئی کہ میرا احسان مان یہ پتھر نہ تھا بلکہ تیرا نصیبہ تھا اسکو کھانے کا تیرا ارادہ نہ تھا —

حکایت حضرت شبلی و زن پارسا در خانہ کعبہ —

ایک مرتبہ شبلی کعبہ کا طواف کررہے تھے کہ ایک عورت کو سر کھلے پھرتے دیکھکر کہا کہ عورت

تجھے شرم نہیں آتی اسنے جواب دیا کہ شبلی شرم کیون آئے جبکہ یہان مرد ہی نہین ہے شبلی نے کہا کہ مین جو مرد ہون — عورت نے کہا کہ تو تو رنڈی سے بھی بدتر ہے اسلئے کہ تیری نظر کعبہ مین مجھ مین پر پڑی اور میری نظر تجھ پر نہ پڑی اسلئے تو اپنے آپکو مرد نہ سمجھ —

حکایت مرد تاجر شہر حلب —

حلب کا ایک سوداگر جب مرنے لگا تو قضا ایک آدمی کی شکل مین آئی اور اس تاجر سے کہا کہ مین موت ہون اب تیرا وقت آگیا ہے تاجر نے موت سے کہا کہ ایک لاکھ دینار لیکر ایک سال کیلئے چھوڑ دے موت نہ مانی تو دو لاکھ کردئے موت نے کہا کہ یہان رشوت کا کام نہین ہے تو تاجر نے کہا کہ مجھے کچھ دیر اور زندہ رہنے دے تاکہ مین وصیت کرلون موت نے کہا کہ ابھی تیرے دم کچھ اور باقی ہین کچھ تحریر کرلے —

حکایت ہیر در غم رانجھا —

ہیر کو رانجھا کا بیحد غم تھا رات دن روتی تھی — اتفاقاً ایک دن رانجھا کی یاد مین گھر سے نکل کھڑی ہوئی رستہ مین ایک گدھی دینگدار نماز عصر پڑھ رہا تھا وہ اسکے سامنے سے نکلی گدی اسکے پیچھے پڑ گیا کہ تو نے آگے سے نکل کر میری نماز کھودی — ہیر نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا کہ مین ایک شخص پر عاشق تھی تو مجھے مطلق دکھائی نہین دیا لیکن اب تو ہی بتا کہ مجھے تو کس کے عشق مین تو نظر آیا نہین لیکن مین تجھے نظر آگئی تیرا یہ عشق خدا سے کیسا ہے —

حکایت مرد کوئی صوفی و حسن نوری رحمت اللہ علیہ —

ایک مرد کوئی بیحد ہی حقی تھا وہ زبان وحش سے واقف تھا ایک دن حسن نوری سے ملنے روانہ ہوا اسنے ایک بلی کو کہتے سنا —

رحمۃ اللہ علیہ

کہ ہے افسوس دنیا ہے یہ فانی کرے کوئی کہانتک زندگانی

بلی نے یہ بھی کہا کہ خواجہ حسن بھی ایک رات ہی کا مہمان ہے یہ بات سنکر حسن نوری مغموم ہوگئے

اور دلہن کہا کہ اب وہان جانے سے کیا فائدہ پھر دل نے کہا کہ چلو فاتحہ پڑھ کر ہی واپس آجانا

جب مرد کوفی وہان پہنچا تو حسن نوری زندہ تھے ۔حسن نوری نے کہا کہ تم حیران مت ہوؤ جو کچھ

بلی نے کہا تھا صحیح تھا کیونکہ مین اپنے حق سے غافل ہوگیا تھا اسلئے فرشتون مین شور مچگیا کہ

حسن نوری شاید آج فوت ہوگیا بلی نے بھی انھین سے سنا تھا ۔

حکایت مرد زاہد کہ سوائے کمبل اسبابے نداشت ۔

مرد زاہد کو جب موت آئی تو یہ کمبل بھی پھینکدیا اور دنیا کی اب کچھ پروا نہ تھی ۔

وہ کامل ہین یہ ہمکو یقین ہے تعلق جنکو دنیا سے نہین ہے

حکایت حاتم طائی کہ ارادہ سفر داشت ۔

حاتم طائی جب سفر کیلئے تیار ہوا تو بیوی سے کہا کہ تو جو کچھ کہے مین تیرے واسطے لے

آون تاکہ تجھے میرے پیچھے کسی چیز کی تکلیف نہ ہو ۔بیوی نے کہا ۔

مجھے دے جاؤ جتنے دن کا جینا دلادو اتنے دن کا کھانا پینا

حاتم نے کہا کہ زیست میرے اختیار مین نہین ۔بیوی نے کہا کہ جو زیست کا ذمہ دار ہے کیا وہ روزی

مجھے نہ دیگا تب حاتم نے کہا کہ تیری ہمت تو مجھ سے بھی زیادہ ہے ۔رنگین کہتے ہین کہ اس دنیا

پہ شیدا ہونا عقلمندی نہین یہ دنیا وفا نہین کریگی ۔

جو شخص اس سے دل لگا کر خوش ہوتا ہے وہ اپنے دین کے گھر کو برباد کرتا ہے

شاعر کہتے ہین ۔

مثل یہ ایک پنجابی کی بھائی　　　مجھے یہان پر محل ہے یاد آئی
کرے گر عدل تو سانوں وہ لیئے　　　کرے گر فضل تو نونول چھٹے

مثنوی کا خاتمہ ان دعائیہ اشعار پر ہوتا ہے ـ

ولے تو رحم کی مجھ پر نظر کر　　　مجھے دنیا مین تو مت دربدر کر
میری ہے جستدر یہ آل و اولاد　　　رکھ اسکو تو جہان مین خورم و شاد
عطا ایسی ہی کر پھر تندرستی　　　کہ مطلق جیسے دم تک ہو نہ سستی
پھر استغنا کا میرے سر پہ رکھ تاج　　　کسی کا مجھکو ہرگز کر نہ محتاج
میرا پھر وقت جب آ پہنچے نزدیک　　　رکھ ایمان کو میرے اور دین کو ٹھیک
نہین جانکنی مجھ پہ ہونگا دشوار　　　عذاب قبر پھر ہوئے نہ زنہار

آخر مین شاعر التجا کرتے ہین ـ

دعا کو میری اے خالق اثر دے　　　اجابت کی دعا کو میری پر دے
"غرائب" کو کرون تا ختم مین آپ　　　کہ شعر اب ہوچکے ہین پانچ سو سب

اسی طرز کی دعا میر حسن نے بھی خدا سے مانگی جو "مثنوی میر حسن" مین موجود ہے ـ

یہ مثنوی بھی صرف اخلاقی مثنوی کی حیثیت سے اہم ہے اسمین اسی قسم کے صوفیانہ خیالات ہین جو میر و مرزا کے دور مین شاعری مین عام طور پر داخل ہوگئے تھے اور جنکا مقصد اس عہد کی سیاسی اور سماجی حالت کا نقشہ پیش کرتا ہے بعض لوگ اس قسم کی شاعری کو فرار کی ذہنیت کا ترجمان کہتے ہین ـ ایسے ناقدین کے بقول اس دور کے شاعرون مین قوت عمل نہین رہی تھی اسلئے جدوجہد کی تعلیم کے بجائے وہ ترک دنیا کی تلقین کرتے تھے ـ یہ تلقین صرف شعرا تک محدود نہین

تھی بلکہ اس عہد کے صوفیائے ترک دنیا کا عملی نمونہ پیش کیا تھا ۔یہ اعتراض کسی قدر درست ہے لیکن اس صوفیانہ تعلیم کا ایک پہلو جو تزکیہ نفس اور اخلاقی اصلاح سے متعلق ہے نہایت اہم ہے اس دور مین اخلاقی پستی جس حد تک پہنچ گئی تھی اسکا اندازہ شعرا کی ہجویات سے بخوبی ہوتا ہے ان حالات مین ایسی شاعری اخلاقی اصلاح کا ایک جذبہ ظاہر کرتی ہے ۔ممکن ہے اسکا اثر اسوقت زیادہ نہ ہوا ہو لیکن اس سے ایک رجحا ن کا پتہ ضرور چلتا ہے ۔

اس مجموعہ کے بعد "مثلث رنگین" شروع ہوتا ہے جسکا پہلا حصہ "شہر آشوب رنگین" کے نام سے موسوم ہے اور دو سو اشعار پر مشتمل ہے مثنوی کے آغاز مین رنگین خود لکھتے ہین ۔

بسم اللہ کو پہلے لکھ کر — لکھ اے رنگین نعت پیغمبر
پھر لکھ مدح چہار خلیفہ — تھے جو نبی کے یار خلیفہ
لکھ کے مناقب آل نبی کا — بن تو محب اولاد علی کا
پھر آگے خاموش نہ رہنا — مثنویان ایک تین تو کہنا
ڈول انکا پر کچھ ایسا ہو — ایک سے ایک کا طرز جدا ہو
اسم بھی ہاتھ آیا تیرے ڈھب کا — نام "مثلث" ہو ان سب کا
تینو وہ ایک ہی جگہ لکھی جاوین — جو انھین دیکھے اسکو وہ بھاوین
چھ (۶۰۰) سے انکے شعر ہون بھائی — خواہش سب تجھے دلکی بتائی
شعر ہون ان تینون کے برابر — گھٹ بڑھ انھین نہ ہوئے مقرر
ہاتھ مین اپنے لیکے قلم اب — مثنوی مین کرتا ہون رقم اب

شہر آشوب کا رواج فارسی اور اردو شاعری مین پہلے سے موجود تھا چنانچہ امیر خسرو کے کلام مین شہر آشوب کے بہت سے نمونہ موجود ہین اس قسم کی نظمین مختلف پیشہ ورون کے متعلق لکھی جاتی ہین ۔امیر خسرو کے شہر آشوبو ن کا نمونہ یہ ہے ۔

زرگر پسرے چو ماہ پارا ‏ ‏ ‏ ‏ کچھ گڑھ لے سنوار لے پکارا
نقد دل من گرفت و بشکست ‏ ‏ ‏ ‏ پھر کچھ نہ گھڑا نہ کچھ سنوارا

تیلی پسرے کہ می فروشد تیلے ‏ ‏ ‏ ‏ از دست و زبان چرب او واویلے
خالے بہ لبش دیدم و گفتم کہ تل است ‏ ‏ ‏ ‏ گفت کہ برونیست درین تل تیلے

یہ ترجمہ ہے "ان تلون مین تیل نہین" کا ہندوستان کا قاعدہ ہے کہ گوجریان دودھ دہی لیکر گلی گلی آواز لگاتی پھرتی ہین – "لیو دہی لیو دہی" امیر کے زمانہ مین بھی یہی رواج تھا چنانچہ فرماتے ہین –

گجری تو کہ در حسن و لطافت چو مہی ‏ ‏ ‏ ‏ آن دیگ دہی بر سر تو چتر شہی
از ہر دو لبت قند و شکر می ریزد ‏ ‏ ‏ ‏ ہر گاہ بہ گوئی کہ "دہی لیو دہی"

سودا نے بھی شہر آشوب لکھا ہے جسمین اپنے زمانہ کے مختلف پیشہ ورون کی تباہ حالی کا ذکر کیا ہے اسکا نمونہ یہ ہے –

(۱) گھوڑا لے اگر نوکری کرتے ہین کسو کی ‏ ‏ ‏ ‏ تنخواہ کا پھر عالم بالا پہ نشان ہے
گذرے ہے سدا یون علف و دانہ کی خاطر ‏ ‏ ‏ ‏ شمشیر جو گھر مین تو سپر بنئے کے ہان ہے

گر ہوجئے جاکر کسی عمدہ کے مصاحب ‏ ‏ ‏ ‏ اسکی تو اذیت ہے بڑی آفت جان ہے
وہ جاگے جو راتون کو تو بیٹھے ہین دوزانو ‏ ‏ ‏ ‏ کیسا ہی اگر اپنے تئین خواب گران ہے
بے وقت خوارش اسکی جو ہو اپنے تئین بھوکھ ‏ ‏ ‏ ‏ سو کیا کہون تجھ سے کہ مصیبت کا بیان ہے

صیغے پہ طبابت کے بھلا آدمی نوکر ‏ ‏ ‏ ‏ سو دو سو روپے کا جو کسی عمدہ کے ہان ہے
صحبت ہے یہ اس سے اگر آقا کے تئین چھینک – آوے تو وہ اسکو بخشونت نگران ہے

---

(۱) کلیات سودا مطبوعہ نولکشور

شاعر جو سنے چاہے ہین مستغنی الاحوال　　دیکھے جو کوئی فکر و تردد کو تو ہان ہے
مشتاق ملاقات انہون کا کس و نا کس　　ملنا انہین ان سے جو فلان ابن فلان ہے
گر عید کا مسجد مین پڑھے جا کے دوگانہ　　بیت قطعہ تہنیت خان زمان ہے
تاریخ تولد کی رہے آٹھ پہر فکر　　گر رحم مین بیگم کے سنے نطفہ خان ہے

ملائی اگر کیجے تو ملا کی ہے یہ قدر　　ہون دو روپے اسکے جو کوئی مثنوی خوان ہے

رنگین اپنے شہر آشوب کا آغاز اسطرح کرتے ہین —

سنو بیان ایک میرا یارو　　منصف ہو تو سنکر رو دو
ایک دن مجھکو سوچ یہ آیا　　یعنی زمانہ نے ہے ستایا
اس دنیا مین آئے ہین جب سے　　چین نہین ہے مطلق تب سے
دولت اپنے پاس نہین ہے　　کچھ آمد کی آس نہین ہے
فکر معیشت نے ہے مارا　　کیجے کس صورت سے گذارا
ہوا بہت سا جب مین مضطر　　تب یہ کہا دل سے گھبرا کر
کیون رے دل کیا مرضی ہے تیری　　فکر تجھے کچھ ہے بھی میری
مجھکو تو یہ بات یقین ہے　　کوئی دنیا مین کسی کا نہین ہے
چیز بڑی دنیا مین ہے دولت　　بن اسکے ہوتی ہے ذلت
کام یہی دنیا مین ہے آئی　　اس لئے سب کو ہے بھائی
جی سے اس پر ہو کر شیدا　　کر اسکو اے جان تو پیدا
کھیتی کریا کر تو تجارت　　نوکری کر یا باندھ کے ہمت
بن آئی باتونکے اے بھائی　　کہہ دولت تونے کب پائی

سنکر دل نے یون کہا مجھکو	خاص چن کہتا ہون تجھکو
ہووے اگر امداد الہی	سب سے ہے بہتر یاد الہی
صبر کہ اد خدا ہی دیگا	دلکی مراد خدا ہی دیگا
جو ہے کسب سو ہے واہی	ہریک چن سو سو ہے تباہی
کہہ تو یہ تفصیل اسکا بیان ہو	تاکہ نہان وہ تجھ پہ عیان ہو

اسکے بعد بارہ مختلف پیشون پر ذکر اس ترکیب سے کیا ہے ـــ

(۱) دربیان کسب دھقان ـــ

(۲) دربیان سپاہ گری ـــ

(۳) دربیان کسب تجارت ـــ

(۴) دربیان کسب قصاب ـــ

(۵) دربیان کسب کا رز ـــ

(۶) دربیان کسب باغبان ـــ

(۷) دربیان کسب تجار ـــ

(۸) دربیان حاجی و طوف کعبہ ـــ

(۹) دربیان کسب حلوائی ـــ

(۱۰) دربیان کسب بھش بحونجہ ـــ

(۱۱) دربیان کسب عطار ـــ

(۱۲) دربیان سپاہی ـــ

داستانون کا نمونہ یہ ہے ـــ

دربیان کسب دھقان ـــ

کسان کی طرف مخاطب ہو کے کہتے ہین کہ کاشت مین خون دل کھانا ہوتا ہے ۔

چاہیے پہلے بنجر توڑے　　پھل ہلون مین ستھرے جوڑے
کرے شعور سے پھر تو بوائی　　اسکے بعد کرے تو نلائی

یہ تو ترکیب بونے کی بتائی ہے اور مثال پیش کرکے توجہ دوسرے جہان کی طرف مبزول کرائی ہے چنانچہ فرماتے ہین ۔

بووے اگر اس راہ مین ایک جو　　کاٹے تو ایک ایک کے سو سو
تو تو یہان کرتا ہی نہین کچھ　　وہان کیلئے دھرتا ہی نہین کچھ
یون مانند نہین کچھ آتا　　بے کا یہان سے خالی جاتا
تو ہی بتا اے مرد غافل　　بن بوئے کیا ہووے حاصل

جس طرح سے بغیر محنت کئے کسان کو کچھ حاصل نہین ہوسکتا اسی طرح جبتک انسان دین کیلئے تکلیف نہ اٹھائیگا اسے دوسری دنیا مین کچھ نہ ملیگا ۔

در بیان سپاہ گری ۔

سپاہی اگر کہین نوکری چاہتا ہے تو گھوڑا خریدے اور کسی لشکر مین ملازمت کرکے لڑے ۔ گھوڑا خرچ کرکے خریدیگا لیکن ملیگا کچھ نہین سوائے جان جوکھون کے ۔ دشمن سے ہمیشہ ڈرتا ہی چاہئیے ۔ لوٹ کا مال کھاتا ہے اگر تو بچ گیا تو گھر کو واپس آگیا ۔
آگے چلکر شاعر کہتے ہین کہ تیرے حق مین یہی بہتر ہے کہ اپنے نفس سے لڑتا رہے ۔

اپنے نفس شوم سے لڑ تو　　اس سے دن و رات جھگڑ تو
اگر تو اس پر ہووے غالب　　شاہ و گدا ہون تیرے طالب

دربیان کسب تجارت —

گر ہے تجارت کی ہے خواہش   تو تو بہت اسمین ہے کاہش

آگے چلکر فرماتے ہین کہ پہلے دولت لگاؤ اور رات دن محنت کرو اور دنیا کی خاک چھانتے پھرو جیسا شخص ہو جیسی

ویسی ہی اس سے باتین کرو —

جھوٹ ہمیشہ سب سے بولے   چاہے سب ہن جھوٹ نہ کھولے

جھوٹا کبھی نہ جھوٹا ہووے   جھوٹے کے آگے سچا رووے

عاقل جھوٹ بولنے کی تکلیف نہین اٹھاتے اسلئے تو بھی

اس سے تو اے مرد واہی   کر دن رات تو یاد الہی

ایسی تجارت کسکو بھاوے   ایک ایک دے اور دس دس پاوے

یہان کوئی کام نہین آتیگا   کرے تردد کچھ جاتیگا

پھر فرماتے ہین کہ سفر لمبا ہے کچھ توشہ تیار کر لینا چاہئے اپنے گھر کچھ نہ کچھ اس سفر کیلئے

کرتا رہ چنانچہ کہتے ہین

گھوڑا ٹٹو بکری ہاتھی   کوئی نہین ہے تیرا ساتھی

اسکے بعد کہتے ہین کہ تجھے کسی پر مغرور نہ ہونا چاہئیے دوست بھی ساتھ نہین دیگا یہ بھی

دشمن ہے —

دوست برابر کون ہے دشمن   ہر یک دوست تیرا ہے رہزن

راہ خدا سے پھیرے ہے تجھکو   اپنے پھندے مین گھیرے ہے تجھکو

ذکر خدا سے باز رکھے ہے   اپنے سے ہمراز رکھے ہے

دربیان کسب گازر —

دھوبی کو بھی اپنے پیشے مین سکھ نہین سب سے پہلے اسے لدو گدھا خریدنا پڑتا ہے

پھر کٹر میں جاکر اس پر بوجھ لادنا پڑتا ہے پھر گھروں سے کپڑے لاکر ناند کے پاس بیٹھکر ان پر بوجھ ملنا پڑتا ہے پھر بھٹی پہ چڑھانے ہوتے ہیں بھٹی سے نکالکر دھونے ہوتے ہیں برسات میں دھونے کا غم ہوتا ہے کیونکہ پانی گدلا ہوتا ہے گرمی میں گرمی ستاتی ہے اور سردی میں سردی

ان سب باتوں سے بہتر یہہ ہے کہ

اس سے تو اپنے نفس گدھے پر — دین کی لادی کو لادا کر

نکل کے قید آب و گل سے — دھو تو بغض و حسد کو دل سے

شرع کے میدان میں جاکر — لا ایمان کی بوجھ اٹھاکر

پھر اس اپنے جامۂ تن کو — دھو کلمہ کے لگا صابن (۱) کو

بغض و حسد سے دور رہا کر — روز و شب مسرور رہا کر

در بیان سیاحے —

چاہے اگر کوئی سیاحی — تو کرتی ہو کی ملاحی

دنیا کا دریا ہے گہرا — رستے میں سو رہا ہے لہرا

قدم قدم پر اس میں بھنور ہے — گڑے کھنڈا کیونکر جانے خطر ہے

کہتے ہیں کہ اس دریا سے کشتی کا گذر جانا اندیشہ ناک ہے

دل سے تو کلمہ کو پڑھ جا — کشتی میں ایمان کی چڑھ جا

پیر ہے اس کشتی کا مانجھی — بن جا اپنے پیر کا سانجھی

مطلب یہہ کہ اپنے دلکو صاف رکھو اور ہر وقت مرنے کا خیال دل میں رکھنا چاہئے — موت کے بعد ہی اس کشتی سے پار اترا جائیگا موت سے پہلے خوف و رجا کی حالت ہی میں رہنا ہوگا۔

---

(۱) صابن — "صابن" اردو لفظ ہی جب "صابون" کا وسا قط ہے — ایسی صورت میں ص کو برقرار رکھنا ضروری نہیں — عربی اور فارسی میں "صابون" ہی، "خابن" نہیں ہی —

لیکن پار نہ اتری جھٹک   خوف و رجا میں رہیو جب تک

یہ مثنوی بھی ان اخلاقی مثنویوں کے تحت میں آتی ہے جنکا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے اسمین بھی رنگین نے شاعری کے فنی کمالات دکھانے کی کوشش نہیں کی ہے بلکہ سیدھے سادے انداز میں اخلاقی باتیں بیان کی ہیں اور اس قسم کی صوفیانہ تعلیم دی ہے جیسے اوپر بیان کیا جا چکا ہے ۔

"مثلث رنگین" کا دوسرا نسخہ "داستان رنگین" کے عنوان سے دو سو اشعار پر مشتمل ہے مثنوی ان اشعار سے شروع ہوتی ہے ۔

حمد لکھوں اس اپنے خدا کی   جس نے کی بنا ہے ارض و سما کی
اس نے انجم کو ہے بنایا   وہی ہر ایک شے میں ہے سمایا
اس نے انسان کیا ہے تجھکو   دیکھ تو کیا کیا دیا ہے تجھکو
تجھکو عقل و شعور دیا ہے   کیا شکل اور کیا نور دیا ہے

ان اشعار کے بعد انسان کی قوتوں کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ سب کچھ عطیۂ الہی ہے اسلئے انسان کو چاہئیے کہ شکر گذار ہو اور دوسرے جہان کیلئے کچھ تیاری کرے ۔ اسکے بعد اخلاقی مضامین ہیں جنمیں ضرب الامثال اور کہاوتوں کے ساتھ نظم کیا ہے چونکہ اسکا تعلق زبان دانی سے ہے اسلئے اس مثنوی کی تفصیلات رنگین کی خدمت زبان کے سلسلہ میں بیان کی گئی ہیں ۔

"مثلث رنگین" کا آخری حصہ "شکایات رنگین" کے عنوان سے ہے ۔ مثنوی کا آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے ۔

حمد کریم کی سب سے پہلے   دھوکے زبان کو رنگین کہہ لے
کیوں کہ وہ خلاق جہان کا   واقف ہے پنہان و عیان کا
سب مخلوق میں خالق ہے وہ   سب کا دائم رازق ہے وہ
جو شے ہے وہ اس پہ ہے ظاہر   سب شے سے وہ خوب ہے ماہر

پھر اسمین چھوٹی چھوٹی حکایات نقل کی ھین پہلی پہلی حکایت مجنون صیاد اور آھو کی ھے ۔۔ رنگین لکھتے ھین ۔

ایک صیاد نے اپنے جال مین ایک ھرن کو پھنسایا قیس کو دیکھکر رقت پیدا ھوئی اس نے صیاد سے کہا کہ یہ تو لیلی کا ھم چشم ھے اسے نہ پکڑ لیلی کے صدقہ مین اسے تو چھوڑ دے کیونکہ اسکی آنکھین اور قد لیلی جیسی ھین ۔۔ صیاد کو ان باتون پر رحم آگیا اس نے ھرن کو چھوڑ دیا سب سے بڑی بیماری دنیا مین عشق ھے جو عشق مین داخل ھوا اپنے سے ھاتھ دھو بیٹھے ۔

تجھکو عشق کی قدر کہان ھے   تو نہین وان یہ عشق جہان ھے

ھے اس عشق کا اطا(۱) رتبہ   سمجھا کون ھے عشق کا رتبہ

بعض دیگر حکایتین یہ ھین ۔۔

حکایت حضرت موسی علیہ السلام ۔۔

موسی کی شبانی کے زمانہ مین ایک دن بھیڑ کا ایک بچہ گلہ سے بھاگا موسی علیہ السلام پیچھے بھاگے آخر کار اسے پکڑ لیا اور کندھے پر اٹھاکر لائے ۔

اسکے باعث سن اے دانا   ھوا پیغمبر وہ فرزانا

اے انسان تجھے بھی سب کا خیال رکھنا چاھئیے ظاھر و باطن ایک ھونا چاھئیے ۔

ظاھر و باطن کو کر یکسان   تاکہ نہ دین کا ھو تیرے نقصان

دین کے سارے کام کیا کر   دنیا کا مت نام لیا کر

ھاتم نہین مطلق یہ آتی   کھوتا ھے کیون اپنی جوانی

---

(۱) اعلی

حکایت مرد عابد و شخص فاسق و درویش زاہد ۔

ایک آدمی کو ایک عابد نے فسق میں مبتلا پایا ۔ عابد نے دعا کی کہ خدا تو اس پر اپنا قہر نازل کر تاکہ یہ اس راہ سے منحرف ہوجائے بجز جب ایک زاہد اس حال سے واقف ہوا تو روکر کہنے لگا کہ اس سے زیادہ اور خدا کا قہر کیا ہوگا کہ شیطان اسکا ہادی بنا ہوا ہے اور یہ خدا سے روگردان ہے اور یہ بھی کہا کہ اہل فنا میں مشہور ہے کہ اگر کوئی دریا میں ڈوبتا ہو تو اسکے ہاتھ کو پکڑ لو اور دھکا مت دو ۔

شاید ہو جاوے تیرے ڈھب کا　　　ہاتھی کے پاؤں ہے سب کا

کیا نہ کر تو دل کی خواہش　　　اسکی تجھکو ہوگی کاہش

جو کچھ تو اس ہاتھ سے دیگا　　　وہی تو پھر اس ہاتھ سے لیگا

" چہار چمن رنگین " کے نام سے رنگین نے چھوٹی چھوٹی مثنویوں یا منظوم حکایتوں کا ایک مجموعہ مرتب کیا ہے جو " شش جہت رنگین " کا چوتھا حصہ ہے اسی مناسبت سے اسکا نام " چہار چمن رنگین " رکھا ہے ۔ چہار اور چمن کی رعایت پورے مجموعہ میں ملحوظ رکھی گئی ہے چنانچہ حمد کا آغاز اسطرح ہوتا ہے ۔

اے گلشن دو جہان کے خالق　　　وہی والئی و انسان جان کے رازق

خالق ہے تو ہی کریم ہے تو　　　قادر ہے تو ہی قدیم ہے تو

ہے باغ سو کیا یہ تیری وحدت　　　ہین اسمین شجر یہ ساری کثرت

وہ شخص جو تھا رسول تیرا　　　اس باغ میں تھا وہ پھول تھا وہ

گلشن کا ترے پھول تھا وہ　　　بیشک بڑا رسول تھا وہ

والی

انس و

یعنی رعایت نعت اور مدح اصحاب کے مضامین بھی ہے ۔

نام اسکا اگرچہ تھا محمد — ہے چہ یقین تھا وہ احمد

تھا جسم وہ اسکا رشک صد باغ — فردوس ہے جسکے رشک سے داغ

نسرین گویا وہ سمن تھا — وہ جسم تھا یا کہ وہ چمن تھا

تھا گل کی وہ آب و تاب سے خوب — تھا اسکا عرق گلاب سے خوب

اک باغ وہ حق کی سیر کا تھا — دخل اسمین ذرا نہ غیر کا تھا

اور اسکے جو چار تھے وہ اصحاب — سوا اسکے تھے یار اور احباب

یا اسمین چہار سر تھے چار — یا چار تھے سیر چار و یار

ہے بارہ دری جو اسکے اندر — سو بارہ امام اسکے ہین در

ہے اسکی روش یہ شرع کی راہ — فقرا ہین شجر سب اسمین باللہ

جو جسکا ہے سلسلہ سوائے یار — وہ اسکی ہے شاخ ایک تعداد

اور انکے مرید ہین جو بتے — سو ہین ان ڈالیون کے پتے

پھل پھول ہین انکے شغل اور ذکر — ہے جسکی انہون کو رات دن فکر

د سبزی انہون کی ہین یہ ہم لوگ — رس ہین وہ سارے اور ہم پھوگ

ان مضامین سے معلوم ہوتا ہے کہ رنگین عقیدہ کے اعتبار سے کٹر شیعہ نہ تھے[1] چنانچہ چار کی رعایت اور چہار اصحاب کا ذکر اسکی تائید کرتا ہے ایسے ہی مضامین " مثلث رنگین " اور " اخبار رنگین " مین بھی ملتے ہین جنکا ذکر تفصیل کے ساتھ رنگین کے مذہب کے سلسلہ مین کیا گیا ہے ۔

مناجات کے بعد سبب تصنیف مین ٦٧ اشعار کہے ہین اور لکھا ہے کہ تمام لوگ دنیا مین اسلئے نیک کام کرتے ہین کہ انکے بعد انکا نام باقی رہے اسی لئے بعض لوگ باغ لگاتے ہین لیکن ایسے باغ

(۱) یہ وضاحت اسلئے ضروری ہے کہ دہلی اور دیگر مقامات سے بعض امرا اور لکھنؤ پہنچے وہاں کے شعرا میں اکثریت شیعہ حضرات کی تھی جنہیں اودھ میں شیعہ سلاطین و امرا کی سرپرستی حاصل ہوتی تھی اور یہ لوگ وہیں کے ہو رہتے تھے۔ غالباً اسی بنا پر رنگین کا لکھنؤ میں قیام مختصر رہا اور [illegible]

پائیدار نہین ہوتے انکی بہار خزان سے بدل جاتی ہے اور گلشن ویرانے ہوجاتے ہین —

پھر تھوڑے دن مین لوگ آ وہان　　　پاتے ہین نہ باغ اور بستان

آتا نہین وہان نظر کہین باغ　　　بلبل کی جگہ پھرے ہے خوش زاغ

پھولون کی جگہ بچھے ہین وہان خار　　　جنگل ہے نہ گل ہے وہان نہ گلزار

اسلئے بعض کی خواہش کے بجائے نظم کا باغ لگانا چاہئیے —

گر باغ ہی کی تجھے ہوس ہے　　　تو نظم کا باغ تجھکو بس ہے

گر نظم کا باغ ہو وہ بہار　　　بگڑے نہ خزان سے جسکے گلزار

دیکھے جو کوئی اسکو آکے　　　دے تجھکو دعا وہ ہاتھ اٹھا کے

کتاب کا نام اشعار کی تعداد اور ترتیب ان اشعار سے ظاہر ہے —

ہے چار چمن جو نام اسکا　　　خوش کرتا ہے سب کو کام اسکا

مین نے جو کیا شمار بارے　　　شعر اسکے ہین ایک ہزار سارے

دروازے وسیع اسکے ہین چار　　　ہے ایک سے ایک بہتر اے یار

جس در سے کہ چاہے اسمین تو آ　　　ہر ایک چمن کی سیر کر جا

اب چار جو اسکے یہ چمن ہین　　　ہر ایک مین سرو اور سمن ہین

ہر چارون ہین چار بحر مین یار　　　مین نے تجھے کر دیا خبردار

ہر ایک کا بڑا ہے عرض اور طول　　　لاکھون ہی طرح کے سب مین ہین پھول

آگے چلکر کہتے ہین کہ ہر چمن مین چار شجر ہین اور ہر ہر نخل مین مختلف پھل ہین پھر ہر درخت کی ڈالیان چار ہین یعنی چار حکایات لیکن ڈالیون (حکایات) مین پتے کم و بیش ہین —

پتے ہین حکایتون کے اشعار　　　یہ بھی رہے دھیان مین تیرے یار

معنی انکے ہین پھول اور پھل
مضمون جو بنا ہے سو ہے کونپل

پر وہ جو شجر انھون مین ہین چار
تفصیل سن انکی مجھ سے اے یار

ہر ایک شجر کا پھل جدا ہے
کوئی ہے بھلا کوئی برا ہے

ہین ایک مین تو "معادؔ" کے پھل
وہ [illegible] کرلے انہین دیکھ کر تو اٹکل

اور ان مین شجر جو دوسرا ہے
وہ صرف "معاش" سے لدا ہے

پھل تیسرے کے جو ہین وہ آفت
تو انہین بھری ہے کل "ظرافت"

چوتھا جو ہے بھلا دھوا دھار
ہے اس مین فقط "تصوف" اے یار

"چہار چمن رنگین" مین مختلف مضامین کا یک جا کرنا اسی رعایت سے ہے کہ باغ مین خار اور گل —زاغ و بلبل سب موجود ہوتے ہین اس لئے بعض مضامین ناپسندیدہ بھی اسمین آگئے ہین اور ان کیلئے رنگین معذرت طلب کرتے ہین —

کھٹا کوئی پھل اور کوئی ہے میٹھا
پھیکا ہے کوئی اور کوئی ہے سیٹھا

ہر باغ کا نسق ہے یہی یار
اس بات مین سخت ہون مین نا چار

اس امر مین جان مجھکو مجبور
رکھیو تم سب طرح سے معذور

دل میری طرف سے صاف رکھنا
اللہ مجھے معاف رکھنا

"چہار چمن رنگین" کا پہلا چمن اس عبارت سے شروع ہوتا ہے —

چمن اول "چار چمن رنگین" کہ سوائے فضائے دیگر چہار درخت بار دارد کہ ہر یک میوہ جدا و چہار شاخ رسا دارد یعنی درخت اول در "معاد" و درخت دوم از "معاش" و درخت سوم از "ظرافت" و درخت چہارم از "تصوف" بارور است —

اب ہین جو چمن یہ نظم کے چار
ہے بحر جدا ہر ایک کی یار

حکایتون کا نمونہ یہ ہے —

حکایت حضرت ذوالنون مصری و شیطان — "در معاد "

حضرت ذوالنون مصری نے کسی جگہ شیطان کو دیکھا کہ شیطان سر خاک پہ رکھکر روتا ہے اور آہ و فغان کرتا ہے — ذوالنون مصری نے کہا کہ احمق تجھے تو خدا نے معزول کردیا ہے تیری کوئی بات مقبول نہ ہوگی تو روکر اپنا وقت می ضائع کررہا ہے — شیطان نے جواب دیا —

معزول ہون مین اگرچہ پر عیب　　ہے وہ تو بحال بے شك و ریب

گو میری نہ بندگی ہو مقبول　　وہ تو مین ہوگیا ہے معزول

شیطان جو معزول ہوچکا تھا وہ بھی بندگی اور معافی مین لگا ہوا ہے رنگین تو بھی اگرچہ گنا ہگار ہے لیکن عبادت کیے جا —

ہر چند گناہ مین ہے تو غرق　　پر اسکی نہ بندگی مین کر فرق

حکایت شخصیکہ قرضدار شخصے بود — "معاد "

ایك شخص کسی کا قرضدار تھا لیکن قرض کی اسے پروا نہ تھی — ایك دن مالك قرض نے آکر شور مچایا اسنے کہا کہ شور نہ مچا مین تیرے قرض کی فکر مین ہون اور ادا ضرور کرونگا اب مین کپاس ہونے کی فکر مین ہون — کپاس پیدا ہوگی اسکا سوت بنواؤنگا اور ان تھانون کو گران قیمت پر فروخت کرکے قرض ادا کرونگا — آگے چلکر رنگین کہتے ہین —

رنگین جسے حشر کا نہ ڈر ہو　　لازم ہے اسے وہ بے خبر ہو

جس شخص سے چاہیے قرض لے وہ　　لیکو مطلق ہی پھر نہ دے وہ

ہو جس کو معاد کی نہ کچھ فکر　　ان باتون لگا وہ کرے نہ کچھ ذکر

حکایت حاسد احمق ۔ "(معاش)"

ایک شخص ایک شخص سے حسد کرتا تھا یہ حاسد اسکے مال و گنج کو دیکھکر جلتا تھا اور اسکے نقصان سے خوش ہوتا تھا ایک دن سوچا کہ شگون بد سے اسکو شکست دے چنانچہ اپنی ناک کاٹکر اسکی رہگذر مین جا بیٹھا جب اس نے نکٹے کو دیکھا تو کہا کہ یہ ظلم کس نے کیا ۔ اسنے جواب دیا ۔

بولا وہ کہ کیا کہون یہ کیا ہے ۔ یہ تیرے حسد کا گل کھلا ہے

پھر اسکا ہوا جو کچھ نہ نقصان ۔ نکٹا ہو کاٹکر پشیمان

اسکا تو ہوا نہ کچھ خاک ۔ کھو بیٹھا یہ اپنی مفت مین ناک

حکایت جواب و سوال پیر و مرید (در تصوف)

ایک پیر کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ مجھے مرید بنالو پیر نے کہا کہ جب مر جاؤنگا تو پھر کسکی صحبت مین رہیگا اسنے جواب دیا کہ پیر حق سے ہی کام ہوگا ۔ پیر نے کہا ۔

یعنی تو مجھے ابھی ہوا جان ۔ رکھ اپنے خدا کا رات دن دھیان

حکایتون مین سے جنکی تعداد سولہ ہے چند حکایتین جو درخت سوم مین ظرافت کے عنوان سے ہین (۱) نہایت فحش ہین آخری چار حکایتین تصوف کے متعلق ہین ۔

"چہار چمن رنگین" کا دوسرا چمن بھی پہلے چمن کیطرح سولہ حکایات پر مشتمل ہے چار حکایتین معاد سے متعلق ۔ چار معاش سے متعلق ۔ چار ظرافت سے اور چار تصوف سے متعلق ہین انکا انداز بھی وہی ہے جو چمن اول کا ہے اسیطرح چمن سوم اور چمن چہارم کا ۔

مثنوی مین فنی اعتبار سے کوئی خاص خوبی نہین ہے شروع سے آخر تک سادہ بیانیہ انداز اختیار

کیا گیا ہے اور تشبیہات اور استعارے یا صنائع بدائع کا استعمال بہت کم ہے مختلف حکایتون کے انتخاب سے نہ صرف رنگین کے مزاج کا پتہ چلتا ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ اس عہد مین انسانی کردار مین حالات نے کیسا تضاد پیدا کردیا تھا ــ کہ ایک شخص ایک ہی تصنیف مین اعلی درجہ کی اخلاقی حکایات اور اخلاقی مضامین کے ساتھ ادنی درجہ کے جذبات اور پست خیالات بھی شامل کرلیتا تھا ــ ممکن ہے اس مین رنگین کی افتاد طبع کا بھی کچھ دخل ہو لیکن بڑی حد تک اسمین رنگین کے ماحول کا اثر جھلکتا ہے ــ اور مثنوی کا مطالعہ اس عہد کی ذہنی اور اخلاقی حالت کے مطالعمین مدد دیتا ہے ــ

"خمسۂ رنگین"

مدتون کی رعایت کے لحاظ سے رنگین نے "چہار چمن رنگین" کے بعد "خمسہ رنگین" کے نام سے ایک مثنوی لکھی ہے اسے مثنوی کہنا مشکل ہے اسمین دو منظوم خط اور تین داستانین ہین پہلا خط لکھنو سے اپنے بھائی خدایار خان کے نام لکھا ہے اسمین خدا یار خان کو مرحوم لکھتے ہین اس خط مین ایک سو نہتر اشعار ہین اور آغاز اسطرح ہوتا ہے ــ

عزیزالقدر میرے یار بھائی   ستاتی ہے مجھے تیری جدائی

قسم تیرے ہے سر کی اے خدایار   بہت بیکل رہے ہے یہ دل زار

تجھے معلوم ہو بعد از دعا کے   کہ بھائی کام ہین یہ سب خدا کے

جو اپنے دوست یارون سے جدا کر   یہان پھینکا ہے تنہا مجھکو لاکر

شفیق اپنا ~~دوست عزیزون سے جدا کر~~ اپنا نہ کوئی یار ہے یہان   نہ مونس ہے کوئی غمخوار ہے یہان

نوٹ ــ خدا یار خان کی تاریخ وفات

گذرتی ہے عجب صورت سے اوقات   تڑپتے ہی گئے ہے مجھکو دن رات
نہ کھانا کچھ خوش آتا ہے نہ پینا   نہ موت آتی ہے بھاتا ہے نہ جینا

آگے چلکر فرماتے ہین کہ مین سخت پریشان ہون شاہ جہان آباد کی گلیان دن اور رات یاد آتی ہین خصوصاً اس کافر صنم کی یاد جسکا نام تمھین معلوم ہے بہت ستاتی ہے اور یہی میرے الم کا باعث ہے غم سے میرا دل چھلنی کیطرح ہوگیا ہے جب غم گھیرتا ہے تو یہ غزل پڑھتا ہون —

کچھ اپنی دن بدن وحشت فزون ہے   بہار آئی ہے اور تازہ جنون ہے
وہی ہے عشق کے نزدیک آسان   قیاس و فکر سے جو کچھ برون ہے
جہان کی خوبیان ہین اس مین ساری   مگر ہر ایک سے لگ چلنا زبون ہے
گلے مین لعل کا تکمہ ہے اسکے   گریبان گیر یا رنگین کا خون ہے
ہمارا عشق کی دولت سے یارو   جنون ہادی ہے وحشت رہنون ہے
غرض اس ڈھب کے مین پڑہ پڑہ کے اشعار   اس اپنے دلکو بہلاتا ہون ہر بار

آگے چلکر کہتے ہین کہ مین عشق کا راز چھپا نہین سکتا اسلئے جو کچھ دل پر گذر رہی ہے بھائی تمھین سناتا چاہتا ہون — گذشتہ رات روتے روتے جب مین سو گیا تو مین نے خواب دیکھا کہ ایک مخلوق دریا پہ پھر رہی ہے اسکے پار ایک مکان ہے جو عرش سے باتین کررہا ہے — مین نے لوگون سے پوچھا کہ یہ دریا کونسا ہے انھون نے کہا کہ یہ جمنا ہے اور آج تو چندی کا میلا ہے اسلئے لوگ جمع ہین پھر مین نے دریا پار کا مکان معلوم کیا تو کہا کہ یہ ایک کافر نگار کا ہے جو کھڑکی صحرا کیطرف کو ہے اسمین وہ نگار شام کو بیٹھتی ہے — مین بھی کھڑکی کے پاس گیا اور غور سے دیکھا تو —

دل اپنا جس کا تھا مدت سے جویا   وہی بیٹھی ہے اس کھڑکی مین گویا
نظر اسکی پڑی میری طرف جب   پڑھا یہ قطعہ اسنے مسکرا تب

قطعہ ۔

درے یہ مردوا ہے سخت واہی — اس سے پوچھو تو یہان یہ کیون کھڑا ہے

لڑتا ہے ہوا جس تس سے آنکھین — اسے ہے طرح یہ لپکا پڑا ہے

رہا مین دیر تک یہ سن کے خاموش — پھر اتنے مین جو مجھکو آگیا ہوش

کہا مین نے کہ بے تقصیر ہون مین — جدائی سے تری دلگیر ہون مین

بس اب مجھکو نہین برداشت غم کی — نہ طاقت ہے مجھے درد و الم کی

مجھے اب وصل کی دارو پلا دے — خدا کو مان مرتا ہون جلا دے

یہ سنکر مجھکو کوٹھے پر بلایا — پھر اپنے پاس مسند پر بٹھایا

کرون تعریف کیا مین اس مکان کی — انوکھی ہے عمارت ہو جہان کی

اس خط مین مکان کی تعریف اور سراپا مین بعض نہایت عمدہ اشعار نظم کئے ہین ۔

تعریف مکان ۔

مکان کا نقشہ کھینچتے ہوئے کہتے ہین کہ کمرون مین چاندنیان اور قالیچے بچھے ہوئے تھے پلنگ پڑے ہوئے تھے ان پر توشکین بچھی ہوئی تھین اور اوپر سے چادرین پڑی تھین ۔

نوار ریشمی سے وہ بنے تھے — اور انکے گرد گلدستے چنے تھے

تعریف سراپا ۔

گندھی اسکی کھجوری تھی جو چوٹی — سو تھی لمبی بہت اور خوب موٹی

پڑی گدی کے پیچھے تھی وہ یکسر — کہے ناگن بھلا اسکو یہ کیونکر

کہے کیونکر جبین کو ماہ پارا — کہ چھائی سے لدا ہے مہ سارا

مژہ اسکی جو تھین ناوک کے ثانی — انھین تشبیہ دے کس سے زبانی

تعریف زیور —

زیور کے کرن پھول اور جھمکے   جنھین دل دیکھ کر عاشق کا ھمکے

پڑے تکیے تھے رخساروں کو اس طرح   گل خورشید دیکھے حور کو جس طرح

"خمسہ رنگین" کا دوسرا جزو عباداللہ مرزا تاجر اصفہان اور محبوب دختر سوداگر بنارس کی کہانی ھے اسمین ۱۲۶ اشعار ھین — کہانی یہ ھے —

پہر تاجر عباد اللہ بہت ھی خوبصورت اور دولتمند تھا بد قسمتی سے اسے تجارت مین ٹوٹا ھوا اور وہ مجبور ھو کر اپنے نوکر کا نوکر ھوا — عباد اللہ ایک دن کئی روز کا سفر طے کر کے سمندر پر آیا اور جہاز مین سفر کیلئے تیار ھوگیا — جب جہاز ایک کوہ کے قریب پہنچا تو ناخدا نے کہا کہ یہ مقام قضا نامی ھے جبتک یہ کسی کو نہ لیلے جہاز آگے نہین جا سکتا — عباد اللہنے اپنے آپکو پیش کیا اور لوگون کو مجبور کر کے کشتی مین بیٹھکر جہاز سے اتر پڑا جہاز دور نکل گیا تو عباد اللہنے کہا کہ جب ھونا ھی ھے تو غم سے کیا فائدہ — یکایک ایک جانب سے آندھی اٹھی یہ آندھی کشتی کو پہاڑ کیطرف لے چلی اور کوہ سے ٹکرا گئی اور ٹوٹکر ڈوبگئی اور کشتی کے ٹوٹتے ھی عباد اللہ کوہ پر چڑھ گیا اب اسکے چارون طرف پانی ھی پانی تھا — شام کو کسی ایک طرف غنودہ ھوکر سو گیا جب صبح آنکھ کھلی تو دیکھتا ھے ایک مرغ اونٹ سے بڑا اسکے پاس کھڑا ھے پھر کچھ دیر کے بعد وہ اڑ گیا اور نظر سے اوجھل ھوگیا عباد اللہنے سب جگہ ڈھونڈا لیکن نہ ملا اخر شب کو اسی اپنی جگہ پر عباد اللہ آکر سو رھا مرغ بھی اپنی جگہ پر آگیا — عباد اللہنے خدا سے دعا کی کہ اس راز کو مجھے بتا کہ مرغ رات کو آتا ھے اور دن کو چلاجاتا ھے پھر دلمین خیال آیا کہ شب کو یہان آکر آرام کرتا ھے اور دن چگنے چلا جاتا ھے —

جب یہ مرغ اڑنے لگا تو عباد اللہ بھی اسے چپٹ گیا وہ اتنا بڑا مرغ تھا کہ اسے پتہ بھی نہ چلا کہ کوئی چپٹا ھوا ھے — یہ مرغ اتنا اونچا اڑا کہ زمین ایسی معلوم ھورھی تھی جیسے سمندر مین کشتی —

اب تیسے اتوتے اتوتے اس مرغ کو رستہ ہی مین رات پڑ گئی - اور دو بجے رات کو وہ بنارس آنکلا اور محل پر عباد اللہ کے پیر لگے اور سمجھ گیا بس زمین قریب ہے ہے اسیے مرغ کے پیر چھوڑ دیئے اور دھم سے گر پڑا کوٹھے پر یہ جوان جس کوٹھے پر گرا تھا یہ ایک سوداگر کا گھر تھا اسکے گرنے کی آواز سے سب جمع ہوگئین کوئی کہتی تھی کہ یہ چور ہے کوئی کچھ کوئی کچھ کوئی کہتی تھی پریزاد ہے کوئی چاند بتاتی تھی - لیکن عباد اللہ خاموش تھا تاجر کی بیٹی نے جھنجھلا کر کہا کہ روشنی لاؤ شمع آئی تو دونون کی نظرین ایک دوسرے پر پڑین اور دونون اپنا اپنا دل ایک دوسرے کو دے بیٹھے پھر لڑکی کا باپ آیا تو سب کی سب ایک کنارہ ہوگئین جب سوداگر آیا تو نوجوان نے سلام کیا اور سوداگر نے جواب دیا - سوداگر نے نام اور وطن پوچھا جسکا جواب عباد اللہ نے دیا (چھ شعر فارسی کے ہین جسمین دونون کی گفتگو ہے) غرضکہ اپنی تمام کہانی نوجوان عباد اللہ مرزا نے سنادی اور اس کہانی ہی مین رات کٹ گئی - تاجر نے عباد اللہ کو صبح کو نہلا کر عمدہ پوشاک پہنوائی اور اپنا مہمان بنایا یہ تاجر بھی اصفہانی ہی تھا - عباد اللہ کو مکان علیحدہ دیدیا گیا سوداگر بچی کے دل پر تیر عشق بری طرح سے لگا تھا وہ سخت بے چین تھی عباد اللہ کو ایک سادہ وضع لڑکا دیکھکر سوداگر نے فیصلہ کیا کہ اسکو اپنی فرزندی مین لیا جائے پھر شادی کا دن مقرر کیا اور ایسی دھوم سے شادی کی کہ سب حیران رہ گئے پھر اسکی قسمت جاگی اور دولت ہاتھ لگی -

" خمسہ " کا تیسرا حصہ نہایت دلچسپ ہے جسمین چھتو طوائف کی ہجو بیان کیگئی ہے اشعار کی تعداد ۱۹۸ ہے - آغاز اسطرح ہوتا ہے -

کہون مین آنکھ دیکھی ایک حکایت	سنو یارو کہ ہے طرفہ روایت
لڑکپن کے مرے ایک آشنا تھے	بہت مدت سے وہ مجھ سے جدا تھے
اور انکا تھا سعادت یار خان نام	انھین پر عشق آنا تھا نہ آرام

قضا را لکھنو مین وہ جو آئے   تو میرے پاس ہی تشریف لائے

بہت مدت مین انکا پاس آنا   نہایت ہی غنیمت مین نے جانا

اسکے بعد جوانی اور خوبصورتی کا تذکرہ کیا ہے —

جوانون مین وہ مشہور جہان تھے   غرض یہ ہے کہ وہ رنگین جوان تھے

ہوئے یہان آکے ایک رنڈی پہ مفتون   نہ مفتون فی الحقیقت بلکہ مجنون

جہان وہ بیٹھتے بس ایک دم مین   ہزارون شعر کہتے اسکے غم مین

اسکے بعد غزل شروع ہوتی ہے —

اس غزل مین عشق کے طاری ہونے کا نقشہ کھینچا ہے جیسا کہ عام طور سے رواج ہے دوستون نے سمجھایا کہ رنگین تمھین فرہاد اور مجنون کی کہانیان یاد رکھنی چاہئین وہی نتیجہ تمھارا بھی ہوگا رنگین اسکا جواب دیتے ہین کہ اگر مین پریشان ہونگا تو میری محبوبہ کا بھی یہی حال ہوگا اور تم اس سے واقف نہین ہو — دوست سمجھاتے کہ یہ رنڈی تم سے بیوفائی کریگی رنگین نے کہا کہ مین نے اس سے قول لیلیا ہے —

بہت سا انکو مین نے بھی پڑھایا   ولے کچھ انکی خاطر مین نہ آیا

پھر مین نے رنگین سے کہا کہ مجھے بھی تو دکھاؤ چنانچہ وہ اسکے مکان پر لیگئے —

تعریف مکان —

مکان کی خستہ حالت دکھائی ہے ایک کوٹھری ہے اسی مین باورچی خانہ وغیرہ ہے بدبو آرہی ہے برتن شق کے ہین اور وہ بھی گندے یہ نقشہ کھینچنے کے بعد سراپا ہے —

کہون کیا سر کو اور موہائے سر کو   کوئی کھسٹائے جیسے ناریل کو

یہ تھا اوس اوھدی پیشانی کا عالم   کہ دیکھے سے جس سے تنگی کرے دم

ہوا مین دیکھ انکانون کو حیران　　　جڑاس کے سے تھے سوجے ہوئے کان

پہاڑی سے دیکھ اوسکی بھوون کو　　　کہ لڑتی ہین چھپکلیان باہم دو

زبس پڑبال تھے انکھون کے اندر　　　تو یون دیکھے تھی جیسے گھور کے بندر

یہ تھی پرناک رخسارون مین بیٹھی　　　کہ جون ہو چیل کی جونے پہ بیٹھی

منس مین یہ اوٹھتی ہوشہ اس طرح　　　نکلتی ہے کسی کی کانچ جسطرح

بیٹھے اوپلے سے تھے اسکے جو رخسار　　　تھے ابھر رونگٹے جون خس نمودار

زبان کی تشبیہہ بہت ہی فحش ہے —

زنخ ایسی تھی جیسے پکا پھوڑا　　　ذقن جیسے کہ پھوڑے پر دو دوڑا

کمر اسکی جدھر دیکھو اودھر تھی　　　بغل سے چوتڑون تلک سب کمر تھی

تعریف پوشاک — کل ۱٦ شعر ہین

عجائب اوس اجالیکی تھی انگیا　　　غرض یہ بھی کہ جالی کی تھی انگیا

نظر آتی تھین اسمین چھاتیان یون　　　کہ اوتی رومال جالی بیچ ہون جون

تعریف زیور —

غرض — چھپا کلی — چوٹیون کا ذکر کیا ہے اور پورا نقشہ کھینچا ہے — جب وہان سے اٹھکر یہ عالم دیکھکر گھر واپس آیا تو رنگین سے کہا کہ تم ایسی بھدی شکل والی عورت پر دم دیتے ہو کہان تم اور کہان وہ عورت لیکن رنگین کو اس عورت کے دیکھنے سے تسلی ہوتی تھی — آگے چلکر کہتے ہین

گئے ایک چھ برس یون انکے اوقات　　　کہ لٹ پٹ ہی رہے وہ اس سے دن رات

سلیقے سینکڑون اوسکو سجھا ئے   ہزارون اسکو سکہراپے سکھائے

ستائے اسکو دم دینے کے سب طور   سکھائیے اسکو جیں لینے کے سب طور

سجھائین دلبری کی اسکو باتین   جتائین اسکو معشوقی کی گھاتین

جب تمام نازوانداز کی باتین سیکھ گئی تو مشہور ہوگئی اور مخلوق نے آنا شروع کردیا اب اسکے کئی اور بھی ٹھکانے پیدا ہوگئے پھریہ ہوا ۔

لگی وہ بیوفائی ان سے کرنے   لگی وہ کج ادائی ان سے کرنے

وہ باتین جتنی تھین اسکو سکھائین   وہی آخر انھون کو پیش آئین

جب رنگین سے تعلقات ختم ہونے لگے تو یہ دو شعر لکھکر دروازہ پر لگا دئیے ۔

کرے کسی سے جو کوئی بھلائی   تو آخر اسکو پیش آوے برائی

~~رکھے کسی سے جو چشم مروت   تو اسکے ساتھ پرتی پر ہی لعنت~~

اس مثنوی سے بھی رنگین کی طبیعت کی ظرافت کے علاوہ اس عہد کی معاشرت کا پتہ چلتا ہے کہ معقول لوگ بھی طوائفون کے یہان آیا جایا کرتے تھے اور ان سے اپنے تعلقات کا بیان معیوب نہین سمجھتے تھے ۔ سراپا کے اشعار مین بعض تشبیہات مین ندرت ہے لیکن ظرافت کی جگہ رکاکت ملی ہوئی ہے ۔

چوتھی داستان ایک چالاک میراثن کے حال مین ہے جسنے طمع مال دنیا مین اپنے بیٹے کی شادی کی تھی ۔

جوان تھا ایک میراثن کا بیٹا   وہ تھا یک روز ما کے پاس لیٹا

لگا کہنے وہ بڑھیا سے یہ بھر آہ   کہ اے ری کہین کردے میرا بیاہ

بڑھیا نے نائی کو بلاکر کہا کہ چوھری کی سگائی کرا اور ساتھ ہی دوسو روپے بھی لا اس رقم مین سے مین تجھے تیس روپے دونگی ۔ نائی کسی گاؤن سے دو سو روپے لیکر آگیا اور تاریخ بھی مقرر کردیگئی ۔ بڑھیا کے مکان سے صرف دس میل کے فاصلہ پر شادی ٹھہری تھی ۔ بڑھیا نے کپڑے دلہن کیلئے بنائے ۔

بنایا ایک لہنگا کھا روے کا لگایا اسمین نیفہ کرکے نیلا
پھر ایک گگام کی انگیا سلائی اور اس پر نوٹی سوسی کی لگائی

ایک ایسا اوڑھنا سو ھا منگایا جسے تھا جھوٹے شیشون سے سلایا

انھین چوپال مین لاکر بٹھایا ہر ایک کے واسطے ماچا بچھایا

اپنی بیٹی چوھری کے بجائے خود لینھگا وغیرہ پہنکر ڈولی مین بیٹھ گئی اسکے کوئی بیٹی نہ تھی ۔ جنگل مین ڈولی ٹھہرائی براتی آرام کرنے بیٹھ گئے بڑھیا نے ڈولی مین سے نائی سے کہا کہ مجھے ذرا الگ لے چل نائی لیگیا ۔ بڑھیا نے کپڑے اتارکر پھاڑ دئیے اور اپنے پرانے کپڑے جو ساتھ لئے ہوئے تھی پہنکر گھاس کھودنے لگی ۔ نائی وغیرہ دلہن کے غائب ہونے سے حیران ہوگئے اور سمجھا کہ بھیڑیا لے گیا یا شیر اور سب اپنے گاؤن کو واپس ہوگئے ۔ بڑھیا اپنے گاؤن مین پہنچی اور پھر بیٹے کو لیکر اپنی فرضی بیٹی کی سسرال مین گئی ان لوگون کو بڑھیا کو صحیح صحیح حال بتانا پڑا ۔ بڑھیا بہت روئی دھوئی آخر پنچ فیصلہ کیلئے بیٹھے اور یہ فیصلہ ہوا ۔

کہ دولھا کی بہن جو ہے وہ چون ماہ سو دین بڑھیا کے بیٹے سے اسے بیاہ
کہ یا بڑھیا کا ٹھنڈا ہووے سینہ اور اسکے دل سے دور ہووے کینہ

خمسہ کا آخری حصہ ایک منظوم خط ہے جو الہی بخش خان معروف کے نام لکھا گیا ہے اس

مین ٦١ اشعار ہین اور رنگین نے ایک فرنگی عورت پر اپنے عاشق ہونے اور بیقراری کا حال نظم کیا ہے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فرنگی عورت نے پہلے کچھ قول کیا تھا پھر اس اقرار سے پھر گئی اس پر رنگین کو جو اضطراب ہوا اسکا حال بھی خط مین لکھا ہے ۔

"مخمسہ" مین اشعار کی کل تعداد جیسے کہ رنگین نے "مخمسہ" کے آغاز مین خود لکھا ہے سات سو ہے ۔

"شش جہت رنگین" کا چھٹا حصہ "مسدس رنگین" کے نام سے ہے اسمین چھ خط نظم کیے گیے ہین سبب تصنیف مین لکھتے ہین ۔

ایک دن میرے جی مین یون آیا | کہ کرون مثنوی مین ایک انشا
پر نئی وضع کوئی ایسی ہو | خوش طبیعت ہو دیکھکر جس کو
کہہ کے یہ ہاتھ مین اٹھا کے قلم | نظم چھ خط کیے یہ مین نے رقم
لیکن ہر ایک کا نیا ہے طور | نظم مین نے کیا ہے کرکے غور
تاکہ جو دیکھے دل سے اہل یقین | کہے اس کو "مسدس رنگین"
اب مین کرتا ہون اس پہ ختم کلام | پانچ سو ہونگے اسکے شعر تمام

ان اشعار سے "مسدس رنگین" کے اشعار کی کل تعداد پانچ سو معلوم ہوتی ہے پہلا خط لکھنو سے شاہجہان آباد کسی شخص کے نام لکھا ہے اور اس مین اپنے دل کی بیقراری کا حال نظم کیا ہے ممکن ہے اس مین بعض اشعار رسمی ہون لیکن جسطرح رنگین نے شاہجہان آباد کی صحبتون کو یاد کیا ہے اس کی تہہ مین جذبات کی شدت اور خلوص عیان ہے ۔

پھر جو سنتا نہین ادھر سے جواب | تو مین آنکھون کو کھولتے ہی شتاب
شعر یہ مصحفی کا پڑھ ھکر زار | رونے لگتا ہون مثل ابر بہار

مطلع —

خواب تھا یا خیال تھا کیا تھا　　ہجر تھا یا وصال تھا کیا تھا

اس کیفیت کا اظہار دوسرے خط مین بھی کیا ہے یہ خط بھی لکھنو سے شاھجہان آباد کو اس شخص کو لکھا گیا ہے اسکے یہ اشعار قابل ذکر ہین —

تیری صورت جو یاد آتی ہے　　بیقراری مجھے ستاتی ہے

دن کو بیتاب یہان رہون ہون مین　　شب کو بے خواب یہان رہون ہون مین

چشم تر سے لہو رہے ہے روان　　دل ہردگ جوش کرے ہے فغان

خط جو مین نے لکھے ہین خدمت مین —　　شوق مین ذوق مین محبت مین

حال اس درد و غم کے مارے کا　　ان سے معلوم ہوگیا ہوگا

رنج و غم کی حالت —

شہر بیگانہ مین مسافر ہون　　جھوٹ کہتا جو ہون تو کافر ہون

ہے غرض اضطرار یہان جو مجھے　　کس طرح سے لکھون وہ جان تجھے

صحبتین جب وہ یاد آتی ہین　　اور دونا مجھے ستاتی ہین

خاص طور پر یہ شعر —

شہر بیگانہ مین مسافر ہون　　جھوٹ کہتا جو ہون تو کافر ہون

شہر کی بیگانگی اور اپنی مسافرت کا شکوہ ان تمام شعرا نے کیا ہے جو دہلی سے لکھنو پہنچے تھے — میر — میر حسن — مصحفی — انشا اور جرات کے کلام مین ایسے اشعار بہ کثرت موجود ہین جن سے اسکی تائید ہوتی ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ لکھنو کی روایات بنیادی طور پر دہلی سے مختلف تھین

یہ شعرا° اگرچہ سب کے سب دھلوی الاصل نہ تھے اور مختلف شہرون سے آکر دلی مین بسے تھے لیکن انکی تربیت دھلی مین ہوئی تھی اور اسی ماحول مین پروان چڑھے تھے — دھلوی روایات سے انکی وابستگی عشق کی حد تک پہنچی ہوئی تھی — ان مین سے بعض ایسے تھے جو ذہنی طور پر کبھی لکھنو سے مفاہمت نہ کر سکے میر تقی میر اور مصحفی کا یہی حال ہے — لکھنو ان دونون کو راس نہ آیا اور انکا کلام اسکا گواہ ہے — رنگین اور انشا° نے لکھنو کی صحبتون مین شریک ہوکر تھوڑی بہت مفاہمت کرلی تھی لیکن وہ بھی اسی رنگ مین رنگ گیے جو لکھنو کا رنگ تھا پھر بھی کبھی کبھی گذشتہ صحبتون کی یاد انکے دل مین چٹکیان لیتی اپنے کلام کے علاوہ انشا° " دریائے لطافت " مین بی نون اور میر نثر بخش کی گفتگو مین دلی کا تذکرہ جس حسرت سے کرتے ہین وہ قابل غور ہے —

" مسدس رنگین " کے خطوط بھی رنگین کی اسی کیفیت کو ظاہر کرتے ہین —

دوسرے خط مین اپنے شاگرد میر صادق علی کی بہت تعریف کی ہے اور انکی سنائی ہوئی ایک کہانی نظم کی ہے یہ کہانی اسوقت سنائی گئی تھی جب رنگین کو غم کیوجہ سے نیند نہین آتی تھی کہانی سنانے کی شرط یہ تھی کہ رنگین اسے نظم کرین — کہانی اسطرح شروع ہوتی ہے —

که کسی وقت مین کہین ھمدم — ھمسفر چار شخص تھے باھم
ایک درزی تھا ایک تھا نجار — ایک زاھد تھا اور ایک سنار
سب سفر مین اکٹھے پا کر — وارد ایک شہر مین ہوئے جا کر
تھا جو چوری کا وھان بہت خطرہ — کوئی دم بھر نہ شب کو سوتا تھا

ان چارون نے بھی باری باری جاگنے کا مشورہ کیا سب سے پہلے نجار کی باری آئی — سنار نے سوچا کہ کوئی شغل ہونا چاہئیے چنانچہ اسنے کاٹھ کی ایک پتلی گھڑی جو شکل حور کی تھی اسکے بعد درزی کی باری آئی اسنے جی مین خیال کیا کہ " بڑھئی نے اپنا ھنر مجھے دکھایا ہے اب مجھے بھی اپنا

ہنر دکھانا چاہئیے ــ سو اسنے ایک کرتی جالی کی تیار کی اور ایک انگیا پھر گوٹے کی گوٹ نہایت
عمدہ طریقہ سے لگائی شبنم کی اوڑھنی پر کام کیا ایک شلوار بھی تیار کے اسکے بعد پھر جوڑے کو
عطر مین بسایا اور پہنا دیا ــ

اب سنار کی باری آئی اسنے بھی دیکھا اور کہا کہ ان دونون نے تو اپنا اپنا ہنر دکھادیا اب
مجھے بھی کچھ کرنا چاہئیے سنار نے دوزار نکالکر گہنا تیار کر ڈالا ــ ہاتھون کے کڑے پاؤن کی پازیب
کانون کی بالیان اور پاؤن کے توڑے بھی بنائے ــ ہاتھون کی دس دس چوڑیان بھی گھڑ ین ــ

پھر تمام زیور پر مینا کاری کی گہنا پہنا کر سو گیا ــ پھر زاہد اٹھا اور دیکھکر حیران ہوگیا دل
مین کہا کہ مین بھی اپنا کمال ظاہر کرون زاہد خدا کی درگاہ مین زار زار روکر کہتا کہ خدا یا تو اس
مین جان ڈالدے ــ

قدرت حق سے ایک دم کے بیچ   آگئی جان اوس صنم کے بیچ
ہاے اٹھے مینہ دن ہوا روشن   شکل کو دیکھ اوسکی چارون تن
دو گھڑی تک گھڑے رہے خاموش   بعد ازان انکو جب آیگا ہوش
پھر اسکو پری سی جو پایا   اوسکا کرنے لگا ہر ایک دعوی

پہلے نجار نے کہا کہ دوستو مین نے ہی تو پہلے اسکو بنایا ہے اسکا تو نام و نشان بھی نہ تھا
پھر درزی کہا کہ شرم کرو جب مین اسے پوشاک پہنائی تب ہی تو اسمین حسن پیدا ہوا ورنہ یہ تو لکڑی
تھی ــ پھر سنار نے کہا کہ میرا اس پر بہت خرچ ہوا ہے اسلئے یہ میری ہونی چاہئیے زاہد نے کہا کہ
تم سب پابند ہوس ہو از روئے شرح یہ میرا حق ہے میری ہی دعا سے اسمین جان پڑی ــ اتنائے تنازع
مین لوگ جمع ہوگئے اور کوتوال بھی آگیا اور کہا کہ یہ تو اپنے ماں باپ کے گھر جارہی تھی تم اسے
یہان کسطرح لے آئے ــ جتنا مال اس سے لیا ہے سب واپس کرو اب معاملہ یہ طے پایا کہ قاضی ملا
جو فیصلہ کرے وہی ہو ــ پھر قاضی کے ہان سب آئے ــ قاضی نے کہا کہ یہ تو میری کنیز ہے یہ تو میرا

مال و زر لیکر بھاگی تھی دولت اسنے کہین چھپا دی ہے تم شمائی کیلئے کچھ مجھ سے لیلو اور اسے یہان چھوڑ دو لوگون مین سے ایک نے کہا کہ تم کیون جھگڑتے ہو میری بات سنو کہ یہان سے سو کوس ایک درخت ہے اس سے ماجرا بیان کرو آپسمین نہ جھگڑو سوہ درخت حق بات بتادیگا اور انصاف کردیگا — سب کے سب درخت کے پاس پہنچے اوراس سے قصہ بیان کیا تو اس مین سے ایک آواز نکلی ہیبت ناک اور درخت کا سینہ چاک ہوگیا سوہ عورت دوڑ کر اسمین سماگئی اور درخت جون کا تون ہوگیا۔ سب جھگڑا ہی ختم ہوگیا —

جز کو نسبت ہے اپنے کل کے ساتھ　　　نشہ ہوتا ہے جیسے مل کے ساتھ

پھر زاہد نے کہا —

واردات ایسی ہی عجیب و غریب　　　حق تعالے کرے ہمارے نصیب
یعنی ہم ہین یہ جسکے ہین اجزا　　　قطرہ سان سب ہین اور وہ ہے دریا
ہون اسی طرح اس سے سب ملحق　　　نظر آوے نہ کچھ بھی پھر جز حق
یارو عشق مجاز ترک کرو　　　راہ حقیقت کے عشق کی سب لو
سن کے یہ پند زاہد آگاہ　　　سب نے لی اپنے اپنے گھر کی راہ

محبوبہ کی طرف مخاطب ہوکے کہتے ہین —

تھا میرے حسب حال یہ قصہ　　　مجھکو بھایا کمال یہ قصہ
جھٹ قلم ہاتھ مین اٹھا جو لیا　　　اس کہانی کو مین نے نظم کیا
اپنا ہے وہم اسیطرح نجار　　　عقل شاطر ہے خیال سنار
دل مجسمہ مثال زاہد ہے　　　جو کرے ہے رہ حقیقت طے
ہے دنیا مقام خوف و خطر　　　جسمین واقع ہوا ہے ہمکو سفر

عشق ہے کوتوال قاضی روح   دمبدم جسکو سینکڑون ہی فتوح

آخر مین اس قصہ کے نظم کے متعلق کہتے ہین یعنی یہ خط دس دن مین نظم ہوا ہے ۔ اس خط کے آخری اشعار سے مجموعہ کی تاریخ تصنیف جو " چار باغ " سے نکلتی ہے ١٢٠٧ ھ قرار پاتی ہے ۔ (1)

نظم دس دن مین یہ خط ہوا ہے تمام   اور اس خط کا " چار باغ " ہے نام

جس برس مین ہوا ہے یہ مرقوم   کیجے تاریخ نام سے معلوم

تیسرا خط اسے لکھوا ے یار   وہ جو شاگرد ہے میرا غمخوار

---

(٥)

تیسرا خط بھی لکھنو سے شاہجہان آباد لکھا گیا ہے اور اسکے مکتوب الیہ لالہ بسنت سنگھ نشاط ہین ۔ اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ رنگین اس زمانہ مین بیمار بھی ہوگئے تھے چنانچہ حکیم مسیحی الزمان محمد اشرف خان کو خط لکھتے ہین اس خط مین رنگین نے اپنے آپکو بیماری عشق کا مریض بتایا ہے اور درد عشق کا نسخہ طلب کیا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ انھین کچھ امراض تھے جنکی بنا پر لکھنو کے طبیبون نے سل ہوجانے کے خطرہ کا اظہار کیا تھا اور فصد لینے یا مسہل کا مشورہ دیا تھا چنانچہ ان مشورون کے بعد رنگین نے حکیم صاحب سے نسخہ منگایا ۔

پانچوان خط لکھنو سے بنارس کو لکھا ہے اسکے مکتوب الیہ خواجہ محمود ہین یہ وہی خواجہ محمود ہین جو لکھنو سے بنارس تک ایک مرتبہ رنگین کے ہم سفر ہوئے تھے اور جنھون نے اپنی عشق کی داستان رنگین کو سنائی تھی ۔ اسکا حال رنگین نے تفصیل سے " ایجاد رنگین " مین (ورق ٢ الف ب)

(١) قلمی نسخہ کے حاشیہ پر سنہ ١٢٧٠ھ تحریر ہے جو غلط ہے۔

مین کیا ہے اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سفر کے بعد خواجہ محمود سے انکے تعلقات کافی بڑھ گیے تھے ۔ رنگین نے اس خط مین اپنی حالت عشق اس طرح بیان کی ہے ۔

مین اب آیا ہون اپنے سب سے تنگ　　　کچھ نہین مجھکو فکر نام و ننگ

عشق جب سے ہوا گلے کا ہار　　　تب سے اس کشمکش مین ہون اے یار

دل اسے یاد جب دلاتا ہے　　　تب یہ جی مین خیال آتا ہے

کہ رہون کھا کے اس طرح کچھ سو　　　کہ خبر کچھ موی کسی کو نہ ہو

کبھی میں زار زار روتا ہون　　　کبھی اشکون سے منہہ کو دھوتا ہون

دوست سمجھاتے ہین لیکن رنگین پر کوئی اثر نہین ہوتا

لطف دنیا کا زندگانی ہے　　　باقی قصہ ہے اور کہانی ہے

آگے چلکر عشق سے پریشان ہوکر کہتے ہین کہ دوستون نے ہر طرح سے سمجھایا لیکن راہ راست پر نہ آیا چنانچہ کہتے ہین ۔

شعر یہ مصحفی کے دو ہیں داد　　　مجھکو یہان بر محل ہین آتے یاد

ایک تو ہجر یار نے مارا　　　دوسرے روزگار نے مارا

ہاتو مرتے نہ تھے پر اس تس　　　خنجر آبدار نے مارا

یہ وہی رنگین ہین جو " ایجاد رنگین " مین خواجہ محمود کی بیقراری کا حال سنکر بجائے عشق مجازی کے عشق حقیقی کیطرف مائل ہونے کی ترغیب دیتے ہین اور اس خط میں بیقراری سے پتہ چلتا ہے کہ وہ خود اسی مرض مین مبتلا ہوگئے تھے جس سے وہ خواجہ محمود کو باز رکھنا چاہتے تھے ۔

چھٹا خط مرزا محمد ابراہیم کے نام لکھنؤ سے بنارس لکھا گیا ہے اشعار کی کل تعداد انتیس ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رنگین کسی سفر سے واپس آئے تھے غالباً یہ سفر بنارس ہی کا ہے

کیونکه اس مین مرزا محمد ابراهیم کا خواجه محمود کو پیام بھیجنا اور رنگین کے اس پیام کو پہنچانے کا حال بھی لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ راستہ بڑی تکلیف سے کٹا چنانچہ فرماتے ہین ـ

ایسے ایسے اٹھائے رنج و الم — کہ وہ دیکھے کسی نے ہونگے کم

راہ مین ٹوٹ جانا گاڑی کا — چلنا پاؤن سے پھرا گاڑی کا

حصل پھر الہ آباد کے آ — ڈوبنا ناؤ کا بھنور مین جا

گذرے جو جو کہ ہین رنج و تعب — مین زبانی کہونگا آپ سے سب

خواجہ محمود کو پیام تمام — کہہ دئے مین نے لے تمھارا نام

کیا لکھون تم کو اپنے جی کا حال — اس کو رہتا ہے آپ کا ہی خیال

کیونکہ مسدس کا خط نمبر ۲ ۱۲۰۷ھ مین لکھا گیا اسلئے یہی سن رنگین کے سفر بنارس کا قرار پاتا ہے ـ

ان خطون کی فنی حیثیت سے زیادہ اہمیت نہین ہے لیکن رنگین کی زندگی کے واقعات انکے احباب سے تعلقات اور ذاتی حالات و واقعات مرتب کرنے مین کافی مدد ملتی ہے ـ

ان مثنویون کے علاوہ مختلف مجموعون مین الگ الگ ایسی مختصر نظمین ھین جو مثنوی کی تعریف مین آتی ھین مثلاً "دیوان ریختہ" مین دو مثنویان بطور خط لکھی گی ھین ــ رنگین نے انھین خود مثنوی کہا ھے پہلی مثنوی کا عنوان یہ ھے ــ

مثنوی اول بطور خط از بنارس بہ لکھنو بنام ہنر فرخندہ طوائف و بیان خوبی شہر و بازار و گھاٹ ھا و نہان آنجا و احوال بیقراری قایم ماندن خود بر قول و قرار و حالت اضطرار ــ

اس مثنوی مین ۴۷ اشعار ھین اور اور اسکا آغاز اسطرح ھوتا ھے ــ

اے ھمدم و دل نواز جانی　　سرمایۂ عیش جاودانی
فرخندہ نہال راحت و عیش　　گلدستۂ باغ عشرت و عیش

مثنوی کا سب سے دلچسپ حصہ بنارس کے گھاٹ ــ وھان کے نہانے والون کی چھل پہل اور منظر نگاری سے متعلق ھے ــ مثنوی کا یہ حصہ سب سے طویل ھے ــ

ایک سمت پٹھان ھین خوش رو　　بنگالین ایک رخ ھین دلجو
چھینٹون سے لڑے ھین ایک سے ایک　　دیکھین ھین کھڑے انھین بدو نیک
پیہم کوئی غوطہ ھے لگاتی　　کوئی لے ھے چھپا دکھا کے چھاتی
کوئی سرتی سے پھر دکھائے گھٹ　　ھنس کر جاتی ھے پانی پر لیٹ
نکلے ھے نہا کے کوئی چالاک　　جب کرتی ھے کوئی بند کر ناک
سورج ھی کی کوئی کرکے پوجا　　کہتی ھے نہین ھے تجھ سا دوجا
خوش ھوتی ھے کوئی سنکشیو　　کہتی ھے کوئی کہ بول ھر نام
شی کا بنا کوئی سدا شیو　　کہتی ھے کہ بول بم مہادیو
پہرون کا لگا کے کوئی چھاپا　　گنگا کو چڑھاتی ھے بچاپا
نکلے ھے پاون کوئی آتی　　دریا سے ھے کوئی گھر کو جاتی
غوطے کوئی کرتی ھے نہاتی　　دیتی ھے ھون کو کوئی پانی
خوش ھوکے کوئی نہارھی ھے　　پھولون کو کوئی بہا رھی ھے
جھکے ھی کھڑی ھے کوئی حیران　　کرتی ھے کھڑی کوئی گیہ وان

بیٹھی ہے بچھائے کوئی آسن   کہتی ہے یہی کہ وے برہمن
آ مجھکو تدک تلک لگا دے   مورت مجھے شیو کی دکھا دے
سورج سے کوئی نظر ملاکر   پانی کو ہتھیلی مین اٹھاکر
چکھیری کے جلد پڑھ کے کچھ ساتھ   لیجاتی ہے لب سے مانگ تک ہاتھ
دل اپنا دکھا رہی ہے کوئی   بال اپنے سکھا رہی ہے کوئی
جوڑا ہے کسی نے کس کا باندھا   گڑے ہے کوئی رگڑ کے کاندھا
چلتی ہے کمر کو کوئی لچکا   پہنچے جسے دیکھ دل کو دھچکا
بیٹھی ہے کوئی کوئی کھڑی ہے   لیٹی ہے کوئی کوئی پڑی ہے
کوئی اپنی سہیلیون کو لے ساتھ   دیکر چلتی ہے ہاتھ مین ہاتھ
کوئی چلتی ہے رات سے اکیلی   کہتی ہے کہ ساڈا رب ہے ویلی
چومکہ کوئی لپکے مارتی لب   جاتی ہے نہانے آخر شب
پہنے ہے کھڑے ہی کوئی پوشاک   ننگی ہی کھڑی ہے کوئی بیباک
ٹیکے ہے زمین پر کوئی سر   سر نیچے کیا ہے پاون اوپر
پیرون سے کھڑی ہے گھاٹ پر آ   کرتی ہے اس روش سے پوجا
تھیلی کوئی ہاتھ پر چڑھائے   آسن کسی گھاٹ پر جمائے
بیٹھی ہے الگ سبھون سے ہوکر   کرتی ہے گپت ہی جپ مین ہر ہر
(۱)
صندل کوئی گھس کے ہے لگاتی   گوکل ہی کو ہے کوئی جلاتی
دانتی ہے ہی کوئی کر رہی ہے   سر کوئی زمین پہ دھر رہی ہے
کوئی پیٹھ پر اپنی دونون رکھ ہاتھ   رگڑے ہے جبین زمین کے ساتھ
ڈنڈوت کرے ہے کوئی جھک کے   چپکی ہی کھڑی ہے کوئی رک کے
کوئی اپنا کمال وہان جتا کے   اشلوک پڑھے ہے ہڑ بڑا کے
پوتھی کوئی پا پڑھتی ہے رے سے   پڑھتی سید ہے کوئی لے سے
کوئی یاد کرے ہے گاتری آ   سیکھے ہے کوئی کسی سے پوجا
ساری کوئی اوڑھ کر چلتی ہے   دل پاون تلے کوئی ملے ہے
لینہگا کوئی گھیر کا ہے پہنے   پہنے ہے کوئی جڑاو گہنے
مسی کوئی آتی ہے لگا کر   آتی ہے دھڑی کوئی جما کر

کوٹی کرکے گلوری پان کی ٹھیک — پھینکے ہے چبا کے بس وہین پیک
چتر جو ہے ان مین ہوکے انجان — کرتی ہے بدن کو اپنے وہان دان
القصہ یہ شہر ہے طلسمات — یہان شغل یہی رہے ہے دن رات
پر مجھ کو نہین کسی سے کچھ کام — دن رات ہے ورد بس تیرا نام

اس مفصل بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ رنگین کو جزئیات نگاری پر بڑی قدرت حاصل تھی اور خاص طور پر متحرک مناظر کی تصویرین کھینچنے مین بڑا کمال رکھتے تھے ۔ اردو کی بہت کم مثنویان ایسی ہونگی جن مین ایسی جاندار منظر نگاری ملے گی ۔ اس بیان مین کہین بھی تصنع پیدا نہین ہوا اور نہ آورد کا پتہ چلتا ہے ۔ اس سارے منظر کو بیان کرنے کے بعد رنگین لکھتے ہین کہ مین ان دلچسپیون سے کوئی تعلق نہین رکھتا کیونکہ مین تیری محبت مین مبتلا ہون ۔ اس بیان سے ضمنی طور پر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رنگین بی فرخندہ اور اس قسم کی دوسری طوائفون سے کیسے تعلقات رکھتے تھے اس اعتبار سے یہ مختصر مثنوی سوانحی اور تاریخی حیثیت سے بھی اہم ہے اپنا حال رنگین نے ان اشعار مین بیان کیا ہے ۔

جب تو ہی جدا ہوا ہے پری رو — تب چین ہو کس طرح سے مجھ کو
ہے آٹھ پہر یہ میری صورت — آنکھون مین پھرے ہے تیری صورت
رہتی جو دل کو ہے تری یاد — رہتا ہے یہ تری یاد سے شاد
پر چین مجھے کہین نہین ہے — مین آپ کہین ہون دل کہین ہے
تیری ہی قسم ہے مجھکو ہر آن — دن رات رہے ہے یہان ترا دھیان
احوال غرض کہ سب ہے میرا — معلوم نہین ہے حال تیرا

مثنوی کا خاتمہ اس شعر پر ہوتا ہے ۔

رنگین سے خدا تجھے ملادے — جلدی کہین لکھنو دکھا دے

یہ مثنوی "دیوان ریختہ" مین ہے جو اپنے قول کے مطابق رنگین کا دوسرا دیوان ہے اور جسے انہون نے ۱۲۱۵ ھ مین شروع کیا تھا ۔ "مسدس رنگین" مین مرزا ابراہیم کو جو خط لکھا ہے اس

سے معلوم ہوتا ہے کہ رنگین ۱۲۰۷ھ مین بنارس سے لکھنو واپس آچکے تھے ۔ قیاس ہے کہ ۱۲۰۷ھ کے سفر مین یہ مثنوی لکھی گئی ہوگی ۔

اس سلسلہ کی دوسری مثنوی بھی بنارس سے لکھنو لکھی گئی ہے اور یہ بھی بی فرخندہ طوائف کے نام ہے اسمین اشعار کی کل تعداد ۲۷ ہے (۱) ۔ ضمنی طور پر اس سے بنارس پہنچنے کی تاریخ اور مہینہ بھی معلوم ہوجاتا ہے ۔

شعبان کی دوسری کو پیارے (۲) پہنچا مین بنارس آکے ہارے

ابتدائی اشعار یہ ہین ۔

شعبان کی دوسری کو پیارے پہنچا مین بنارس آکے ہارے
لازم ہے کہ دیکھتے ہی خط کو جلدی سے مجھے جواب لکھیو
پہلے تو مزاج کی حقیقت لکھنا مجھے اے خجستہ طینت
دل کو مرے تاکہ چین آوے یہ آہ و فغان کو بھول جاوے
(۳) گنھیلی کا بخل کی پھر کچھ احوال تھا جس سے کہ دشمنون کا بد حال
تحریر جو آپ کیجئیگا ہے زر مجھے مول لیجئیگا
تھا ماتھے پہ گل جو تم نے کھایا جس نے مجھے آگ پر لٹایا
کیجو رقم اسکا ماجرا بھی مجمل بھی ولے جدا جدا بھی

دیوان ریختہ مین رنگین نے اسے مثنوی دوم ~~بطور~~ بطور خط بنام بی فرخندہ لکھا ہے لیکن پہلے شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ بنارس پہنچنے کے بعد یہ پہلا خط ہے اور پہلی مثنوی جسمین اپنے پہنچنے کا حال اور بی فرخندہ کی خیریت دریافت کی ہے ۔ پہلی مثنوی جسمین بنارس کے گھاٹ کا حال نظم ہوا ہے غالباً بعد مین لکھی گئی ہوگی ۔

---

(۱) ورق ۹/ب قلمی نسخہ دیوان ریختہ
(۲) طالبعلم محمد ولی کے لکھے ہوئے نسخہ مین "تیسوین" ہے ۔
(۳) طالبعلم نے گنھیلی لکھا ہے ——— لفظ کے معنی کی تشریح کرنا چاہیے تھی ۔

"دیوان ریختہ" کے علاوہ "مجموعہ رنگین" میں بھی چند چھوٹی چھوٹی حکایات بطور مثنوی موجود ہیں۔ یہ تین حکایات جن میں پہلی اور تیسری حکایت پریوں کے متعلق پوربی زبان میں ہیں (۱) دوسری حکایت "جواب و سوال فرعون و شیطان" پنجابی زبان میں ہے۔ ان تینوں حکایتوں کو رنگین نے "مجموعہ رنگین" میں شامل کیا ہے جسکا مقصد سترہ زبانوں میں اپنی لیاقت کا اظہار ہے اسلئے انکو تفصیل سے رنگین کی زبان دانی کے سلسلہ میں بیان کیا گیا ہے۔

مثنوی گوئی کے سلسلہ میں رنگین کا اپنا ایک بیان نہایت اہم ہے یہ "امتحان رنگین" کا وہ حصہ ہے جو مثنوی سے متعلق ہے "امتحان رنگین" میں اپنے علامہ ہونے کے دعوی میں رنگین لکھتے ہیں کہ اصناف سخن کی تعداد ستائیس ہے اور ان میں سے ہر صنف کے مختلف بطرز ہیں کوئی شاعر ایسا نہیں ہوا ہے جس نے ان تمام ستائیس اصناف میں تمام مختلف طرز اختیار کیے ہوں۔ اپنے متعلق لکھتے ہیں کہ صرف میں نے ہی یہ کمال حاصل کیا ہے۔ چنانچہ مثنوی کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے حسب ذیل مثنویاں لکھیں۔

(۱) مثنوی فارسی بطرز حضرت مولوی روم و بیان حکایات در تصوف جسکا نمونہ یہ ہے۔

یا الہی العالمین رب الجلیل	بر توی و بہتری از قال و قیل
قطرہ را گوہر نمودی در صدف	بر فلک انجم کشیدی صف بہ صف
طوق لعنت یافت از تو آن یکے	بر خلافت شد مقام دیگرے
تو عطا کردی شکر در نیشکر	تا کسے را می خورانی تجے شکر
از تو بر پا شد زمین و آسمان	از تو رنگا رنگ شد خلق جہان (۲)

اس مثنوی کے اشعار کی تعداد رنگین چھ سو بتاتے ہیں۔ (۲)

(۲) مثنوی در ہندی بطرز حضرت فرید الدین عطار در تصوف و حکایت در حکایت گرہ بہم دیگر بیان

---

(۱) مجموعہ رنگین قلمی نسخہ ورق ۵/ل — ۵/۲ ۶/۱ ۶/۲ ۷/۱ ۷/۲ ۸/۱

(۲) ~~[illegible] نہیں ہوسکی~~ اس کی تفصیل فارسی کلام کے سلسلہ میں دیکھیے۔

مدعا این قید در تمام مثنوی است ۔

یہ مثنوی " ایجاد رنگین " ہے جسکا پہلا شعر یہ ہے ۔

حمد ہوسکتی ہے کب اس پاک کی　　　پاک کی جسنے یہ صورت خاک کی

اسکے اشعار کی تعداد رنگین ایک ہزار بتاتے ہین ۔

(۲) " مثنوی در تجنیس قافیہ در ہندی بطرز اهلی شیرازی بہ پند و نصیحت ۔"

اهلی شیرازی کی مثنوی " سحر حلال " ہے جسکے طرز پر رنگین نے چار سو اشعار کی ایک مثنوی کہی تھی ۔ رنگین نے اسکا نمونہ یہ دیا ہے ۔

حمد اسے کہہ جو کہ ہے جان آفرین　　　تا کہین سب تجھکو اے جان آفرین
آوے پھر جس وقت باری نعت کی　　　نظم ہو مقبول باری نعت کی
مدح کہنے مین نہ ہو لاچار یار　　　تو مدد کو اپنی اب لا چار یار (۱)
جسقدر اصحاب ہین اس کے تمام　　　ان مین جو کم ہے وہ ہے مرد تمام (۲)
کام رکھ ان سے اور اسکی آل سے (۳)　　　تا ترا منہ سرخ ہووے آل سے (۴)

(۴) " مثنوی در هندی بطرز میر حسن در جواب بے نظیر و بدر منیر کہ انتہا ئے مثنوی گوئیست نظم شدہ ۔"

اس مثنوی کا نام " نیرنگ رنگین " ہے جسمین ایک ہزار اشعار ہین اور اپنے عشق کی کہانی نظم کی ہے ۔ اسکے ابتدائی اشعار یہ ہین ۔

لکھون پہلے حمد اپنے معبود کی　　　بنا جس سے ہے بود و نابود کی
ولے سوچ ہے یہ کہ حمد خدا　　　زبان بشر سے ہو کیونکر ادا
مگر پھر یہ آتا ہے جی مین خیال　　　کہ خالق کے آگے نہین کچھ مجال

---

(۱) چار خلیفہ ۔ (۲) کامل ۔ (۳) نبیرہ ۔ (۴) رنگ گل ۔

یہ صحیح نہیں - لغت دیکھو

بیان حمد مجھ سے تو کب ہو سکے | ولے وہ جو چاہے تو سب ہو سکے
اگر چاہے وہ میرا پروردگار | تو آنے لگے شاخ آہو مین بار
جو وہ قدرت اپنی ہویدا کرے | تو ہر سنگ مین لعل پیدا کرے
اگر جلے چاہے وہ خالق جزو کل | تو مہکے ہر ایک خار سے بوئے گل

---

(۵) مثنوی بد ہو گل فروش و وزیرن سبزی فروش یعنی کنجڑن کہ ہر دو خود ہا را در چاہ انداختہ مردند و این معاملہ در شاہجہان آباد بروئے چشم خود گذشتہ ـ

رنگین نے ۱۲۲۰ ھ (۱) شاہجہان آباد مین یہ واقعہ اپنی آنکھون سے دیکھا اس مثنوی مین پانچ سو اشعار ہین ابتدا اس طرح ہوتی ہے ـ

الہی چاہ کی اس دل کو دے چاہ | بتا دے چاہ کی سیدھی اسے راہ
کہ تا ہیہ چاہ کر تجھ کو سرا ہے | ترے بن اور کو مطلق نہ چا ہے
زبان پر لائے جب چاہت کا یہ نام | بخیر آغاز سے ہو اسکا انجام
اسے کر عشق سے اپنے یہ ممتاز | کہ تجھ بن اسکا ہو کوئی نہ دمساز
مکان عشق از بس لامکان ہے | رسائی عشق تک اسکی کہان ہے
فلک سے عشق کا پایہ ہے برتر | رسائی عشق تک اسکی ہو کیونکر
اسے کر عشق کے معنی سے آگاہ | کہ ہو تیرے سوا پھر کچھ نہ درکار
نہیں بن عشق لذت زندگی کی | بن اس کے زیست ہے شرمندگی کی
بغیر از عشق سب شے ہے فانی | یہ سچ ہے اور باقی ہے کہانی

---

(٦) "مثنوی بطرز مولوی جامی در بیان حکایات عجیب و غریب نظم شدہ" یہ مثنوی "عجائب و غرائب رنگین" ہے جسکی یہ حکایت رنگین نے نقل کی ہے ـ

باد شاہ ایک نہایت تھا رحیم | حق نے تھا اسکو دیا خلق عظیم

---

(۱) بحوالہ دیباچہ "امتحان رنگین"

حال مجنون سے ہوا وہ آگاہ — کہ ہوا پہچھے وہ لیلی کے تباہ
اشتیاق اسکو ہوا لیلی کا — ایک دن اسکو بلاکر دیکھا
بسکہ خوب اسکی نہ تھی کچھ صورت — ہیشہ کونہوئی کچھ رغبت
بادشہ نے یہ کیا اس سے سوال — قیس ہے تیری ہی خاطر بے حال
تجھ سے کیا اور بہن پیدا — اسقدر کیون ہے وہ تجھ پر شیدا
بادشہ سے یہ سخن سنکر شتاب — دیا لیلی نے الٹ کر یہ جواب
جسے الفت ہے جس سے اے رنگین — اس سے ہی دل کو ہے اسکے تسکین

اس مثنوی کے اشعار کی تعداد رنگین نے نہین لکھی ـ

(۷) "مثنوی در ہندی بطرز نادرات در پند و نصیحت یک مصرع سادہ و در مصرع دوم دستان ہندی یعنی کہاوت کہ در روز مرہ بر زبان ہر یک بر موقع تقریر می آید ـ"

یہ مثنوی "مثلث رنگین" ہے اشعار کی تعداد اور مثنوی کا نام ان اشعار مین بتایا ہے ـ

بسم اللہ کو پہلے لکھ کر — لکھ اے رنگین نعت پھیر
پھر لکھ مدح چہار خلیفہ — تھے جو نبی کے یار خلیفہ
کھ کے مناقب آل نبی کا — ہن تو محب اولاد علی کا
پھر آگے خاموش نہ رہنا — مثنویان ایک تین تو کہنا
وزن انکے پھر کچھ ایسا ہو — ایک سے ایک کی طرز جدا ہو
اسم بھی ہاتھ آیا تیرے ڈھب کا — نام مثلث ہو ان سب کا

---

(۱)

اٹھا گیہہ کی نہ بھاری بہنگی — سوئے سے ہے گھڑاون مہنگی

---

(۲)

کر کچھ اب تا پاوے اس دن — تیل نکلتا کب ہے تلون بن

---

(۳)

مت کھا رزق کی خاطر چکر — شکر خورے کو ملتی ہے شکر

---

(۱) یہ کہاوتین ہین ـ

(1)

دنیا کی سب شے ہے فانی　　　　کس برتے پر تتا پانی

رنگین کی نظم کا یہ حصہ نہایت اہم ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی مثنوی گوئی مین انہین ایسا کمال حاصل تھا جس کی مثال سوائے میر حسن کے اور کہین نہین ملسکتی لیکن میر حسن کا ایک طرز خاص ہے اور رنگین نے سات مختلف طرز کی مثنویان کہی ہین اگر انکی تمام مثنویون کو یکجا کیا جائے تو اشعار کی تعداد اور تنوع کے اعتبار سے میر حسن بھی ان سے پیچھے رہجاتے ہین اور اس اعتبار سے رنگین کا شمار مثنوی گویون کی صف اول مین کیا جا سکتا ہے ۔

---

(1) یہ کہاوت ہے ۔ اِس کا محلِّ استعمال بتایا ہوتا ۔

" جنگ نامہ رنگین "

رنگین کے کلام میں " خمسہ رنگین " کا پہلا حصہ جو جنگ نامہ رنگین کے نام سے موسوم ہے نہایت اہم ہے ۔ رنگین کی یہ نظم ایک طویل بیانیہ ہے جس کی بنیاد تاریخی واقعات پر رکھی گئی ہے اور جسکے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رنگین اس قسم کی نظموں پر کیسی قدرت رکھتے تھے ۔ یہ نظم ایک رزمیہ ہے اور اردو میں رزمیہ نظموں کی کمی کو دیکھتے ہوئے خاص طور پر مطالعہ کے قابل ہے اس قسم کی نظموں کا تاریخی سلسلہ دکن کے ملک الشعرا نصرتی تک پہنچتا ہے جس نے علی عادل شاہ کی فتوحات علی نامہ کے نام سے نظم کی ہیں دکنی دور کا دوسرا مشہور رزمیہ کارنامہ کمال خاں کا " خاور نامہ " ہے لیکن خاور نامہ کی بنیاد محض داستان پر ہے اور سوائے حضرت علی کے اس میں کوئی تاریخی شخصیت یا واقعہ مستند نہیں ہے یہ بات بڑے تعجب کی ہے کہ ہندوستان میں آئے دن کی جنگوں کے باوجود ایسی نظمیں کم ملتی ہیں جنمیں رزمیہ کا انداز ہو ۔ انکی بجائے شہر آشوب اور نوحے بکثرت ملتے ہیں بلکہ ان جنگوں اور خونریزیوں کا اثر یہ ہوا ہے کہ غزل تک میں نوحہ کی لے پیدا ہوگئی ہے اسکا ایک سبب لوگوں کی ہزیمت خوردہ ذہنیت ہے کیونکہ رزمیہ نظم لکھنے کیلئے خیالات میں جوش اور بلند ہمتی کی ضرورت ہوتی ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد میں نہ صرف یہ کہ سپاہی جنگ لڑنے اور فتح پانے کے قابل نہیں رہے تھے سرداروں میں تنظیم کی کمی تھی اور عام طور پر امرا بجائے جد و جہد کرنیکے راہ عافیت تلاش کرتے تھے ۔ سودا کے قصیدہ " تضحیک روزگار " اور میر تقی میر کی بعض نظموں سے اس عہد کی عسکری حالت اور سپاہیانہ جذبات کی کمی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے ۔ اس پس منظر میں رنگین کا یہ " جنگ نامہ اور بھی اہم ہوجاتا ہے کہ اسمیں بجھتے ہوئے چراغ کی آخری لو کی طرح ایک لشکر اس طوفان کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے جو دکن سے مرہٹوں کی صورت میں نازل ہوا تھا اور جو بہت بڑی حرکت اور اسباب کے ساتھ

ملکر مغلیہ سلطنت کے زوال اور انتشار کا باعث بنا ۔اس دور مین انفرادی طور پر بعض سپاہی اور سرداروں کی جد و جہد کا تذکرہ گرد و پیش کی تاریکی مین امید کی کرن نظر آتا ہے ۔

یہ نظم رنگین نے اپنی عمر کے آخری حصہ مین لکھی ۔آخر کے دو اشعار حسب ذیل ہین ۔

(۱)
هوا ہے پچھتر کی یہ سن مین نظم　　　کیا ہے اسے پندرہ دن مین نظم
ہوئے پانچ سو شعر اس جا تمام　　　بس اب ختم کر لکھ کے تو والسلام

رنگین کی ولادت ۱۱۷۰ ھ مین ہوئی تھی اس حساب سے یہ جنگنامہ ۱۲۴۵ ھ مین نظم ہوا اور معلوم ہوتا ہے کہ جنگ پانی پت ۱۲۰۲ ھ کے بعد چالیس سال گذر جانے پر بھی واقعات رنگین کے سامنے تازہ تھے اور اگر رنگین نے یہ نظم اسی زمانہ مین لکھی ہوتی جب کہ یہ واقعہ پیش آیا اور تمام معرکون کی یاد تازہ تھی تو شاید جذبہ کی شدت اور جذبات نگاری کے اعتبار سے اس نظم کا پایہ اور بھی بلند ہوجاتا ۔

اس نظم کی ایک اہمیت یہ بھی ہے کہ اس سے ضمنی طور پر اس عہد کے بہت سے تاریخی واقعات اور اشخاص پر روشنی پڑتی ہے اور یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ بعض سرداروں کی جد وجہد کے باوجود بادشاہ دہلی مرہٹون سے اتنا خوف زدہ ہوچکا تھا کہ ان سے مقابلہ کرنا سودائے خام سمجھتا تھا اور ان حالات مین کہ بہت سے دوسرے رئیس اور راجے مرہٹون سے تنگ آ چکے تھے یہ مہم محض اسلئے کامیاب نہ ہوسکی کہ مرہٹون کی پشت پناہی بعض اور طاقتین کررہی تھین جن مین فرانسیسی بھی شامل تھے چنانچہ سندھیا مرہٹہ نے ایک فرانسیسی ڈبائے کو چار پلٹنین دیکر اس معرکہ مین شریک ہونے کیلئے بھیجا تھا مرہٹون کی فوجی طاقت بے شمار تھی اور تین لاکھ کی فوج مین دو لاکھ بارہ ہزار سوار شامل تھے ۔نواب اسمعیل خان کی فوج جسوقت گھیرے مین آئی ہے اسکی کل تعداد چھ ہزار کے قریب تھی معلوم ایسا ہوتا ہے کہ نواب کی فوج جنگی چالون سے بھی پوری طرح واقف نہین تھی چنانچہ انہون نے مرہٹون کا پیچھا

(۱) قلمی نسخہ انڈیا آفس لائبریری نمبر ۱۹۷ ب

کیا اور انکے گھیرے مین آگئے — دوسری مصیبت یہ ہوئی کہ مرہٹون نے یہ خبر اڑا دی کہ نواب مارا گیا اور نواب کے سپاہیون کو چھ مہینے کی پیشگی تنخواہ دیکر اپنی طرف کرلیا اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ رنگین کے بقول تقریباً پانچ ہزار آدمی انکے لشکر کے مارے گئے — رنگین کے اپنے دستہ کے ایکسو پانچ سوارون مین سے صرف پانچ گھوڑے باقی بچے تھے اور پانچ سو سپاہیون مین سے صرف ساٹھ جنمین سے چالیس زخمی تھے — اس طرح ضمنی طور پر یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ رنگین صرف صاحب قلم ہی نہ تھے صاحب سیف اور سپاہی بھی تھے ورنہ پانچ سو سوارون کی کمان انکے سپرد نہ کی جاتی — نظم کا آغاز اس طرح ہوتا ہے —

پس از حمد حق اور نعت رسول   مری عرض یارو یہ کرنا قبول
کہ ہو جنگنامہ جو یہ پڑھ کے شاد   کرو فاتحہ خیر سے مجھکو یاد
تم ایک مجھ سے نادر روایت سنو   مری آنکھ دیکھی حکایت سنو

آگے چلکر کہتے ہین کہ مین پانی پت کی لڑائی کا حال صحیح صحیح لکھونگا —

سن ہجری بارہ سو اور دو تھی یار   کہ ہریانے مین فوج تھی بیشمار
اسمعیل خان مرد ہوشیار تھا   وہ ہم سارے مغلون کا سردار تھا

اسمعیل خان نواب اولوالعزم انسان تھا اسنے نجف گڈھ سے بیکانیر تک کا علاقہ فتح کرلیا تھا اور دوسری طرف الور سے پانی پت تک — سخاوت مین حاتم اور شجاعت مین رستم سے بڑھ کر تھا

ریاست کا فن خوب اسکو یاد تھا   غرض اپنے ڈھب کا وہ استاد تھا

ہر شخص بیفکری سے کسی نہ کسی شغل مین لگا رہتا تھا کوئی کشتی کے فن مین کوئی سپاہگری مین — اس موقع پر رنگین نے جزئیات اور تفصیل نگاری سے کام لیا ہے جس سے اس عہد کے سپاہیانہ اور ورزشی مشاغل کی تصویر ہمارے سامنے آجاتی ہے — مثلاً

کوئی پھینکتا لکڑی بن کر اچل   اٹھا سینہ چلتا تھا پنجون کے بل
کوئی جھک کے کرتا تھا نالی کے ڈنڈ   کوئی لڑ کے کشتی ہوا تھا بھسنڈ
ہلاتا تھا لیزم کوئی جھول جھول   کوئی جاتا گتکی تھا ڈنڈون کی بھول

ملاتا تھا مگر ھی کے کوئی ھاتھ　　　کوئی ڈنڈ کرتا تھا بیٹھک کے ساتھ
کوئی پنجہ کرتا تھا کلاؤ کھا کھا کے تاؤ　　　کلائی تھا کرتا کوئی بے لگاؤ
کوئی کرتا کشتی کے تھا داؤ پیچ　　　وہ گنتا تھا اپنے سے اون سب کو ھیچ
کسی سے کوئی شخص گجبیل کر　　　ھٹا پیچھے لیجاتا تھا پیل کر
کلائی کا تھا زور کرتا کوئی　　　شلنگن تھا میدان مین بھرتا کوئی
کوئی بانک کے کرکے کہتا تھا پیچ　　　کہ سب کام مین بانک کے آگے ھیچ
غرض سب کو ھر وقت تھی ایک دھن　　　کہ شب قدر تھی رات اور دن تھا عید
سوا انکے تھے شیخ — سید — پٹھان　　　ھزارون ھین لشکر مین رستم جوان
سپاھی گری کے ھین چھتیس بند　　　سو سیکھے تھے ھر ایک نے کر کر پسند

ایک دن لوگون نے نواب سے کہا کہ اب ھند مین مرھٹون کا زور ھوگیا ہے اور ھمارا چین و اطمینان اٹھگیا ہے — لیکن اسکا ازالہ نا ممکن نہین ہے —

زبردست ہے سندھیا گو پٹیل　　　تو ھم بھی نہین ھین کچھ اس کے ڈھیل

اگر اس کے پاس ملک زیادہ بھی ہے تو ھم بالیقین چھین لینگے —

وہ کافر ہے اور ھم مسلمان ھین　　　بدل صاحب دین و ایمان ھین
مغل ھم ھین وہ مرھٹہ ہے گنوار　　　جو ھون [illegible] اپنے دس اور اسکے ھزار

چھوٹے بڑے افسر جنگ مارنے کو تیار ھوگئے تو آپ نے جواب دیا کہ مرھٹہ کو بادشاہ کا بہت سہارا ہے اسلئے وہ کسی کو خیال مین نہین لاتا —

خزانہ کی اس کو نہین کچھ کمی　　　مطیع اسکے دو لاکھ ھین آدمی ———
وہ کافر نہایت خبردار ہے　　　وہ دانا ہے عاقل ہے ھوشیار ہے ———
تم اس کام مین مت شتابی کرو　　　مبادا کہ ناحق خرابی کرو

اگر بادشاہ ھمارے سر پر ھاتھ رکھے تو پھر ھم اسے کھا جائین پھر بادشاہ کو اسی سلسلہ مین ایک عرضی لکھی گئی کہ مرھٹہ کو مار کر ہوتا لیلین —

کہا گل محمد کو عرضی یہ لے　　　شتابی سے جا بادشاہ کو یہ دے

گل محمد دھلی روانہ ہوگیا شاہ نے عرضی پڑھکر کہا کہ نواب کو سودا ہے ایسا کریگا تو خراب ہوگا اگر سب راجے نواب کی مدد کریں تو کامیاب ہوسکیگا یہ بات سنکر گل محمد چھٹے روز واپس آگیا ۔

نواب نے جے نگر کے راجہ کو بادشاہ کا مشورہ لکھا چونکہ راجے بھی مرہٹہ سے تنگ تھے اسلئے جودھپور سے بیکانیر تک کے راجے سب نواب کی رائے سے متفق ہوگئے اور ستر ہزار سوار جمع کیے اور ان سے نصف پیادے بھی روانہ کردئیے ۔

صندوق بھر بھر کے روپے بھیجے بیشمار ہاتھی اور اونٹ اور دو سو توپیں بھی جنہیں جنگی کارتوس بھرے ہوئے تھے ۔ نواب کے اپنے سوار بھی تیس ہزار تھے ۔ باون پلٹنیں ہر وقت تیار رہتی تھیں ۔ جب سب گنے گئے تو دو لاکھ کئیے ہزار تھے ۔

گنا سب کو جب تب پیادے سوار   ہوئے سارے دو لاکھ کئیے ہزار

نواب ان سب کو لیکر پانی پت پہنچے ۔ سب لوگوں نے نواب سے کہا کہ ہم یہیں لڑینگے کیونکہ یہ مقام ہماری سرحد کے قریب ہے ۔

یہ پانی پت جو ہے سب ہی راجوں کا جی   ہے سرحد ہمارے بھی یہ ملک کی

آخر کوہ کے نیچے میدان میں لشکر کا ڈیرا لگا دیا ۔ پانی پت کا کوہ فوجیوں کی پشت کی طرف تھا ۔ جنگل دائیں طرف اور ندی بائیں طرف ۔ اسکے بعد مرہٹہ کی داستان بیان ہوتی ہے ۔ جن دنوں نواب اسمعیل خان پانی پت میں تھے ان دنوں سندھیا بندرابن میں تھا جب سندھیا نے نواب کے ارادہ کے متعلق سنا تو غضب میں آکر اپنی فوج روانہ کی اور فوج سے کہا کہ اس نواب کو ایسی سزا دو جس سے دوسرے بھی ڈر جائیں مرہٹہ نے رانی خان بھائی کو فوج کا سردار بنایا اور کہدیا کہ نواب کا نام تک نہ رہے ۔ سندھیا مرہٹہ کا ایک سردار گبھائی بھی تھا جسے چار کمپو دیکر بھیجا ۔

گبھائی فرنگی فرانسیس تھا ۔   میں انگریز انہی سوہ بیس تھا

مولف پہلے دن بندرابن کی فوج روانہ ہوئی دوسرے دن مہاراجہ مہاجن کی رانی خان بھائی نے

چھ ماہ کی تنخواہ سب کو تقسیم کردی اسکے سوار دو لاکھ اور بارہ ہزار تھے سب کھو وغیرہ مل ملاکر تین لاکھ فوج ہوگی — دونون مخالف فوجون کے درمیان چار کوس کا فاصلہ تھا — ماہ شوال کی چھٹی تاریخ کو لڑائی کا دن مقرر ہوا لڑائی کے دن دونون مخالف گروہ کوہ کے نزدیک آکر مقابل ہوئے — لڑائی کا نقشہ کھینچتے ہوئے کہتے ہین کہ فرنگی ٹہائی نے اپنی چال بازی سے خوب کام لیا —

ہوئی جنگ کی صف جو آراستہ   تو نکلے جوانان نو خواستہ
قرولی سوارون مین ہونے لگے   دلون سے کدورت کو دھونے لگے
کوئی اپنی بندوق بھرنے لگا   کوئی ہاتھ بھالے کے کرنے لگا
حریفون سے کہنے لگا یون پکار   کہ تم مین سے جو دل چلا ہو سوار
یہان آئے گر سیر جینے سے ہو   کہ یہ پار اس اوس کے سینے سے ہو
لگا دیکھنے رخ کمان کا کوئی   طرف اپنے خنجر کی جھا تکا کوئی
کماندار لا کان تک اپنی زہ   لگا کہنے یارون سے ہنس ہنس کے یہ
مرے تیر کی پھوٹ پر کیجے دھیان   کہ کرتے ہین ایک تیر مین دو جوان
کوئی اپنے پستول تھا تولتا   سپر پشت سے تھا کوئی کھولتا
قرابین کو اپنی کوئی سنبھال   بڑھا آگے کر دا غنے کا خیال
یہ کہتا چلا وہ کہ ایک دم مین جھٹ   ابھی دونگا مین صف کی صف کو الٹ
میان سے کوئی کھینچ تروار کو   جتا کر یہ کہتا تھا ہر یار کو
کہ اب تم سبھون کو رجھاتا ہون مین   ہنر آج اپنے دکھاتا ہون مین
لگا کہنے یون کوئی ہر جیسے کو تول   کہ یارو ذرہ دیکھنا آنکھین کھول
کہ وہ مرہٹون کا جو سردار ہے   یہ سینے کے وار اسکے با پار ہے
وہ کٹ مرہٹون کے جو آئے تھے سر   تو تودے پڑے تھے ادھر اور اودھر
اوچھلنے دھڑ اوس جا تھے بن سر کے یون — کہ مچھلی تڑپتی ہے بن آب جون
ہزارون کی آلب پہ اٹکی تھی جان   نہ ملتا تھا ایک قطرہ پانی وہان
ہر ایک کو یہی دھیان تھا مجھ سے کام — بنے کوئی ایسا کہ ہو میرا نام
انھون کی جو سنگین تھی کولی بنی   تو وہ بیچ سب سے تھی پولی بنی

فرنگی نے حکمت کی کچھ چال سے　　بھری تھی وہ پارے سے اور رال سے
پھر ان سب مین بارود بھر کر دو چند　　کیے تھے شتابون کی بتی سے بند
جہان پٹخ کما پھوٹ جاتی تھی وہ　　تو وہا ن سینکڑون کو جلاتی تھی وہ
وہ جس غول مین جا کے تھے پھوٹتے　　وہ جانین تھے اوس غول کی لوٹتے
چنون کی طرح لوگ جاتے تھے بھن　　ہر ایک جلکے جاتا تھا مو سر کو دھن
بس ان سے کسی کا جو چلتا نہ تھا　　تو انسان نہ تھا وہ جو جلتا نہ تھا

مخالف کی طرف سے گولیان اولون کی طرح برس رہی تھین ۔

برستی تھی اس طرح سے گولیان　　کہ جیسے برستے ھین اولے گران
نظر آتی رنجک د ھنوئین مین تھی یون　　چمک جاتی جگنو مین ساون مین جون
وہ ہوتی تھین یون تو پہن آتش فشان　　کہ جون برق ہو کھہ عیان کھہ نہان
بنا تھا دھنوان ایسا ابر سیاہ　　کہ آتے نظر وہان نہ تھے مہر و ماہ
وہ گولے جو چلتے تھے زنجیر کے　　تو جاتے صفون کو تھے وہ چیر کے
بس انسان و حیوان درخت اور سنگ　　قلم اون سے ہوتے تھے سب بے درنگ
جو کچھ سامنے انکے آتا تھا یار　　قلم ہو وہ جاتا تھا مثل چنار
برستے تھے پھر چھرے یون بالیقین　　گرے تڈی اوپر سے جون بر زمین
کڑک تے تھے اس جنگ مین بان یون　　گرجتا مہاوٹ مین ہے رعد جون
کڑک بخش کا کھپو ایک تھا عجیب　　وہ پہنچا ڈہائی کے جاکر قریب
ڈہائی جو اس پر پلا کچکچا　　تو وہ کھپو یک لخت اٹھا ہلبلا
یہ کہہ بھیجا نواب سے پھر شتاب　　کہ لیجے خبر اب نہین ہم مین تاب

نواب یہ سنکر سوارون کو لیکر ہاتھی پر سوار ہو کر چل پڑ ا ڈہائی کے کھپو کو شکست دیکر پیچھے دھکیل دیا اور بہت سے مرھٹے مارے گیے ۔

ہوئے بیشمار انکے جتنے جوان　　شہادت کو نصف ان سے پہنچے یہان

مرھٹے میدان سے ھٹکر جانے لگے تو نواب بھی گھڑی دن باقی رہے اس جگہ سے لوٹا اور اپنے شہیدون کو دفن کیا مجروحین کی مرہم پٹی کا حکم دیا مرھٹون نے بھی صبح کو لاشین جنگل مین جلائین ۔

تشریح ضروری ہے!

مرہٹوں نے ہوشیاری کی کہ پیچھے ہٹتے چلے گئے اور نواب اور نواب کے سوار انکے پیچھے ہولئے جب چار کوس بڑھ گئے تو مرہٹوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا ۔ نواب کے ساتھ چھ ہزار سپاہی تھے ۔

یکایک لیا اس طرح ہمکو گھیر — دبا صید کو جس طرح لیوے شیر
سواروں میں باہم لگی ہونے جنگ — ہوئے فوج پر نواب لڑنے سے تنگ

ٹہائی کا کمپو بھی یہیں آگیا اور پھر لشکر پر حملہ بھی کردیا نہ ادھر سے کوئی لشکر کی طرف جا سکا تھا نہ وہاں سے یہاں کوئی آسکا تھا ۔ مرہٹوں نے کمپو میں خبر پہنچا دی کہ تمھارا نواب مارا گیا تم ہم سے نہ لڑو اور روپے لیکر ہمارے نوکر ہو جاؤ ۔ کمپو کے سواروں نے اپنی سمجھ بوجھ سے اس بات کو تسلیم کرلیا چونکہ نواب کی طرف سے نا امید ہو چکے تھے ۔

وہیں چھ مہینے کی تنخواہ دے — ٹہائی کیا انکو ساتھ اپنے لے

جو سپاہی کمپو سے ٹوٹ گئے تھے انھیں سب کو لوٹ لیا ۔

رہے ہم تو وہاں جنگ میں مبتلا — یہاں کھیل لشکر کا پورا ہوا
ہم ایک رات دن جنگ کرتے رہے — رہے مارتے اور مرتے رہے
نہ آئے وہ کمک میں جتنے ہوئے — بتاؤں تمھیں کیا کہ کتنے موئے
گیا اس طرف کا جو تھے شمار — شہید اس طرف کے ہوئے پانچ ہزار

جب آٹھ سو باقی رہے تو اس گھیرے سے نکل جانے کی سوچنے لگے کہ اب کل لڑینگے جب ڈیرے پہ پہنچے تو دیکھا کہ لشکر کا نام و نشان بھی نہیں کسی نے نواب سے آکر کہا کہ مرہٹا سب کچھ لوٹ لیگیا تو نواب نے سر پیٹ لیا رنگین کہتے ہیں ۔

یہاں تلک میں نواب کے ساتھ تھا — کہ اس کا تھا دامن مرا ہاتھ تھا
جدا ایک سے ایک وہاں سے ہوا — روانہ ہر ایک اس مکان سے ہوا

آدھی رات تھی اندھیرا گھپ تھا سب اپنے اپنے رستہ پر بھاگے چلیگئے ۔ رنگین کے ایک سو دس گھوڑے تھے کچھ لوٹ لئے گئے اور کچھ مر گئے انکا رسالہ پانچ سو سواروں پر مشتمل تھا ۔ گھوڑے صرف

پانچ ہتے تھے اور جوان پانچ سو مین سے کل ساٹھ ان مین چالیس زخمی تھے ۔

اٹھا کر شب و روز دو دن الم — سب آپہنچے گرپڑ کے جے پور مین ہم
غرض پہنچے جے پور مین جس وقت آ — یہ راجہ نے نواب سے تب کہا
کہ کمائی نہین تم نے مطلق شکست — لڑائی کا پھر کیجئے بندوبست
دکھا مین تمھاری سپہ آگئی — غرض انکے مین آگے گھیرا گئی

راجہ نے خواصون کو حکم دیا کہ نواب کو جس چیز کی ضرورت ہو مہیا کرو ۔

سلاح خانہ و فیل و اسب و شتر — لگا توپخانے سے تا لعل و دُر
قناتین بڑی اور ڈیرے بڑے — ہوئے جا کے جے پور کے باہر کھڑے

سامان اتنا مہیا کردیا گیا کہ نواب پچھلے تمام غم بھول گیا اور خوب عیش کرتا رہا لیکن راجہ کو خبر پہنچی کہ

~~[illegible]~~

تو راجہ نے نواب سے جودھپور جانے کو کہا اور کہا کہ وہان کا راجہ راٹھور ہے تمھین خوب مال و حشم سے خوش کریگا اور دشمنون کو یقیناً شکست دیگا ۔ نواب تو جودھپور چلدئے اور رنگین نوکری چھوڑ کر بھرت پور چلے آئے ۔

شفیق اپنا راجہ کو پہچان کے — بھرت پور مین نوکر ہوئے آن کے

اب ایک شہیدہ داستان رنگین بیان کرتے ہین ۔ کہ نواب اسمعیل جب جودھپور روانہ ہوئے تو ہندو مسلمان بہادر ہزارون تھے جودھپور کے راجہ نے ان کی طرف کچھ التفات نہ کیا تو نواب نے

کیا وہان سے جو پھلواڑی کا عزم — مقرر کیا کولیواڑے کا عزم

سفر جو ہوا پھلواڑے کا تھا — تو موسم گلابی سا جاڑے کا تھا
گئے ہٹمل کو لیواڑے گئے جب — تو ایام گذرے تھے جاڑے کے تب
اٹھا کر یہ سب رنج دن رات کے — یہ جا ہٹمل پہنچے گجرات کے

اس داستان کو یہین ختم کر کے اپنی بھرت پور کی کہانی شروع کرتے ہین ۔

غرض ہم بھرت پور مین تھے دو برس — نکالی ہر ایک اپنے دلکی ہوس
وہان سے جو پھر دانا پانی اٹھا — تو اس جا سے مین لکھنو کو گیا
رہا وہان بڑی ہی فراغت سے مین — تھا آسودہ ہر ایک بات سے مین
رہا نو برس شاہزادہ کے ساتھ — پہنچا رہا وہان ہر ایک شے کو ہاتھ
جب آخر گیا آصف الدولہ مر — وہان سے پڑا مجھ کو کرنا سفر
گیا وہان سے پھر مرشد اباد مین — رہا ہوکے یکچند وہان شاد مین
غرض ڈھاکے بنگالے کو دیکھ یار — رہا چھ برس آن کر گوالیار
وہان کھنڈوجی (۱) ایک سردار تھا — وہ سب مرہٹون مین نمودار تھا
رکھا مجھ کو اسنے بڑے غور سے — مری قدر کی اسنے ہر طور سے
بنا مجھ سے جو کام پر کام خوب — ہوا میرا اس ملک مین نام خوب
کیا مجھکو نواب کبھو دیا — غرض مجھکو مختار گھر کا کیا ______
وہ عاشق مری ذات کا تھا فقط — کیا پھر مجھے صاحب دستخط
ادھر کونچ سے لیکے جھانسی تلک — ادھر دیوگڈہ اور ہانسی تلک
اٹیر اور بھنڈ اور گجرہ تمام — سند لکھدی اس ملک کی میرے نام
کہ کبھو کی تنخواہ اس مین سے لے — جو باقی بچے تجھ سے وہ مجھ کو دے
مہیا جو یہ مجھ کو اسباب تھا — کہا تا مین اس جا پہ نواب تھا
زمانہ موافق ہوا ایسا آ — کہ جو مین نے چاہا وہی ہوگیا
غرض چھ برس تک یہ اوقات تھی — کہ بنتی ہی تھی مجھ سے جو بات تھی

پھر یکایک رنگین کی طبیعت مین انقلاب پیدا ہوا اور اس دنیا سے بیزار ہوگئے اور دل مین یہ بات بیٹھ گئی کہ اسنے کسی سے وفا نہین کی چنانچہ کہتے ہین ۔

کیومرس ۔ کیخسرو ۔ افراسیاب — ہوئے اسکے ہاتھون ہین کیسے خراب
// گئے / فریدون سے لیکے تا کیقباد — تجھے حال ان سب کا ہے خوب یاد
گئے پھنس جو گردش مین افلاک کی — وہ سب گھس گئے پیٹ مین خاک کے

---

(۱) خاندوجی

کسی کا بھی باقی ہے ان سے نشان   کہ تھے کون وہ اور ہیں اب کہاں
پھر اسیر تو ہرگز سمجھنا نہیں   نہ کر فکر دنیا کا کر فکر دین
اگر تو نہ اس سے اٹھائیگا ہاتھ   تو پھر چھوڑ دیگی یہی تیرا ساتھ
یہ ہے بہتر اس سے الفت کو توڑ   نہیں تو یہی جائیگی تجھکو چھوڑ
جو عورت کسی مرد کو دے طلاق   تو یہ بات ہے بس نہایت ہی شاق
یہ ہے لطف جو مرد اسے چھوڑ دے   کیا اگر خیر ہو اس سے منہ موڑ لے
یہ سن دل سے جن نے دنیا سب کو چھوڑ   لیا ساری عروت سے منہ اپنا موڑ
ہوس تھی اس پر گئے ہیں گذر   نہیں حشمت و جاہ و دنیان پر
کسی شے کا ہرگز نہ پابند ہوں   گذرتی ہے جیسے میں خورسند ہوں
نہیں ہیں یہ کچھ اضطراری امور   یہ جیسے تو ہیں اختیاری امور
نہیں بیٹھتا میں پکڑ ایک زمین   کبھی ہوں کہاں اور کبھی ہوں کہیں
میں ایک جا پہ دلکو لگاتا نہیں   مجھے رہنا ایک جا کا بھاتا نہیں
پر اب ہاتھ سے ہے مرا بس گیا   کہ باندھے میں ہوں آن کر پھندس گیا
یہاں کا ہے نواب ایک طرفہ چیز   نہایت وہ رکھتا ہے مجھکو عزیز
صاحب ہیں وہ اسکے جتنے رفیق   وہ سب جان و دل سے ہیں مجھ پے شفیق
خوبی ان میں ایک شمشیر خان   کہ میں جنکی خاطر ہوں رہتا یہاں
میں الفت میں انکی گرفتار ہوں   نکلنے نہیں پاتا ناچار ہوں
بن آتی نہیں کچھ نکلنے کی بات   مجھے ہے یہی فکر دن اور رات
ہوس تو ہے اس جا پہ پابند ہوں   میں پابند ہوں لیک خورسند ہوں
کسی کی مجھے کچھ جو پروا نہیں   تو آنکھوں میں کوئی سماتا نہیں

آگے چلکر رنگین کہتے ہیں کہ زیادہ باتیں کرنا اچھا نہیں زبان کو بند ہی کرنا چاہئیے پھر کہتے ہیں —

جو کرنا ہے تو نظم تصنیف کر   پر اس میں تو اپنی نہ تعریف کر

نظم کے آخر میں رنگین نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان میں بڑی مایوسی اور افسردگی ہے

یہ بالکل قدرتی ہے اس وقت انکی عمر پچھتر سال کی ہوچکی تھی اور چند سال بعد (۱۲۵۱ ھ) میں انکا انتقال ہوگیا ۔ اکیاسی سال کی طویل عمر میں انھون نے ھندوستان کی تاریخ کا ایک نہایت پرآشوب دور دیکھا تھا جو مسلسل زوال ۔ انتشار اور افتراق کا دور ہے انھون نے دنیا دیکھی تھی بڑے بڑے شہرون کا سفر کیا تھا ۔ سیکڑون امیرون اور رئیسون کے متوسل رہے تھے اور ان سب کے عروج و زوال کو نہایت قریب سے دیکھا تھا انھون نے اپنی جوانی بڑی رنگینی ۔ آوارگی اور عیاشی مین گذاری تھی ۔ عمر کی اس آخری منزل پر پہنچکر انھین یقینا اپنی بے راہ روی پر کچھ ندامت بھی ہوتی ہوگی یہ اشعار رنگین کی انھین کیفیات اور جذبات کے ترجمان ھین اس لئے ان مین تاثیر اور سوز بھی پیدا ہوگیا ہے ۔

خمسہ رنگین کا تیسرا حصہ " نصاب رنگین " ہے جسکا دوسرا نام " نصاب ترکی " بھی ہے اسے رنگین نے ۱۲۲۵ ھ مین لکھا ۔

ہے یہ تاریخ اسکی اے عالی جناب   کہدی اب رنگین نے ترکی کی نصاب

اسکا موضوع جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے ترکی زبان کا لغت ہے ۔ اردو مین غیر زبانون کے ایسے لغت جن سے اردو جاننے والے یہ زبانین سیکھ سکین بہت قدیم رواج ہے ۔ اس سلسلہ مین عام طور پر حضرت امیر خسرو کو اس فن کا موجد اور خالق باری کو پہلا اردو فارسی لغت بتایا جاتا ہے ۔ اگرچہ جدید تحقیقات سے یہ بات ثابت نہین ہوتی کہ خالق باری امیر خسرو کی تصنیف ہے لیکن نوین اور دسوین صدی ہجری مین بہت سی ھندی فارسی لغات لکھی گی ھین ۔ (۱)

ھندی فارسی کے لغات تو بکثرت موجود ھین لیکن ھندی ۔ ترکی کے لغات بہت ہی کم ھین اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ترکی کا استعمال نہ تو فارسی کیطرح عام ملکی ۔ سرکاری ۔ علمی یا ادبی زبان کیطرح ہوتا تھا اور نہ ترکی نصاب مین شامل تھی ۔ ترکی بولنے والے ترکی نسل کے چند خاندان تھے جو ھندوستان مین آباد ہوگیے تھے اور وہ بھی آہستہ آہستہ اپنی مادری زبان چھوڑ کر فارسی یا ھندی اختیار کرچکے تھے ۔

---

(۱) چند قدیم لغات [illegible] اورینٹل کالج میگزین از ڈاکٹر الواللیث صاحب حوالہ دیتا ہے ۔

مختلف زبانین استعمال کرنے کا شوق عطاری اکثر شاعرون کے یہان نظر آتا ہے لیکن ترکی کا نمونہ بہت کم ملتا ہے ۔ رنگین کی اس تصنیف سے ایک طرف انکی طبیعت کی ایجاد اور اپچ کا اندازہ ہوتا ہے تو دوسری طرف لسانیاتی اعتبار سے ان کی اہمیت ہمارے سامنے آجاتی ہے ۔ اس منظوم لغت مین پانچ سو اشعار ہین اگرچہ رنگین اس سے زیادہ لکھنا چاہتے تھے لیکن کچھ اپنی مصروفیت اور کچھ احباب کے تقاضہ سے صرف پانچ سو اشعار پر اکتفا کیا ہے ۔

اس مین بھی دیباچہ نہین ہے ۔ کتاب حمد سے شروع ہوتی ہے حمد کے سترہ شعر ہین ۔ شروع ۔

حمد کا مجھ سے بیان کب ہوسکے	اور جو وہ چاہے تو پھر سب ہوسکے
پہنچے وہم و فہم وہان مقدور کیا	خواہش اس کی ہو تو پھر ہے دور کیا

آگے چلکر کہتے ہین کہ ۔

خش ہے وہ خالق ہوا دو بات پر	دھیان اس کا سب کی ہے اوقات پر
شرک پر کرتا ہے وہ غصہ دو چند	اور عجز اس کو نہایت ہے پسند

اس کے بعد نعت رسول ہے ۔

وہ محمد جو رسول پاک ہے	جس کے حق مین معنی لولاک ہے

پھر "مناجات بجناب باری جل شانہ" شروع ہوتی ہے ۔ رنگین اپنے گناہون کا اظہار اسطرح کرتے ہین

کٹ گئی لہو و لعب مین زندگی	ہے مجھے اس بات کی شرمندگی
لم رہا اپنے مجھے اوقات کا	ورد تھا میرا یہی دن رات کا
فکر تھا پیدا کرون یہان نام کچھ	اس مین بن آیا نہ وہان کا کام کچھ
تو نہ پکڑے ہاتھ گر میرا وہان	پھر بتا میرا ٹھکانا ہے کہان

آگے چلکر دعا مانگتے ہین ۔

جانکنی میری مجھے آسان ہو	اور عنایت دولت ایمان ہو
بچے رہون مین پھر عذاب قبر سے	یعنی ایمن ہون زمین کے جبر سے

اسکے کل ۲۱ شعر ہین ۔

اسکے بعد عنوان "در تمہید کلام" ہے —

رنگین کہتے ہیں بیکاری کیوجہ سے میں تنگ آگیا کوئی شغل چاہتا تھا — ایک رات خواب دیکھا

میں نے دیکھا خواب میں ہے ایک مکان　　حضرت والد میرے بیٹھے ہیں وہان

ان سے میں نے یون کہا در عین خواب　　دل میں ہے ترکی کی میں لکھون نصاب

آگے چلکر کہتے ہیں اس ترکی نصاب کے ~~کلمہ نے~~ لکھنے سے میں مورد تحسین بھی ہونگا اور میرے خاندان میں ترکی زبان چمک اٹھے گی —

بیت

مصدرون کی اس میں گنجایش نہ تھی　　میں نے اس خاطر نہیں تکلیف کی

آسکے جو وہ کیے میں نے بیان　　اس میں بالکل کی تھی گنجایش کہان

پانچ سو ہیں شعر بس اسکے تمام　　اور رنگین کی نصاب اسکا ہے نام

حرف جو آتے نہیں ترکی میں جان　　وہ بتادون تا رکھے تو ان پہ دھیان

حرف وہ ترکی میں جو آتے نہیں　　ترک جن کو بر زبان لاتے نہیں

سو وہ تو ہیں گن لے ثا و حا و صاد　　ذا و طا و ظا و عین و قا و ضاد *

اصل جو ترکی ہے ترکون کی زبان　　سو وہ رنگین میں ہیں کل ترکیان

پہلے ایک ترکی تو ہے توران کی　　اور ہے ترکی دوسری ایران کی

رومیون کی تیسری ترکی ہے یار　　ان سوا چوتھی نہیں ہے زینہار

ہان مگر آمیز انہین کی ہو تو ہو　　لفظ پر ہونگے یہی بولیگا جو

تھا مجھے تینون زبانون میں جو ربط　　نظم کرنے میں رہا مجھ کو نہ ضبط

ملتی جلتی سب زبانین آگئین　　اپنی اپنی جا پہ بندش پا گئین

فرق اس میں ہو یہ کیا امکان ہے　　دیکھ لے یہ گو تجھے پہچان ہے

جس کا جو چاہے اٹھا اس کا ہوا　　اور جو میں مجھ کو مطلب ان سے کیا

جس کے چاہے لفظ اس کے چھانٹ لے　　جس کے جس کو سمجھے اس میں بانٹ لے

ہے یہ تاریخ اسکی اے عالیجناب　　کہدی اب رنگین نے ترکی کی نصاب　　۱۲۲۵ھ

اب مزاج سامعین گر ہو رجوع　　تو نصاب آگے سے رنگین ہو شروع

* "ذا" صحیح نہیں "ذال" چاہیے — اگر اصل نسخے میں "ذا" ہی ہے تو بھی صحیح نہیں [illegible] خلاف واقع ہے اس لیے کہ ترکی زبان کے حروف میں "ذ" "ذال" نہیں ہے —

لغت کے ابتدائی اشعار یہ ہین ۔

ایزئے اور اوغان ہے یعنی خدا اور اوغان کورسانگوجی ہے مصطفے

ایر کا لیک ہے پادشاہ اولتائی وزیر تاری ایلدوز آئی ہے مہ منیر

ایزی اور اوغان
نا "یا" غفر"
تاروے یلدوز
سار
ای ہی ماہ منیر

باقی لغات پر مشتمل اشعار کی تعداد حسب ذیل ہے ۔

ردیف الف ۔	۹۲ شعر
" البا	۲۸ "
" الپا	۵ "
" التا	۴۲ "
" الجیم	۵
" الچا	۱۷ "
باب" الخا	۲
" الدال	۹
" السین	۲۷
" الشین	۴
" العین	۲
" القاف	۴۳
" الکاف	۲۵
" اللام	۲
" المیم	۹
" النون	۲
" الواو	۲
" الہا	۷
" الیا	۴۵

باب الیا کے پینتا لیسوین شعر کے بعد رنگین کہتے ہین ۔

یہان تلک تو کہہ چکا مین مفردات　　اب مرے جی مین ہے اے رنگین یہ بات

یعنی کچھ شعر اب مرکب مین کہون　　تا ہر ایک کی مورد تحسین ہون

لیکن اس ڈھب سے کچھ انکا ہو بیان　　جس سے معنے سارے ہوجاوین عیان

اسکے بعد ٢٦ شعر مرکبات پر مشتمل ہین ـ پہلا شعر یہ ہے ـ

آت دے تیور "پھرا گھوڑے کو تو"　　"آت الیب یار" لیکے جا گھوڑے کو تو

اسکے بعد ١٢ شعر ایسے ہین جنکا پہلا مصرع ترکی ہے اور دوسرا ہندی ـ چنانچہ رنگین خود کہتے ہین

اب کچھ ایسے فقرے اے رنگین لکھو　　ایک مصرع ترکی ایک ہندی مین ہو

پہلا شعر ملاحظہ ہو ـ

یا تا من تو براق گا دوشک نی سال　　سوؤنگا مین خاک پر تو شک کو ڈال

خاتمہ ان اشعار پر ہوتا ہے ـ

تھا ارادہ یہ مرا بے اختیار　　یعنی شعر اسکے لکھون مین ایک ہزار

پر زمانہ نے مجھے فرصت نہ دی　　اس سبب سے جلد مین نے ختم کی

اور تھا یارون کا تقاضا بھی کمال　　مختصر پر اس لئے آیا خیال

پانچ سو بیتین ہوئین اسکی تمام　　ختم اسے کرتا ہون مین اب والسلام

"حکایات رنگین"

مجموعہ " شش جہت رنگین " میں ایک مثنوی " حکایات رنگین " کے نام سے شامل ہے جسکے مضامین کا تذکرہ کیا جا چکا ہے ۔ " خمسہ رنگین " کا آخری اور پانچوان حصہ بھی اسی عنوان سے ہے اور اس مین بھی مختصر حکایات نظم کیگی ہین ۔ مثنوی کا ابتدائی حصہ " شش جہت رنگین " کی حکایات سے کچھ مطابقت رکھتا ہے چنانچہ حمد و نعت کے بعد اسمین بھی رنگین نے بنارس کے سفر اور شہپک سفر خواجہ محمود اور شیرین بیگ کا ذکر کیا ہے اور یہ کہ خواجہ محمود کس طرح اللو نام ایک طوائف پر عاشق ہوگیے تھے ۔ اسکے بعد جو حکایت رنگین نے " خمسہ رنگین " کی ~~حکایات سے مختلف~~ ہے مین شامل کی ہے وہ " شش جہت رنگین " کی حکایت سے مختلف ہے ۔

"حکایت سوال مرد سنی و جواب دادن مرد شیعہ"

ایک شیعہ سے کہا سنی نے یون   پوچھتا ایک بات یہ مین تم سے ہون
کربلا مین دفن اب ہوتا ہے جو   اسکو اچھا جانتے کچھ تم بھی ہو
یا برا اسکو سمجھتے سب ہو تم   رات دن ہے عقل میری اسمین گم
سن کے وہ بولا زہے اسکے نصیب   دفن ہو جو جا کے ایسون کے قریب
دفن جس جا پر ہے شاہ کربلا   بد بھی ہوجاتا ہے وہان جاکر بھلا
سنی اسکے منہ سے یہ رنگین یہ سن   روکے یون کہنے لگا سر اپنا دھن
دفن ہین پاس جو پیمبر کے قریب   ہے یہ لازم وہ بھی ہون حق کے حبیب
چاہئیے بد ان مین بھی کوئی نہ ہو   ان سے بن اوس کے رضا جوئی نہ ہو
کربلا مین جا کے بد کا ہو بھلا   یہان پہنچے ایسے بھلون کا ہو برا

شان پیغمبر مین کیون لاتے ہو فرق — سر بسر دریائے عصیان مین ہو غرق
تم جو منہ سے ان کو کہتے ہو برا — اپنے حق مین یہ نہین کرتے بھلا

بعض اور حکایات یہ ہین ۔

"حکایت راجپوت و مرد مسلمان پوری"

راجپوت اور ایک مسلمان دوست تھے — گو وہ تھے دو مغز پر ایک پوست تھے
تھے لطیفہ بولنے مین دونو طاق — بولنا ہر ایک کو تھا اون سے شاق
راجپوت ایک روز سبزی چھان کر — یون لگا کہنے اسے ارمان کر
حیف ہے سبزی نہین پیتا ہے تو — کیا جہان مین بے مزہ جیتا ہے تو
جس کسی کو بھنگ سے رغبت نہین — مطلق اس کو زیست کی لذت نہین
بولا وہ سنکر یہ اس کی گفتگو — بھنگ پیوے وہ کوئی بھنگی ہو جو
اس کے منہ سے بات یہ سنکر شتاب — اسنے اسکو یہ دیا رنگین جواب
گوشت مین جھٹکے کا اب سے کھاونگا — جھٹکا اپنے روبرو کرواونگا
بات یہ سچ ہے مجھے آیا خیال — جو کہ بھنگی ہوئے کھاوے وہ حلال [1]

اس مجموعہ مین بعض حکایات رکیک بھی ہین مثلاً حکایت " مرد ست بریدہ و زن فاحشہ " " حکایت سوال دو عقد محکم از محقق حاضر جواب در ظرافت "

مثنوی کی تاریخ تصنیف نظم نہین ہوئی ہے البتہ اشعار کی تعداد آخری بیت مین پانچ سو بتائی ہے ـــــ پانچ سو بیتین ہوئین اسکی تمام — ختم اسے اب کر تو رنگین والسلام

انڈیا آفس والے قلمی نسخہ کی تاریخ کتابت ۱۲۲۸ ھ ہے جو رنگین کی وفات سے تین سال پہلے کا زمانہ ہے ـ یہی زمانہ مثنوی کی تصنیف کا قریبی زمانہ قرار دیا جا سکتا ہے ۔

---

[1] بھنگی کو حلال خور بھی کہتے ہیں

سبع سیارہ رنگین

" سبع سیارہ رنگین " کا پہلا حصہ جو " تصنیف رنگین " کے نام سے مشہور ہے ایک مختصر منظوم رسالہ ہے جو دوسو ساٹھ (1) اشعار پر مشتمل ہے اسکے شروع مین نہایت مختصر دیباچہ نثر مین ہے جس مین رسالہ کے ماخذ اور سبب تصنیف کا حال اس طرح بیان کیا گیا ہے ۔

" ایک رسالہ جناب حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ یعنی والد جناب حضرت شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہ نے واسطے اپنی ال و اولاد کے بطور وصیت کے فارسی نثر مین لکھا تھا دہنولا بندہ نے اسے زبان ریختہ مین نظم کیا ہے سو وہ اس بیان مین ہے کہ گھرو کا لڑکی جس روز سے کہ پیدا ہون اور ہوش ہے ہو کر ہوجائین جو انکے وارث ان سے اس عرصہ مین رسم و رسوم بیہودہ کو ترک کرکے کیا کیا معاملہ ہوتا کہین کہ وہ شرع شریف کے بموجب ہو اور وہ خود بھی بعد بلوغ پہنچکر کس طور سے اوقات بسر کیا کی کہ قیامت مین ماخوذ نہ ہو اللہ ہر ایک کو توفیق دے کہ اس پر دھیان دھرے اور میرے حق مین دعائے خیر کرے " شروع ہے ۔

یا الہی تو مجھکو دے توفیق ۔۔۔ نیک توفیق ہوئے میری رفیق
چاہئے مجھ سے دین کا کچھ کام ۔۔۔ جی کو تسکین ہو دل کو ہو آرام

نصیحتون کا نمونہ حسب ذیل ہے ۔

" بیچ بیان رسم و رسوم بیہودہ کے جو مشہور ہین "

خلق مین ہے یہ رسم جسکا اسم ۔۔۔ سو وہ ہے رسم ایک ہزارون قسم
رسم ہو خوب یا کہ ہوئے بری ۔۔۔ پھر دے تو گلے پہ سب کے چھری
کیونکہ خرچ اسمین یا تو ہوگا مال ۔۔۔ یا حرج ہوگا تجھکو اس کمال
ہین بظاہر یہ دو برے نقصان ۔۔۔ نفع کی بات ہے اسے تو مان
کر ارادہ تو پہلے تقوی کا ۔۔۔ بن تو بہر بہرو اہل تقوی کا

---

(1) دوسو اور ساٹھ اسکے ہون اشعار ۔۔۔ بیش و کم ایک بھی نہ ہوئیگا یہ شمار

اپنے تقوی سے کر بسر اوقات　　لیک تقوی کا دیہان رکھ دن رات
میرا مذہب ہے مذہب حنفی　　سب پہ روشن ہے یہ جلی و خفی
چارون مذہب کو جانتا ہون حق　　لیک بہاتا ہے مجھکو اسکا نسق
سو مین اسکا بیان کرتا ہون　　خوب سا چہان چہان کرتا ہون
پر تو سننے کے کان پیدا کر　　دین و دنیا کو مان پیدا کر
سن کے اسکو تو ہو کے بیٹھ یہ سن　　دھیان رکھ گوش دل سے اسکو سن
جب تو دارالبقا کو جاویگا　　ثمر اسکا وہان تو پاویگا
کر سب احکام شرع کو تو قبول　　تاکہ خوش تجھ سے ہون خدا و رسول
اب سن احکام شرع کا تو بیان　　تا کہ ہوجائے سب وہ تجھ پہ عیان

"بیچ بیان اسکے کہ جب لڑکا لڑکی پیدا ہو تب اسوقت کیا کیا کرنا چاہئیے"

جس کے پیدا ہو آل یا اولاد　　اس کو لازم ہے وہ رکھے یہ یاد
دے اذان گوش راست مین یکبار　　چپ مین تکبیر کو کرے اظہار
سات دن تک کیے کچھ اور نہ ذکر　　ساتوین دن کرے عقیقہ کی فکر
ہے جو لڑکا تو بکرے دو وہ لے　　ذبح للّٰہ اونکو وہ کردے
اور جو لڑکی ہے تو تو ہے یون ٹہیک　　بکری بازار سے منگاوے ایک
لیک ثابت ہون اسکے ناک اور کان　　کسی عضو اسکے مین نہ ہو نقصان
احتیاط اسکی مثل قربانی　　سنت انسان پر ہے اے جانی
شرط قربانی مین ہین جو احکام　　انہین شرطون کو اسمین کر تو تمام
نر و مادہ کا کچھ نہین ہے فرق　　کر تو اپنے چہرہ کو خون مین فرق
پہلے سنت عقیقہ تہا یہ صلاح　　اب اسے جان رکھ کہ ہے یہ مباح
گر تو اسکو کیے تو ہے یہ خوب　　نہ کیے تو نہین ہے کچھ معیوب
اسکے سر پر سے اترین جتنے بال　　وزن چاندی کے ساتھ انہین کر ڈال
دے فقیرون کو مستحب ہے جان　　کچھ یہ واجب نہین ہے کہنا مان

کر تو چہرے کو اپنے خون میں غرق
(۹)

"بیچ بیان بچہ کے اچھا نام رکھنے کے اور ذکر چھٹی کا"

ہوچکے جب کہ سب عقیقہ کا قسم   سوچ کر تب رکھ اسکا اچھا اسم
یعنی اچھون کے نام پر ہو نام   پر نہ ہو اسمین لفظ بخش و غلام
اور جو نام خدا کے ہو ہمراہ   تو نہایت ہی خوب ہے واللہ
حق یہ بیٹے کا باپ پر ہے یقین   ہے یہ بے شبہ اسمین فرق نہین
بس چھٹی ہے یہی شریعت کی   بات کہہ تجھ سے دی حقیقت کی

"بیچ بیان سالگرہ کے"

ہے یہ بیہودہ کرنی سال گرہ   مت کر اسکو یہ ہے وبال گرہ
گھونگرو بچون کے پاون مین مت ڈال   دیگا شیطان اس پہ ناچ کی تال

"بیچ بیان مدت دودھ پلانے لڑکا لڑکی کے"

اور جو تو چاہے دودھ انکا چھڑائے   تو یہ لازم ہے اس سے تو نہ بڑھائے
لڑکا لڑکی کا ایک ہے احکام   کہ پئین پینے دو برس وہ مدام
یا پئین دو برس تلک وہ شیر   ہے کتابون مین یون کیا تحریر
شادی اسکی بھی کچھ نہین ہے ضرور   دل سے کر ایسی واہیات کو دور

"بیچ بیان رسم بسم اللہ کے کہ جو بچون کو پڑھاتے ہین"

پانچوین سال مین گدا اور شاہ   طفل کو ہین پڑھاتے بسم اللہ

شرح میں اسکا کچھ بیان نہیں	میں بیان کیا کروں زبان نہیں
لیکنؔ مشہور خلق میں ہے یہ رسم	کرتے شادی میں اسکی ہر ہر قسم
شرح میں اسکو کہتے ہیں اسراف	بس مجھے کہدیا یہ میں نے صاف
کچھ کتابوں میں اسکا ذکر نہیں	اسلئے اسکی مجھکو فکر نہیں
ہاں وہ جب طفل پڑھ چکے قرآن	جب ہوں خوش وقت سارے پیروجوان
کھانا مقدور بھر پکا لللہ	دیں کھلا خلق کو گدا اور شاہ
اور اسمیں کریں نہ کچھ زنہار	کہدیا اور کہونگا پھر سو بار

باقی نصیحتوں میں حسب ذیل عنوانات پائے جاتے ہیں ـ

(۱) بیچ بیان نصیحت کے مخاطب دل سے

(۲) بیچ بیان کرنے سنت کے یعنی خطبہ

(۳) بیچ بیان اسکے کہ جب وہ خود لڑکا بحد بلوغ پہنچے تو کس طرح سے اوقات بسر کرے ـ

(۴) بیچ بیان اصول نکاح کے ـ

(۵) بیچ بیان مہر باندھنے کے ـ

(٦) بیچ بیان مقاربت کرنے حیض کے ـ

(۷) بیچ مقاربت کرنیکے حمل میں ـ

(۸) بیچ بیان وصیت کرنیکے ـ

(۹) بیچ بیان حالت جان کندنی کے ـ

(۱۰) بیچ بیان رونے پیٹنے کے ـ

(۱۱) بیچ بیان غسل اور گورکفن دینے میت کے ـ

(۱۲) بیچ بیان خوشبو کرنے کفن اور جسم کے

(۱۳) بیچ بیان دفن کرنیکے ـ

(۱۴) بیچ بیان مدت عدت اور سوگ کے ـ

(۱۵) بیچ بیان تہجے کی عذر خواہی کے ۔
(۱٦) بیچ بیان سوم اور چہلم اور شش ماہی اور دیوسہ یعنی بعد سال اور فاتحہ درود ۔
(۱۷) بیچ بیان کچی رکھنے قبر کے اور گنبد اور چھت کرنے کے اور شامیانہ اور غلاف نہ چڑھانے کے
اور چراغ روشن نہ کرنیکے ۔

رسالہ کا نام رنگین نے خود "تصنیف رنگین" بتایا ہے اور تاریخ تصنیف ان اشعار مین کی ہے ۔

نظم دس دن مین اسکو کر کے تمام — رکھا "تصنیف رنگین" اس کا نام
اب جو تاریخ کا مجھے ہے خیال — تو مجھے کہہ سناون مین فی الحال
سے ہوکر تو مجھ بعد انت نہ پس — تھے ہزار اور دوسو اونتالیس ۱۲۳۹ ھ
یہی تاریخ ہے تو شوق سے کن — گیارھوین تھی رجب کی پیر کا دن

"مجموعہ رنگین" کا دوسرا حصہ چارسو اشعار پر مشتمل ہے اسکے دو حصے مین ۔ اس نظم کے متعلق رنگین ایک مقفہ اور مسجع نثر دیباچہ مین لکھتے مین ۔

" حمد ہزاران ہزار اس خدا کو کہ جو اس گلزار جہان مین تخم ہر ایک درخت کا بودیتا ہے ۔ اور اسکو نشوونما عطا کرکے پھل اور پھول کو اسکی انواع کے بودیتا ہے ۔ ایسے انسان کو یہ جو زبان گویا دی تو یہ عجیب ایک نعمت عظیم گویا دی ۔ پس لازم ہے کہ ناحق زندگی کو بیہودہ گوئی مین برباد بشر نہ کرے ۔ بلکہ اپنے اوقات کو ایک دم لغو[1] تقریر سے ضائع بشر نہ کرے ۔ کس واسطے کہ یہ جتنی موجودات ہے اسکی آخر ایکن موجودات[2] ہے ۔ اور درود بے پایان محمد مختار اور آل اطہار اور اصحاب اخیار[3] کو کہ جنکے طفیل سے اس دنیا مین ہم سے دور بلا رحمت کی ہے اور دین مین انشا اللہ تعالی انکے باعث سے امید رحمت کی ہے بعدہ کہترین شعرائے رنگین یعنی سعادت یار خان رنگین عرض کرتا ہے کہ اگر

---

(۱) بشرارت (۲) حاضری (۳) برگزیدہ

اپنے رفیق کہ جو بجان و دل شفیق ہین کہا کرتے تہے کہ اپنے مرغ طبیعت کی پرواز کرتا وہ طرف آشیانہ
(۱)
معنی رنگین کے جاوے پرواز کر یعنی اس گلشن شعرو شاعری مین کچھ ایسا نیا دخل دے کہ گلستان فکر
(۲) (۳)
مین کوئی تروتازہ نخل دے ــ سیہ سنکر طبیعت جو میری مہر اگئی تو میرے جی مین بھی یہ لہر آگئی
الحمد للله کہ بعد مدت بعید بروز سعید در بیان دو عید یہ مثنوی گلدستہ رنگین زار ہم رنگ نامہ ھائے
(۴)
ہزار دو نسخہ ہو کر صنعت تجنیس مین نظم تمام ہوئی اور ان مین سے ایک بیشمن اور دوسری جنس منکر
تمام ہوئی ــ ان مین سے پہلی جو بیشمن ہے سو اس ہی سات قسم کی تجنیس کے ساتھ نظم ہو کر گلستان
(۵)
عالم مین آپ کو جون گل کھلایا ــ اور دوسری جو جنس ہے اسیے فقط تجنیس تمام اور تجنیس مرکب کے
(۶)
پیرائے کو پہن کر بوستان جہان کو رشک سے گل کھلایا ــ امید وار ہون کہ جو کوئی اس نسخہ کو مطالعہ
فرمائے وہ اس عاصی پر معاصی کو یہ دعائے خیر یاد کرے اور واسطے آمرزش اس گنہگار کے جناب کبریائی
(۷) (۸)
مین سر نیکا کرکے نالہ و فریاد کرے ــ اس فراغ دینا سے یہ حاصل ہو کہ اوس کو یہ اجر عظیم حاصل ہو

شروع ــ

(۹)
حمد کہیے کی تجہے جب بار ہو جبکہ تجھ پہ رحمت جبار ہو

اس نظم مین مختلف عنوانات سے دینداری اور پاکبازی کی تلقین کی ہے اور موضوعات کے اظہار
سے یہ عارفانہ نظم کے تحت مین آتی ہے ــ اسکا نمونہ حسب ذیل ہے ــ

"دربیان ترک دنیا"

تو جو دنیا کیلئے بیتاب ہے اوس کی خاطر تجھکو پیچ و تاب ہے
ہے تو دنیا کے پھنسا جنجال مین ــ کر لیا ہے تجھکو اوسنے جال مین

---

(۱) پیدہ ــ (۲) جنبش کرد ــ (۳) خیال آمد ــ (۴) بلبل (۵) شگفتہ کرد ــ (۶) داغ کرد
(۷) بلغ گشتہ ــ (۸) حصول ــ (۹) رسائی

لے تو اس شطرنج کی دنیا مین برد — ورنہ ہو جاویگی دم مین دست برد
جانتا محکم ہے گر اسکی اساس — تو توکر تو زال دنیا سے مساس
ورد ہے تو اس سے دامن تر نہ کر — دیکھ اچھے کام کو ابتر نہ کر
زندگی تیری ہے دم کے تار سے — پر تو باز آتا نہین ہستار سے
ہے بگڑنا آخر ان اشکال کو — جان مت آسان اسرا اشکال کو
نامہ اعمال کے کاغذ کا حلو — ہے سیاہ تیرا تو کیون کھاتا ہے حلو
ساری دنیا ہاتھ آیگی نہین — سوچ یہ مال ایک آنے کی نہین
اس جگہ کے ترک کر آرام کو — گوہے چھوڑا نہین بیوام کو
ڈر خدا سے میرا کہنا مان کر — یہان سے کچھ چلنے کا تو سامان کر

"در بیوفائی اہل دنیا"

کام آتے کس کے ہین اہل و عیال — ہے فقط تیرا ہی یہ وہم و خیال
کوئی تیرا دوست ہے نے یار ہے — جس کو دیکھا بد تر از اغیار ہے
اس جگہ تیرا کوئی یاور نہین — یہ سخن میرا تجھے باور نہین
یون موافق تجھ سے ہمسایہ رہے — ساتھ تیرے جون بہم سایہ رہے
تجھ سے ہین یہ لوگ سب بیزار سے — تجھ کو کیا غم ہے تیری بیزار سے
مرشد کامل کا یہ ارشاد ہے — وہان نہین ہوگا یہان جو شاد ہے
کب تلک سمجھاون تجھ کو اے عزیز — رکھ خدا بن تو کسی کو مت عزیز

"در طلب دین"

حق کے گر واقف نہین انعام سے — تو تو بس بد تر ہے تو انعام سے (۱)
گو ترا ہر سو جہان مین شور ہے — پر تو کچھ شیرین نہین ہے شور ہے (۲)

---

(۱) چارپایہ (۲) نمک

سوچ جی مین تو ہے تو مادہ نہین — کار دین پر کیون تو آمادہ نہین
ہے ترے نزدیک راہ دین بھید — کام دنیا کا سمجھتا ہے تو عید
راہ دین مین یون تو ہوجاتا ہے لنگ — جیسے گولی کھا کے چلتا ہے ملنگ (۱)
حق تو یون ہے تو اگر دیندار ہے — تو ترے حق مین یہ دنیا دار ہے
نیکیون کی بھر کے گاڑی بھیجدے — اپنے چلنے سے اگاڑی بھیجدے

"در بیان گریہ شب"

تجھ کو یہ لازم ہے در عین شباب — جاری آنکھون سے رہے روز و شب آب
چشم انسان کا برسنا کام ہے — خشک گڑے جو برس نا کام ہے
یاد رکھ حق کو نہ کر یاد صنم — گڑ گڑا اور اپنی رکھ آنکھون کو نم
رات دن گر چشم تیری تر رہے — تو یقین ہے سب سے تو بہتر رہے
جو ہنسے اوس دیدہ نمناک پر — آوے حرف اوس کی الٹی ناک پر

بعض عنوانات حسب ذیل ہین ـ

(۱) در طلب روزی زیادہ از مقدور کوشش بیجا ـ
(۲) در منع آرایش جسم و خواب بیہودہ ـ
(۳) در بیان مے نوشی ـ
(۴) در بیان ظلم ـ
(۵) در بیان نفس سرکش ـ
(۶) در بیان جہان نا پائیدار ـ
(۷) در منع صحبت نا جنس ـ
(۸) در بیان مفلسی و منع بخل ـ
(۹) در بیان ادب فقرا و منع غرور ـ
(۱۰) در بیان یاد حق و منع بد زبانی ـ

(۱) سولی

پہلا حصہ اس قسم کے پچیس عنوانات پر مشتمل ہے جس مین دوسو اشعار ہین اسکے بعد اسی انداز مین دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے اور اسمین بھی پچیس عنوانات ہین اور دوسو اشعار ہین ـ مثنوی کے خاتمہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ انشاؔ کی فرمایش پر لکھی گی تھی ـ اور انشاؔ نے اسے پڑھکر تعریف مین ایک رباعی لکھی تھی وہ بھی شامل کردیگی ہے ـ

"در مناجات و ختم این نسخہ گلدستہ رنگین"

ہے تری رحمت مین جتنا میرا بخش (۱) — یا الٰہی اوس سے افزون مجھکو بخش

مین جو ہون رنگین ترا افسانہ خوان — دے مجھے تو تحسین بھر بھر کے خوان

مانگتا ہون کیا مین اس انشا سے داد — چاھتا ہون اسکی میر انشاؔ (۲) سے داد

مین تو ہوسکتا نہ تھا یون نغمہ ساز — ہے خدا ساز (۳) اب ہوا ہے یہ جو ساز

کچھ طبیعت جو ہوی لہرا گئی — تو یکایک جی مین یہ لہر آگئی (۴)

طبع میری جب ادھر راغب ہوئی — نظم مجھ سے تب یہ اے راغب ہوئی

صفحہ کاغذ در افشان کردیا — اور زر معنی سے افشان کردیا (۵)

نظم یہ ڈنکا بجا مین نے کہی — بعد اعلی کے بجا مین نے کہی (۶)

ہے بجا گریہ کہون نوبت بجا — آئی قسمت سے مری نوبت بجا

مثنوی گلدستہ رنگین ہے یہ — نظم رنگا رنگ سے رنگین ہے یہ (۷)

مثنوی رنگین نے جو انشا یہ کی — سو تجھے ارسال اے انشا یہ کی

مثنوی گلدستہ رنگین کے دونون حصے باون عنوانات اور چار سو اشعار پر مشتمل ہین

---

(۱) حصہ ـ (۲) تخلص شاعر ـ (۳) اتفاق ـ (۴) تخلص شاعر ـ (۵) بموقع ـ (۶) نوبت من بجا آمد ـ (۷) تخلص شاعر ـ

" سبع سیارہ رنگین " کا تیسرا حصہ " سبحہ رنگین " کے نام سے جس مین ایک سو ایک رباعیات ہین اور اسی مناسبت سے اس کا نام " سبحہ " رکھا ہے ۔ یہ ایک نہایت دلچسپ مجموعہ ہے جس سے رنگین کی سیرت کے ایک خاص پہلو (پر روشنی پڑتی ہے ۔ پوری ایک سو ایک رباعیان معروف کی ہجو مین صرف ہوئی ہین معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ابتداً معروف اور رنگین مین دوستی تھی بعد مین کسی کے بہکانے پر یہ رنگین سے لڑ بیٹھے اور نتیجہ یہ ہوا کہ رنگین نے ان کی ہجویات کیلئے اپنی ایک پوری تصنیف صرف کردی ۔ اگرچہ ان کا نام صراحتً کہین نہین لیا گیا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ شاعر ہین دلی کے رہنے والے ہین اور احمد بخش کے ~~مہر~~ صادق ہین ۔ ان امور سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ یہ الہی بخش خان معروف ہین جن کا ذکر رنگین نے اپنی اور تصانیف مین بھی کیا ہے ۔ بعض رباعیات حسب ذیل ہین ۔

رباعی (۱)

یارب ملے رنگین کو نیکی کی جزا   معروف کو ہوئے اس کے فعلون کی سزا
جس نے یہ بنا فساد کی پہلے رکھی   امید ہے کہ چکھے وہ اوس کا مزہ

(۲)

معروف اگر میرے مقابل اڑتا   تو زور نظم مین بھی کچھ کچھ کڑتا
روکش نہ ہو سکے وہ رنگین کیا دخل   پردہ مین وہ ناحق کے ہے مجھ سے لڑتا

(۳)

معروف سمجھتا جو ہے خود کو دانا   کہتا ہے کسی نے نہ مجھے پہچانا
اوس کی وہ مثل ہوئی بقول رنگین   چونی بھی کہے کہ مجھکو گھی ہے کھانا

(۶)

رنگین معروف نے بہت غم کھایا   پر نام نہ شاعری مین تھا پایا
جو لطف سخن ہے سو خدا داد ہے وہ ۔ ہر ایک کے حصے مین نہین وہ آیا

(۸)

معروف اپنے لئے ہے رنگین سے لڑا (۱)
تا خلق کہے کہ یہ بھی شاعر ہے بڑا
جب پڑ ہے لکین اودھر سے سابن کے مول
سونے کی طرح سے جب کیا خوب کھرا

---

(۹)

معروف بچارا تو ہے بھولا بھالا
پر وے میں ہے ناس کے یہ قصہ ڈالا
رنگین کھلے اس ہل کے معنی ہم پر
قصاب کے ---- (۲) پر ہے شکرا پالا

---

(۱۰)

معروف کا پاجامہ جو ہے سوسی کا
اور کرتہ بھی ہے پارچہ طوسی کا
مطلب ہے یہ رنگین تاکہ یہ ذکر لباس
خلقت کو ارادہ ہو قدمبوسی کا

---

(۱۹)

رنگین معروف تلملاتا ہے بہت
اشعار پہ میرے جی جلاتا ہے بہت
یہ لطف سخن خدا داد ہے یار
بیہودہ یوں ہیں وہ رشک کھاتا ہے بہت

---

(۲۰)

معروف تو ہے شعر و سخن کا محتاج
پر ہجو کو خلق کی وہ موجود ہے آج
اسکی وہ ہل ہوئی بقول رنگین
چوہا نہ کھلوی ہل میں اور باندھے ہے چھاج

---

(۲۲)

معروف تیرے بول سہوں میں کس طرح
رنگین ہوں زبان بند رہوں میں کس طرح
جب تیری طرف سے ہو بدی کا آغاز
پھر ایک کی سو سو نہ کہوں میں کس طرح

---

(۱) صابن ــ (۲) فحش لفظ لکھا ہے ــ

(۲۶)

معروفکو خیرن نے جو بھیجا کاغذ — رنگین یہ کہا اس نے کہ دیجا کاغذ
انعام جو اس نے اس سے مانگا تو وہین — خط پھینک کے یون کہا کہ لیجا کاغذ

---

(۲۸)

معروف کی مشق کو کیا ہم نے جو غور — ہر ایک غزل کا اسکی ہے طرز اور
رنگین اسکا سبب یہ معلوم ہوا — لوگون سے کہا لیتا ہے اسکا ہے یہ طور

---

(۲۱)

معروف کے پاس ہے نہ سیم اور نہ زر — اوقات بسر کرتا ہے وہ اپنی ہنر
رنگین ہے ان دنون یہ صورت اسکی — کانا ٹٹو ہے اور بد خو ہے شتر

---

(۲۶)

معروف یہ چاہتا ہے کعبہ جا کر — حج کر کے یہان حظبی کہائیے حاجی آکر
سنکر یہ قصد اس کا رنگین نے کہا — بلی چلی حج کو لاکہ چوہے کہا کر

---

(۲۸)

دلی مین سلامت تھی طوائف مشہور — معروف تھا اس پہ جان اور دل سے چور
یہ تو مرتا تھا اوسپہ لیکن رنگین — وہ کہتی تھی اوس کو چل بے چل دور ہو دور

---

(۲٦)

جو خاک نشین ہین اون کا ہے گرد لباس — فخر اپنا سمجھتے ہیں نہین مرد لباس
رنگین فقرا مین زرد رو ہے معروف — اس واسطے بہاتا ہے اسے زرد لباس

---

(۵۷)

معروف مین باقی تو نہین دم مطلق — کہتا ہے کسی سے مین نہین کم مطلق
غم احمد بخش خان کی سروت[1] کا ہے بس — رنگین اسمین اوسے نہین غم مطلق

---

(۱) ثروت

(۵۸)

معروف ہوا ہے خشک جون سوکھے مشک　　اور بہتے مدام اوس کے مین آنکھ سے اشک
رنگین خفقان نہین ہے مطلق اس کو　　یہ احمد بخش خان کی دولت کا ہے رشک

---

(۶۰)

ناظم معروف کو سمجھیے مین ذلیل　　نقار ہوا کہیے مین از روئے دلیل
جو ہے دانا وہ جانتا ہے اسے ہیچ　　رنگین بھی سمجھتا ہے کچھ اون سب کے قبیل

---

(۶۸)

رنگین قصہ ترا کم از برق نہین　　وہ کون ہے اس بحر مین جو غرق نہین
معروف ہے شاگرد ترا اوس کو نہ چھیڑ　　شاگرد مین اور بیٹے مین کچھ فرق نہین

---

(۷۰)

لازم ہے رباعی کہیے کا غم سہہ لون　　شغل اور نہین اسمین رنگین یہ لون
تقصیر معاف ہوئی معروف کی تب　　جب ہجو مین پانچ سو رباعی کہہ لون

شاعرانہ نقطہ نظر سے یہ رباعیات بہت اعلیٰ درجہ کی نہین ہین لیکن ان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ رنگین کی طبیعت مین کیتہ کو بھی ادخل تھا اور معمولی سے اختلاف کو بھی وہ معاف نہین کرسکتے تھے ویسے اس دور مین اور شعراؔ نے بھی معاصرین کی ہجوین لکھی ہین لیکن رنگین اکیلے شخص ہین جو اپنے حریف کی ہجو مین پوری ایک تصنیف صرف کرتے ہین ۔۔ مجموعہ پر تاریخ تصنیف نہین ہے لیکن انڈیا آفس کا قلمی نسخہ ۱۲۲۱ھ مین لکھا گیا ہے ۔

~~نوٹ ۔ معروف کیلئے دیوان معروف دیکھنا چاہئے ۔ تصدیق کیلئے کہ یہ کون تھے ۔~~

(۱) نواب الٰہی بخش خاں معروف، مرزا اسد اللہ خاں غالب کے خسر اور نواب احمد بخش خاں کے چھوٹے بھائی تھے
ان کے والد مرزا عارف جان تھے۔ معروف کا ایک دیوان اردو مولانا عبد الماجد بدایونی کے مقدمہ کے ساتھ
شائع ہو چکا ہے۔ آزاد نے لکھا ہے کہ پہلے شاہ نصیر اور سید عنایت غمگین سے اصلاح لی پھر
ذوق کے شاگرد ہوئے۔ آزاد کی یہ رائے محل نظر ہے کہ معروف کا دیوان سراسر ذوق کا عطیہ ہے

" سبع سیارہ رنگین " کا چوتھا حصہ " مربع رنگین " یا " رنگین نامہ " کے عنوان سے ہے یہ ریختہ کا ایک دیوان ہے جس مین محمود نامہ کے طرز پر یہ التزام کیا ہے کہ جس حرف سے غزل شروع ہو اسی پر ختم بھی ہو او اس التزام کو الف سے یا تک کی ردیف مین نباہا ہے اور ہر ردیف مین پانچ پانچ شعر کی ایک غزل لکھی ہے ـــ اس قسم کے صنائع اور بدائع کا استعمال کوئی غیر معمولی بات نہین لیکن اس مجموعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ صنائع اور بدائع کے التزام کے باوجود شاعری مین بے ساختگی اور برجستگی کا قائم رکھنا اگرچہ دشوار ہے لیکن کاملان فن کیلئے ناممکن نہین ہے اسکا اندازہ ذیل کے انتخاب سے ہوسکتا ہے ـــ

احوال لکھون کیا مین ترے جور و ستم کا
مقدور زبان کا ہے نہ مقدور قلم کا

آتا ہے تو آ جلد مرے یار خبر لے
مہمان ہو دنیا مین وگر نہ کوئی دم کا

اے آفت جان پوچھے ہے کیا مجھسے مرا حال
کیا تجھ سے کہون مین تو ہون مارا ترے غم کا

اب عفو ہو تقصیر مری اے مرے صاحب
بندہ یہ گنہگار ہے محتاج کرم کا

آفاق کیا شاہ و گدا کوئی ہو رنگین
در پیش ہے ایک روز سفر سب کو عدم کا

پاتا ہون مین مدام یہ اس گلبدن کا روپ
ہو بیچ مین بہار کے جیسے چمن کا روپ

پھیکا ہے میرے اور مرے پیارے کے روبرو
رانجھا کا اور ہیر کا اور نل دمن کا روپ

پہنچیگا اسکے ظلم کا شہرہ فلک تلک
اس سال گر زیادہ ہوا بانکپن کا روپ

پاجی رقیب ہوئے لگا اسکے ساتھ پھر
ڈرتا ہون گھٹ نہ جاوے اس سیم تن کا روپ

پھر گلبدن نہ تجھ کو کہے ہوکے منفعل
رنگین کبھی جو دیکھیے یہ تیرے بدن کا روپ

حیف ہے ہمکو نہین آتی ہے جل جانے کیطرح
سیکھئیے کس طرح سے اے شمع پروانے کیطرح

حال دل کی مین کہانی کسطرح اس سے کہون
قصہ خوان مجھکو بتا کوئی تو افسانے کی طرح

حسرت ساغر نہین اب دل مین میرے ساقیا
گردش چشم اوس کی دیکھی ہے جو پیمانہ کیطرح

حسن کا شہرا نہ تھا تو تم معاف یار تھے
کس سے اب سیکھے ہو یہ بیگانہ ہوجانایکی طرح

حق بجانب ہے ترے رنگین کہ تونے سوچ سوچ
کی بہت پر ہن آئے دلکے سمجھایکی طرح

سوچکر بیٹھ دل اس عاشق غمخوار کے پاس
زلف کا دام ہے آ مان نہ جا یار کے پاس

سخت جبار ہے وہ شوخ مرا دل لیکر
پاس سے اٹھ مرے جا بیٹھے ہے اغیار کے پاس

ستم و ظلم وہ اس دل پہ جو کرتا ہے بہت
پر یہ رہتا نہیں بن جائیے جفا کار کے پاس

سیر کرتا ہون بیابان کی مین اس خاطر
عرض کرتے ہین مرے آبلے کچھ خار کے پاس

سنلے رنگین یہ گواہی مرا دل دیتا ہے
جا کے تو بیٹھ رہے گا مرے دلدار کے پاس

فصل گل ہے غنچہ کب آ انتظارون کی طرف
رنجہ فرما یک قدم امیدوارون کی طرف

فاتحہ کو کب تو آویگا کسی کی بعد مرگ
زندگی مین جو نہ آیا دلفگارون کی طرف

فرق بھی کچھ پھینکنے مین ہے تجھے بے امتیاز — گل تو غیرون کیطرف اور خار یارون کیطرف

فال ملا دیکھ کر خدا را خدا کیواسطے
کہہ تو کب آویگا وہ ہم بیقرارون کی طرف

فیض سے حاتم کے لے رنگین نہین کچھ دور یہ
گرنگاہ لطف ہو ہم دوستدارون کی طرف

گو پیارے ترے حسن پہ قربان ہین یہ لوگ
پر جان کوئی دن کی ہے مہمان ہین یہ لوگ

گل کیطرح یہ حسن کہے دنکا ہے ظالم
پرخود غلط اتنا نہ ہو نادان ہین یہ لوگ

گردش مین زمانے کی سہکار ہین فقرا
ہر چند کہ یہان بے سرو سامان ہین یہ لوگ

گھر مین ترے آکر تجھے پھر کرتے ہین بدنام
ہے جائے خطر تو وہ طوفان ہین یہ لوگ

گرد آگے پھٹکنے بھی نہین دے ترے رنگین
تو جنکو سمجھتا ہے مری جان ہین یہ لوگ

بے آشیان کے دیکھنے کی ہے ہوس ہمین
صیاد بس ہے رہنے کو کنج قفس ہمین

تا محو ہو شتاب چلو دیر مت کرو
کہتی ہے قافلہ مین صدائے جرس ہمین

نامہ کو ایک عمر ہوئی ہے او سے لکھے
گذرے ہین انتظار مین یارو برس ہمین

بے دن کو چین ہے نہ کہین شب کو خواب ہے
آرام اس جہان مین نہین ایک نفس مین

نا حق کی شیخیان تھین کہ رنگین کرونگا قتل
زخمی ہی کرکے چھوڑ دیا یار بس مین

وحشت جو ہمکو ہے سو کسی کو خدا نہ ہو
یہ درد وہ ہے جسکی کسی سے دوا نہ ہو

واللہ گرچہ حضرت عیسی کرین علاج
تیرے مریض عشق کو ہرگز شفا نہ ہو

واقف نہین ہو خوب تم اس دلسے میری جان
یہ شیشہ وہ ہے ٹوٹے پر اسمین صدا نہ ہو

واعظ (۱) نہ بک کہ تیری جہنم کے خوف سے
ہم جب تمہین جو سر پہ ہمارے خدا نہ ہو

وہ غنچہ کونسا ہے کہ رنگین نہین کھلا
دل کی گرہ ہے وہ جو صبا سے بھی وا نہ ہو

ہر شب اگر شمع مجلس مین جو جل جاتی ہے یہ
کس کو اپنا عشق اے پروانہ دکھلاتی ہے یہ

مادہ ست کاکل کے میری ناک مین آیا ہے دم
دل ہوا اٹکا ہے رخساروں سے بل کھاتی ہے یہ

ہے کئی دن کا گل و گلزار کرلے چہچہے
ورنہ بلبل دیکھ پیچھے سے خزان آتی ہے یہ

ہم سے کچھ اس شمع کو ایسی پڑی ہے آگے لاگ
یار کی مجلس مین ہمکو دیکھ کٹ جاتی ہے یہ

ہے عجب احوال رنگین دختر زر کا کہ اب
محتسب کو دیکھ کر مجلس مین شرماتی ہے یہ

رنگین نامہ یعنی "مربع رنگین" مین بھی تاریخ تصنیف نہین ہے لیکن انڈیا آفس والا قلمی نسخہ ۱۲۲۱ھ مین لکھا گیا ہے ۔

---

(۱) واعظ

" سبع سیارہ رنگین " کا پانچوان حصہ " ساقی نامہ " ہے جس کے آخری شعر سے اشعار کی کل تعداد ڈھائی سو معلوم ہوتی ہے ۔

ہوئے ڈھائی سو شعر کرلے شمار   بس اس کو یہان ختم کر جیے یار

" ساقی نامہ " کے شروع مین نعت ۔ حمد، مدح چار یار اور منقبت حضرت علی کے بعد بیان مدح سخن و سخن گو اور بیان شکوۂ فلک و دنیائے دون کے عنوانات ہین ۔

" ساقی نامہ " ان اشعار سے شروع ہوتا ہے ۔

پلا ساقیا برف مین مے لگی   خدا تاکہ ہو شدت تشنگی
وہ مے دے کہ شیشہ مین ہے جون پری ۔   ترنگ خوشی سے لبالب بھری
دئے جا وہ صہبائے مے دمبدم   کہ پہنچے لب تشنہ کو جس سے نم
سن اے ساقی محفل عاشقان   سن اے والئی محفل عاشقان
(۱) ~~سن اے دردمندون کے دل کی دوا~~   ———
چمن مین قیامت ہے جوش بہار   گئے ہین سب آپس مین مل کے یار
بہم کرتے پھرتے ہین گلشن کی سیر ۔   و لیکن ستم مجھ پہ ہے تجھ بغیر
قیامت گلستان مین ہے آج دھوم   غضب ہر طرف خلق کا ہے ہجوم
عجب جا بجا درمیان چمن   نرالی ہے ہر ایک کی انجمن
کہین بیٹھے پیتے ہین باہم شراب   کسی سمت بجتا ہے چنگ و رباب
کسی جا ہے مینائے خالی کا غم   کہین دور ساغر کا ہے دمبدم
لب جو پہ ملکر کہین خوبرو   جھکولین ہین بیٹھے ہوئے آب کو
تماشے مین مصروف ہین مست ناز   عجب دھوم ہے آج یا بے نیاز
کہین غنچہ لب ہو کے گل نوش نوش   بہاتے ہین پانی مین سرجوش جوش

گل و لالہ کی ہر طرف دید ہے   جدھر دیکھئے اوس طرف عید ہے

---

(۲) دوسرا مصرعہ قلمی نسخہ مین نہین ہے

میسر ہے بلبل کو گل کا وصال   مبارک ہے اسکو نہایت یہ سال
ہر ایک جا پہ ہے مجمع دوستان   گلون سے بھرا ہے یہ سب گلستان

جو آتا ہے آ ورنہ مین جاؤنگا   غرض جان سے مین گذر جاؤنگا
جہان ساقیا گھر کے آتا ہے ابر   مرے دلمین رہتا نہین آہ صبر
جہان جسکے مے سے صراحی بھری — بھر آیا وہین دیکھکر اپنا جی
بوقت ترشح تو پھر کیا کہون   مری آنکھون آگے برستا ہے خون
غرض شیشہ و مے کسی کے حضور   جو دیکھون تو سنگ جفا سے ہون چور
عجب زندگانی ہے مجھ پر عذاب   پئے یار مے اور مین ہون کباب
مرا تو پیام اتنا پہنچائیو   ضرور اس طرف کو کبھی جائیو
یہ کہیو صبا اس مہ عہد سے   یہ کہیو تو اس رشک خورشید سے

اس طویل بیان کے بعد ساقی کو قسمین دلاتی ہین کہ وہ اس پر رحم کرے — چھبیس اشعار ان مختلف قسمون پر صرف ہوئے ہین جن مین سے بعض حسب ذیل ہین —

ارے تجھکو باد صبا کی قسم   ارے تجھکو اپنے خدا کی قسم
قسم ہے تجھے جان من ناز کی   قسم ہے تجھے اپنے انداز کی
قسم ہے تجھے تیر مژگانکی یار   قسم ہے تجھے زلف پیچان کی یار
قسم ہے تجھے چشم مخمور کی   قسم ہے تجھے دخت انگور کی
قسم ہے تجھے اس اشارات کی   قسم ہے تجھے اپنی ہر بات کی
قسم ہے تجھے اپنے پیمانے کی   قسم ہے تجھے اپنے میخانہ کی
قسم تجھکو قمری کے ہے ذوق کی   قسم تجھکو بلبل کے ہے شوق کی
پیالے کے بھرنے کی تجھکو قسم   سو خالی کرنے کی تجھکو قسم
قسم ہے تجھے اپنے پیمان کی   قسم ہے تجھے اپنی ہی جان کی
قسم تجھکو شبنم کی پرواز کی   قسم تجھکو بلبل کی آواز کی
قسم ہے تجھے سوز پروانے کی   قسم شمع کے تجھکو جل جانے کی

قسم ہے تجھے گل کے انداز کی — قسم تجھکو مطرب کی آواز کی
قسم ہے تجھے چشم خونریز کی — قسم ہے تجھے خنجر تیز کی
قسم پر قسم تجھکو دیتا ہون مین — قسم دیکے تجھکو یہ کہتا ہون مین
کہ آ چھوڑ دے بیوفائی کو یار — نہ کر بے مزہ آشنائی کو یار

ان قسمون کے بعد شاعر اس اندیشہ کا اظہار کرتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ ساقی نہ آئے اور اجل آ پہنچے جیسا کہ اس عاشق کا حال ہوا تھا جو اپنے محبوب سے جدا تھا اسکے بعد رنگین نے اس عاشق کی داستان نظم کی ہے جو ایک پری رو پر عاشق تھا اور عرصہ تک دونون ایک دوسرے سے جدا رہے یہانتک کہ مدت کے بعد جب دونون ایک دوسرے سے ملے تو عاشق کی روح پرواز کر گئی اور اسکی محبوبہ جس کشتی مین سوار اس سے ملنے آئی تھی وہ بھی وہین دریا مین غرق ہوگئی — اس مختصر قصہ مین رنگین نے غالباً دو مثنویون کو پیش نظر رکھا ہے دریا مین ڈوب کر عاشق و معشوق کے باہمی وصال کا مضمون میر نے دریائے عشق مین اور مصحفی نے "بحرالمحبت" مین بھی اختیار کیا ہے اگرچہ رنگین نے میر کے قصہ کو بجنسہ اختیار نہین کیا ہے تاہم آخری حصہ سے شبہ ہوتا ہے کہ انہون نے میر کی اس مثنوی سے ضرور استفادہ کیا ہے — میر حسن کی مثنوی کا اثر محبوبہ کے سراپا اور اس کے گھر کے نقشہ کے بیان مین نظر آتا ہے — لیکن یہ صرف ہمارا قیاس ہے ممکن ہے رنگین نے یہ مضامین اپنی طبیعت سے خود پیدا کیے ہون لیکن انکے حسب ذیل اشعار پڑھکر میر حسن کی مثنوی "سحرالبیان" یاد آجاتی ہے —

سراپا مین اس کا بیان کیا کرون — جہان تھا جہان کو بیان کیا کرون
وہ چھوٹی تھی جسکا ہر ایک بال بال — سدا گردن حور کا ہووے ہال
قبع پیچ وہ جسمین جو دل پھنسے — تو اسکے قضا سر پر آکر ہنسے
وہ آنکھین سیاہ اور وہ ترچھی نگاہ — وہ مکھڑا چمکتا ہوا مثل ماہ
وہ جوبن کا غرہ وہ دل کی امنگ — وہ آنکھون سے ظاہر نشے کی ترنگ
چمکتا وہ اسکا رخ مہروش — کہ جس پر رہے شعلہ شمع غش

ادھر کو اگر آنکھ ڈالی تو   تو اوس کا بھی ٹکڑے ہو تار نظر
وہ عارض کہ دیکھے اگر اونکو حور   تو سمجھے کہ ہے یہ تجلیٔ طور
وہ لب پر مسّی کی تھی رہتی دھڑی — کہیے تو کہ مہہ پر ہے بدلی اڑی
وہ تصویر گردن جو پر نور تھی   تو وہ صورت گردن حور تھی
وہ اٹھتی جوانی وہ موسم نیا   کچون کے وہ جوبن کا عالم نیا
نہ تھین چھاتیان اسکے تھے دو انار — کہ گدرائے تھے خوب بے اختیار
ویا آنچورے تھے دو سونے کے   کسوٹی کی وہ چپیون سے ڈھکے
کرون کیا مفصل مین انکا بیان   کہ وہ گل مین جون ہوئے گل تھین نہان
کمر کا کرون وصف کیا موبمو   کہ یہ ماجرا ہے عجب گو مگو
ہوئی آگے کچھ کہنے کی جو ہوس   تو وو مین حیا نے کہا مجھکو بس
غرض سر سے لے پاؤن تلک وہ پری   نزاکت سے اور حسن سے تھی بھری
کرون اسکی پوشاک کا کیا بیان   کہ ہے کانپتی میرے منہہ مین زبان
وہ پوشاک سرخ اور بھبھوکا سا رنگ   وہ چہرے کی شوخی سے ظاہر ترنگ
چمکتی بنت اور جھمکتے حباب   چمکتے وہ گوٹے بصد آب و تاب
جھمکتے ہوئے لہر اور گوکھرو   کہ جنکے نہ ٹھہرے نظر روبرو
وہ گوٹا کناری جھلکتا ہوا   بدن پر وہ زیور چمکتا ہوا
وہ گہنا پہنتی تھی وہ خوشنما   نہ پہنچے جسے آب چشم ہما
وہ بازو پر اوسکے جو تھے نورتن   جھلکتا تھا جس سے وہ تن اور بدن
پہنے تھے وہ الماس کے جو نگے   ستارون سے جو چند تھے جگنگے
انگوٹھی تھی ایسی ہر ایک آبدار   جڑاؤ بنی تھی جواہر نگار
وہ در اور جواہر جھمکتے ہوئے   وہ موتی کے بالے لٹکتے ہوئے
جڑاؤ وہ ہیکل جو تھی خوشنما   تو اوسکی لٹک مین عجب تھی ادا
وہ اس باغ سینہ کی تازی بہار   جھلکتے وہ سینہ پہ موتی کے ہار
کڑے اسکے دومڑے تھے بجتے ہوئے — جوانی کے بادل گرجتے ہوئے
عجب اسکے کمر کا تھا انداز وہان   کہ ہو سکتا اوس کا نہیں کچھ بیان

طلائی تھا ہر ایک دیوار و در(۱) — بنایا تھا گویا وہ سونے کا گھر
اور اسمین تھین ایجاد طرحین نئی — وہ چھجے سفید اور منڈیرین نئی
عجب طرح کی کچھ وہ تعمیر تھی — طلائی ہر ایک جسکی تحریر تھی
طلائی وہ از بسکہ تھی آبدار — کہیے تو کہ تھی رشک باغ و بہار
وہ در اور وہ زہ اور وہ صحنہ تمام — کہیے تو کہ تھے رشک دیوان عام
سہ دریان تھین اسمین جو مخملی بنی — تو زیب مکان اون سے تھی چوگنی
کہین جانشین اور کہین شہ نشین — کیا تھا طلا ہر جگہ تہ نشین
سفیدی کی اوس کے یہ تھی آب و تاب — خجل ہو جسے دیکھکر ماہتاب
چمک اسکی وہ تھی کہ جس پر نگاہ — اتارے یہ سیم و زر مہر و ماہ
لگے تھے کئی جا کٹہرے کئی — روپہرے کئی اور سنہرے کئی
وہان اسمین رہتی تھی وہ دلربا — تھی اقلیم خوبی کی فرما روا

اسی طرح عالم فراق مین جو نقشہ کھینچا ہے اس سے بدر منیر کے عالم فراق کا منظر آنکھون کے سامنے پھر جاتا ہے ۔ اشعار ذیل سے اسکی تائید ہوتی ہے ۔

گذرتا تھا دن رات روتے اسے — نہ پاتے کبھی شب کو سوتے اسے
غرض ہجر مین بیخور و خواب تھا — غرض شکل سیماب بیتاب تھا
پھرے تھا اسے ڈھونڈھتا کو بہ کو — رہے تھی اسی کی اسے جستجو
کبھی جا نکلتا اگر سوئے باغ — دکھاتا دل اپنے کا لالہ کو داغ
طرف گل کی گر دیکھتا وہ نزار — تو آتی اسے یاد رخسار یار
اگر سوئے نرگس وہ کرتا نگاہ — تو یاد آتی اسکو وہ چشم سیاہ
نظر آتی گر کبک کی اسکو چال — تو رفتار دلدار کرتا خیال
دعا سرو کو دیکھ یہ مانگتا — کبھی یا الٰہی وہ قامت دکھا
کبھی جا کے جنگل مین رہتا مدام — کبھی جا کے بستی مین کرتا مقام
کبھی ساجد کعبہ و دیر تھا — کہ ہو جائے حاجت کہین سے روا
کوئی ہوکے مضطر جو مانگے دعا — قبول اسکو کرتا ہے جلدی خدا

---

(۱) طرحیں

عاشق کا انجام بیان کرنیکے بعد رنگین لکھتے ہین —

گیا ساتھ ایک حسرتون کے وہ خوب — نہ دیکھا کچھ الفت کا انجام خوب
تمنا ہے ساتھ کے جام کی — کسی دن کرینگی یہی مجھ سے بھی

اسکے بعد " ساقی نامہ " کا انداز بدلجاتا ہے اور شراب — سے دو آتشہ کی بجائے شراب معرفت بنجاتی ہے اور وہ جام کوثر کی طلب کرنے لگتے ہین — آخری اشعار حسب ذیل ہین —

مری دو جہان بیچ حرمت رہے — مرے ساتھ مین جام عشرت رہے
توجہ سے ساقی کوثر ادھر — مری تشنگی کو ذرا دیکھکر
طپش میرے دلکی بجھا دیجیو — ہوا حشر مین تو گلو کیجیو
پلانا مجھے جام محشر کے روز — بجھانا مری آتش دلکی سوز
کہ ہون جان و دل سے مین تیرا غلام — تجھی سے مجھے کام ہے والسلام
کسی کا یہان ہون نہ محتاج مین — خوشی سے جہان مین کرون راج مین
نہ ہو مجھکو تکلیف آزار کی — رہے تندرستی مجھے جبتلک جی
فراغت مین عمر اپنی جاوے گذر — نہ ہو نیک و بد کی مجھے کچھ خبر
جہان مین یونہی ہون مشہور مین — رہون خورم و شاد و مسرور مین
مری آل و اولاد بھی خوش رہین — نہ دین کم نہ دنیا کے کچھ دکھ سہین
مری نظم کو پڑھ کے ہر ایک یار — دعا مانگے حق مین مرے ناکہ یار
رہے نظم کا میری ڈنکا مدام — بحق محمد علیہ السلام
مری رات دن ہے یہی آرزو — کہ رنگین کو دو جام کوثر کی دو
مرے جتنے مطلب ہین ہر آئین وہ — شجر مین اجابت کے برلائین وہ
ہوئے ڈھائی سو شعر کرلے شمار — بس اس کو یہان ختم کر ہے یار

" ساقی نامہ " ایک پرانی صنف ہے لیکن اس مین ایک ضمنی داستان داخل کرکے رنگین نے ایک دلچسپ تجربہ کیا ہے اور جس انداز کی جذبات نگاری اور منظر نگاری طویل عشقیہ مثنویون مین پائی جاتی ہے اسکا نمونہ ڈھائی سو اشعار کی اس مختصر سی مثنوی مین پیش کردیا ہے — جس سے انکی شاعرانہ

قدرت۔ مشاقی۔ طبیعت کی ایجاد اور کلام کی بے ساختگی کا ثبوت ملتا ہے۔

"سبع سیارہ رنگین" کا اخری حصہ "کلام رنگین" کے نام سے ہے یہ ایک مثنوی ہے جس مین چھوٹی چھوٹی حکایات لکھی ہین اور یہ التزام کیا ہے کہ ہر حکایت کی بحر الگ ہو اور مضامین بھی الگ الگ ہون یہ حکایات مختلف لوگون کی فرمایشون پر لکھی گئی ہین اور انکی کل تعداد گیارہ ہے۔ پہلی حکایت بادشاہ عیاش کے عنوان سے ہے۔

بادشاہ ایک بڑا تھا عیاش	عیش ہی کاٹتا تھا وہ معاش
اسنے اپنے مشیر سے یہ کہا	یعنی اپنے وزیر سے یہ کہا
کہ مرا ایک ہے تجھ سے یہ سوال	دے جواب اسکا کر ادھر کو خیال
رنڈی ہوتی ہے کسطرف کی خوب	کہہ دے ہوتی ہے جسطرف کی خوب
اور بری جسطرف کی ہے بتا	سوچ کر اپنے دلمین خوب جتا
سنکے یہ اسنے دونون جوڑ کے ہاتھ	عرض کی جھک کے یون ادب کے ساتھ
رنڈی ہوتی ہے سب طرف کی خوب	مگر ایک ہے پہاڑ کی معیوب
یعنی ہوتی ہے عقل انمین کم	امتحان کر چکے ہین اسکا ہم
شہ نے سنکر کہا کہ اے دستور	ہے مجھے امتحان اسکا ضرور
شاہ کے امتحان کی خاطر	ہوئین سب رخ کی رنڈیان حاضر
غرض انعام خوب سا کچھ پا	شہ کی چوکی مین سب لگین یکجا
آخر شب کھلی جو شاہ کی آنکھ	پہلے پوربن پہ ڈال چاہ کی آنکھ
کہا شہ نے کہ شب ہے کتنی بتا	اسنے رنگین وو ہین دیا یہ پتا
سرد ہوتی ہوئے ہین نتھ کے اب	اس سے مین جانتی ہون کم ہے شب
پھر کے دکھنی کی سمت کر کے خیال	کیا اس سے بھی شہ نے پہلا سوال

سن کے یون اسنے شہ کو سمجھایا
گہنا پھولون کا سب ہے کملایا

اس سے مجھکو بھی یہ یقین ہے بات
کہ نہایت ہی کم رہی ہے رات

شاہ نے یہ جواب سن دونو کا
تھی جو پنجابن اس سے پھر یہ کہا

یعنی پوچھا یہ اس سے کھولکے لب
رات کتنی رہی ہے باقی اب

بولی وہ اب ہوا ہے چلتی سرد
اور لو شمع کی ہوئی ہے زرد

اس سے بیشک مجھے بھی ہے یہ یقین
کہ گھڑی بھر بھی رات باقی نہین

وہ جو جو تھی پہاڑ والی تھی
جو کہ عقل و خرد سے خالی تھی

اس سے شہ نے کہا کہ تو اب کہہ
رات کا دے جواب مت چپ رہ

عرض یون اسنے کی بصد دقت
کہ مجھے اب ہے دست کی حاجت

جاتی شدت سے اسکی ہین ہوش
اس سے مین جانتی ہون صبح ہوئی

سن کے یہ شاہ ہوگیا خاموش
لیٹا لگوائین اسکو سو پاپوش

حکایات کے عنوانات درج ذیل ہین —

(۱) حکایت بادشاہ عیاش —

(۲) " مرد ظریف و حکیم دانا —

(۳) " دہ مرد فقیر گرسنہ و بادشاہ محمود غزنوی —

(۴) " مرد شہدہ —

(۵) " مرد مغل و زن فاحشہ

(۶) " مرد زاہد و قحط کہ در لاہور افتادہ بود بموجب فرمایش نواب امیر خان بہادر —

(۷) " مرد تاجر و غلام بموجب فرمایش حضرت میان حق رسا صاحب —

(۸) " مرد امیر

(۹) " مرد کم شہوت و زن فاحشہ حاضر جواب —

(۱۰) " مرد پوربیہ بے عقل —

(۱۱) " در بیان عیب ہائے ذاتی خود و عورت گرفتن —

اسکی بہی تاریخ تصنیف کا پتہ نہیں چلتا لیکن انڈیا آفس والا نسخہ ۱۲۴۸ ھ میں لکھا گیا —

باب سوم

کلام فارسی

(۱) حدیقهٔ رنگین —

(۲) مثنوی بطرز مولانا روم — (از سبع سیارهٔ رنگین)

(۳) مجالس رنگین —

(۴) اخبار رنگین —

"حدیقہ رنگین"

رنگین کی فارسی شاعری

اردو شاعری نے فارسی شاعری کے آغوش مین آنکھ کھولی اور فارسی کے ھی سہارے یہ آگے بڑھی اور پروان چڑھی اسکا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ اردو کو ان لوگون نے اپنی زبان کے طور پر اختیار کیا جنکے گھرون مین فارسی بولی جاتی تھی اور جنکے زمانہ مین علمی اور ادبی زبان فارسی تھی اس دور کے فارسی شعرا بھی کبھی تفنن طبع کیلئے ایک آدھ اردو کا شعر کہہ لیتے تھے جسے اس زمانہ مین ھندوی یا ھندی کے عام نام سے پکارا جاتا تھا اس قسم کی مثالین سب سے زیادہ امیرخسرو کے کلام مین ملتی ھین جنکے یہان نصف ھندی اور نصف فارسی کے بکثرت نمونے موجود ھین ایسی غزلون مین بالعموم ایک مصرع ھندی اور ایک فارسی یا نصف ھندی اور نصف فارسی ھے — امیر خسرو سے دکنی شاعرون کے عہد تک تقریباً تین سو سال کا زمانہ ھے اس عرصہ مین اردو شاعری نے آھستہ آھستہ قدم آگے بڑھایا یہانتک کہ گیارھوین صدی ھجری مین اردو مین مثنویان — قصیدے — غزلین اور نثر کی کتابین لکھی جانے لگین اور دیوان مرتب ھونے لگے لیکن فارسی کا اثر بالکل زائل نہین ھوا تھا اور دکن مین بھی جہان اردو کی نشوونما زیادہ تیزی سے ھورھی تھی فارسی کا اثر بھی باقی تھا اسکا نتیجہ یہ ھوا کہ اردو شاعر بھی فارسی مین شعر کہنے پر مائل یا مجبور ھوئے — قلی قطب شاہ اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر ھے لیکن وہ فارسی مین بھی شعر کہتا ھے اور دیوان فارسی موجود ھے — بلکہ اردو مین بھی وہ سعدی — حافظ اور خیام کے حوالے دیتا ھے اور انکے اشعار کا ترجمہ کرتا ھے یہ روایت آخری دور تک دکن مین قائم رھتی ھے — شمالی ھند مین فارسی

کا زور اور بھی زیادہ تھا اسی وجہ سے عرصہ تک فارسی کے مقابلہ مین اردو کا چراغ نہ جل سکا اور ولی کی شمالی ہند مین آمد اور انکی ریختہ کی شہرت سے پہلے شمالی ہند کی محفلون مین اردو کے نغمے صرف کبھی کبھی اور وہ بھی نہایت مدھم سرون مین سنائی دیتے ہین ولی کے اثر سے فارسی شعرا ٔ اردو کی طرف مائل ہوتے ہین چنانچہ حاتم جو ولی کو اپنا استاد بتاتے ہین یہان کے پہلے صاحب دیوان شاعر ہوئے ہین لیکن فارسی شاعری کو کلیتہً وہ بھی ترک نہ کرسکے اور انکے فارسی دیوان کا قلمی نسخہ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے کتب خانہ مین موجود ہے ۔ حاتم کے بعد میر و مرزا کا دور آتا ہے ۔ انھون نے بھی فارسی کلام کے مجموعے مرتب کئے ہین انشا ٔ اور مصحفی کا بھی یہی حال ہے بلکہ مصحفی بار بار اردو اور فارسی کلام مین میر و سودا کے مقابلہ مین اپنی برتری ثابت کرنے کیلئے اپنے فارسی کلام پر خاص طور سے زور دیتے ہین ۔

رنگین کا فارسی دیوان " حدیقہ رنگین " ہے جو " نورتن رنگین " کا نوان نسخہ ہے اسکے خاتمہ پر تاریخ لکھتے ہوئے رنگین کہتے ہین ۔

چو شد باغ دیوانم اے دوستان — تر و تازہ از نظم چون بوستان

نزار و دو صد سال و سی بود شش — ملقب من از " نورتن " کرد مش

چو طومار فکرم بپایان رسید — بخود این خیال از دلم سر کشید

کہ آخر درین باغ رنگین من — بیایند یاران گلچین من

نشینند و گلگشت با غم کنند — نظر در فروغ چراغم کنند

بدستیست کاغذ بدستے قلم — کم ھذرھا بھر یاران رقم

دگر بر لب آمد مرا حصل — صدائے پر از درد رنگین ز دل

کہ گر ہر در خانہ دل کس است — ز گفتار سعدیش حرفے بس است

مبادا کہ از نظم آید ملال — بہ تضمین سعدی کنم عرض حال

ان اشعار سے تاریخ تصنیف ۱۲۲۶ھ بر آمد ہوتی ہے ان اشعار کے بعد تضمین اشعار سعدی کے عنوان سے چند اشعار لکھے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آخری زمانہ کا کلام ہے جبکہ طبیعت میں درد اور سوز و گداز پیدا ہو چکا تھا ۔

در اقصائے عالم بگشتم بسے — بسر بردم ایام با ہر کسے

تمتع زہر گوشۂ یافتم — زہر خرمنے خوشۂ یافتم

بدل گفتم از مصر قند آورم — بر دوستان ارمغانے برم

دریغ آمدم زان ہمہ بوستان — تہی دست رفتن سوئے دوستان

مرا گر تہی بود زان قند دست — سخن ہائے شیرین تر از قند ہست

بقند یکہ مردم بہ حسرت خورند — کہ ارباب معنی بکاغذ برند

الا اے خردمند فرخندہ خو — ہنرمند عیب جو

قبا گر است و گر پرنیان — بنا چار حشوش بود در میان

تو گر پرنیانی نیابی مجوش — کرم کار فرما و حشوم بپوش

نہ نازم بہ سر مایہ فضل خویش — بدریوزہ آوردہ ام دست پیش

شنیدم کہ در روز امید و بیم — بدان را بہ نیکان بہ بخشد کریم

تو نیز ار بدی بینی اندر سخن — بخلق جہان آفرین کار کن

چو بیتے پسند آیدت از ہزار — بمردی کہ دست از تعنت بدار

کنون بہر تاریخ آن بر محل — بدیہی رقم گشت رنگین غزل

آخر میں اپنی شاعری کی مدت اور "حدیقۂ رنگین" کی تاریخ میں یہ دس شعر کہے ہیں ۔

بحمد اللہ از نظم رنگین من — پر آشوب گشتہ زمین و زمن

زسر هند من والد از روم بود — کنون شهر دهلیست مارا وطن

زدل از سن پانزده سالگی — سوئے شعر شد رغبت طبع من

چو شد جودت طبع مائل به نظم — کشیدم بسے درد و رنج و الم

قلم کردم انگشت و دل را دوات — سیاهیش کردم ز مشک ختن

بسر شد درین فکر پنجاه سال — شگفتند مضمون چمن در چمن

بسفتم در معنی بے بہا — بسے بہتر از سلک در عدن

درین باغ هر سمت بشگفته است — گل لاله و نسترن و سمن

الہی بود تا زمین و زمن — ز گلگشت این بہرہ مرد و زن

چو تاریخ جستم ز پیر خرد — بگفتا قلم ہند نورتن — ۱۲۳۶ ھ

دیوان کی پہلی غزل حافظ کی مشہور غزل کی زمین میں ھے جس سے حافظ اپنے دیوان کا آغاز کرتے ھیں ـ

شنیدم ساقی کوثر نوش آن قبله دل ها — دم آبیکه هستم تشنه اے حلال مشکلها

بهارم بمشقت آنچه افتاد است مشکلها — نگویم زانکه او گردد غبار خاطرها

سرت گردم بیا و سیر روز عید قربان کن — که می رقصد (۱) شکل مرغ بسمل نیم بسملها

میسر آیدت گر صحبت کامل غنیمت دان — که اکثر ناقصان کامل شوند از فیض کاملها

دلا هر قطرهٔ اشکم به جیحون می زند پهلو ـ بعشقش داد می خواهد لب خشکم ز ساحلها

کریما خالقا پروردگارا قدرتت نازم — چه گلهائے که پیدا کردهٔ از آب در دلها

رسان راحت بدلها او حصول مرح دنیا — کہن حاصل نشد اے دل دگر لنخواند حاصلها

کم پاؤ سر خود کم طلب گزان طرف باشد — براهش پا زسر سازم کم طے راه منزلها

دلا راز من و او طشت از بام است افتاده

بسان شعر رنگین بر زبان اهل محفلها

فارسی اور اردو غزل مین عشق و عاشقی کے مضامین متحد ہین لیکن معلوم ہوتا ہے کہ جو صنائع اور بدائع یا تکلفات اور ایجادات جو رنگین نے اردو کلام مین دکھائی ہین وہ فارسی مین بہت کم ہین عام طور پر غزلین نہایت صاف اور سادہ آسان اور دلنشین انداز مین ہین اس قسم کی غزلون کا نمونہ یہ —

بجز ہجر تو دیگر غم مبادا   بجز عشق تو ام ہمدم مبادا
کسے کو پابند عشق نبود   نشان او درین عالم مبادا
اگر یک دم فراموشت نمایم   نصیب د شمنان آندم مبادا
بجانم آتش عشقت الہی   ہمیشا بیش بادا کم مبادا
کند طوفان بپا این چشم رنگین   ہمین ترسم کہ گردونم مبادا

شنیدم از طبیبان محبت   کہ اصلا نیست پایان محبت
مکن روز سیاہم را منور   توئی شمع سبستان محبت
چہ آفتہا کہ آمد بر سر من   فدائے عشق و قربان محبت
بیک لحظہ جہانے غرق گردد   بترس اے دل ز طوفان محبت
کنم دعوائے خون در روز محشر   من و دست گریبان محبت
بیاد گلرخے اے غنچۂ دل   کنم گلگشت بستان محبت
دلم صاف است چون آئینہ ہمدم   من ام از بسکہ حیران محبت

بخوان یک چند شعر نغز دیگر

توئی رنگین غزل خوان محبت

بدرد عشق درمان محبت   کہ پیدا نیست پایان محبت
بجز غم نیست اصلا جنس دیگر   ببازار و بدوکان محبت

نشد خورشید و مه هم سنگ حسنت   چو سنجید بمیزان محبت
بصد غوره دل مارا نهانی   خراشیدی بسوهان محبت
بود هر لحظه جولانگاه عشاق   بمیدان و بیابان محبت
چو فرهاد از کف کوه غم دل   برآید لعل از کان محبت
نیاساید بدهر آنرا که رنگین
خلد در سینهٔ پیکان محبت

اشک خون چکیده را ماند   سینه جیب دریده را ماند
خط پشت لب تو ای نوخط   سبزهٔ نودمیده را ماند
پیرهن بر تنم ز دست جنون   چند خار تنیده را ماند
در چمن برگ گل ز شبنم صبح   لب دندان گزیده را ماند
دل شکار کسی تواند شد   که غزال رمیده را ماند
تیر مژگان او که در دلم است   خار در پا خلیده را ماند
دل افگار من بسیل سرشک   صید در خون تپیده را ماند
سیب رخسارت ای بهار چمن   پخو (۱) میوهٔ نورسیده را ماند
نیست در بحر دهر هیچ گهر   که بتاب آب دیده را ماند
ای شه حسن بردرت رنگین
بندهٔ زرخریده را ماند

---

(۱) کرم خورده

در غم یار ندانم چه کنم ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ای دل زار ندانم چه کنم
سبق اول عشق است مرا ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ مشق این کار ندانم چه کنم
دمبدم گریهٔ طوفان زایم ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ هست بسیار ندانم چه کنم
چشم مخمور تو چشم بد دور ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ کرد بیمار ندانم چه کنم
طبع موزون ندارم رنگین ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ فکر اشعار ندانم چه کنم

فلک گردد نگردد گر بکامم ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ سر و کارست با عشقت مدامم
فراغت نیست از هجر و غم وصل ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ چه می پرسی ز حال صبح و شامم
بیاد چشم مست شیشه بازی ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ همی رقصد بروئے دست جامم
نهایت تشنه ام اے خنجر یار ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ چکان یک قطرهٔ آبے بکامم
دگر بر دست و پایم نیست بندے ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ فقط زنجیر زلف هست دامم
بجز لخت دل و خون جگر آه ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ مپرس از اکل و شرب مدامم

سرا سر شد نورالعین واقف
بود رنگین همه طرز کلامم †

† یہ مصرع ظاہرا واقف کی غزل کا ہے۔ دیوان واقف میں دیکھ لینا چاہیے۔

می سوزم اے ماه از ناله و آه ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ والله بالله بالله و الله
کشتی بہ چشم خوردی دریغم ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ اے واه اے واه اے واه (کذا)
در خلق یکسر شد شور محشر ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ چون آمد آن ماه در بزم ناگاه
از غصه و غم تا چند میرم ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ هر گاه و بیگاه اے آه جانکاه
اقلیم دل را کردی تو یغما ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ الملک لله و الحکم لله

اس پر حاشیہ لکھیے

گردید رنگین از ہجر غمگین

افتاد و گمراہ دانستہ در چاہ

"گمراہ و افتاد" ہونا چاہیے

آنگل بہزار ما نیاید — این مرگ بکار ما نیاید

روز شب تار ما نیاید — آن مہ بکنار ما نیاید

ہیہات کہ بے خلل شب وصل — در لیل و نہار ما نیاید

ینطاید کوشش اینقدر کار — از مشت غبار ما نیاید

آمد بہ عہدی باشی آہ (کلا) — لیکن بقرار ما نیاید

ما خاک شدیم و بہ سیران خاک — آن شاہ سوار ما نیاید

رفتند لیلے

رفتند ہمے مگر کسے آہ — از شہر و دیار ما نیاید

آمد بر غیر یار لیکن (کلا) — در قرب و جوار ما نیاید

بہ غیر

می کرد بہ بوسۂ دلم شاد — ایک کار زیار ما نیاید

این کار (؟) "ایک" فارسی نہیں ہے اور وزن کے بھی خلاف ہے

قربان سرش کہ گفت از ناز

رنگین بہ نثار ما نیاید

یہ آٹھ غزلین مجموعی طور پر فارسی مین رنگین کے عام انداز کو ظاہر کرنے کیلئے کافی ہین — تفصیل اسکی یہ ہے کہ فارسی غزل کے جو مضامین اردو مین آئے انمین ایک نہایت اہم مضمون تصوف کا ہے — ایرانی صوفیا کی تعلیم اور صوفی شعرا کے کلام نے اس ملک کی شاعری اور فلسفہ پر جو اثر ڈالا ہے وہ نہایت ہی گہرا ہے ہر دور اور ہر زمانہ میں قلی قطب شاہ سے لیکر اقبال تک اس کا ثبوت ملتا ہے — رنگین کے اردو کلام مین ایسے مضامین کم ہین جسکی ایک وجہ شاید یہ ہے کہ رنگین کے لکھنوی دور مین تصوف کو اردو شاعری سے اصولی طور پر خارج کردیا گیا تھا صرف کہین کہین ناسخ یا آتش کے یہان بعض اشعار ملجاتے ہین لیکن بحیثیت مجموعی لکھنوی شعرا کا کلام اس سے

طاری ہے ۔ رنگین کا اردو کلام عام مجلسوں ۔ محفلوں اور مشاعروں میں پڑھا جاتا تھا فارسی کا زور ٹوٹ چکا تھا اسلئے اب صرف خواص ہی فارسی کی طرف متوجہ ہوتے تھے ۔ رنگین کے یہاں ایسے مضامین بکثرت ہیں ۔

بے حجاب از پردۂ عصمت ببازار آمدی — بسکہ شکر است اینکہ یا تسبیح زنار آمدی
کلمۂ توحید اے خالق گواہ ذات تست — زانکہ تو در پردۂ انکار و اقرار آمدی
حسرت دیدار دارم بسکہ مشتاق تو ام — گو بہ آغوش دلم از غمزہ صد بار آمدی
گاہ گہی خلقت انسان ضعیف است و نحیف — گاہ چون منصور انا الحق گوئی بردار آمدی
صاحب خانہ توئی ہر مسجد و بتخانہ را — اے کہ صدرہ در دل ہر مست و ہوشیار آمدی
از رقیب روسیاہ پوشیدہ اے جان نگاہ — چون بسر در خانۂ چشم سبکسار آمدی
تو نہ محتاجی بوحدت نے بکثرت پائے بند — لیک از وحدت بکثرت وہ چہ بسیار آمدی
ہست دایم ورد م از دل آہ لا تقنطوا — در کلام از بس ز لطف خود گہر بار آمدی
دوش در گوش دلم از غیب آمد این ندا — غم مخور ہر چند اے رنگین گنہگار آمدی

من از خواب عدم بیدار گشتم — گذر کردی بخاک من چہ کردی

قدرے نورش بچشم مردم نیست — ہست مارا ہوائے عریانی

کس چہ داند کہ میان من و او — ماجرہ ایست کہ من می دانم
نقش آہیست بنائے ہستی — این بنائیست کہ من می دانم
نیست آسان گذر از دہر کہ این — تنگنائیست کہ من می دانم
خاکساری بجہان اے رنگین — کیمیائیست کہ من می دانم

شوق دارد بوحدت و کثرت   پس هر پرده رازها دارد
شمع هر محفل است اے گل رو   سوز دارد گدازها دارد

دل بروم از نظر انداخت مرا   شکل آئینه خود ساخت مرا

زطوف کعبه و بتخانه ها کے تنگ می گردد   دل دیوانه من مائل هر سنگ می گردد
برنگ ز نقش آشفته نگردد چون دل جمعم   که گردون بر سر من با هزاران رنگ می گردد

دوسرا مضمون عشق و عاشقی کا ہے اردو کے مقابلہ مین فارسی اشعار تعداد مین بہت کم ہین لیکن ان مین جذبات نگاری کی بعض نہایت اعلی درجہ کی مثالین موجود ہین ۔

بیان[ن] هجر امکانے ندارد   که سر حد و پایانے ندارد
علاجش را چو پرسیدم ز بقراط   بگفت این درد درمانے ندارد

مارا که دل همیشه بسوئے تو می کشد   بے اختیار جانب کوئے تو می کشد

بے تو اے ماه چه می باید کرد   ناله یا آه چه می باید کرد
ناصح نیست کلامت دلچسپ   اے دل آگاه چه می باید کرد

دارم بذوق وصل او در دل تمنائے دگر   می خواهم این شب بگذرد خوشتر ز شبهائے دگر

بارها دیده سزا یافته   باز سوئش نگرانی اے دل

می کند جور و جفا چون بر ما　　　غافل از درد نهانی اے دل
تو کہ در پہلوئے رنگین آہ　　　سنگ و سنگ گرانی اے دل

دور از تو جفا کشیدم　　　دیدم در ہجر آنچہ دیدم
بر وعدۂ وصلت اے جفا جو　　　دیشب ہمہ شب نہ آرمیدم
(۱)
در گلشن دہر ہمچو سبزہ　　　خوش کردم و بارہا دمیدم

الہی بگذرد دامن کشان یار از مزار من　　　مبادا دامنش آلودہ گردد از غبار من

بعض مضامین ایسے ہیں جو فارسی غزل سے مخصوص ہیں اور جو اردو میں اسی ذریعہ سے داخل ہوئے ایسے مضامین رنگین کے کلام میں اسطرح کے ہیں ۔

اگر صاف است آئینہ رخ دلبر شود پیدا　　　کہ تا صیقل نگردد تیغ کے جوہر شود پیدا
دلے کو سوختہ در ہجر بتان بر نہ شگفتد ہرگز — مخور بیہودہ غم کے گل ز خاکستر شود پیدا

خویشتن را مگو تو پستہ دہن　　　پستہ خود در خود دہان تو نیست
لعل ہم سنگ آستان تو نیست　　　لا مکان بہتر از مکان تو نیست
ابر ہمسر بہ سائبان تو نیست　　　کہکشان نصف نردبان تو نیست
ہر کہ آئینہ داد در دستت　　　ہرگز آنکس ز دوستان تو نیست
چشم حارصرا ز خواہش سیر کردن مشکل است — بے دوا سیماب را اکسیر کردن مشکل است

خط سبزش اگرچہ رستہ دیر است　　　ولے صد شکر سیرو نیم سیر است

---

(۱) جگر

کہکشان نیست مگر آہ من است   کہ سر سقف فلک زینہ کشید

اس مجموعہ مین ایک غزل نئے انداز کی بھی ہے جسے وہ اپنی ایجاد بتاتے ہین اور جسکا عنوان "غزل خود بطور ایجاد" ہے —

صد ظلم از حد افزون کردی   سر گشتہ دشت جنون کردی
چون بود مو اکنون چون کردی   اے عشق مرا مجنون کردی
ہر لالہ رخان مفتون کردی

سنجیدہ رخت پریشانی   پوشاندہ لباس حیرانی
بدریدہ جیب ہمہ دانی   دزدیدہ قبائے عریانی
بر قامت من موزون کردی

بود ست مرا نے رنج نہ غم   چون الفت خوبان شد ہمدم
در چین شدائد درد و الم   از زلف بہ بستی ~~[illegible]~~ دستِ دلم
پا بستہ بدام جنون کردی

از جور و جفا ہا بیختیم   با زلف دوتا آویختیم
در خاک بخون آمیختیم   از خنجر غم خون ریختیم
گلگون کردی معنون کردی

ما راست تمنا سرو نہ گل   بے رغبت فاختہ و بلبل
بے ذوق کشیدن ساغر مل   جز خواہش وصل بتان بالکل
از سینہ من بیرون کردی

جنباندی رشتہ صد کین را   آزردی چون من مسکین را
اکنون تو بگو آن بے دین را   ہر قطرۂ اشک رنگین را
سیحون کردی جیحون کردی

غزلون کے علاوہ پانچ مخمس ـ دو مربع اور دو مثلث بھی شامل ھین انکا نمونہ یہ ھے ـ

"مخمس غزل خود"

هر چه می گویمت آنی اے دل　　　دل نشی ہلک تو جانی اے دل

مظہر درد نہانی اے دل　　　نه چینی نه چنانی اے دل

تو مجسم خفقانی اے د ل

یار بے مہر و وفا یافته　　　بانی ظلم و بلا یافته

موجد جور و جفا یافته　　　بارها دیده ء سزا یافته

بار سوہش نگرانی اے دل

عشق هر کس که بخواهد ورزد　　　لیک حاصل نشود وصل به کف

اهلِ سخن هست ز استاد سند　　　بے اثر فائده ء هر گز نکند

خود اگر از دیده ء فشانی اے د ل

از من اے دل تو که دلگیر شدی　　　عشق ورزیدی و تسخیر شدی

طوق پوشیدی زنجیر شدی　　　در غم عشق بتان پیر شدی

کرده برباد جوانی اے د ل

از غم عشق تو غمگینی آه　　　پر ز بغض و حسد و کینی آه

این سخن نیست ز خود بینی آه　　　کو که در پہلوئے رنگین آه

سنگی و سنگ گرانی اے د ل

"مربع غزل تصنیف خود"

از جوش جنون سر شار شدم　　　رسوا بسر بازار شدم

با سیمبران چو یار شدم

آواره شهر و دیار شدم

جانا کردی غمخواری من — این است عیان عیاری من

در نشه ببین هوشیاری من

بیخود کردی هوشیار شدم

کے طالب ساغر مل بودم — فارغ ز گل و سنبل بودم

هر چند سبک از گل بودم

در چشم رقیبان خار شدم

اول ست ز من افشانده چشم — در غمکده ام بنشانده اے چشم

چون گوهر اشک نمانده اے چشم

منعم بودم نادار شدم

اصلا ست خیال هندو نه چین — دارم هوس دنیا و نه دین

در خواهش وصل بتان رنگین

از هر دو جهان بیزار شدم

ایضاً غزل تصنیف خود

نیست کم از بیطاری اشک — هست ز چشم جاری اشک

اشک ابر بهاری اشک

خشک شدی رفتی از کار — چشم ابر زنهار مدار

گر اے چشم نداری اشک

بسکه کشیدم رنج و الم — سینه بسوزد ز آتش غم

گر نه کند غمخواری اشک

روز و شب چون ابر بهار — چشمه چشم را تر دار

گو بیکار و بکاری اشک

چون شنیدم من این ز هاتف غیب   نور بر محفیش چو کرد خیال

شد یقینم ز صدق دل لاریب   پیشتر گفت هاتفش چل سال (۱)

حصہ چہارم خمسہ رنگین   مثنوی بطرز مولانا روم

فارسی دیوان کے بعد فارسی شاعری مین رنگین کا دوسرا قابل ذکر کارنامہ فارسی مین ایک مثنوی ہے جو مولانا روم کی مشہور مثنوی معنوی کے انداز پر لکھی گئی ہے ۔ مولانا روم کی مثنوی ان کتابون مین ہے جس نے بلاشبہ فارسی اور اردو کے ہزارون شعرا کو متاثر کیا ہے ۔ اسکی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اسے " قرآن در زبان پہلوی " کہا جاتا ہے ۔ اور صوفیانہ ادب مین جو مرتبہ اسے حاصل ہے وہ بہت کم کتابون کو نصیب ہوا ہے مولانا روم کی مثنوی کا یہ فیض اب تک جاری ہے چنانچہ عصر حاضر مین علامہ اقبال جو مولانا کو اپنا پیر و مرشد بتاتے ہین ان سے بیحد متاثر ہین اور اپنے کلام مین جا بجا مثنوی کے اشعار نقل کرتے ہین ۔

مثنوی مولانا روم کا موضوع تصوف و حقیقت اور سلوک کے منازل ہین ۔ اسمین حکایات بھی ہین اور پند و نصایح بھی ۔ فلسفیانہ اور حکیمانہ نظریات اور افکار افکار بھی ہین اور عارفانہ رموز و نکات بھی ان تمام مسائل کے بارہ مین مولانا روم کا ایک خاص نقطہ نظر ہے جسکا مقصد تزکیہ نفس ۔ روحانی اصلاح ۔ اخلاقی تربیت اور انسان کی تہذیبی ترقی ہے ۔ مولانا روم کا عارف اقبال اقبال کے مرد کامل یا مرد مومن کیطرح جلال اور جمال کا پیکر ہے اسکی زندگی کا ایک اعلی مقصد ہے جو صرف مادیات تک محدود نہین ہے ۔ یہ بات بڑے تعجب کی ہے کہ سعادت یار خان رنگین جیسا انسان جسکی ساری زندگی عیش و عشرت اور لہو لعب مین گذری ہو وہ ان اعلی اقدار کیطرف کسطرح مائل ہوسکا بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رنگین کو کچھ تو اپنے اعمال پر ندامت ہوئی ہوگی کچھ لوگون کے اعتراضات طعنون سے بچنے کیلئے انہون نے اپنی زندگی پر معرفت شناسی کا پردہ ڈالا ہو ۔ اسکا ایک ثبوت

---

(۱) چهل سال ، اگر یہ قطعہ الحاقی نہیں تو واقعی حیرت انگیز پیشنگوئی ہے ۔

یہ ہے کہ وہ مثنوی کے شروع میں اپنے ایک پیرو مرشد مولوی غلام یحییٰ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

مولوی یحییٰ کہ جان علم دین است — بے شک و بے شبہ کان علم دین است

چون بیان سازد ز حمد کبریا — می نماید راہ پاک انبیا

کافرے گر بشنود تقریر او — گردد از اسلام دامن گیر او

فیض روحانی بجانش طاری است — کلمہ حق بر زبانش جاری است

کن دلا تحصیل علم دین از او — بگذر از الفاظ و معنی را بجو

مثنوی کا آغاز حسب دستور حمد و نعت سے ہوتا ہے۔بعض اشعار حسب ذیل ہیں۔

تو کریمی و رحیمی اے خدا — تو دل رنجور را ہستی دوا

تو عطا کردی شکر در نیشکر — تا کسے را می خورانی کے شکر

آن یکے را تاج شاہی می دہی — وان دگر را تو تباہی می دہی

آگے چلکر کہتے ہیں کہ اے خدا تو ہی جسکو چاہے عزت دے جسکو چاہے ذلت۔پھر اپنے لئے التجا کرتے ہیں۔

روشنی نور ایمان کن عطا — بازدار از ظلمت جہل و خطا

رزق من از خوان وصل خویش دہ — دہ دلے لیکن دلے پر ریش دہ

خاطرم از قرب شیطان کن نفور — دور تو ہر گز مفگن از حضور

تو رہاندی از بلا ایوب را — شادمان کردی دل یعقوب را

نوح و یونس را رہاندی از بلا — ابن مریم را کشیدی از جفا

این زمان از فضل عامت اے اللہ — بر مراد خود رسد این روسیاہ

اسکے بعد نعت رسول ہے جسکے کل پانچ شعر ہیں۔

شروع —

یا رسول اللہ بحالم در نگر　　تا چو محرومان نگردم در بدر

حمد و نعت کے بعد اصحاب کی تعریف ہے اور پھر اصل مثنوی شروع ہوتی ہے — حکایات کی کل تعداد تیئیس ہے — انکا عام انداز حسب ذیل نمونہ سے ہوسکتا ہے —

" حکایت در بیان ملاقات لیلی با مجنون کو ہستان و بیان مقام عرفان "

ناقہ لیلی جدا شد از قطار　　اتفاقاً رفت سوئے کوہسار

ہر درخت آنجا خیال عشق داشت　　غیر عشق آنجا یکے خارے نکاشت

ہر چہ آنجا از غبار و خاک بود　　در خیال یار خود غمناک بود

بود لیلی در تلاش رہبرے　　غیر مجنون بد نہ آنجا دیگرے

ناگہان از دور مجنون را بدید　　در لباس خاکساری نا پدید

لیلیش نشناخت کین جان من است　　در غم من خاک بر سر افگن است

در فراقم شد ز خان و مان (۱) جدا　　سلطنت بگذاشت شد مسکین گدا

گفت لیلی اے فلان تو کیستی　　در بیابان از چہ صورت زیستی

گفت انا لیلی انا لیلی انا　　غیر لیلی از نگاہم شد فنا

گر ز دریا سر برون آرد حباب　　باز خود گم می شود بر روئے آب

ہمچنین عاشق کہ از خود گم شود　　بیخ مائی و توئی از دل کند

آنچنان نورش در آید در نظر　　از انا لیلی نماند بے خبر

چون نمودہ خویش را مجنون فنا　　آن زمان گفتہ انا لیلی انا

---

(۱) خانمان

این رموز عشق چون لیلی شنید — آه سردے از دل خود بر کشید

از سر هودج فگنده خویش را — از محشق بوسه زد بر دست و پا

گفت اے مجنون کجائی تو کجا — اے دل بیمار لیلی را دوا

گاه لب بوسید گاهے موئے او — گهه نهادے روئے خود بر روئے او

گهه ز مقنع جسم او را پاك كرد (۱) — گهه بر احوالش بر آورد آه سرد

بعد دیرے چشم را مجنون کشاد — دید لیلی را و بر پایش فتاد

گفت از حیرت که اے رشك بهار — چون رسیدی در جهان کو هسار

این مکان از بهر همچون من کس است — کس چو من هر گز نشد صحرا پرست

دل ز خویش و اقربا بر داشتم — خاکیم در خاك مسكن ساختم

دربدر گشتم به عشقت مبتلا — کو به کو انگیختم رنج و بلا

(۱) هر طرف خورده ز طفلان سنگ و خشت — دوستان دیدند مارا خوئے زشت

(۲) زین سخن لیلی برآورد آه سرد — گفت با مجنون بصد فریاد و درد

(۳) این زمان در پهلوئے تو حاضرم — هر چه خواهی کن مکن اے دلبرم

(۴) بد من قناعت کرده ام بر نام تو — دان کنیز خود مرا دیگر مگو

(۵) جان و دل از تیر عشقت دوختم — یعنی سر تا پا بعشقت سوختم

(۶) اے تو معشوقی منی من عاشقم — بر قرارت از دل و جان صادقم

گفت مجنون لیلیا آهے مکش — بر تپش دیگر مده چندین تپش

هر چه می گوئی همه یك یك بجاست — لیك دزدی پیش صادق نارواست

در تصمیم از ازل بود این مکان — کرده معبود بے حکمت مدان

عاشقان را خاکساری زیب دان — قاتم سنجاب بهر مهه رخان

بود / عاشقان را / خاکساری /

بود در هر دو بهم این ماجرا   ز اقرہا پیش آمد و بود ش بجا

اے دل اے دل قدرت صانع ببین   گو نہ گون صنعت نمودہ بر زمین

آن یکے را بخش ملك و مال داد   دیگرے بر تنگیے قسمت بزاد

این یکے شاد است بر فعل حرام   وان دگر در اتقا شد نیك نام

این یکے خود وعظ می گوید بلند   وان دگر با دلرہا شد بہرہ مند

در حقیقت گرچہ از نسل یك رند   لیك از حکمت جدا گونہ شدند

گر بیك صورت ہمہ پیدا شدے   دوزخی و جنتی یکسان بودے

در جہان گر جملہ گشتندے عزیز   کے شدے در مومن و کافر تمیز

بعض اور حکایتین حسب ذیل ہین —

"حکایت حضرت با یزید روز عید" — کے عنوان سے ہے جسکے ۲۸ شعر ہین یہ پہلی حکایت ہے

عید کے روز بایزید مسجد سے نکلے تو ایك شخص نے انکے سر پر خاك ڈالدی بایزید نے سلام کرکے آہستہ سے کہا کہ مین تو اس سے بھی بدتر ہون — مین خاك تھا تونے بھی مجھ پر خاك ڈالدی یہ بات سنکر اس شخص نے شرمندہ ہوکر آہ سرد بھری اور جان بحق ہوگیا —

شروع —

(روز)
آن شنید ستی کہ روزے عید   از در مسجد برون شد بایزید

طشت خاك افگند شخصے بر برش   گشت آلودہ سر و دوش و برش

کار نخوت طوق لعنت مید ہد   عجز در جنت مکانت مید ہد

جامہ صوف ریائی چاك کن   خلوت دل را ز غیرے پاك کن

پھر خاکساری کی تلقین کرتے ہوئے کہتے ہین —

خاکساری پیشہ کن بے باک مباش　　　در تلاش وصل او چالاک مباش

هر کرا خواهد سلیمان او کند　　　هر کرا خواهد پشیمان او کند

لطف او عام است و فضلش بے شمار　　　عاجزان را می دهد عز و وقار

اسکے بعد انسان کو بغض و حسد سے دل پاک رکھنے کی تلقین کی ہے —

کینه را از سینه خود دور دار　　　نرم جوشی از همه منظور دار

منت احسان میفگن بر فقیر　　　طعنه و بغض و حسد بر خود مگیر

کار مجهولان دل افگاری بود　　　رسم مقبولان کرم کاری بود

عشرت دنیا همه بے راهی است　　　محنت عقبی همه آگاهی است

آخر مین فرماتے ہین —

بوئے گل دادن نه کار هر خس است　　　باخدا بودن نه رسم هر کس است

دوسری حکایت بھی ۱۸ شعر پر مشتمل ہے جسکا عنوان یہ ہے —

" حکایت در بیان اینکه "

شروع —

عجب و نخوت را بخاطر کن نهان　　　تخم عبرت را بج کشت دل فشان

آگے چلکر کہتے ہین کہ ذات پات کا خیال کو ترک کرکے اپنی ذات مین خوبیان پیدا کر —

پرده بیهودگی را چاک کن　　　در تلاش ذات بر سر خاک کن

تیسری حکایت مین ۲۲ شعر ہین جسکا عنوان " حکایت در بیان احوال دهقان ضرب المثل برائے انسان " ہے —

کسان زمین جوت کر بیج بوتا ہے پھر اسکی حفاظت جانفشانی سے کرتا ہے جب اگنے کے بعد

کھیت مین چور آتا ہے تو وہ کسان اس چور کے تیر مارتا ہے یا شور مچاتا ہے اور جب ژالہ باری ہوتی ہے تو اللہ سے فریاد کرتا ہے کہ اسکی کھیتی آفت سے محفوظ رہے اس طرح اے انسان تو بھی

کشت خود را همچون آن دهقان پیر   هان بکار و سبز کن نقصان مگیر

اس چوتھی حکایت مین ۲۱ شعر هین جسکا عنوان " حکایت در بیان احوال کسانیکه دنیا دار اند و دنیا را نمی گذارند " هے –

شروع –

اهل دنیا را به دنیا در گذار   در طویله بسته به پائے حمار

دنیا دار سے مخاطب هو هوکر کہتے هین کہ تو گورستان جاکر عبرت حاصل کر کہ بڑے سے بڑے دنیادار کے اعضا خاک میں ملے پڑے هین –

کو قبائے اطلس چین و حریر   کو شراب و لقمه نان و پنیر

بے زبام و صحن و دالان پیش گرو   بے زمال و گنج و حبّ ما و تو

پانچوین حکایت " در بیان تعلیم یافتن عالم باعد پیر از درویش روشن ضمیر " هے جسکے ۱۸ شعر هین

شروع

دوستی می داشت عالم با فقیر   هر دو در علم و طهارت بے نظیر

گر یکے را مشکلے پیش آمدے   دیگرے مقصود کارش می شدے

نزد عالم دان دگر چون آفتاب   زیر ظل فقر او خود ماهتاب

کتاب مین کل چھ سو اشعار هین جنھین دس روز مین نظم کیا گیا هے –

شعر در دہ روز شد ششصد بیان   از برائے خاطر شمشیر خان

مثنوی کے آخر مین کوئی تاریخ نہین ہے لیکن مذکورہ بالا شعر کے مصرع ثانی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مثنوی شمشیر خان کی فرمایش پر لکھی گئی یہ وہی شمشیر خان ہین جو نواب باندہ کے صاحب خاص تھے اور جنکی وجہ سے رنگین باندہ مین مقیم تھے ۔ رنگین ۱۲۲۳ (۱) مین باندہ پہنچے تھے ۔ قلمی نسخہ موجودہ انڈیا آفس مین اس مثنوی کی تاریخ کتابت ۱۲۲۸ ھ ہے اس حساب سے مثنوی کو ۱۲۲۳ سے ۱۲۲۸ تک کسی سن مین تصنیف کیا ہوگا ۔

مجموعی طور پر رنگین کا فارسی کلام جتنا کہ "حدیقہ رنگین" مین موجود ہے مقدار یا فنی حیثیت لیا سے اردو کلام کا مقابلہ نہین کرسکتا اسمین رنگین کی طبیعت کی ایجاد کا مادہ یا انکی قادرلکلامی یا دوسے فارسی گو شعرا کے مقابلہ مین انکی ترجیح کی کوئی وجہ نظر نہین آتی اسلئے اسکی حیثیت زیادہ سے زیادہ تاریخی کہی جا سکتی ہے یا یہ کہ اپنے معاصرین کے مقابلہ مین جنھون نے فارسی مین بھی اشعار کہے ہین رنگین کسی سے پیچھے نہین رہے ہین ۔

---

(۱) قصیدہ نوشیہ کے تمہید کلام کا یہ شعر ۔

کہ باندے شہر مین جو مین ہون آیا   مجھے شمشیر خان نے ہے بالیا

مجالس رنگین

اسی سلسله کی دوسری اہم کتاب " مجالس رنگین " ہے جسمین رنگین نے مختلف شاعرون اور اپنی گذشته صحبتون کا حال تحریر کیا ہے ۔رنگین سیاح قسم کے آدمی تھے چنانچه انھون نے شاهجہان آباد کے علاوه اکبر آباد ۔لکھنو ۔نجیب آباد ۔گنھیر ۔ہردوار ۔جگاد ھری ۔سرھند ۔ امرت سر ۔لاہور ۔بیکانیر ۔جودھپور ۔کوٹه بوندی ۔اودھپور ۔اجین ۔بندیلکھنڈ ۔ آله آباد عظیم آباد ۔راج محل ۔کلکته ۔ڈھاکه ۔پلنیان ۔ترائی نیپال ۔فیض آباد ۔پھلی بھیت ۔فیروز پور جھرکه ۔پالی پاکھر ۔پرگنه نوح ۔پادشاه پور ۔رام پور ۔پاٹن ۔اجمیر ۔جہانگیر آباد ۔سہارنپور ۔ گوالیار ۔نارنول ۔پرگنه پادل ۔کانوڈ ۔فرخ آباد ۔بنارس ۔مرشد آباد ۔رواڑی اور کوھد شہرون کی سیر کی تھی اور طرح طرح کے لوگون سے ملے تھے انمین ہر قسم کے لوگ شامل تھے ۔بعض شاعر تھے بعض سپاہی پیشه ۔بعض سخن فہم بعض درویش انمین سے بعض رنگین کے ہمعصر اور ہم طرح تھے اور بعض انکے شاگرد ان لوگون کی صحبتون مین جو جو دلچسپ باتین گذری ہین ان مین سے بعض " مجالس رنگین " مین نقل کیگئی ہین ۔اس کتاب کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے مسعود حسن رضوی لکھتے ہین ۔

"مجالس رنگین "یقینا " نثر کی پہلی کتاب ہے جو رنگین کے قلم سے نکلی اور انکی تصنیفات کی طویل فہرست پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے که یہی نثر کی آخری کتاب بھی ہے انکی کسی دوسری نثر تصنیف کا پته اب تک نہین چلا انکی فارسی نظم بھی سیدھی سادھی ہوتی ہے چند غزلین اس کتاب مین جا بجا درج ہین ان سے انکی فارسی شاعری کا انداز معلوم ہو سکتا ہے ۔"

اگرچه اس کتاب کی اہمیت سے انکار نہین کیا جا سکتا لیکن رضوی صاحب کا یه قول درست نہین ہے که مجالس رنگین نثر کی پہلی کتاب ہے جو رنگین کے قلم سے نکلی اور یہی نثر مین انکی آخری کتاب بھی ہے کیونکه نثر مین کئی اور کتابون کا پته چلتا ہے مثلا " " اخبار رنگین " اور " امتحان رنگین " نہایت اہم کتابین ہین اور انکا ذکر بھی کیا جا چکا ہے البته " مجالس رنگین " اس اعتبار سے نہایت اہم ہے که اس مین رنگین نے جس قدر ذاتی واقعات و حالات لکھے ہین وه انکی اور تصانیف مین کہین نہین ملتے حسب ذیل حکایتین خاص طور پر نہایت اہم ہین ۔

مجلس اول

از پنجاه سال معمول حضرت شاه حاتم شاه صاحب که حاتم تخلص می فرمودند و در شعر استاد بنده بودند مدام چهار گھڑی روز باقی مانده در تکیه شاه تسلیم شاه که زیر قلعه مبارک باد شاهی است تا شام نشسته می ماندند اکثر شاگردان و مردمان دیگر که در خدمت اوشان ارادت داشتند انجا حاضر می شدند روزے در ایام نو مشقی بنده دران تکیه بخدمت شاه صاحب موصوف نشسته بود — محمد[1] امان خان نثار تخلص و مردے اکبر علی اکبر و لاله مکند رائے فارغ و میان غلام علی شاه غلامی و نواب مرزا عظیم بیگ عظیم وغیره چند شاگردان و مردم دیگر حاضر بودند حضرت شاه فرمودند که شب در خواب این شعر گفته بودم چون بیدار شد بیاد ماند —

رات هم هجر کی دولت سے مزا لوٹا ہے　　　سر کو پٹکا ہے کبھو سینہ کبھو کوٹا ہے

چونکه عالم جوانی بود در مزاج چالاکی بسیار و شعور کم بود بے تکلف گستاخانه عرض کردم که اگر مصرع ثانی را چنین ارشاد فرمایند بهتر است —

هضے شب هجر کی دولت سے مزا لوٹا ہے　　　سر کو پٹکا ہے کبھو سینہ کبھو کوٹا ہے

بمجرد شنیدن دست بنده را گرفته قریب خود کشیده دست بر سر و سینه گردانده فرمودند که آفرین و تحسین انشا الله تعالی بعد چندے مشق ایشان نهایت ترقی خواهد کرد سبب این که در اول مشق این حالت است و بطرف دیگران مخاطب شده فرمودند مثل هندی هونهار بروا کے چکنے پات — لیکن[2] باز بوقت تنهائی به بنده ارشاد کردند که در دیوان خود همین قسم خواهم نوشت لیکن باز این قسم حرکت نخواهند کرد از آداب نهایت دور است در تنهائی اظهار می کردند ایشان را ئے تربیت در اینجا می آیند ازین جهت آگاه کرده شد —

---

(۱) مطبوعہ میں یہ نام مکمل نہیں ہے

(۲) مطبوعے میں یہ نہیں ہے

مجلس چہارم در شاہجہان آباد

در محفل شادی شخصے برادر مہربان انشاءاللہ خان و سبحان قلی بیگ راغب و برادر مہربان مسیح الزمان حکیم محمد اشرف خان خلف الرشید حکیم شریف خانصاحب و دیگر مردم نشستہ بودیم ذکر این رباعیات فارسی بود ہر کسے رباعی خوب از ہر استاد می خواند مرزائے موصوف فرمودند کہ الہیٰ رباعی استاد من یعنی مرزا باقر مشہدی در جنگ خود نوشتہ اند کہ بہتر ازین رباعی شنیدہ و دیدہ نشدہ —

مجنون بہوائے لیلی در دشت در دشت بہ جستجوئے لیلی می گشت
می گشت ہمیشہ بر زبانش لیلی لیلی می گفت تا زبانش می گشت

ہمہ را بسیار پسند کردند بندہ عرض نمود کہ واقعی رباعی بسیار عمدہ و نادر است لیکن دو جا قافیہ می گشت یک معنی است معنی دیگر در عقل نمی گذشت است — چون ہمہ پیدا ایضاً ایضاً صاحبان غور کردند معنی دیگر سوائے گردیدن از می گشت پیدا نشد بعد آن بندہ بقدر حوصلہ خود بدیہہ این رباعی در ہندی زبان بہمان طرز عرض کرد لیکن دران رباعی مضمون لیلی و مجنون بود بندہ مذکور شیرین و فرہاد بیان کردہ خواند —

فرہاد کو شیرین جو بہت آتی یاد یاد اسکی سے اپنے دلکو وہ رکھتا شاد
شاد اسکا ہمیشہ ذکر رکھتا اسکو اسکو کر یاد شاد رہتا فرہاد

بعد شنیدن این رباعی حاضران مجلس تحسین و آفرین کردہ مجبور گشتند کہ چند رباعی دیگر از تصنیف خود تخوانند بپاس خاطر اوشان دو سہ رباعی دیگر خواندم —

رباعی مستزاد رنگین — (۱)

ایک وضع پہ گذارا نہ ہوا — دنیان مین آہ

(۱) مطبوعہ نسخہ میں مستزاد کا ذکر ہے نہ مثالوں میں مستزاد کا تذکرہ ہے حالانکہ رنگین نے اپنے رسالہ اضافہ اور ایجاد یہ صنعت زور دیکر دنیا چاہتے ہیں —

انیس

گذرا جو کچھ وہ پھر دوبارا نہ ہوا — ہر شام و پگاہ
چاہا ہم نے بہت نچاہا اس نے — مجبوری ہے
چاہا اس کا ہوا ہمارا نہ ہوا — اللہ اللہ

زاہد کہتا ہے بت پرستی کو چھوڑ — اے بندۂ حق
راہب کہتا ہے دل سے مستی کو چھوڑ — لے مجھ سے سبق
رنگین کہتا ہے تو نہ سن دونوں کی — گر عاقل ہے
تجھ سے جو ہوسکے تو ہستی کو چھوڑ — الٹا دے ورق

ہر چند جور گردو سہئے — ہیہم ہیہم
لیکن لازم یہی ہے چپکے رہئے — بس کھینچ کے دم
سنتا ہی نہیں کسی کی مطلب کی کوئی — گوش دل سے
کس کی سنئے اور اپنی کس سے کہئے — حیران ہیں ہم

کوشش میں تو نے تقصیر نہ کی — در عین شباب
وہ کام نہیں کہ جس کی تدبیر نہ کی — کر دیکھ حساب
لیکن افسوس ہے کہ نادان تو نے — بے عقلی سے
کچھ خانہ آخرت کی تعمیر نہ کی — اے خانہ خراب

بجے ہوئے جن کے آگے تاشے دیکھے — رنگین دن رات
نہلائے ہوئے پھر ان کے لاشے دیکھے — آخر ہیہات
اب چاہئے خلق آگے دیکھے ہم کو — اور عبرت لے
ہم نے کیا کیا یہاں تماشے دیکھے — کھو کر اوقات

مجلس ششم در شاهجهان آباد

روزے[۱] بخانه سبحان قلی بیگ راقب بنده و مرزا مکهو بیگ که شور تخلص می کردند و بنده و چند اشخاص دیگر نشسته بودیم یکے گفت که شعر صاف خوب می باشد دیگی اظهار کرد که که شعر تلاشی و دقیق و معنی دار بهتر می شود همه ها بنده را منصف نمودند گفتم اگر در تذکره ها دیده ام که قدما تعریف شعر صاف نوشته اند کسے وصف دقیق ننوشته و اگر بر زبان مردم شعر ها صاف می آید و از هر استاد شعر هائے صاف مشهور اند سبب این که شعر صاف خاص پسند و عام فهم می باشد چنانچه این شعر خاقانی و سعدی در هر تذکره دیده شده و از زبان مردم شنیده شده —

همسایه شنید ناله ام گفت خاقانی را دیگر شب آمد

سعدی از داغ جگر پنبه مکش مکشا روزن آتش کده را

اظهار نمودم که انتهائے شعر این است که صاف باشد وائے بران شعر که در خواندن چند بار معنی در فهمید آیند و سوائے در شعر صاف غش محاوره و اصطلاح و معنی لرا هرگز نمی شود — سبب این که در فهم هر کس معنی شعر به آسانی می آید آنچه دران قباحت می باشد جلد دریافت می گردد از انجاست که شعر صاف گفتن دشوار است و در شعر دقیق که خلل می آید مردم عام قصور فهم خود دانسته خاموش می مانند و مردم خاص می فهمند که شاید شاعر بجائے خود استعاره کرده باشد که به کنهه آن نه رسیده ایم خصوص در شعر هندی که دقیق باشد جلد قباحت معلوم می شود وجه این که درین زبان کار لغات نیست شعر صاف اگر همراه محاوره و اصطلاح و معامله بندش یابد —

بے کیفیت زنهار زنهار نخواهد بود — اهل محفل فرمایش غزل صاف از بنده کردند این غزل مسجع خواندم —

عشق میں ترے میرا رنگ زعفرانی ہے ضعف ہے رفیق اپنا یار ناتوانی ہے

کس سے میں کہوں یہ بات دل میں طا ہیہات — اس گلی میں ساری رات خاک ہم نے چھانی ہے

(۱) اس سے شاعری کے بارے میں رنگین کا ایک خاص نقطہ نظر کی وضاحت ہوتی ہے

آنے گا وہ یہان شب کو مجھ سے تو کہے ہے جو — ناہ ہر قسم کہا تو اسکی یہ زبانی ہے

دیکھیو یہ قامت ہے یہ بلا ہے آفت ہے — قد نہین قیامت ہے قہر آسمانی ہے

کہہ چکا ہون مین سو بار بار و مت کرو تکرار — اسکی ابروئے خمدار تیغ اصفہانی ہے

یون کہے ہے وہ بیدرنگ تیغ کو چلاکر سدنگ — کیجئے تجھے چورنگ اب یہ جی مین ٹھانی ہے

الغرض ہمنشین نہ کرتا خیر جلد کر کوئی تدبیر — جنون گریبان گیر عالم جوانی ہے

کب تلک رہون غمناک اس بن اے دل صد چاک — زندگی ہے اپنی خاک خاک زندگانی ہے

سن کے اسنے رنگین آہ تیرا قصہ جانکاہ — ہنس کے یون کہا اے واہ زور ہے کہانی ہے

مرزا سبحان قلی بیگ صاحب فرمودند کہ میان نصیر صاحب نصیر تخلص شعر ہندی دقیق و مشکل و تہہ دار می گویند گفتم بلے درین کار یگانہ بیدل اند — فرمودند کہ یک مطلع اوشان می خوانم چیزے قباحت اگر بخوانند بر آرند — گفتم مشفق من یکے خود اوشان شفیق بندہ اند و دویم مشق اوشان این قسم نیست کہ کسے جائے سخن دران بیابد سوائے این از اوشان ربط بسیار دارم مبادا حرکتے بعمل آید کہ ناخوش شوند چون بسیار مجبور شدہ این مطلع اوشان خواندند —

چرائی چادر مہتاب شب مے کش نے جیحون پر — کٹورا صبح دوڑانے لگا خورشید گردون پر

ناچار شدہ گفتم کہ این مطلع بہتر از مطلع آفتاب است لیکن مرا اندک درین تامل است کہ چادر مہتاب را میکش از چہ صورت بر جیحون دزدید اگر جائے میکش لفظ ابر می بود یعنی بادل بسیار خوب بود —

چرائی چادر مہتاب شب بادل نے جیحون پر — کٹورا صبح دوڑانے لگا خورشید گردون پر

سبب اینکہ ہر گاہ ابر بر ماہ می آید البتہ چادر مہتاب را گویا دزد می برد از برائے رعایت(1) آب و شب ماہ لفظ میکش آوردہ شعر را برباد کردند و بطور لطیفہ این چند کلمہ دیگر بر زبان آوردہ یعنی مضمون عالم بالا

---

(1) رعایت

بود دزد هم آسمانی بایستی یعنی ابر دزد آسمانی است و دویم این که دزد که از عالم بالا بود کوره هم باید بر فلک بگردد نه که دزدی از چادر مهتاب بر زمین بشود و کوره بر اسمان به دزو لازم بود که قصه زمین بر سر زمین شخصی این تقریر را به میان نصیر صاحب رسانید اوشان شنیده چندے از بنده کشیده خاطر ماندند بارے باز رفع کدورت ها شد لیکن از بسکه مزاج منصف دارند لفظ بادل را پسند فرموده در دیوان نوشتند ـ

مجلس هشتم در شاهجهان آباد

روزی[1] در مسجد حکیم شریف خانصاحب نزد برادر مہربان مسیح الزمان حکیم محمد اشرف خانصاحب که حکیم تخلص داشتند نشسته بودم که یک مرد عمده در پالکی سوار و چند سوار و ده بیست نفر پیاده همراه که از سادات کاهه برائے کدام کار در حضور بادشاه آمده بودند و از برادر صاحب موصوف ربط داشتند برائے ملاقات در مسجد تشریف آوردند بعد نشستن از احوال بنده پرسیدند ـ چون میر صاحب موصوف مرد شاعر بودند و فارغ تخلص داشتند برادر صاحب مذکور اول ذکر شعر و شاعری بنده کرده فرمودند که چیزی از کلام تازه خود بخوانند[2] ـ از انجا که میر صاحب مرد بزرگ صورت و سقه در ظاهر معلوم می شدند بنده این فرد حکایت مثنوی ایجاد رنگین را خواند ـ

ایک نے پچھو سے کی یہ گفت و گو ۔۔۔ ڈنک کس تقصیر کیون مارے ہے تو

سن کے پچھو نے کہا نادان ہو تم ۔۔۔ ہے یہ سید ہی بات کیون حیران ہو تم

تم نہین سمجھے ہو اس کو کیا ہے یہ ۔۔۔ مقتضا میری طبیعت کا ہے یہ

حق ہے رنگین جسکی جو خلقت مین ہے ۔۔۔ اس کی پس دایم وہی نیت مین ہے

پاک رکھ نیت تو اپنی پاک رہ ۔۔۔ جب ہوا تو پاک تب بیباک رہ

---

(۱) یہ مجلس مطبوعہ مین نہین ہے ـ (۲) فقرہ تقرہ رنگین نے "س" سے لکھ

کام نیت سے ہیں دن رات ہے — حکم الا اعمال و بنیات ہے

عیش دنیا چند روزے بیش نیست — حاصل از کردم بخیر از نیش نیست

ترک دنیا کن بکجے در نشین — دیگر از کس حرف مشنو گر نشین

آج کرلے کام کی اپنے کشود — پھر نہین کرنے کا کچھ افسوس سود

کھائیگا ارمان کل تو اس طرح — کرتے ہوتے ہین تجھے بلے جس طرح

حکایت سگ و گربہ —

ڈالا ایک کتے نے ایک بلی کو چیر — سانس ٹھنڈی بھر کے بولی وہ حقیر

رحم کھاتی ہین اگر چوہے پہ گاہ — تو ہوا یون حال کیون ہوتا تباہ

جو کیا تھا اسکا پھل مجھکو ملا — آپ ہین اپنا کرون کس سے گلا

ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہین — ناؤ کاغذ کی کہین چلتی نہین

ظلم مت کرتا سزا اس کی نہ پائے — تو ستا مت تھا ستایا تو نہ جائے

ایک پر ہے ایک بالا دست یہان — کوئی اونچا ہے کوئی ہے پست یہان

چشم دل کو کھول تو سینے کے بیچ — سوجھتی تجھکو رہے تا اونچ نیچ

ظلم اے رنگین بہت معیوب ہے — عاجزون رحم کھانا خوب ہے

بعد شنیدن این فرمودند کہ این چہ کلام است اشعار حریفانہ ظریفانہ بخوانند — عرض کردم کہ بندہ وضع (۱)
جناب را دیدہ اشعار خواندہ بود — خیر معلوم شد / خود غلط بود انچہ من پنداشتم — فرمودند کہ مرا
اشعار شوخ پسند می آیند این غزل خواندم —

مرے دل میں سے یون سوکھا ترا پیکان نکلتا ہے — کہ بھوکھا خانہ مفلس سے جون مہمان نکلتا ہے

کہین آوا بگڑ جا ہے یہان بگڑا ہے کہندانا — کہ جو اشک آنکھ سے نکلے ہے سو طوفان نکلتا ہے

---

(۱) کرم خوردہ —

عجب حسرت بھری آنکھوں سے تک رہتا ہوں منہ اس کا — بہانے کو کسی کے اسکا جب دربان نکلتا ہے

نہ نکلی جی لئے بن دل سے اپنے الفت جانان — کوئی بھی اپنے گھر سے بے سروسامان نکلتا ہے

مرے سینے کے تودے میں خدنگ اسکی یہ ٹوٹی ہیں — کہ ہر مو کی جگہ ایک تیر کا پیکان نکلتا ہے

خدا جانے مرے سینے میں کیسی آگ بھڑکی ہے — کہ جو لخت جگر نکلے ہے سو طوفان نکلتا ہے

قسم تیری ترے دیوان کی کیا بات ہے رنگین — غزل جو اس میں نکلے ہے وہ ایک دیوان نکلتا ہے

تمام غزل را شنیدہ فرمودند کہ غزل صاف است شوخ نیست بمجرد شنیدن این کلام دیگ بشریت

بجوش آمد — دانستم که بے حقیقت اند عرض کردم کہ جناب از خوبی و بدی شعر چہ آگاہی دارند

بقول صائب —

صائب دو چیز می کشند قدر شعر را — تحسین بے شعور و سکوت سخن شناس

فرمودند کہ من شاعر زبردست فارسی گو ام — گفتم خیر این گل دیگر شگفت

تو کار زمین را نکو ساختی — کہ بر آسمان نیز پرداختی

هنوز جناب زبان هندی را کہ زبان بزرگان خود است ان را درست نا کردہ گفتن شعر فارسی شروع

کردہ اند — گفتند چگونہ گفتم (۱) از خواندن اشعار کہ جناب همراہ برادر مهربان محمد اشرف خانصاحب

کہ گفتگو می کردند این چند حرف غلط بر زبان آوردہ بودند یکی سایبان را سروان دویم دیوار را دوال سوم

خوان را خون چهارم باد ام را بید ام پنجم آفتابہ یا لوٹا را بدمنہ همہ را شنیدہ جناب را از قسم مردم

دهقانی پنداشتہ خون جگر خوردہ ذهن خود را کند نمودہ صبر کردہ بودم حالانکہ جناب کاوش کردند

بقول نظامی —

زبانم ز گرمی بر آشفتہ شد — سخن هائے نا گفتنی گفتہ شد

جناب را لازم نبود کہ در این مقدمہ تکرار نمایند بقول مرزا رفیع سودا

تم کو یہ لازم نہ تھا آن کے اس شہر میں — انکو تم اس شخص سے طاق ہو جو دہر میں

ہاں مگر اس واسطے مجھ سے ہو اگر اڑے — تا کوئی جانے تمھیں تم بھی ہو شاعر بڑے

---

(۱) کرم خوردہ

هوتے هیں وهی بڑے جن کو بڑا حق کرے — اپنے تئیں کو بڑا آپ سے احمق کرے

چون این سخن به اینجا رسید برهم شده این چند شعر خود خوانده داد طلب شدند —

غزل —

من که قیدی بدام چشم تو ام — بے خریده غلام چشم تو ام
من بخاطر نیاورم مے را — جرعه نوش مدام چشم تو ام
هیچ گونه نمی شوم آزاد — بندهٔ صبح و شام چشم تو ام

عرض کردم که دماغ شنیدن این اشعار ندارم — خاموش مانند جناب فرموده بودند که شعر فارسی می گویم و این اشعار هندی خواندند — فرمودند که این اشعار هندی اند — گفتم شعر فارسی را آن قبله نخواهند فهمید — بنده شعر فارسی می خواند جناب معنی آن ارشاد فرمایند — فرمودند بسیار خوب بنده این شعر خوانده معنی پرسید —

تو نمک خورده را منظور تو دارم خوجه حسن — چند قحط که مخش زنم اسمعیل را

تو که در عشق تو چون موش دوپاو رو جو هم — وزمین ور مو تو لیون و هوا در موجوهم

رباعی —

زلف که به لیری سیه منصور است — ابروت قلیجئی و بخود مغرور است
رخساره بهار لو ترا گو زلو چشم — در چهره شاملو خطط مشهور است

این اشعار و تقریر بیهوده بنده را شنیده حیران شده از محمد اشرف خانصاحب پرسیدند که این مرد کیست سخت طامه بے مهابا ست اوشانے از احوال بنده آگاه فرمودند از سر نو برخواسته بغل گیر شده فرمودند که تقصیر من معاف فرمایند از مدت اشتیاق ملاقات شما می داشتم بر وقت موقوف بود چون براه آمدند بنده هم عذر بسیار بسیار از بیهوده گوئی ها و گستاخی هائے نمود —

مجلس دهم در شاهجهان آباد

(۱)

در محفل شادی میر سید علی صاحب پسر حضرت میر سید محمد صاحب که شاگرد بنده اند و غمگین تخلص می نمایند وارد بودم اوشان این مطلع میان جرات راخواندند ـ

گھر جو یاد آیا کسی کا اپنے گھر مین آن کر　　چپکے چپکے روتے ہین منھہ پر دوپٹہ تان کر

و از بنده فرمایش جواب آن کردند فی الفور این مطلع و حسن مطلع موزون کردم و بعد غزل را تمام رسانیدم غزل این است ـ

یون کہون اس بت کو آیا ہون یہ جی مین ٹھان کر ـ　چین دے مجھکو کہین اپنے خدا کو مان کر

باز گشتن تیر ہے پھر کر یہ تیرا دیکھنا　　صدقے تیرے اس ادا پر ہے مجھے قربان کر

(۲)
کھوئی غفلت مین جوانی دیکھ پیری مین تو سوچ　　صبح صادق ہوگئی چلنے کا کچھ سامان کر

دیکھ مجھکو دور سے دینے لگا تھا گالیان　　جی مین کیا گذرا تھا کل تیرے ادھر تو دھیان کر

سوچ جی مین میرے ہوتے غیر کو گردن نہ مار　　قتل کرتا ہے تو کر ظالم ولے پہچان کر

آجو آتا ہے نہین آتا تو دے مجھکو جواب　　بھیج کر پیغام جھوٹے روز مت حیران کر

دل بغل سے لیگئی رنگین وہ دزدیدہ نگاہ　　ورنہ دل دیتا ہے کون اپنا کسی کو جان کر

تمام اهل مجلس بر بدیهه گفتن من آفرین کردند ـ

مجلس بیست و دوم

از کابل شاه جم جاه تیمور شاه باد شاه در ۱۲۰۵ یک هزار و دو صد و پنج هجری اسدالله خان درانی را که سردار یک دسته یعنی دوازده هزار سوار بود و قابلیت و دانائی از حد زیاده داشت ایلچی کرده مع تحائف بسیار نزد باد شاه یعنی حضرت شاه عالم بهادر باد شاه غازی در شاهجهان آباد فرستان خان

---

(۱) غفلت مطبوعہ مین تمام پیل ہے ـ (۲) غفلت

موصوف بعد ملازمت حضور سه ماه در شاهجهان مانده رخصت کابل خواست ـ بادشاه والد بنده یعنی محکم الدوله طهماس بیگ خان اعتقاد جنگ را قابل این خدمت فهمیده مع تحائف اینجا از طرف خود ایلچی کرده همراه خان موصوف رخصت فرمودند ـ و نیز از جان محمد یار خان و بنده نیز همراه روانه شدیم لیکن از حضور بادشاه ارشاد شد که نزد وکیل مطلق حضور یعنی سیندهیا بهادر پتیل مرهٹه که از دو لکه سوار پیاده مهم راجپوتانه در پیش دارد شده بروند و به پتیل سندهیا بهادر شقه بادشاهی به این مضمون صادر شد که عمده دولت محکم الدوله بهادر نواب طهماس بیگ خان اعتقاد جنگ بهادر را نزد شاه جم جاه تیمور شاه بادشاه کابل از طرف خود ایلچی کرده روانه فرموده ایم ـ آنچه اسباب دیگر به مشار الیه منظور باشد سر انجام کرده خواهند داد ـ هر گاه از شاهجهان آباد روانه شده در نوح کوته بوندی رسیدیم در تمام ملک از تاخت و تاراج مرهٹه ها بے چراغ[1] شده بود ـ هزارها سوار مرهٹه ها قشاقی می کردند و اهل آن ملک هنگامه عظیم برپا کرده بودند ـ روزے اسد الله خان بوالد بنده گفت که در راه خطره بسیار است لازم که از راجه جهلاهه و بولی واله که بهادر سنگه نام دارد مردم بطریق بدرقه همراه بگیرند بنده اظهار کرد که چه ضرور است ـ جمعیت ملازمان هم از فضل الهی کم نیست احسان ناحق برداشتن لطف ندارد ـ خان موصوف برآمد سخن ضرب المثل این شعر خواندند ـ

بے پیر مرو تو در خرابات هر چند سکندر زمانی

مدعا ازین شعر اوشان این بود که در راه خطرناک بے بدرقه رفتن بعید از دانائی است ـ بنده گفت لفظ خرابات در این بے مصرف است اگر این قسم بخوانند بهتر باشد ـ

بے پیر مرو براه ظلمات هر چند سکندر زمانی

لفظ ظلمات ازین جهت مناسب است که هر گاه سکندر قصد ظلمات کرد ـ فرمود که مرد پیر همراه نرود جوانیے از پدر خود عشق داشت در صندوق بند کرده همراه برد چون نزدیک ظلمات رسید بادشاه حیران شد که هر گاه به تاریکی رفتم چگونه باز از همون راه برگردم ـ هر یکے تدبیران بقدر حوصله خود می کرد

---

[1] اس سے اس تباہی کا کچھ اندازہ ہوتا ہے جو مرہٹوں نے پھیلا رکھی تھی

تشفی بادشاہ نمی شد ـ مرد جوان صورت حال را با پدر خود اظہار کرد ـ پیر مرد تدبیری نشان داد کہ ازان تشفی بادشاہ شد و پسند خاطر ہمکار افتاد از ظلمات پنہان تدبیر بیرون آمد ـ پس اگر شاعر در این مقدمہ لفظ ظلمات بجائے خرابات بکار می برد خوب می بود و نیز لفظ ظلمات برائے سکندر پر مناسب است اسد اللہ خان نہایت پسند کرد ـ

مجلس بیست و ششم در لکھنو

بندہ و برادر مہربان انشاء اللہ خان انشا خلف الرشید حکیم میر ماشا اللہ خان در سرکار مرشد زادہ آفاق مرزا محمد سلیمان شکوہ بہادر سلیمان تخلص ملازم بودیم ـ یکجا بہ کمال فراغت و آرام بسر می بردیم باہم اینقدر دوستی و اختلاط داشتیم کہ نوشتن نمی آید چنانچہ شعر اوشان در حق این عاجز است ـ

عجب رنگینیاں ہوتی تھیں جب باتوں میں اے انشا ہم جب لکھنو میں تھے سعادت یار خان اور ہم

الغرض روزی خان موصوف در حضور حاضر گردیدہ غزل تازہ خود خواندند مطلعش این بود ـ

دیکھ اسکی پری خاتم یاقوت میں انگلی ـ ماروت نے کی دیدہ ماروت میں انگلی

از بسکہ باہم شوخی بسیار بود ـ گفتم کہ اگر بجائے مصرع ثانی این مصرع بدارند نہایت چسپان است ـ مطلع

دیکھ اسکی پری خاتم یاقوت میں انگلی ________ (۱)

از انجا کہ باہم ربط و شوخی زیادہ از حد بود از خندہ بسیار در خود نماندیم

باشتھویں مجلس میں کلکتہ سے حج کیلئے روانہ ہونے کے حالات مفصل لکھے ہیں سمندر کی گہرائی کا ذکر بھی کیا ہے اور جہاز کی لمبائی چوڑائی بھی تفصیل سے بیان کی ہے جہاز سے متعلق ہر ہر

---

(۱) یہ مصرع بہت ہی فحش ہے ـ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس عہد میں شہزادوں کی محفلوں میں بھی کس قسم کی فحش گفتگو اور مذاق کا رواج تھا ـ

چیز کا ذکر وضاحت سے کیا ہے ــ اس سمندری سفر میں جو جو تکالیف انہیں برداشت کرنی پڑیں انکا بھی پورا نقشہ کھینچا ہے ــ یہ مجلس ساڑھے تین صفحوں پر مشتمل ہے ــ

مجلس شصت و پنجم در ڈھاکہ یعنی جہانگیر آباد

مرزا عزیزالدین صاحب و شیخ ھدایت اللہ صاحب و میر جاگن و لالہ سدا نند و مرزا عظیم بیگ و قدرت اللہ خانصاحب مع چند شخص دیگر یکجا نشستہ بودیم و صحبت شعر و شاعری گرم بود مرزائے موصوف از بندہ پرسیدند کہ در شاہجہان آباد جناب چند شاگرد دارند ــ گفتم کہ کرو مہنس (۱) البتہ چہل پنجاہ کس خواہند بود تا (مہنس) را شنیدہ متعجب کردہ فرمودند کہ سبحان اللہ جل شانہ شاہجہان آباد چنین شہر است کہ دران زن ھائے قابل و شاعراند و باز ارشاد کردند کہ از فضل حافظہ خوب دارند چیزے چیزے از کلام انہا کہ یاد باشد جدا جدا از ہریک بخوانند ــ اول این اشعار میر سید علی صاحب غمگین تخلص خواندم ــ

یہ داغ عشق نہ ہو دور اپنے سینے سے کہیں شاہے کھدا نام بھی نگینے سے
جنون نے چاک کیا ہے پھر اس گریبان کو نہیں ہے فائدہ ناصح اب اس کے سینے سے
جو خاص بندے ہیں اس کے انہیں سوا اسکے نہ کام مال سے ہے اور نہ کچھ خزینے سے
سوا تمھارے مجھے اور سے نہیں کچھ کام یہ تم سے غیر لگانے ہیں آگے کینے سے
اب اسقدر ہیں اس عشق نے ستایا ہے کہ تنگ آئے ہیں غمگین ہم اپنے جینے سے

ولــــہ

بغیر تیرے نہیں کوئی یار آنکھوں میں پھرے ہے تو ہی تو لیل و نہار آنکھوں میں

ولــــہ

مضطرب تھا دل اپنا جون پارا آخر اس شوخ نے جلا مارا

---

(۱) مونث ق ر ن مہنس

ولـــہ

شمع ترا یہ مکھڑا ہے اور دل میرا پروانہ ہے — داغ جگر پر عشق مین تیرے شل چراغ خانہ ہے

ولـــہ

مرے صیاد نے ایک ظلم یہ ایجاد کیا — بال و پر توڑ قفس سے مجھے آزاد کیا

ولـــہ

مرا اس عشق کی دولت سے چہرہ زعفرانی ہے — نکلتا آنکھ سے جو اشک ہے وہ ارغوانی ہے

بعد اتمام این اشعار انچہ کہ از مشق لالہ پست سنگہ نشاط تخلص یاد آمد خواندم —

دل اٹک کر زلف مین اٹکا ترے بالے کے ساتھ — جز سیہ بختی پھریگا وہان سے وہ کیا لیکے ساتھ

جالگا دل شاید اس آفت کے پرکالیکے ساتھ — آگ کے شعلے نکلتے ہین جو ہر نالیکے ساتھ

ہے تصور مین ذقن کے دیکھ کر انواڑول دل — مت کر اتنی کھینچ اپنے چاہنے والے کے ساتھ

وادی غربت ہوئی رشک ہزاران گلستان — کی یہ کاوش خارنے ہر پاؤن کے چھالیکے ساتھ

چل دلا منظور ہے گر سیر کچھ پنجاب کی — مستعد چلنے پہ ہین سر ہند و انبالے کے ساتھ

دیکھتے ہی اسکے سوجھی ہم کو سیر لامکان — عالم بالا نظر آیا ترے بالے کے ساتھ

پہنچ مت کھا حلقہ گیسوئے مشکین کا نشاط — ناگہانی حاثہ (1) ہے کھیلنا کالے کے ساتھ

کوئی تڑپے ہے مارا چشم کا اور کوئی قامت کا — ترے کوچہ مین ہے گرم آج ہنگامہ قیامت کا

بھلا پھر سے کہون کیا یہ ماجرا دل کا — کہ نوشتہ ہے بہتر ہے مدعا دل کا

جیسے چاہیے ہے یہ دل کو نہایت خوبصورت ہے — پری ہے — حور ہے — تصویر ہے محبوب صورت ہے

ہم تو ابتک نہ پھرے پاس وفا سے اپنے — جو کیا تم نے سو تم پاؤ خدا سے اپنے

---

(1) حادثہ

اس دل وحشی کی کچھ ہے ڈھب ہے دامنگیر زلف ۔ دام صعا می سبزۂ خط اب ہوئی زنجیر زلف

بعد اپن از مشق خواجه افتاب خان میر خواندم۔

ہے ہمارے یار کو اوروں سے اگر اختلاط ۔ ایک ہم سے ہی نہین رکھتا ستمگر اختلاط

اس طرح تجھ سے محبت دل کو ہے اے شعله خو ۔ جس طرح آتش سے رکھتا ہے سمندر اختلاط

آتش حسرت سے ہوجاتا دل جلکر کباب ۔ اس لب میگون سے جب کرتا ہے ساغر اختلاط

اس کے ملنے سے ہوا رسوا جہان مین اے میر ۔ ہم نہین کہتے تھے تجھکو اتو مت کر اختلاط

ارۂ غم سے جگر ہوتا ہے میرا چاک چاک ۔ کرتی ہے شانہ سے جب زلف معنبر اختلاط

یار کا گر وصف خط کر نہ سکیگا رقم ۔ کیسا ہی اپنے تئین گو کہ تراشے قلم

جی چاہتا ہے زلف کا تیری بیان کرے ۔ کنگھی کے دانت توڑ کے اپنی زبان کرے

مکتب مین تجھے دیکھ کسے ہوش سبق ہے ۔ ہر طفل کے یہان اشک سے الودہ ورق ہے

بعد ان از مشق محمدی خان خان تخلص خواندم

یاد جسوقت تری آتی ہے مجھکو ہچکی ووہین لگ جاتی ہے

قدر انسان کی تب آتی ہے جان جب اسکی نکل جاتی ہے

بولتے مجھ سے نہین وہ ہیہات وصل کی شب یہ چلی جاتی ہے

غیر سب آتے ہین پردہ نہین کچھ ۔ مجھکو یہ خو تیری کب بھاتی ہے

قتل کرتی ہے وہین ہجر کی شب ۔ جب وہ صورت مجھے دکھلاتی ہے

گردش دہر اس ہولی مین خان ۔ سوانگ اب دیکھئے کیا لاتی ہے

دنیا مین ہم جو آئے تو کیا کام کرچلے ۔ ناحق مین اپنے نام کو بدنام کر چلے

دل ھمارا جو اس پہ مرتا ہے　　کوئی ایسا بھی کام کرتا ہے

بعد آن اشعار همشیره زاده کلان بنده است ابراهیم بیگ و خورم تخلص می کند (۱)

هم بہت سا ہی تجھکو چاہ چلے　　دوستی تجھ سے ہم نباہ چلے

جس دل کھوکے اے ستمگر آہ　　مفت مین ہوکے ہم تباہ چلے

یون زمین پر چلا وہ رشک قمر　　جس طرح سے فلک پہ ماہ چلے

کچھ نہ ہم کو ہوا حصول اے دوست　　تیرے ہاتھون سے داد خواہ چلے

لخت دل رشک مین ہے یون خورم　　فوج مین جسطرح شاہ چلے

یار کے کوچے مین جائیے ہی بنے　　گھر مین اپنے اسکو لائیے ہی بنے

بیقراری روز و شب کی آہ اب　　اس ستمگر کو جتائیے ہی بنے

خون دل چشمون سے اتنا زور ہے　　قصر دل کو اب ڈھائیے ہی بنے

مجھ سے آنے کی قسم کھائی تھی　　جان من اب تم کو آئیے ہی بنے

عشق سے ناچار ہے خورم ترا　　جان کو اس سے بچائیے ہی بنے

اگر بوسہ دینے سے گھبراؤگے تم　　تو پھر وصل کی کیونکہ ٹھہراؤگے تم

خبر اپنی مجھے بھجواؤ جی　　یا کبھی آپ ہی تم آؤ جی

بوسہ جلدی مجھے دلوائیے اور سو رہئیے　　لائیے لائیے بس لائیے اور سو رہئیے

بعد ان اشعار راجہ گدا ناتھ صاحب کہ نسیم تخلص می کند خواندم ـ

آتی ہین یاد جس دم اس ماہ رو کی چاہین ـ لیتا ہون سانس ٹھنڈے بھرتا ہون گرم آہین

---

(۱) مطبوعہ مجالس رنگین مین خورم کا کہین ذکر نہین صرف نو شاگردون کے نام ہین ـ ان مین بھی بعض غلط ہین ـ

ان سب ناموں کی تفصیل بتانا چاہیے ـ

مشکل ہوا ہے ہم کو اب دیکھنا بھی اس کا — لڑتی تھین اپنی جس سے دن رات نگاہین

کیونکر ہو چین اس بن صحبت ہو جس سے ایسی — چھاتی سے لگی چھاتی باہون کے ساتھ باہین

آسان نہین قدم کو اس سرزمین مین رکھنا — ہے سخت منزل عشق اس کی کٹھن ہین راہین

امید وصل ہی مین ہوگا وصال ایکدن — کب تک نسیم اس کی فرقت مین ہم کراہین

مس ما بعدہ دانت اس یار کے یکسر چمکے ہین — تعجب ہے کہ تارے ابر مین کیونکر جھمکے ہین

کیون آپ ہم سے ناحق ان دنون خفا ہین — چاہت کے ہم ہین بھوکے الفت کے آشنا ہین

ہے جب سے چھپا ہم سے دلآرام ہمارا — پاتا ہی نہین تب سے دل آرام ہمارا

گھٹا کیونکر نہ اب اس دیدۂ گریان سے گھبراوے — وہ برسے ایک پل یہ رات دن برسات برساوے

گرم الفت دل ہے اس آفت کے پرکالیکے ساتھ — آہ سوزان دمبدم نکلے ہے ہر نالیکے ساتھ

بعد آن از مشق راجہ شنکر ناتھ کہ صبا تخلص می کنند خوانده م —

یہان کیا کیجئے جو کچھ کہ ہم سے دور تو غم ہوگا — اجی جائیے ہو تم یہان سے عجب برپا الم ہوگا

تمھاری یاد مین گذرے گا مجھکو رات دن رونے — نہین معلوم اس دل پر ہی کیا کیا ستم ہوگا

اگر تو مبتلا ہوتا کسی پر تو سمجھتا کچھ — تری جانے بلا جو کچھ کہ مجھ پر اے صنم ہوگا

تو ہے بے رحم تجھکو رحم کچھ آتا نہین مطلق — جو کوئی اور دیکھیگا مجھے وہ چشم نم ہوگا

غلط سمجھا ہے تو پیارے رہے یہ یاد کیا امکان — قرار اس دل کو میرے آہ تجھ بن ایکدم ہوگا

ہمیشہ داغ پر یہ داغ کھاتا ہے مرا سینہ — کوئی دن مین جو دیکھوگے تو یہ رشک ارم ہوگا

صبا کس واسطے ہوتا ہے مضطر اپنے دل مین تو — لکھا لایا ہے جو قسمت مین کب وہ بیش و کم ہوگا

کیا پوچھتے ہو جور و ستم مجھ سے یار کا — دیکھو نہ حال میرے دل بیقرار کا

باغ مین جب وہ نوجوان گیا   سرو کا قد پر اس کے دھیان گیا

کوئی دم باقی تھا اس کا سو اٹک کر رہ گیا   تیغ ابرو کا تری گھایل سسک کر رہ گیا

ہے سبب ہر گز نہین ہے پیار کرنا یار کا   دیکھئے کیا ہے ارادہ اس بت عیار کا

دل تو حاضر ہے آئیے لیجے   پر ذرہ مونھہ دکھائیے لیجے

بعد آن از مشق عالم ~~جھا~~ (النسا) کہ خانم ~~جانم~~ جان نام و پنہان تخلص می کند خواندم —

اس آہ بے ہماری آخر یہ کی رسائی — ظلم و ستم وہ بھولا اور ہم سے کی صفائی

کچھ شک نہین ہے اس مین یہ ہم سمجھ رہے ہین — ایک روز پھر کریگا آخر وہ بیوفائی

قطعہ

بوسہ جو ہمنے مانگا کہنے لگا وہ ہنسکر — چل دور تو بے ہے ہے بکواس کیا لگائی

یہ سن کے آئی وحشت ہم گھر سے بھاگ نکلے — زنجیر پاؤن پڑکر پھر اپنے گھر مین ~~لائی~~ (لائی)

کہتے تھے لوگ مجھکو دینا نہ دل تو پنہان — جیسا کیا تھا مین ویسی سزا بھی پائی

غزل

دل ہم نے دیا تھا تجھے دلدار سمجھکر — تھا ہم نے لیا عشق کا آزار سمجھکر

ایسا ہے وہ ظالم کہ عیادت کو بھی گا ہے — آتا ہی نہین یہان مجھے بیمار سمجھکر

تو ایک ہی مچلا ہے کہ قایل ہین ترے ہم — سنتا نہین پھر بات کو ایک بار سمجھکر

یہ پہلا ثمر ہے جی محبت کے شجر کا — روتے جو ہین یہ دیدۂ خونبار سمجھکر

تو عشق کے پھندے میں نہ پھنسا کہیں پٹھان — نادان نہ ہونا کبھی زنہار سمجھکو

غزل

مجھ میں عجب رہا ہے یہ بیمار کی طرح — ہے غم سے آج دل کو سروکار کی طرح

یارب یہ درد کیا ہے کہ جس کا ہے نام عشق — دل کو لگا ہے اپنے یہ آزار کی طرح

دلدار اس کو سمجھتے تھے ہم خوب سوچ کر — آخر کو نکلا آہ وہ دلدار کی طرح

قطعہ

محفل میں اس کی میں نے جو کل جاکر گذر کیا — دیکھا تو ہے نشے میں وہ سرشار کی طرح

مذکور میں نے پھر جو کچھ اس بات کا کیا — بگڑا بہت ہی مجھ سے وہ خونخوار کی طرح

یارو خدا ہی خیر کرے ان کی جان کی — پٹھان ہوئی میں اب کے گرفتار کی طرح

بعد این عرض کردم که شخصے از عالم نثار (۱) ناٹو بیگم نام و پیشم تخلص دارد و در مزاج آن شوخی بدرجه کمال است و شعر خوب می گوید و عبارت نثر بسیار تحفه می نویسد و خط شکسته و نستعالیق (۲) خوب خوب می نویسد روزے چند غزل خود برائے اصلاح نزد بنده فرستاد — چند غزل ریختی از تصنیف بنده طلبیده بود — بنده این غزل که دران ایام تازه مشق کرده بودم نوشته فرستادم —

ٹیس پڑو میں اٹھی اوہی موری جان گئی — بس پیاده نه ستا اے ترے قربان گئی

قطعہ

میں ترے پاس دوگانا ابھی آتی تھی چلی — میرے گھر میں تو عجب کرنے کو طوفان گئی

زہر لگتی ہے مجھے یہ تری چھچھل بازی — یہاں ترے آنے سے باجی تجھے پہچان گئی

تری رنگین سے کہیں آنکھ لڑی ہے سچ کہہ — کچھ تو گھبرائی سی پھرتی ہے تو اوسان گئی

---

(۱) عالم النساء (۲) نستعلیق

در جواب این غزل بندہ فوراً از راہ شوخی این غزل نوشتہ فرستاد غزل ریختی لاڈو بیگم بیخم تخلص

در جواب غزل ریختی رنگین –

کبھی کہتا ہے تو دل اور کبھی جان گئی – چھوٹی باتین ہین مری جان یہ مین جان گئی

ہیجڑا پن کو ذرا چھوڑ کے مردی پکڑو – کچھ یہ بولی ہے کہ اے اوئی مری جان گئی

جی مین کچھ اور نہ لیکا لیجائیو واری تیرے – تو تو شاعر ہے بڑا مین تجھے پہچان گئی

تیر کی طرح تری بات می دل کو لگی – تری رنگینی پر ان شعرون کی قربان گئی

جان[بیخم] کو تو بس اپنی سبھی لونڈی[رنگین] صدقے ہر دم ترے واری ترے ہر آن گئی

ہر گاہ این غزل بہ بندہ رسید ہمو نوقت بر پشت آن کاغذ غزل در جواب آن نوشتہ فرستادم

غزل رنگین در جواب غزل لاڈو بیگم صاحب بیخم –

کس نے لکھا تھا تمھین دل گیا اور جان گئی – مجھکو کیون کہتی ہو تم مین تجھے پہچان گئی

ہیجڑا مجھکو تو کہتی ہو خبردار رہو – وقت پر کہیو نہ بس کر ترے قربان گئی

جس کو رکھتا ہون اسے دیتا ہون سادی خرچی – نخرہ پھر کرکے یہ کہتا ہون مری جان گئی

پڑہ کے اس شعر کو تیرے تو ہوا تھا مین خفا – کچھ یہ بولی ہے کہ اے اوھی مری جان گئی

پر وہین ہنس پڑا جب مین نے پڑھا یہ مصرع – تری رنگینی پر ان شعرون کی قربان گئی

روزے در جواب غزل بندہ جواب نوشتہ بود چنانچہ آن ہم نوشتہ می شود غزل بندہ این بود

(۱)

تا حشر رہے یہ داغ دلکا — یارب نہ بجھے چراغ دلکا

اس رشک چمن کی یاد مین ہے — شاداب ہمیشہ باغ دلکا

ہم سے بھی تنک مزاج ہے یہ — پاتے ہی نہین دماغ دلکا

جینے کی جہان مین اسکو لذت — جس شخص کو ہو فراغ دلکا

معلوم نہین کسی کو رنگین — دے کون ہمین سراغ دلکا

غزل لاڈو بیگم بیغم۔

ملتا ہی نہین سراغ دلکا — ہے عرش پر اب دماغ دلکا

گر عشق مین بیکلی نہ ہووے — سر سبز رہے یہ باغ دلکا

[جینے کی جہان مین اسکو لذت — جس شخص کو ہو فراغ دلکا] [۲]

ہے مغتنمات سے تو بیغم — بخشے تجھے حق فراغ دلکا

روزی بخانہ بندہ در چلون لاڈو بیگم نشستہ بود ـ انشا اللہ خان از راہ شوخی این مطلع خود بکنایہ خواندند

کیا فائدہ خالی جو ملاقات کی ٹھہرے — تب خوش ہو مرا دل کہ جب اس بات کی ٹھہرے

بدیہہ لاڈو بیگم این مطلع در جواب نوشتہ خواند ـ

خالی ہی اگر اس سے ملاقات کی ٹھہرے — کافر ہو جو پھر چاہے کہ اس بات کی ٹھہرے

بعد این چند شعر از مشق عزیزن خانگی کہ عزیز تخلص می کرد یاد آمدند خواندہ تمام کردم۔

جب کہ باغ و بہار دیکھین گے — ایک گل کیا ہزار دیکھین گے

تم نہ دیکھو گے گر ہمین ایکبار — ہم تمھین لاکھ بار دیکھین گے

---

(۱) قلمی نسخہ ورق ۱۲/ب

" مجالس رنگین " مین رنگین کے حسب ذیل مدوحین احباب اور متعلقین کا ذکر آیا ھے ۔

مندرجہ ذیل اصحاب کے اسمائے گرامی مطبوعہ مجالس رنگین سے لئے گئے ھین ۔[1]

(۱) شاہ حاتم استاد رنگین

(۲) محمد امان خان انصار شاگرد حاتم

(۳) مکند رائے فارغ شاگرد حاتم

(۴) اکبر علی اکبر شاگرد حاتم

(۵) مرزا سبحان قلی بیگ راغب (شاھجہان آباد) مجلس دوم

(٦) انشا؟ مجلس سوم

(۷) بھورے خان آشفتہ مجلس ششم (شاھجہان آباد)

(۸) میر سید علی شاگرد

(۹) حکیم محمد اشرف خان حکیم شاھجہان آباد مجلس ھشتم

(۱۰) ثنا؟ اللہ فراق " "

(۱۱) بسنت سنگہ نشاط شاگرد رنگین مجلس نہم شاھجہان آباد

(۱۲) سید احمد مہرخان صوبیدار شاھجہان آباد مجلس دوازدھم

(۱۳) نواب غلام قادر خان (برادر دستار بدل) مجلس ۱۳ سہارنپور

(۱۴) محمد خان بہار (پرگنہ نوح) مجلس ۱۴

(۱۵) مراد بیگ خان (پرگنہ نوح) مجلس ۱۴

(۱٦) مصطفے خان فیروز پور جھرکہ مجلس ۱۵

(۱۷) علی رضا بیگ " " "

(۱۸) نواب نجف علی خان مجلس ۱۷ (کانوڈ)

(۱۹) نواب اسمعیل خان (نارنول) مجلس ۱۸

(۲۰) محمد یار بیگ سائل جے پور مجلس ۱۹

(۲۱) نواب قدرت اللہ خان اجمیر " ۲۰

(۲۲) مرزا مکھو بیگ شور گوالیار " ۲۲

(۲۳) مرزا مغل علی خان فرخ آباد " ۲۴

(۱) مرتبہ مسعود حسن رضوی

(۲۴) میان حیدر حیدر	فرخ آباد	مجلس	۲۴
(۲۵) مرزا سلیمان شکوہ			
(۲۶) جرأت	لکھنو	"	۲۶
(۲۷) مرزا حاجی بیگ	"	"	۲۷
(۲۸) ابوالحسن خان	"	"	۲۹
(۲۹) طالب حسین خان	"	"	"
(۳۰) مرزا نعیم بیگ	"	"	"
(۳۱) مصحفی	"	"	۳۰
(۳۲) قاسم علی شاہ	"	"	۳۱
(۳۳) منشی میر حسین منشی	"	"	۳۲
(۳۴) نواب مرزا تقی	فیض آباد	"	۴۳
(۳۵) میر مستحسن خلیق	"	"	"
(۳۶) نواب نصیر الدین خان	بنارس	"	۴۷
(۳۷) مرزا ابراہیم بیگ	"	"	۴۶
(۳۸) مرزا الٰہی بخش	"	"	۴۷
(۳۹) میر غلام علی خان	عظیم آباد	"	۴۸
(۴۰) میرزا کاظم علی خان	"	"	۴۹
(۴۱) ببر علی خان	"	"	۵۱
(۴۲) نواب شجاع قلی خان	"	"	۵۲
(۴۳) حکیم رضا قلی	مرشد آباد	"	۵۲
(۴۴) محمد خان	"	"	"
(۴۵) مرزا بھچو (برادر دستار بدل)		"	۵۴
(۴۶) مرزا علی	ڈھاکہ	"	۶۰
(۴۷) مرزا عزیز	"	"	۶۲
(۴۸) شیخ ہدایت اللہ	"	"	"
(۴۹) میر جاگن	"	"	"

نوٹ ـ اگرچہ مطبوعہ مجالس رنگین کی ٦٧ مجلس مین رنگین نے اپنے دس شاگردون کا ذکر کیا ہے لیکن نام اور نمونہ کلام صرف نو کا ہی دیا ہے جو حسب ذیل ہین ـ

(۱) میر سید علی غمگین

(۲) بسنت سنگھ نشاط

(۳) آفتاب خان میر

(۴) محمد خان

(۵) راجہ کدار ناتھ نسیم

(٦) راجہ شنکر ناتھ حیا

(۷) عالم النساء پنہا

(۸) عالم النساء بیغم

(۹) عزیز طوائف

اسماء اور اسماء الجلاد کی اس طویل فہرست پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ رنگین کس قسم کی زندگی گذارتے تھے ایک طرف وہ نوابون منصب دارون سے بے تکلفی اور برابری کے تعلقات رکھتے تھے اور سفارتی مہمات سیاسی پیغام رسانی اور میدان ہائے جنگ مین شریک ہوتے تھے دوسری طرف شاعرون کی محفلون اور مجلسون مین بے تکلف شریک ہوتے تھے ان مجلسون کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مجلسین بہت عام تھین اور پنجاب سے لیکر بنگال تک اور جنوب مین گجرات اور کاٹھیاواڑ تک جہان کہین دو چار سخن فہم جمع ہوجاتے تھے اس قسم کی بے تکلف مجلسین شروع ہوجاتی تھین ان مین ہندو اور مسلمان اساتذہ اور نومشق شعراء سب ہی شریک ہوتے تھے فی البدیہہ کلام کہتے تھے مختلف صنائع اور بدائع کے استعمال مین اپنی قدرت دکھاتے تھے ـ اساتذہ اور معاصرین کے کلام پر تنقید کیجاتی تھی اگرچہ یہ تنقید اس عہد کے مروجہ معیار کے مطابق صرف لفظی تنقید ہوتی تھی اور اسمین عام طور پر الفاظ کے انتخاب بندش اور قواعد عروض کی پابندی پر زیادہ بحث کیجاتی تھی اور شعر کی معقولیت کو محض ثانوی درجہ دیا جاتا تھا لیکن شعراء اسمین بھی اپنے کمالات کا اظہار کیا کرتے تھے ـ ان مجالس کے مطالعہ سے اس عہد کے شاعرانہ مذاق اور تنقیدی معیار کا پورا اندازہ ہوجاتا ہے ـ

ایک خاص بات جسکا مجالس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے رنگین کا احساس برتری ہے جسکا مظاہرہ وہ شعراء کے کلام پر اعتراض اور اپنی طرف سے اصلاح کی کھلی/ اکثلی شکل مین کیا کرتے تھے۔ معاصرین کے معاملہ مین وہ نہایت بیباک تھے لیکن اساتذہ کے کلام پر بھی ضرورت پڑجائے تو اعتراض کرنے مین تامل نہین کرتے تھے ۔ چنانچہ میر سوز مرزا سودا میر تقی میر اور شاہ نصیر کے ساتھ خود اپنے اشتاد شاہ حاتم کے کلام پر بھی اعتراض کیا ہے اور اسکا ذکر پہلی ہی مجلس مین کیا ہے وہ تسلیم کرتے ہین کہ میرے مزاج مین چالاکی بہت تھی اور شعور کم اسلئے یہ گستاخی تھی ۔ لیکن رنگین کی گستاخی سے زیادہ حاتم کا ردِّ عمل قابل غور ہے شاگرد کی اپنے کلام پر اصلاح سننے کے بعد بجائے ناراض ہونے کے ہاتھ پکڑ کر قریب لاتے ہین اور سر پر ہاتھ پھیرتے ہین ۔ آفرین کہتے ہین کہ دیوان مین شعر اسی طرح لکھونگا اس سے پتہ چلتا ہے کہ کاملین کے فن کے یہان جیسے کہ شاہ حاتم تھے کسقدر فراخ دلی پائی جاتی تھی ۔

اپنی عادت کے مطابق اس مجموعہ مین بھی رنگین نے چند ہزلین اور متفرق ہزلیاتِ سیہ اشعار شامل کردئیے ہین لیکن انکی تعداد بہت کم ہے ۔

"اخبار رنگین"

سعادت یار خان رنگین کی تحریرون مین انکی زندگی اور کلام کے بارے مین بہت سی داخلی شہادتین ملجاتی ھین ــ "اخبار رنگین" بھی ایسی قسم کی ایک کتاب ھے جس مین ۱۲ واقعات مختصر طور پر بیان کیے گیے ھین ان مین بیشتر واقعات ایسے ھین جو رنگین کے چشم دید اور جن سے انکی زندگی کے مختلف پہلوون پر روشنی پڑتی ھے اور ضمنی طور پر انکے بعض عزیزون ــ رشتہ دارون اور دوستون کا حال بھی معلوم ھوجاتا ھے ــ بعض قصون اور واقعات کے بیان سے اس زمانہ کے عام ماحول ــ لوگون کے معتقدات اور توھمات کا بھی پتہ چلتا ھے ــ ھر حکایت مین واقعہ بیان کرنے کے علاوہ ایک آدھ مثل اور اردو و فارسی اشعار و قطعات شامل ھین ــ سعدی کے قطعات کثرت سے استعمال کیے ھین اور معلوم ھوتا ھے کہ خبرون اور واقعات کے انتخاب مین اخلاقی تعلیم اور تزکیہ نفس کو پیش نظر رکھا گیا ھے ــ حسب ذیل حکایتین خاص طور پر قابل غور ھین ــ

خبر گذری کہ متصل لہاری جلال آباد کے نواب ضابطہ خان کے لشکر مین درسن جوڑوہ سالگی معتقد الدولہ صوفی اللہ یار بیگ خان شہامت جنگ بہادر جو بندے کے بڑے بھائی حقیقی نہایت خوبصورت تھے ایک روھیلا ولایت زا از حد چاھتا تھا اور جس مکتب مین وہ پڑھتے تھے وہ آتا تھا لیکن انھون نے اس روھیلے کو اتنا مارا کہ مر گیا یہ سنکر بادشاہ نے کہا کہ یونہی لازم تھا ــ

فرد ھندی ــ

شوق سے تو جڑھ تو اے دلدار پر   نعش ھے جون منصور اوس دلدار پر

مثل ھندی   اوکھلی مین سر دیا تو دھمکون کا کیا خطرہ ــ

شاهجہان آباد مین سعادت یار خان رنگین کا بڑا بیٹا اختر یار خان اختر جو باطن کا اچھا اور بظاہر خوبصورت ہے مگر باپ اسکا اس سے کمال نا رضامند ہے اور وہ صالح ۔ نیک بخت اور هنرمند ہے یہ سنکر بادشاہ نے فرمایا ۔ فرد هندی ۔

تماشہ اپنا رنگین آپ هین هم کہین بیٹے کس کے باپ هین هم

قطعہ سعدی ۔

گر در پسر موافقت و دلبری بود اندیشہ نیست گر پدر از بری بود

او گوهر است گو صدف اندر جہان مباش ۔ دریتیم را همہ کس مشتری بود

شاهجہان آباد مین عاشور بیگ خان جنھون نے کبھی نماز نہین پڑھی تھی انکا بیٹا قادر بیگ صوفی اور پرهیزگار هو ۔ اور حضرت جناب خواجہ شمس الدین صاحب کی اولاد حضرت مودود چشتی قدس سرہ اور مشائخ زہرد ست هون انکا بیٹا [نظام مودود] تارک صلوۃ اور دائم الخمر شراب خوار هو ۔

حسن ز بصرہ بلال از حبش سہیل از روم ز خاک مکہ ابوجہل این چہ بوالعجبی است

هندی مثل ذات ذمات نہ پوچھے کوئی ۔

شاهجہان آباد مین مرزائی بیگ کو میر جیون صاحب چاہتے تھے وہ ان سے تیراندازی سیکھا کرتا تھا اور شاگردی کا دم بھرتا تھا اتفاق سے ایکدن دونون پرباهم تیراندازی کرنے مین مرزائی بیگ کی کمان نے چلہ ڈالدیا اور تیر کو ٹیڑھا مار کر میر جیون کی طرف کو نکالدیا وہ تیر انکی کیش مین چار انگشت گھس گیا اور مرزائی بیگ غش مین آکر بیٹھگیا اور سب کے سب وهانسے بھاگ گیے اور میر جیون اوس تیر کے نکالنے سے اور مرزائی بیگ اوسکے صدمہ سے دونون کے دونون فی الفور مر گیے ۔

بچ کے جاوے کوئی کہ هر کو نکل چھوٹتا هی نہین هے تیر اجل

شاہجہان آباد مین سعادت یار خان رنگین نے اپنے سوداگری کے ہاتھیون کے واسطے بیگم کے باغ مین ایکھ کی کاشت بیگو باغبان سے کرائی اسکو ٹھیک سمجھا گیا لیکن اسنے ساری کھیتی اپنے اہل و عیال اور گائے بیل کو کھلادی بلکہ سارے شہر مین دمڑی ٹکے سے بیچی ۔

کچھ نہ کہہ اب اوسے تو اے ٹھیک خو   تخم نیکی جو رع دنیا مین بو

بنارس مین کسی نے سعادت یار خان رنگین سے پوچھا کہ تم اکبر آباد ۔ لکھنو ۔ نجیب آباد ۔ گنور ۔ ہردوار ۔ جگا دھری ۔ سرہند ۔ امبرسر(۱) ۔ لاہور ۔ بیکانیر ۔ جودھپور ۔ جے پور سے لگا تا کوٹہ بوندی ۔ اوجین سے اور بندیل کھنڈ ۔ الہ آباد ۔ عظیم آباد ۔ راج محل ۔ بنگالہ ۔ کلکتہ ۔ ڈھاکہ اور پرنیا اور ترائی نیپال سے تا متصل بٹول اور فیض آباد سے لگا تا پہلی بھیت یہ سب ملک دیکھ چکے ہو انمین سے کون کون سے شہر پسند ہین انہون نے کہا سب خوبیاں ایک مین نہین ہوتین ۔

(۱) شاہجہان آباد کی آدمیت ۔

(۲) جے پور کی عمارت ۔

(۳) لکھنو کی کثرت ۔

(۴) کلکتہ کی وسعت ۔

یہ جو کچھ ہے جہان مین اس کے بیش و کم کو دیکھا ہے

مین کیا دیکھتے ہو ہم نے ایک عالم کو دیکھا ہے

فیروز پور جھرکے مین نواب احمد بخش خان کو مخیر اور خلیق جانکر ہزارون محتاج آتے ہین اور ہر ایک کچھ نہ کچھ پاتا ہے ۔ باوجود ہجوم کے کبھی ترش رو نہین ہوتا لوگ کہتے ہین کہ اتنا خرچ نہ کرو لیکن اسکا ارادہ اس سے بھی صد چند کا ہے ۔ بادشاہ دلی نے یہ سنکر فرمایا ۔

(۱) امرتسر

راہ حق مین مال کو گر یہان لٹائے گا جتنا یہان دے اوس سے وہ صد چند پائے

قطعہ سعدی

نماند حاتم طائی و لیکن تا بہ ابد | بماند نام بلندش بہ نیکوئی مشہور
(۱)
زکات مال بدر کن کہ فضلہ رز را | چو باغبان ببرد بیشتر دہد انگور

شاہجہان آباد مین حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کو کسی نے جاکر کہا کہ آج فلانی جگہ پر محرم کی مجلس مین اصحاب رسول اور اولیا اللہ کے بعد آپ پر بھی دیر تک تبرا ہوتا رہا آپ نے فرمایا شکر ہے کہ انھون نے مجھے بھی اولیا اللہ کے بعد بڑا سمجھا ۔

صبر کے رستہ پہ چل نے رہ نجا | دیکھ اچھا ساتھ ہے یہ رہنجا

ھندی مثل ۔ صبر کی داد خدا ہی دیگا ۔

خبر گذری کہ محمد یار خان محکم الدولہ اعتقاد جنگ طہماس بیگ خان کا چھوٹا بیٹا یعنی بھائی حقیقی اس مصنف کا جو ہر لڑائی مین تردد نمایان کہ مشہور و معروف ہے کرتا ہے اور شہرت حد سے زیادہ پکڑی ہے تو اوسکا ایک ادنا (۲) بات یہ ہے کہ لڑائی مین غریب سپاہی کو نہین مارتا بلکہ سردار پر وار کرتا ہے ۔ بڑے بڑے مضبوط سپاہی اوس سے گھبراتے ہین وہ کبھی اپنے آپ کو نہین سراہتا اور نہ ہی چاہتا ہے کہ کوئی دوسرا سراہے اوس کے مزاج مین بہت ہی خاکساری ہے ۔

اوسکی کرتی ہے نظر اس دل افگار پہ چوٹ | سورما جو ہے سو کرتا ہے وہ سردار پہ چوٹ

مثل ھندی ۔ جو پہلے مارے وہی میر ہے ۔

---

(۱) زکوۃ (۲) ادنی

شاہجہان آباد مین بخشی بھوانی شنکر نے ایسی حویلی آراستہ کی ہے کہ تمام شہر مین اسکی ثانی نہین ایسے سلیقہ سے حویلی بنوائی ہے کہ اس مکان کو دیکھکر حیرت آتی ہے اور انکھین دیکھکر چکاچوند ہوجاتی ہین ۔ خلق اسکا ادنی کام ہے اور جود و کرم کمینغلام ہے یعنی نوشیروان اوسکی منصفی اور خلق کا بندہ ہے اور حاتم طائی سخاوت کے آگے شرمندہ ہے ۔ سب سے عاجزون کیطرح ملتا ہے اور سب کو چاہتا ہے دشمنون کو بھی سراہتا ہے ۔

ہو سکے تو خلق کا دریا بہا   خلق تو انسان مین در ہے بے بہا

مثل هندی ۔   جا کا کام وا ہو کو چھاجے اور کرے تو ٹھینگا باجے ۔

شاہجہان آباد مین میان غلام رسول کو کسی کی طرف سے اجازت مرید کرنیکی زنہار نہین اور وہ پوشیدہ طور سے مرید کر کے لوگون کو گمراہ کرتے ہین ۔ پیری مریدی پر مرتے ہین حالانکہ کوئی پیر بھائی بھی انکا انکو خاطر مین نہین لاتا اور انکے پاس نہین جاتا ۔

جن کا روئے دل ہے اپنے پیر کامل کی طرف   چھوڑ کر وہ حق کو کب جاتے ہین باطل کی طرف

سعادت یار خان رنگین نے شاہجہان آباد مین سترہ زبان مین ایک دیوان کہا اور اوسکا " مجموعہ رنگین " نام ٹھہرایا واقعی بڑے زور سے اپنا خون پانی ایک کر کے ایسا نسخہ بہم پہنچایا سو اکثر لوگ کہتے ہین کہ وہ دیوان مجموعہ رنگین اوس کے منہہ پر زیب نہین دیتا کیونکہ وہ تو ایک کم زبان آدمی ہے اوسکا اتنا منہہ اور لقلقا نہین ہے یہ سنکر بادشاہ دل نے فرمایا کہ اسکا کلام زبردست اور بھلا ہے اور کیف سے بھرا ہے ۔

ہر سخن سے مدام اوسکو کام   جسکو منظور ہو جہان مین نام

شاہجہان آباد مین شاہ حضرت مولوی عبدالعزیز صاحب جو منگل اور جمعہ کو درس فرماتے ہین تو وہان عجیب عجیب طرح کے لوگ آتے ہین اور اپنی اپنی سمجھ کے مطابق ادنا اور اعلا (۱) انکی تقریر سے لطف اٹھاتے ہین انکی ذات اس شہر مین بہت غنیمت ہے —

ہے شہرت کی عجب یہ شاہ راہ   چل اسی پہ تو لے شاہ راہ

شاہجہان آباد مین مرزا مغل بیگ خان عزت بے صبر و قناعت کو منہ پر رکھکر اور سپاہگری سے ہاتھ اٹھاکر عقل معاد و معاش مین کمال دستگاہ پیدا کی ہے اسی وجہ سے اچھے لوگون مین انکی عزت ہے جس خوبصورتی سے وہ معاش بسر کرتے ہین اتنا اور کوئی اس شہر مین کم ہے — کیونکہ انکو معاد کا ہر لحظہ غم ہے —

پھینکدے تلوار کو اور ڈھال کو   آخرش پانی ہے کاٹ ڈھال کو

مثل — صبر اور شکر کا بڑا درجہ ہے —

پونہ ہاتی مین رجب بیگ خان کا چھوٹا بیٹا غلام محی الدین خان کمال خوبیون سے بھرا ہوا تھا ایکدن سہ پہر کے وقت بندوق کا نشانہ لگا رہا تھا وہ بندوق چھوٹی سی تھی اور جوان زبردست تھا وہ اس بندوق کو دھیان مین نہ لاتا تھا جون ہی شست باندھکر آگ دکھائی گولی چلگی ووہین بندوق کی بندولی جدا ہوکر اوس کے گال مین لگی اور گدی سے نکل گئی اور وہ بے جان ہوگیا —

گو ہوا دو سو برس کا تیرا سن   گور مین جانا ہے آخر ایکدن

سعادت یار خان رنگین کا بڑا بیٹا اختر یار خان اختر بہت ہی متقی اور پرہیزگار تھا اتفاق سے ایک شخص کو چاہنے لگا تو اسمین ایک خوبی بھی نہ رہی اور سب معاملہ برعکس نظر آنے لگا —

---

(۱) ادنی اور اعلی — اگلے زمانے میں اردو میں یہ صورت مراجح تھی — ادنا، اعلا

سامنے دبجاتی ہے غرض اس صورت سے کی وصف اسکے بیان کیے اور مرزا مومن بیگ نے اون کے جواب ایک سے ایک بہتر دئیے کہ انکو گدھا ٹھہرایا ۔ آخر یہ بات قرار پائی کہ تم انشا سے جاکر پوچھو کہ انھین کس جانور سے زیادہ محبت ہے تو وہ کہین گے گدھے سے پھر دونون کے دونون انشا کے پاس گیے او پوچھا آپ کو کس جانور سے محبت ہے واللہ باللہ انھون نے یہ کہا کہ مین جہان گدھے کا چھوٹا بچہ دیکھتا ہون جی مین آتا ہے کہ اسے گود مین اٹھا لون اور بے اختیار گلے سے لگالون ۔

جھوٹ سے چڑ ہے مجھے سچ بخدا بہتر ہے   آدمی جو ہوا بڑا اس سے گدھا بہتر ہے

کلکتہ سے سعادت یار خان رنگین نے کعبہ جانے کا ارادہ کیا جب جحاز (۱) مین بیٹھکر کالے پانی کی سرحد مین پہنچے ایک دن عجب تماشا دیکھا وہ یہ کہ ملاحون نے مچھلی پکڑنے کیلئے جال ڈالا ایک بڑی مچھلی جال کو توڑا کر لیگئی اور دوسرا موٹا جال ڈالا اوسے پھاڑ کر نکل گئی ۔ ناچار ہوکر ایک زبردست بنسے ڈالی اس مین ایک مچھلی پانچ چھ کوکی لگی پھیر مین مانند سپر (ڈھال) کے مدور ۔ ایک گز لمبا اسکا جسم تھا آدمی کے پہنچے کے برابر موٹی دم تھی اور پنجے اسکے پر ایسے تھے کہ جیسے فراشی پنکھے کے نیچے جھالر ہوتی ہے ۔ ملاحون نے کہا کہ مچھلیا بہت بڑی بڑی ہین یہ تو اس ذات کا جھینگا ہے ۔ اور یہ سخت جان ہے دیر سے مریگی ۔

سن کے یہ مچھلی کا قصہ دلفگار   دیکھ چشم دل سے صنع کردگار

رام پور مین سعادت یار خان رنگین کی پانچ چار پٹھان بچون نے ضیافت کی ان لوگون کو چار بیت کا گانا بہت پسند ہے لہذا چار بیت گانے والا نہایت بد شکل آگر چار بیت گانے لگا اسکے گانے سے رنگین تنگ آگیا کیونکہ اس گانے مین نہ تال تھا نہ سم (۲) سب سننے والے تنگ آگیے تھے ۔

اپنا گانا وہ سنا تا تھا کیسے   وہ خدا جانے رجھا تا تھا کیسے

---

(۱) جہاز   (۲) سُر

شاهجہان آباد مین حضرت مولوی شاہ عبد العزیز صاحب درس فرماتے تھے اور لوگ بیٹھے سنتے تھے ایکدن بیان یہ تھا کہ شارب کو اتنا لینا چاہئیے اور حد شرع سے اونکا بڑھ جانا برا ہے قیامت کے دن یہ سجدہ نہ کرنے دینگے ۔ ایک مرد فقیر منشی محمد عظیم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور منشی صاحب کی موچھون کے بال حد شرع سے زیادہ تھے فقیر نے مونچھ کا بال پکڑ کہا کہ حکیم صاحب معلوم ہے شرع کا حکم کیا ہے انھون نے دم نہ مارا لیکن لوگون نے فقیر کی زیادتی دیکھکر اسے لعنت کی ۔ جب فقیر سخت باتین کرنے لگے تو منشی صاحب نے بھی سختی اختیار کی شاہ صاحب نے دونون کو خاموش رہنے کیلئے کہا اور کہا کہ فقیر صاحب تمھین زیادتی کرنے کی کیا ضرورت تھی مین نے تو پہلے ہی حکم شرع بیان کردیا تھا منشی صاحب سے کہا کہ اپنے صبر کیا اب خدا کا شکر ادا کرین کہ حضرت بو علی قلندر کی شارب کے بال حد شرع سے زیادہ تھے اوسوقت کے قاضی نے اپنے ایکخادم کو بھیجا کہ موافق شرع کے کتر ڈالے اسکی طرف سے جو جلال سے دیکھا تو قلندرصاحب غش کھا کر گر پڑا پھر قاضی صاحب خود آئے اور مونچھ کا بال پکڑ کر کھینچا تو قلندر صاحب گر پڑے انھین چت کرکے موافق شرع کے مونچھین کاٹ ڈالین ۔ ایک شخص نے قلندر صاحب سے پوچھا کہ آپ نے قاضی کو جلال سے کیون نہین دیکھا کہا کہ وہ احکام شرع لایا تھا کہ اسکی نہ ماننے مین صرف گناہ تھا اور قاضی صاحب خود شرع مجسم ہوکر آئے انکا نہ ماننا کفر تھا ۔ حضرت بو علی صاحب جبتک جئیے اس مونچھ کو پکڑ کر فرماتے تھے کہ تو راہ خدا مین کھیچی ہے خوش نصیب ہے بس منشی صاحب اب بھی شکر بجالائین آپکی مونچھ بھی وہی رتبہ رکھتی ہے ۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ مونچھ کا ماجرا ہمین آنکھ سے دکھا یا بو علی والا ماجرا تو ہمنے سنا ہی تھا ۔ یہ سنکر دونون صاحب قائل و معقول ہوئے ۔ اور منشی صاحب نے شارب کے بال اسی وقت کتروا ڈالے ۔

عمل نیک کی ہر کوئی لیکن رنگین نیک اعمال کے کرنے کو ہے شیطان مانع

مثل هندی ۔ نادان بات کرے دانا قیاس کرے ۔

پانی کی لڑائی مین نواب احتشام الدوله مرزا اسمعیل بیگخان نے سند هیه موہد پٹیل مرہٹے سے شکست کهائی تو سعادت یار خان رنگین بهی انکے رفیق تهے تمام مال و اسباب کهوکر افلاس کی حالت مین لکهنو آئے اور مرشد زاده آفاق مرزا محمد سلیمان شکوه بہادر شہزاده کے ملازم هوئے جب اون سے خوبهوافقت آگی تو اصحون نے اکثر سرکاری اکثر امورات مین دخل هوا غرض رنگین نے پاس نمک اور اپنی ابرو کا پاس اور خوف خدا نه کیا اور هر خرید و فروخت مین انکے بہت سے روپے پچرائے اور واجبات مین اڑائے بعد دس پندره برس کے جب روزگار وهان سے چهوٹا یکایک اونکو یه سمجه آئی که خدا کو کیا منهه دکهاؤنگا ایکدن مرشد زاده کے پاس جاکر وه سب حال بر سر دربار گذارش کیا که اتنا اتنا کچه حضور کا مین چرایا هے اب خوف خدا کا آیا هے اور مین نے توبه کی هے مگر اس مبلغ حضور کے ادا کرنیکا مقدور نهین امیدوار هون که للله مجهکو معاف هوتا که دل اس عاصی کا اوس گناه کی طرف سے صاف هو۔ مرشد زاده نے فرمایا که تم نے میری ایسی خدمت کی هے اور خوش رکها هے که مین نے دل و جان سے بخش دیا اور اوسکے سوا اور بہت کچه انعام کیا ۔

غم فرزند و نان و جامه و قوت بازدارد ز سیرت ملکوت

زن و فرزند سب دشمن هین جی کے نهین آتا کوئی آڑے کسی کے

لکهنو سے جو صاحب عالم شہزاده آفاق مرزا محمد سلیمان شکوه بہادر جو شکار کهیلنے کو نکلے تو جهه دس پانچ سوارون سے خیرآباد مین جا نکلے وهان کے لوگ جو اکثر اسباب تحفه بهجنے کا لائے تو حضور مین اوسوقت کچه ساتهه نه تها لوگون نے عرض کی که لکهنو یہان سے دو اوپر تیس کوس هے کوئی ایسا شخص جاوے که جتنے روپے ارشاد هون تین چار دن مین لے آوے حضور سے ارشاد هوا کیه سعادت یار خان رنگین کا یه کام هے چنانچه اوس وقت پهر دن رهے یه فرماکر رخصت کیا که جلد جاکر هزار روپے للؤ ــ وه حضور سے رخصت هوکر دوسرے دن بعد دو پهر ایک هی گهوڑے پر لکهنو سے بهی

آئے پھر میں ہزار روپیے کو میں باندھ کر لائے اور گھوڑا اصلا مانگی نہ لایا اس سہولیت سے لیگئے اور لے آئے —

کام جلدی کا ہے اے رنگین زبون　　　کر گئے ہیں پند یہ سب رہنمون

ان حکایتون سے یہ اندازہ لگانے میں دشواری نہیں ہوتی کہ دہلی کی ذہنی اور سماجی حالت کیسی تھی — "اخبار رنگین" کی حکایتون میں بار بار چھوٹی بڑی لڑائیاں اور خانہ جنگیون کا ذکر آتا ہے — مرہٹون نے جو آفت برپا کر رکھی تھی اور جسنے مغلیہ سلطنت کو سب سے بڑا صدمہ پہنچایا ان حکایتون میں پوری طرح جھلکتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ لوگ حتی الوسع اس خطرہ کو دور کرنے کیلئے جدو جہد بھی کر رہے تھے اور کبھی کبھی اس میں کامیابی اور کبھی ناکامی نصیب ہوتی تھی وقتی/ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس زبردست خطرہ کو دور کرنے کیلئے بھی لوگون میں اتحاد عمل اور اتحاد مشورہ نہتھا اسی لئے یہ انفرادی کوششیں زیادہ کامیاب نہ ہوتی تھیں —

اس سیاسی خلفشار نے لوگون کا ذہنی انتشار میں مبتلا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ توہمات میں گرفتار تھے — رنگین نے جنات اور آسیب کا بار بار ذکر کیا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں لوگ ان چیزون کو مسلمہ حقیقت سمجھتے تھے اسی طرح ان حکایتون سے اس عہد کے اخلاقی دیوالیہ پن کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے چنانچہ کئی حکایتون سے یہ پتہ چلتا ہے کہ امرد پرستی عام تھی اور لوگ اسمین کوئی قباحت نہیں سمجھتے تھے چنانچہ رنگین خود اپنے بھائی کا قصہ بیان کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صوفی اللہیار بیگ جو رنگین کے بڑے حقیقی بھائی تھے نہایت خوبصورت تھے اور جس زمانہ میں وہ کہ مکتب میں تعلیم پاتے تھے ایک رہیلہ ولایت زا ان پر عاشق تھا اور جس مکتب میں وہ پڑھتے تھے آتا جاتا تھا چنانچہ ایکدن انھون نے اس رہیلہ کو اتنا مارا کہ وہ مر گیا اور خبر بادشاہ تک پہنچی تو بادشاہ نے فرمایا کہ یونہی لازم تھا اسی طرح

ایک اور حکایت مین (حکایت   ) میر جیون بیگ اور مرزائی بیگ کے عشق کا ذکر ہے ایڈ اور حکایت نمبر   مین بھی اسی قسم کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے ـــ سب سے اہم حکایت نمبر ۵۳ ہے جس مین سعادت یار خان اپنے بڑے بیٹے اختر یار خان اختر کے متعلق لکھتے ہین کہ بہت ہی متقی اور پرہیزگار تھا اتفاق سے ایک شخص کو چاہنے لگا تو اس مین ایک خوبی بھی نہ رہی اور چند ہی روز مین عشق نے اس کا یہ حال کیا کہ جو کوئی اسے دیکھتا رونے لگتا ـــ

امرد پرستی کے علاوہ بازاری عورتون سے تعلقات بھی اس زمانہ مین معیوب نہین سمجھے جاتے تھے چنانچہ شاہجہان آباد مین یہ چیز عام تھی رنگین نے نواب ظفریاب خان اور پنا طوائف کی حکایت نقل کی ہے پنا کی نائیکا اس خوف سے پنا کو ظفریاب خان کے پاس نہین بھیجتی تھی کہ کہین اسے اپنے گھر مین نہ بٹھالین مشکل سے ایک شب اس طوائف کو بلوایا اور دونون ایسے مست ہوئے کہ شمع سے پردہ مین آگ لگ گئی یہانتک کہ سائبان کے بانس جلنے لگے اور انھین پتہ نہ چلا دوسرون نے آکر وہ آگ بجھائی ـــ

زندگی کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ لوگون مین گوشہ نشینی ـــ قناعت اور فقر کے جذبات بھی پیدا ہوگئے تھے جو لوگ اعلی اخلاقی قدرون کے علمبردار تھے وہ اس ماحول سے متنفر ہوگئے تھے ان مین یہ طاقت نہ تھی کہ جد و جہد کرکے اس ماحول کو بدل سکین چنانچہ انھون نے صوفیون کی صحبت اور خانقاہون کی تنہائی مین گوشہ عافیت تلاش کیا تھا رنگین نے کئی حکایتین ایسی بیان کی ہین جن سے ان رجحانات کا پتہ چلتا ہے ـــ

" اخبار رنگین " چالیس صفحے کا مختصر سا رسالہ ہے جسمین واقعات کو بغیر کسی خاص تمہید / ترتیب ـــ تقسیم یا مقصد کے بیان کردیا گیا ہے اسکی زبان سادہ اور آسان ہے اور رنگین کا مقصد صرف ان واقعات کو روزنامچہ کے طور پر محفوظ کردینا معلوم ہوتا ہے بہر حال اس سے رنگین کے ماحول اور انکی زندگی کے سمجھنے مین مدد ملتی ہے ـــ

باب سیوم [چہارم]

متفرقات

(۱) امتحان رنگین —

(۲) قوت الایمان —
(۳) قصیدہ غوثیہ —
(۴) قصیدہ بانت سعاد —

(۵) اصلاح قصیدہ سودا —

(۶) فرسنامہ —

(۷) تجربہ رنگین —

"امتحان رنگین"

رنگین کی طبیعت مین ایجاد کا مادہ جسقدر تھا اسکی مثال اردو شاعری کی تاریخ مین بہت کم ملتی ہے ۔ انشا کے متعلق یہ فقرہ مشہور ہے کہ انکے فضل و کمال کو شاعری نے اور شاعری کو نواب سعادت علیخان کی صحبت نے ڈبویا لیکن یہ بات انشا سے زیادہ رنگین پر صادق آتی ہے ۔ فرق یہ ہے کہ رنگین کو ڈبونے کی ذمہ داری کسی ایک شخص پر عائد نہین کرنے کی بجائے انکے زمانہ اور ماحول پر عائد ہوتی ہے ۔ انشا کی ریختی اور ہجو گوئی کو لکھنو کے خاص حالات و واقعات کا نتیجہ بتایا جاتا ہے لیکن رنگین کی ہزل گوئی کلکتہ کے سفر سے شروع ہوتی ہے اور پھر وہ ہزل کا پورا دیوان مرتب کر ڈالتے ہین ۔ انشا کی ایک آدھ مثنوی رکیک بھی ہے لیکن رنگین کے کلام مین ایسی مثنویون کا پورا ایک مجموعہ شامل ہے ۔ ریختی مین انشا اور رنگین دونون کے دیوان موجود ہین لیکن انشا خود تسلیم کرتے ہین کہ اس قسم کی ریختی رنگین نے ہی ایجاد کی ہے اور رنگین خود بھی اسکا ذکر بڑے فخر کے ساتھ کرتے ہین ۔

اردو شاعری کی تاریخ پہ نظر ڈالنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خاص شعرا بعض خاص اصناف پر زیادہ قدرت رکھتے تھے مثلا ولی کے کلام مین غزلون کے علاوہ مسدس اور مخمس مثنویان وغیرہ بھی ہین لیکن انکا جوہر صرف غزل مین ملتا ہے ۔ میر تقی میر خدائے سخن کہلاتے ہین انھون نے غزلین ۔ مثنویان ۔ قصیدے ۔ مرثئے ۔ سلام ۔ مسدس ۔ مخمس ۔ مستزادے سب ہی کچھ کہے لیکن انکا اصلی کمال بھی صرف غزل مین ہی ظاہر ہوتا ہے یا زیادہ سے زیادہ مثنویون کو بھی اس مین شامل کرسکتے ہین ۔ قصیدہ مین بلاشبہ وہ اپنے حریف مرزا سودا سے بہت پیچھے رہ جاتے ہین ۔ مرزا سودا کا حال یہ ہے کہ انھین بھی غزل گوئی کا دعوی ہے اور بلاشبہ انکی غزلون کے دیوان مین

بعض اعلی درجہ کے اشعار موجود ہین لیکن بحیثیت مجموعی انکی غزل میر کی غزل کا مقابلہ نہین کرسکی اسکی وجہ یہ ہے کہ انکی طبیعت قصیدہ کیطرف ایسی مائل ہوئی کہ بلاشبہ قصیدہ کی زمین کو آسمان بنادیا اور کوئی دوسرا قصیدہ گو شاعر انکی مقابلہ کی جرات نہین کرسکا لیکن مثنوی گوئی مین انکے متعلق مصطفے خان شیفتہ کا یہ فقرہ صحیح ہے ۔ " کہ مرزا در مثنوی گوئی فکر معقول نہ داشت " یہی حال میر درد کا ہے انکی شہرت انکی منتخب غزلون کی بنا پر ہے ۔ میر حسن کی مثنوی گوئی کو ایسی شہرت ہوئی کہ انکی غزلین نایاب ہوگین ۔ یہی حال مصحفی اور جرات کا ہوا کہ ان لوگون نے بھی مختلف اصناف پر طبع آزمائی کی لیکن غزل گوئی کے علاوہ کہین اور شہرت نہ پاسکے ۔

ان سب کے مقابلہ مین جب ہم رنگین کی شاعرانہ کاوشون کا جائزہ لیتے ہین تو بلاشبہ وہ نہ صرف اپنے معاصرین مین بلکہ اردو شاعری کی پوری تاریخ مین ایک عجیب و غریب شخصیت نظر آتے ہین انکا فضل و کمال طبیعت مین ایجاد کا مادہ ۔ مختلف اصناف پر قدرت ۔ الفاظ کا وسیع ذخیرہ اور کلام کی کثرت دیکھی جائے تو انکے تمام معاصرین ایسے نظر آتے ہین جیسے دیوؤ کے مقابلہ مین کوئی بونہ ۔ اسکا اندازہ رنگین کے ایک بیان سے ہوتا ہے یہ انکی مشہور تصنیف " امتحان رنگین " ہے جو " مجموعہ نورتن رنگین " کا ساتوان نسخہ ہے ۔ اسکا تاریخی نام " امتحان سعادت یار " ہے جس سے ۱۲۲۶ ھ برآمد ہوتے ہین جیسا کہ دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے جو واقعہ اس تصنیف کا محرک ہوا وہ فیض آباد مین بہت پہلے پیش آیا تھا لیکن ۱۲۲۶ ھ سے پہلے قلم بند نہین کیا گیا کچھ عرصہ کے بعد جب رنگین باندہ پہنچے تو مرزا محمد علی کی فرمایش پر اسے قلم بند کیا ۔

(۱)
تفصیل اسکی یہ ہے کہ رنگین فیض آباد مین جو بنگلہ کے نام سے مشہور تھا پہنچے کچھ عرصہ کے بعد یہ شہرت ہوئی کہ رنگین کو کسی شاعر کے شعر پسند نہین آتے اور وہ ہر شاعر کے کلام پر اعتراض کرتا ہے اور اپنے مقابلہ مین سب کو ہیچ سمجھتا ہے چنانچہ آقا تقی خان نواب آقا نصیر خان

---

(۱) ماخوذ از دیباچہ فارسی " امتحان رنگین " نوشتہ رنگین ۔

نواب مرزا ھجو صاحب ۔ میر مستحسن خلیق اور مرزا مغل سبقت وغیرہ نے آپس مین مشورہ کرکے رنگین کی دعوت کی ۔ کھانے کے بعد شعر و شاعری کا تذکرہ چھڑا اور یہ بات درمیان مین آئی کہ موجودہ زمانہ مین سب سے بڑا شاعر کون ھے کسی نے مرزا رفیع سودا کا نام لیا ۔ کسی نے میر تقی کا کسی نے خواجہ میر درد اور کسی نے میر سوز کے کلام کی تعریف کی اور بعض نے انشاؔ ۔ جرات ۔ مصحفی ۔ شاہ نصیر اور ناسخ کا نام لیا اور کسی نے کہا کہ اب کوئی استاد نہین رھا ۔ رنگین کا بیان ھے کہ اس گفتگو سے ان کی بشریت جوش مین آئی بقول نظامی ۔

زبانش ز گرمی بر آشفتہ شد　　　سخن ھائے نا گفتنی گفتہ شد

چنانچہ رنگین نے کہا کہ شاعرون کی چار قسمین ھوتی ھین اول شاعر ۔ دوم استاد ۔ سوم ملک الشعراؔ چہارم علامہ تعریف ان کی یہ ھے کہ جو شخص طبع موزون رکھتا ھے اور شعر کہتا ھے شاعر ھے خواہ صد ھزار شعر کہے ۔ استاد وہ ھے کہ صاحب طرز شاعر ھوجائے خواہ عمر بھر مین صرف سو شعر ھی کہے ۔

ملک الشعراؔ وہ ھے جو کئی طرزون پر قادر ھو اور علامہ اسے کہا جائیگا جو خود کئی طرز ایجاد کرے ۔

رنگین کے نزدیک زبان ریختہ مین بہت سے شاعر ھوئے ھین لیکن درد ۔ میر ۔ انشاؔ ۔ میر سوز جرات ۔ مصحفی ۔ میر حسن ۔ نصیر اور ناسخ استاد ھین کہ ان مین سے ھر ایک کا اپنا طرز جدا ھے ۔ سودا ملک الشعراؔ ھین کہ ایک سے زیادہ طرز پر قادر ھین لیکن علامہ ان مین سے کوئی بھی نہین ۔ وہ صرف اپنے آپ ھی کو علامہ سمجھتے ھین اور اس کی تین دلیلین دیتے ھین ایک تو یہ کہ اصناف سخن کی جو مختلف ستائیس شکلین ھین سوائے انکے کسی دوسرے شاعر نے ان تمام اصناف مین افراط کے ساتھ شعر گوئی نہین کی دوسرے یہ کہ حضرت امیر خسرو کے علاوہ کسی نے بھی پانچ یا چھ زبانون مین شعر نہین کہے لیکن رنگین نے " مجموعہ رنگین " مین سترہ زبانون مین شعر کہے ھین تیسرے یہ کہ

سوائے مولانا جامی کے کسی نے سات بحرون مین مثنوی نہین کہی رنگین نے گیارہ بحرون مین مثنویان کہی هین — ان تین وجوہ کی بنا پر رنگین کو انکے بقول تمام شعراء پر فوقیت حاصل ہے —

اصناف سخن کی ستائیس قسمین کہ جنکا رنگین ذکر کرتے هین یہ هین —

(۱) قصیدہ — (۲) مثنوی — (۳) مرثیہ — (۴) سلام (۵) غزل (۶) رباعی (۷) قطعہ
(۸) فرد (۹) تاریخ (۱۰) ترجیع بند (۱۱) ترکیب بند (۱۲) مسدس (۱۳) مخمس
(۱۴) مربع (۱۵) مثلث (۱۶) مستزاد (۱۷) ملمعہ (۱۸) تضمین (۱۹) قطعہ بند
(۲۰) واسوخت (۲۱) پہیلی (۲۲) صنائع بدائع (۲۳) شہر آشوب (۲۴) کبت
(۲۵) دوهرہ (۲۶) ساقی نامہ (۲۷) چار بیت

رنگین نامہ صفحہ ۵۶ جو سبع سیارہ رنگین کا چوتھا حصہ ہے اسمین بھی شعر کی ۲۷ قسمون اور سترہ زبانون مین شاعری کا ذکر اسطرح کیا ہے —

"گفتن شعر بد انست بندہ بست و هفت قسم است چنانچہ بندہ آن بست و هفت قسم را نظم کردہ گاهے دیدہ و شنیدہ نشدہ کہ از ابتدائے خلقت شعر کہ عرصہ دو هزار سال گذشتہ شد کسے تا امروز سوائے حضرت امیر خسرو دہ پانزدہ قسم را هم از انجملہ بیست و هفت قسم نظم کردہ باشد اگر کلیات بندہ را کسے تکلیف کشیدہ تمام و کمال مطالعہ کند یقین کہ بہ افراط آن بیست و هفت قسم را بیابد این نوشت صرف برائے شان و شوکت خود نہ نوشتہ ام بلکہ ادائے شکر حق جل شانہ ادا می نمایم کہ همچو من بے سرو پا را این نعمت عطا کردہ کہ بہ کسے مرحمت نہ فرمودہ بموجب این تفصیل —

(۱) قصیدہ (۲) مثنوی (۳) مرثیہ (۴) سلام (۵) غزل (۶) رباعی (۷) قطعہ
(۸) فرد (۸) تاریخ (۱۰) پہیلی (۱۱) واسوخت (۱۲) منقبت (۱۳) کبت
(۱۴) دوهرہ (۱۵) ترجیع بند (۱۶) ترکیب بند (۱۷) مسدس (۱۸) مخمس
(۱۹) مربع (۲۰) مثلث (۲۱) بحر طویل(۱) (۲۲) مستزاد (۲۳) ملمعہ (۲۴) صنائع بدائع

---

(۱) بحر طویل قلمی نسخہ مین "تویل" ہے

(٢٥) تضمین (٢٦) قطعه بند (٢٧) شهر آشوب

و در هفده زبان دیوان نظم کرده نام آن "مجموعه رنگین" نهاده ام در هفده زبان هم کسے (ـــ) شعر نه گفته آن دیوان مجموعه رنگین اگر کسے مطالعه کند احجان کند بموجب این تفصیل ـ

(١) عربی (٢) ترکی (٣) فارسی (۴) پشتو (۵) هندی (٦) مارواڑی (٧) بھاکھا (٨) پوربی (٩) دکھنی (١٠) هزل (١١) برج (١٢) هندی فرنگی (١٣) هندی کشمیری نو آمد (١۴) هندی افغان بچه ها (١۵) پنجابی کھترانی ها (١٦) اردوئے بیگمات

(١٧) پنجابی پچاده ها یعنی دهقانی ـ

نیز در یازده بحر بقدر چهل و دو مثنوی که بقدر بیست هزار شعر دارند نظم کرده ام در تصوف و ظرافت و معاد و معاش و علم مجلس و خطوط نویسی کسے در یازده بحر مثنوی ها هم نه گفته مگر حضرت جامی در هفت بحر مثنوی گفته اند دیگرے در هفت بحر هم نه گفته پانصد. شش حکایت عجیب عجیب نظم کرده ام ـ"

ایک ایک دو دو فن مین استاد کامل مشهور هوئے هین مثلاً فارسی مین خاقانی ـ انوری اور عرفی اهلی شیرازی نے قصیده مین نام پیدا کیا ـ حضرت فرید الدین عطار ـ مولوی روم ـ مولانا جامی اور مثنوی گوئی مین اپنا ثانی نهین رکھتے ـ فردوسی ـ نظامی ـ مرزا رفیع باذل صاحب حمله حیدری در شاهنامه گوئی بے نظیر اند ـ حضرت ابوسعید ابوالخیر ـ عمر خیام رباعی مین بے بدل هین ـ سعدی ـ حافظ شیراز ـ مرزا محمد علی صائب ـ غنی کشمیری ـ بابا فغانی ـ ظهوری ـ نظیری ـ شیخ علی حزین ـ مرزا قتیل ـ نور العین واقف وغیره غزل گوئی مین اپنا همتا نهین رکھتے ـ خسرو دهلوی صنائع بدائع گوئی مین مشهور هین هندی زبان مین رفیع سودا قصیده گوئی مین مشهور هین ـ میر حسن مثنوی گوئی مین حضرت خواجه میر درد صاحب رباعی گوئی مین ـ میر سوز قطعه گوئی مین ـ میر فیضه همشیره زاده میر تقی واسوخت گوئی مین ـ میر مستحسن خلیق ـ گدا ـ شیخ احسان ـ سکندر ـ مسکین اور خادم مرثیه اور سلام گوئی مین ـ میان غلام علی شاه غلامی مخمس گوئی مین ـ میر تقی ـ انشا الله خان ـ میان جرات ـ مصحفی ـ نصیر صاحب ـ شیخ ناسخ صاحب غزل گوئی مین لیکن انشا الله خان صنائع بدائع گوئی مین بهت خاص دستگاه رکھتے هین ـ

مین نے ستائیس کی ستائیس قسمون مین به افراط شعر گوئی کی هے اور یه شاعری عوام و خواص نے پسند کی هے ۔

ستائیس کی ستائیس قسمون کے نمونے اس دیوان مین موجود هین چنانچه قصیده ٔ فارسی به طرز خاقانی در تعریف حضرت برادر صاحب قبله و کعبه نواب صوفی اللّٰه یار بیگ خان معتقد الدوله شهامت جنگ جانشین حضرت صوفی آبادانی صاحب قدس سرهٗ ۵۲ شعر پر مشتمل هے ۔

بنده ٔ خاص کبریائی تو — فخر مردان پارسائی تو
واقف مظهر خدائی تو — بے شك و شبه زاو لیائی تو
هر مکان را مکین بود لائق — مسند فقر را سزائے تو
بود سید حسن رسول نما — سالکان را خدا نمائے تو
بره راست ره نما گردد — گرهے را که رهنمائے تو
فیض عامت بهر طرف جاریست — غافل از حال ما جرائی تو
بر مسم اند کے زن اکسیرے — من مس و قبله کیمیائی تو
در نظمے که سفته رنگین — ذی حق و مورد صلائے تو

صوفی اللّٰه یار بیگ کے متعلق حدیقه رنگین مین بھی اپنے خیالات کا اظهار اسطرح کیا هے ۔

بنده ٔ خاص که باقے تو — فخر مردان پارسائے تو
حامی دین مصطفائے تو — واقف بهتر مرتضائے تو
صوفی اللّٰه یار نام تو هست — بانی و موجد عطائے تو
رشك دار الشفاست ما ولیت — درد هر درد را دوائے تو
پیشوائے تو پیشوان (۱) را — پیشوائے چه پیشوائے تو
بهر امرزش گنهگاران — دائما دست بر دعائے تو

نه کنی جز رضائے من کارے   زانکه خود طالع رضائے تو

پایهٔ تست از فلك برتر   چه قدر کردهٔ رسائے تو

هر مکان را مکین بود لائق   مسند فقر را سزائے تو

گمرهان از تو رهنما گشتند   ثانیِ خضر رهنمائے تو

نکشاید بنا خن تدبیر   عقدهٔ را که می کشائی تو

این ز آثار ظاهرت پیداست   خانهٔ شرع را بنائے تو

همه شاهان گدائے خاك درت   بوالعجب شاه را گدائے تو

(1)
بوقوبش دگر نگردد دیر   مقصد را که مدعائے تو   (مقصدے ۴)

بر سر بے کسان و محتاجان   بهتر از سایهٔ همائے تو

در حضور تو مطلع ثانی   بکم عرض کو چه جائے تو

اسکے بعد مطلع ثانی هے جسمین اکیس شعر هین جنهوں سے چند اشعار درج ذیل هین ـ   (اُن میں سے)

وصل در ذات کبریائے تو   زان در اندیشه می نیائے تو

واقف از مظهر خدائے تو   بے شك وبے شبه روبائے تو   (بے شک و شبہہ ۴ ؟)

بود سید حسن رسول نما   سالکان را خدا نمائے تو

حاجتے دارم از جفائے فلك   حاجتم را روا نمائے تو

[دُر نظمیکه سفتهٔ رنگین   ذی حق و مورد صلائے تو]

کرده کلك تو در فشانی ها
واقعی لائق عطائے تو

---

(1) بوقوعش

(۲) یہ شعر مطلع اول میں بھی آیا ہے

قصیدہ در ہندی بہ طرز انوری در ہفت زبان بتوصیف ٹیپو شاہ پسر حیدر نایک مالک مدراج — ٤٧ شعر پر مشتمل ہے —

کیون نہ شاہان جہان سے ہوئے تجھکو برتری — ہے جبین سے آشکارا تیری شان حیدری

سا (؟) صفحہ ہستی پہ تجھ سے دوسرا بنتا نہین — کلک نقاش ازل کرتی ہے گو صنعت گری

ایک دن آیا تھا گستاخانہ تیرے سامنے — ابتلک اندام پر خورشید کے ہے تھر تھری

آج جو حشمت تجھے ہے وہ سکندر کو نہ تھی — ہے بجا فغفور چین تیری کرے گر چاکری

چاہئیے کنگ فرنگ اپنے کو سمجھے وہ کوش — تیرے دروازہ پہ جو ہوئے تلنگا سنتری

اور اس ثروت پہ تیرے عدل کا عالم یہ ہے — شیر سے ہرگز نہین ڈرتی ہے بکری بربری

ہوکے حاضر شاہ ٹیپو سے کرون جا کر یہ عرض — وصف تیرا کیا لکھے رنگین بقول انوری

ختم شد بر تو سخاوت بر من مسکین سخن — چون شجاعت بر علی بر مصطفی پیغمبری

قصیدہ بہ ہندی در توصیف امیرالدولہ نواب امیر خان بہادر بہ طریق مرزا رفیع سودا — ٨٠ شعر پر مشتمل ہے

عارضی (؟) داغ عشق عارض کرتا ہے ہر دل کو سیاہ — دھو نہین سکتا کلف کو چہرہ روشن سے ماہ

گر لباس ظاہری سے زنگ باطل دور ہو — چاہئیے ہوئے نہ دود شمع کافوری سیاہ

اپنی عزلت گاہ سے ہرگز قدم باہر نہ رکھ — کم ہوئی یوسف کی قیمت چھوڑ کر زندان چاہ

جسم مین ہوتا ہے رعشہ ہر ضعیف و پیر کے — ہر سحر فانوس مین کانپے ہے شمع صبحگاہ

ہو گواہان لباسی کی شہادت کب درست — ماہ کنعانی کا ہوئے چاک پیراہن گواہ

کب سبک باروں سے بارِ یک سرِ مو اٹھ سکے — چشم کی پرواز کو ہوتا ہے سنگ برگ کاہ

مین نہین کرتا شکایت گردش ایام سے — پر لگا تا سنگ ہون تیغ زبان کو گاہ گاہ

لکھ قصیدہ اس زمین مین ایک رنگین اور تو — مدح غایب لیکن اسمین پائے ایک ذرہ نہ راہ

اور ایسا ہو سراسر اسکی وہ تعریف مین — جسکے ہر یک شعر پر عرفی کے نکلے منہ سے واہ

لہ قلمی نسخے میں کاتب نے "عس" سے لکھا ہے۔

قصیدہ در اصطلاحات و محاورات زبان بیگمات شاہجہان آباد کہ بندہ ایجاد کردہ ریختی نام نہادہ در توصیف نوری شہزادہ یعنی جہان شاہ دریا صاحب بہ طرز ایجاد خود ــ ۵۲ شعر پر مشتمل ہے ــ

فلک کُے ہاتھ سے آتا یہ ناک مین ہے دم　　　کہ کھا کے سوہون کچھ جی مین ہے علی کی قسم

یہ بیر باند ھے ہے اب مجھ سے اس کمینہ نے　　　کہ ہوسکے ہے بیان وہ نہ ہو سکے ہے رقم

مین اپنی جان سے بھی اب تو تنگ آئی ہون　　　اذیتین مجھے لاکھون ہین اس سے بلک پدم

یہ ہاتھ اٹھاتا نہین مجھ سے مین نے قدرے کی ــ ہے ایسا ڈھیٹھ کہ ہوتا ہے خوش یہ کرکے ستم

زبان تو ایک ہے کس کس کا مین کرون شکوہ　　　ادھر ہے ساس کا دکھ اور ادھر ہے نند کا غم

کہین تو آتو جی بیٹھی ہین بیر دوڑاتی　　　کہین پکار کے ہین تا نتی بڑی بیگم

(پڑھانے والی)　(موکل)　　　(گھڑکتی)　(تانتی)

دوم مثنوی فارسی بطرز حضرت مولوی روم و بیان حکایات در تصوف و بطرز میر حسن بہ ہندی و طرز ایجاد خود در زبان اردوئے معلائے شاہجہان آباد ــ ۶۰۰ شعر پر مشتمل ہے ــ

فارسی ــ

یا اللہ العالمین رب الجلیل　　　برتری و بہتری از قال و قیل

قطرہ را گوہر نمودی در صدف　　　بر فلک انجم کشیدی صف لصیف

طوق لا لعنت یافت از تو آن یکے　　　بر خلافت شد مقام دیگے

تو عطا کردی شکر در نیشکر　　　تا کسے را میخوراند کے شکر

از تو برپا شد زمین و آسمان　　　از تو رنگا رنگ شد خلق جہان

مثنوی در ہندی بطرز حضرت فرید الدین عطار در تصوف و حکایت در حکایت گرہ پا ہمد گر بعد بیان مدعا این قید در تمام مثنوی است ہر گاہ این عمل ایجاد شد ازین سبب نام آن " ایجاد رنگین " است ــ مشتمل بہ ہزار شعر ــ

حمد ہوسکی ہے کب اس پاک کی — پاک کی جسنے یہ صورت خاک کی

سوخت ہون جس جا ملائک کے بھی پر — اس جگہ مین کردیا اسکا گزر

یہان تلک رتبہ دیا اس خاک کو — کردیا فرمان مین ہفت افلاک کو

پھر نفخته فیه فرمایا اسے — جز بشر یہ حکم آیا ہے کسے

صانع قدرت نے جسد م کی رقم — صفحہ تقدیر پر لیکر قلم

کن کے کہتے جس گھڑی بنیاد کی — صورت کون و مکان ایجاد کی

بے ستون کیا افلاک کو — اور پانی پر بچھایا خاک کو

پھر بگڑنے جب لگا وہ رنگ فرش — کوہ کے اس پر رکھے تب سنگ فرش

مثنوی در تجنیس قافیه در هندی بطرز اهلی شیرازی به پند و نصیحت نظم شده ـ مشتمل بر چار صد شعر

اهلی شیرازی کی مثنوی "سحر حلال" ہے ـ

حمد اسے کہہ جو کہ ہے جان آفرین (۱) — تا کہین سب تجھکو ایجان آفرین (۲)

آوے پھر جس وقت باری نعت کی (۳) — نظم ہو مقبول باری نعت کی (۴)

مدح کہنے مین نہ ہو لاچار یار (۵) — تو مدد کو اپنی اب لاچار یار (۶)

جسقدر اصحاب ہین اسکے تمام (۷) — انہین جو کم ہے وہ ہے مرد تمام (۸)

کام رکھ ان سے اور اسکی آل سے (۹) — تا ترا منہہ سرخ ہوئے آل سے (۱۰)

مثنوی در هندی بطرز میر حسن در جواب بے نظیر و بدر منیر که انتهائے مثنوی گو نیست نظم شده ـ
هزار شعر دارد ـ

---

(۱) رب العالمین (۲) اے شخص (۳) نوبت (۴) پروردگار (۵) مجبور
(٦) چار خلیفه (۷) سب (۸) کامل (۹) چہرہ (۱۰) رنگ گل

لکھون پہلے حمد اپنے معبود کی   بنا جس سے ہے بود و نابود کی

ولے سوچ ہے یہ کہ حمد خدا   زبان بشر سے ہو کیونکر ادا

مگر پھر یہ آتا ہے جی مین خیال   کہ خالق کے آگے نہین کچھ مجال

بیان حمد مجھ سے تو کب ہوسکے   ولے وہ جو چاہے تو سب ہوسکے

اگر چاہے وہ میرا پروردگار   تو آنے لگے شاخ آہو مین بار

جو وہ قدرت اپنی ہویدا کرے   تو ہر سنگ مین لعل پیدا کرے

اگر چاہے وہ خالق جزو کل   تو مہکے ہر ایک خار سے بوئے گل

مثنوی بد ہو گل فروش و وزیرن سبزی فروش یعنی کنجڑن کہ ہر دو خود ہا را در چاہ انداختہ مردند و این معاملہ در شاہجہان آباد بروئے چشم خود گذشتہ در پانصد شعر نظم شدہ۔

الہی چاہ کی اس دل کو دے چاہ   بتادے چاہ کی سیدھی اسے راہ

کہ تا یہ چاہ کر تجھکو سراہے   ترے بن اور کو مطلق نہ چاہے

زبان پر لئے جب چاہت کا یہ نام   بخیر آغاز سے ہو اسکا انجام

لیئے (بہ لیوے)

اسے کر عشق سے اپنے یہ مختار   کہ تجھ بن اسکا ہو کوئی نہ دمساز

مکان عشق از بس لامکان ہے   رسائی عشق تک اسکی کہان ہے

فلک سے عشق کا پایہ ہے برتر   رسائی عشق تک اسکی ہو کیونکر

اسے کر عشق کے معنی سے آگاہ   کہ رستہ چاہ کا سمجھے یہ گمراہ

اسے ایسا کر اپنا عاشق زار   کہ ہو تیرے سوا پھر کچھ نہ درکار

نہین بن عشق لذت زندگی کی   بن اسکے زیست ہے شرمندگی کی

بغیر از عشق کے سب شے ہے فانی   یہ سچ ہے اور باقی ہے کہانی

مثنوی بطرز مولوی جامی در بیان حکایات عجیب و غریب نظم شدہ از انجملہ است ـ اشعار کی تعداد نہیں لکھی ـ

بادشاہ ایک نہایت تھا رحیم — حق نے تھا اسکو دیا خلق عظیم

حال مجنون سے ہوا وہ آگاہ — کہ ہوا پیچھے وہ لیلی کے تباہ

اشتیاق اسکو ہوا لیلی کا — ایک دن اسکو بلا کر دیکھا

بسکہ خوب اسکی نہ تھی کچھ صورت — [نادرست] ھمیشہ کو نہ ہوئی کچھ رغبت

بادشہ نے یہ کیا اس سے سوال — قیس ہے تیری ہی خاطر بے حال

تجھ سے کیا اور نہیں ہے پیدا — اسقدر کیون ہے وہ تجھ پر شیدا

بادشہ سے یہ سخن سنکر شتاب — دیا لیلی نے الٹ کر یہ جواب

تزنی بار دگر حرف جنون — بینیم گر تو بچشم مجنون

جسے الفت ہے جس سے اے رنگین — اس سے ہی دل کو ہے اسکے تسکین

مثنوی در ہندی بطرز نادرات در پند و نصیحت کہ یک مصرع سادہ و در مصرع دوم دستان ہندی یعنی کہاوت کہ در روز مرہ بر زبان ہریے بر موقع تقریر می آید ـ شش صد شعر دارد ـ

بسم اللہ کو پہلے لکھ کر — لکھ اے رنگین نعت پیمبر

پھر لکھ مدح چہار خلیفہ — تھے جو نبی کے یار خلیفہ

کہہ کے مناقب آل نبی کا — بن تو محب اولاد علی کا

پھر آگے خاموش نہ رہنا — مثنویاں ایک یہی تو کہنا

ڈول ان کا پھر کچھ ایسا ہو — ایک سے ایک کی طرز جدا ہو

اسم بھی ماتھ آیا تیرے ڈھب کا — نام ملت ہوان سب کا

اٹھا گھ کی نہ بھاری بہنگی   سونے سے ہے کمڑاون مہنگی (1)

کر کچھ اب جا پاوے اس دن   تیل نکلتا کب ہے جلون بن (1)

مت کما رزق کی خاطر چکر   شکر خورے کو ملتی ہے شکر (1)

دنیا کی سب شے ہے فانی   کس برتے پر تتا پانی (1)

سوم مرثیہ بطرز میر مستحسین صاحب خلیق خلف الرشید میر حسن صاحب شش مصراعی —

ایک راوی سے سنا ہے کہ جناب سرور   کر گئے جس گھڑی اس عالم فانی سے سفر

حضرت فاطمہ جب کھول کے ہاتھون سے سر — دمبدم کہتی فلک سے تھین یہی آٹھین پہر

بعد مردن ز جفائے تو اگر یاد کنم

از کفن دست برون آرم و فریاد کنم

مرثیہ بطرز سکندر چار مصراعی —

ہے روایت یون کہ ہوکر شہ مدینے سے روان   لائے [جو] دشت کربلا مین اپنا سارا خاندان

ظلم جو گزرا انھون پر کیا کرون اسکا بیان   بوند بھر پانی کو ترسائے تھے انکو ظالمان

چہارم

سلام بطرز شیخ احسان صاحب و خاندہ وغیرہ بطور غزل دو مصراعی —

مدام جھک کے یہ کرتا فلک ہے جسکو سلام   وہی امام ہے کیسا امام ابن امام

پنجم

غزل بطور سعدی و حافظ و بابا فغانی و نورالعین واقف و مرزا قتیل وھندی بطرز میر تقی و انشا اللہ خان و جرأت و مصحفی و جہان نصیر و شیخ ناسخ غزل فارسی بطرز مرزا صائب —

---

(1) کہاوت

اگر صاف است آئینه رخ دلبر شود پیدا — که تا صیقل نگردد تیغ کے جوہر شود پیدا

دلے سوخت در هجریان بر نشگفتر هر گز — مخور بیہودہ غم کے گل زخاکستر شود پیدا

براه عاشقی در عین ویرانیست آبادی — درین منزل گر از تن سر رود افسر شود پیدا

غزل بطرز سعدی —

بر توی ساخته مفتون شده ام — نیستم قیس کو مجنون شده ام

وصل چون گشت بدریائے محیط — قطره دانست که جیحون شده ام

غزل بطرز بابا فغانی —

دوست یکسو خود ز دشمن کین نمی خواهیم ما — خاطرے از ما برنجد این نمی خواهیم ما

کوچه دلدا مارا بهر آسایش بس است — کشور ایران و ملک چین نمی خواهیم ما

خوده باد اے زاهد و راهب که از روز ازل — بندۂ عشق ایم کفر و دین نمی خواهیم ما

غزل بطرز حافظ —

شنیدم ساقی کوثر توئی الطفه دلها — دمے آبی که مستم تشنه ام اے حلال مشکل ها

سرت گردم بیا و سیر وو کیه قربان کن — که ایر قصد بشکل مرغ بسمل نیم بسملها

غزل بطرز نورالعین واقف —

حال دل شرح زبانی چه کم — چه کم دشمن جانی چه کم

در توان بوته[(1)] بود اے غنچه — تو اگر تنگ دهانی چه کم

از برم دل به نگاهے بردی — بار سوم نگرانی چه کم

---

(۱) بوته

غزل بطرز میر تقی —

پری ہونا ہے آسان اور پری سے حور ہوجانا   ولے مشکل ہے تجھ سا او بت مغرور ہوجانا

یہی گر ہجر کا غم ہے تو دن اور رات رو رو کر   عجب کیا ہے ترا اے چشم تر ناسور ہوجانا

کبھی شاید وہ آنکلے عیادت کے بہانے سے   مجھے بھاتا ہے اپنا اسلئے رنجور ہوجانا

تڑپنے مین پڑین چھینٹین مبادا تجھ پر او قاتل — لگا کر تیغ میرے پاس سے تو دور ہوجانا

مرا وہ رشک مہر جسوقت بیٹھے آکے محفل مین   تو بس اس وقت پھر اے شمع تو کافور ہوجانا

اگر اسکو نشہ ہوگا تو بس مین مرہی جاؤنگا   مرے حق مین ہے سم اس چشم کا مخمور ہوجانا

ہمیشہ مری آنکھین بن گئین دو لاب اشکون سے   کبھی خالی انہین ہونا کبھی معمور ہوجانا

نہ نکلے زور سے جو کام وہ زر سے نکلتا ہے   بڑا ہی قہر ہے عاشق کا بے مقدور ہوجانا

قسم ہے ایک عالم کو رولا دیتا ہے اے رنگین   وہ اسکی جھڑکیان کھا کر ترا مجبور ہوجانا

غزل بطرز مصحفی —

شراب پی لب جو بیٹھکر سحاب کے دن   کہ تیری اٹھتی جوانی ہے اور شباب کے دن

یہی تو غم ہے کہ نکلے گی کب ہوس دل کی   پھرینگے دیکھین کب اس خانمان خراب کے دن

نکل گیا تیرا بل صاف حسن یار کے ساتھ   کہان وہ اب ترے اے زلف پیچ و تاب کے دن

جفا و جور و ستم بے شمار ہین اسکے   الہی کچھ نہ حساب اس سے ہو حساب کے دن

غزل بطرز جرات —

جب وہ دوڑا تیغ مجھ پر دو دھارا کھینچکر   ہاتھ تب ہمدم نے اپنے سر پہ مارا کھینچکر

بن سکا جب دُر نہ اسکے گوش کا بہزاد سے   رہ گیا تب پاس منہ کے ایک تارا کھینچکر

کیا کشش دلکی غضب ہے حضرت یوسف کو جو   ہر سر بازار لائی آشکارا کھینچکر

کھلگئے ٹانکے رقیبون کے جو تیہی جراح نے   زخم سینہ سے مرے پھاہا اتارا کھینچکر

سنگدل مین نے کہا جب اسکو تب اس شوخ نے   مارا چھاتی مین مے ایک سنگ خارا کھینچکر
ہاتھ دامن کو لگا میرا تو وہ کہنے لگے   پھاڑ ڈالا تو نے کیون دامن ہمارا کھینچکر

غزل بطرز انشا —

دیکھ لو یارو کوئی دن زندگانی کا مزا   پھر کہان یہ ولولے اور نوجوانی کا مزا
اپنے ایک چھلے کا گل دیکر وہ میرے ہاتھ پر — جل کے بولے یاد رکھنا اس نشانی کا مزا
کان دھرکو سن لو میری آج ساری سرگذشت — تم اٹھاؤگے بہت سا اس کہانی کا مزا
جو لکھا تھا اسنے وہ تو پڑھ لیا اے نامہ بر   اب یہ جیبین ہے چکھین حرف زبانی کا مزا
عمر کھوئی ہجر مین آخر کو وصل اوسے ہوئی   ہمنے مر مرکر اٹھایا زندگانی کا مزا
گاہ وہ آواز بلبل پر رکھے ہرگز نہ کان   جسکو پڑ جاوے ہماری شعر خوانی کا مزا
پوچھ مت احوال رنگین کا اوسکی اب ہجر مین   ہن تے کھانے کی لذت ہے نہ پانی کا مزا

غزل بطرز شیخ ناسخ —

پھر خیال اپنا گریبان کیطرف آنے لگا   پھر جنون کچھ کچھ مجھے تعلیم فرمانے لگا
پھر لگا رہنے تصور اسکا انکھون مین مرے   پھر دل اپنا بات سے ناصح کی گھبرانے لگا
پھر لگا دلکو مے بھانے اکیلا بیٹھنا   پھر مین چپ جون بلبل تصویر رہ جانے لگا
پھر سر کے پاس سے میرے لگا ناموس و ننگ — پھر نئے سر سے محبت کا مزا آنے لگا
پھر لگا مین یاد کرنے زلف عنبر فام کو   پھر خط سبز اسکا باغ سبز دکھلانے لگا
پھر لگا مین مشق کرنے نالہ و فریاد کی   پھر لگا مین بھرنے آہین پھر مین چلانے لگا
پھر مجھے یلدا آنے / وحشت کی باتون سے ہوئی دلبستگی — پھر مین سودائی سر بازار کہلانے لگا
پھر مجھے یاد آنے اسکے بال وہ بکھرے ہوئے — پھر ہر ایک مو سے مین اپنے دلکو الجھانے لگا
پھر لگا آنے مجھے دھیان اسکی چشم مست کا — پھر مین بے خود ہوکے صحرا کیطرف جانے لگا

پھر مجھے بھانے لگا چھاتی کا ہر دم کوٹنا　　پھر مین اپنے سر کو دیواروں سے ٹکرانے لگا

پھر لگا مین خون دلکو اپنے پینے تھے کیطرح　　پھر گزک کے بدلے لخت دلکو مین کھانے لگا

پھر لگی یاد آنے مجھکو اسکی وہ چھڑیون کی مار — پھر وہ گال اسکی چٹکیون کی یاد دلوانے لگا

پھر غزل کہنے لگا رنگین مین اپنے حسب حال　　پھر غزل کی رکھکے تانین آپ مین گانے لگا

ششم رباعی ھائے فارسی بطرز ابوسعید ابوالخیر و عمر خیام و امیر خسرو و در ھندی بطرز خود رباعی ہم

بطرز ابوسعید —

چشمے دارم کہ صد تماشا ست درو　　اشکے دارم کہ موج دریاست درو

رنگین دارم دلے پر از خون جگر　　یک سر دارم ہزار سود است درو

رباعی ھندی بطرز ابوسعید ابوالخیر —

رنگین تجھ سے ہو گر ملاقی ساقی　　تو کہیو پلادے لا کے باقی ساقی

اس ابر و ھوا مین بن تیرے رو رو کو　　کوئی کہتک پکارے ساقی ساقی

رباعی ھندی بطرز عمر خیام —

غم مرنے کا دمبدم کرے کسکی بلا　　اندیشہ بیش و کم کرے کسکی بلا

ھے آخر کار سب کو مرنا رنگین　　آخر تو فنا ھے غم کرے کسکی بلا

رنگین لازم یہی ھے غم ہی نہ رہے　　کچھ تجھکو خیال بیش و کم ہی نہ رہے

آخر تو جہان مین کوئی رہنے کا نہین　　پھر غم کا ہیکا جبکہ ہم ہی نہ رہے

رباعی فارسی بطرز عمر خیام —

در کعبہ گذر و گر بدیر است ترا　　الفت با دوست یا بغیر است ترا

رنگین گر با کہ براہے داری　　البتہ کہ عاقبت بخیر است ترا

رباعی در هندی بطرز خود —

رنگین تو تھے اپنی مغرور تھے ہم   اور خلق کے نزدیک بہت دور تھے ہم
پر آخر کار خوب جو غور کیا   مجبور تھے اور سخت مجبور تھے ہم

توصیف میں پنجتن کے رنگین ہی سخن   مضمون گذرا نیا یہ جی میں (فورن)
یعنی وہ جو کہ ہے ید قدرت حق   اس ہاتھ کی انگلیاں یہ پانچوں تن

ختم قطعات در فارسی بطور سعدی و انوری و در هندی بطرز میر سوز صاحب و طرز خود —

بطرز سعدی —

گفت در خلوتی زنی با شوہر   که ز وصلم چو سیر می آئی
می شوی از کار روز سفر   چقدر ها که دیر می آئی

بطرز انوری در هزل —

دست بردم بہ ریش اے رنگین   هر کرا در دل آرزو کردم
چو بدیدم که می نہد پہلو   برده در خلوتش فرو کردم

قطعه در هندی بطرز میر سوز —

روٹھ کر میں جو اٹھ چلا گھر کو   ہو کے وہ بیقرار دوڑے آئے
لگ کے چھاتی سے یوں کہا رنگین   میں منہ کرے جو آگے جائیے

میں خفا ہو کے جب اٹھا رنگین   جی میں کچھ سوچ کر وہ ہو کے کھڑے
گد گدی کر کے یوں لگے کہنے   میں پہلے اگر تو هنس نه پڑے

قطعه بطرز خود ریختی —

مجھے دیکھا جو دروازے ہو رنگین ٭ کہا یہ دیر سے یہان کیون کھڑا ہے
لڑاتا ہے ہوا جس تس سے آنکھین اسے بے طرح یہ لپکا پڑا ہے

ہولی سن سن وہ شعر رنگین کے نوج تجھ سے کسی کی لاگ لگے
جو چلے تیرے قتل کرتے ہین اس تری گفتگو کو آگ لگے

ہشتم فردیات بطرز غنی کشمیری و سعدی و حافظ شیراز و ظہوری و نظیری و طرز خود ـ

طرز غنی ـ

کشت غیر را قاتل خون من بجوش آمد آہ سر کشید از دل نالہ در خروش آمد

طرز ظہوری ـ آتش عشق کہ در جان من است ـ نورچشم دل سوزان من است

طرز نظیری ـ آن بت بیگانہ دوست یار بچونمن کس است ـ دم زدن در عشق اوکار بچونمن کس است

بطرز سعدی ـ در تلاش تو بسے گردیدہ ـ دیدہ چون کشتی طوفان دیدہ

" " ـ باغمش اے ہجر بسازیم ما غمزہ مکن کشتہ نازیم ما

طرز حافظ ـ برگزیدن از تو دوری مشکل است صبر در امر ضروری مشکل است

طرز صائب ـ کمال حسن را آخر زوال است کہے بدراست مہہ گاہے ہلال است

طرز نورالعین ـ غمزہ ہا بر سر خاکم کردی زندہ کردی و ہلاکم کردی

جلتے ہین
طرز خود ہندی ـ یہان تو سینہ مین اس دل کے داغ جلتے ہین ـ وہان گھر اسکے مین گھی کے چراغ

" " ـ دل دیا جب اور کو تب تم بھی دکھ پانے لگے ـ پھول سے نفرت تھی یا گل ہاتھ پر کھانے لگے ـ

طرز مصحفی ـ جو نالہ رات کو لب سے نہ ہٹگیا ہوتا ـ تو ساتھ آہ کے سینہ بھی پھٹ گیا ہوتا

" " ـ تو جو کہتا ہے کہ گھر جائینگے ہم تیرا کیا جائیگا مر جائینگے ہم

طرز میر ـ بہار گلرخان پر اب جو رنگین دھیان جاتا ہے ـ تو حسرت کیون نہ آوے موسم اپنا یاد آتا ہے

طرز انشا‌ء — کھول کے باغ میں نجا اپنے قبا کے بند کو — شکرہے شکر خدا سے مگر غنچوں کے بند بند کو

" — دنیا میں اسکے مجھکو زیست سے تو تنگ لائیگا — ابھی کیا ہے ابھی تو آگے آگے رنگ لائیگا

بہم تاریخ کہ همه استادان به انواع گفته اند و نوشته اند چند تاریخ بطرز خود نوشته می شود از انجمله

تاریخ سیند هیا والحشه که از جے پور شکست خورده بود و اتفاق که از یک پالنگ بود —

لشکر سیند هیا جو شد برباد   از طفیل نبی و فضل خدا

سال غارت بجستم از هاتف   گفت تاریخ غارت بے پا   غار ۱۲۱ ‏(۱۳۰۱)

تاریخ مسجد که حضرت برادر صاحب و قبله و کعبه معتقد الدوله نواب صوفی اللهیار بیگ خان شهامت جنگ

رومی در شاهجهان آباد تعمیر کنانیده بودند —

صوفی اللهیار رومی   درهمت وجوه بے عدیل است

نامش سعادت است روشن   ذاتش بهمه صفت جمیل است

تعمیر بحکم قابش یافت   مسجد که مقدس و جلیل است

تاریخ بناش دوش رنگین   فرموده که کعبه خلیل است   کعبه خلیل است ۱۲۲۸

تاریخ نورچشمی محمدی بیگم —

ہوگئی جب محمدی بیگم   کھا گئے سر سام سے قضا کی تیغ

تو وہیں جان کا نکال کے جی   قابض روح نے کہا کہ دریغ   دریغ ۱۲۱۴

دهم ترجیع بند از هر شعر که شروع بند است باز همون شعر آخر بند است —

بطرز خود — بند اول —

اے دلبر و دل بیگانه   وے فتنه و فتنه زمانه

در حیرتم این چرا کم و بیش   با من سر الفت است یا نه

چون آه کنم که آتش دل　　از هر سر مو کشد زبانه

الشا نشود حدیث الفت　　روزانه بیا بیا شبانه

ترسم که دگر نیاید ش خواب　　گر سر بکنم ز خود فسانه

گردد دلِ جمع من پریشان　　تکلیف مده بزلف و شانه

مپسند که نیک و بد بسازند　　از تیر ملامتم نشانه

در هجر تو می طپید شب و روز　　مرغ دل من در آشیانه

چون تو در درد هر بے وفا است　　انصاف اگر کند زمانه

اے دل بطور دل بریگانه

وے فتنه و فتنه زمانه

یازدهم ترکیب بند یعنی در آخر هر بند شعر دیگری آمده باشد چنانچه بند اول —

بند اول —

روکش حسنت اگر چه حور بود　　نیست ممکن که بے قصور بود

دیده از دیدنت نگردد سیر　　گو تجلی کوه طور بود

شهرت نیست گوچه در هر ولے　　عاشقے همچو من ضرور بود

خاکساری بعاشق است ضرور　　طبع معشوق گو غیور بود

بر جفا صبر کردن اسان است　　گو به نزدیک عقل دور بود

طلب هجر تو نیارد زنهار　　مثل ایوب گو صبور بود

همچو رنگین بعشق نادان است　　مرد هر چند ذی شعور بود

هر کرا چشم دل بماه من است　　داند احوالم او گواه من است

دوازدهم مسدس شش مصراعی بطور قطعه بند بطرز خود در هندی زبان —

بند اول —

ایک دن سیر کو مین گھر سے جو نکلا ناگاہ — تو نظر پڑ گیا دلدار مجھے ایک دلخواہ

دیکھتے ہی اسے بس حال ہوا دلکا تباہ — مین نے بے ساختہ یہ شعر پڑھا بھر کر آہ

گرم ان روزون مین کچھ عشق کا بازار نہین

بیچتا دل کو ہون مین کوئی خریدار نہین

سن کے اس شعر کو یون کہنے لگا وہ خونخوار — کون ہے یہ اسے کیا زیست نہین ہے درکار

سر جُھکا اسکا کرون مار کے مین ایک تروار — کہہ کے بات یہ لگا تاکنے وہ آخرکار

میری گردن کیطرف اسکا جو نحس دھیان بندھا

مین یہ سمجھا کہ مرے قتل کا سامان بندھا

ڈرتے ڈرتے یہ کہا مین نے اسے او پیارے — تجھکو خونخوار سمجھتے ہین جہان مین سارے

مین بھی کچھ مال ہون تو مجھ پہ یہ غصہ کھا رے — آگے ہی مین تو ہوا جاتا ہون ڈر کے مارے

کھینچ تروار کو مت میرے ڈرانے کیلئے

انکھڑیان بس ہین تری آنکھ دکھانے کیلئے

ہجر کے غم نے کیا ہے مجھے ایسا فانی — کہ میری شکل نہین جاتی ہے اب پہچانی

میری تصویر ہے منظور اگر کھچوانی — تو مصور سے کھچا اسکو تو یون اے جانی

طوق گردن مین ہو اور پاؤن مین زنجیر کھنچے

تیرے دیوانے کے یون چاہئیے تصویر کھنچے

شعلہ خو بسکہ مرے دلکو ترے دل سے ہے لاگ — تو یکایک ہے اٹھا رات کو مین نیند سے جاگ

یاد مین تیری لگا گانے جو دیپک کا راگ — یک بیک دل سے اُٹھی میرے بھڑک عشق کی آگ

شمع سان ہجر مین سارا سروسامان جلا

اشک آنکھون سے بہہ گرم آئے کہ دامان جلا

آگیا شب مرے قابو مین جو وہ زہرہ جبین — ہاتھا پائی کیلئے اسے مین لپٹا وہین

لات جو اسنے چلائی تو کہا مین نے نہین — اسمین کچھ شک نہین سچ ہے یہ بقول رنگین

تجھ سے وہ لگ چلے کھائے ہو جسے لات کوئی

ہاتھ کسطرح لگاوے تجھے ہیہات کوئی

سیزدہم مخمس یعنی پنج مصراعی بطرز حضرت شیخ سعدی غزل خود فارسی —

بند اول —

صد ظلم ز حد افزون کردی   سرگشتہ دشت جنون کردی

جون بودہ ہو اکنون چون کردی   اے عشق مرا مجنون کردی

بر لالہ رخان مفتون کردی

سنجیدہ رخت پریشانی   پوشاندہ لباس حیرانی

بدریدہ جیب ہمہ دانی   دوزیدہ قبائے عریانی

بر قامت من موزون کردی

بود است مرا یک رنج و نہ غم   جون الفت خوبان شد ہمدم

در چین شدائد درد و الم   از زلف بہ بستی دست دلم

پا بستہ بدام جنون کردی

از جور و جفا ما بیختیم   بازلف دوتا آویختیم

در خاک بخون آمیختیم   از خنجر غم خون ریختیم

گلگون کردی مفتون کردی

مرا تمنا است سوی نہ گل   نے رغبت فاختہ و بلبل

نہ ذوق کشیدن ساغر مل   جز خواہش وصل بتان بالکل (۱)

از سینہ من بیرون کردی

جنباندی رشتہ صد کین را   آزردی (آزردی) چون من مسکین را

اکنون تو بگو آن بیدین را   ہر قطرہ اشک رنگین را

سیحون کردی جیحون کردی

مخمس ہندی از غزل کلو حجام خاص تراش حضرت مولوی فخرالدین قدس سرہ بود و حجام تخلص میکرد و ناخواندہ ہیچدان در شاہجہان بود شعر خوب می گفت مخمس غزل او بطرز شاہ نظامی شاہ —

بند اول —

منہ سے یہ سنا ہے ہوئے سو یار تمھارے   ہیں یار کسی کے نہیں ہیں یار تمھارے

کیا جانیے وہ اب کیا ہوئے اقرار تمھارے   ہر دم نظر آتے ہیں نئے یار تمھارے

(۱) قلمی نسخہ میں ہی ایسا ہی

ہم جی چکے گر ہین یہی اطوار تمہارے

فرصت اگر ایک دم کی بھی دے تیغ مین گردون — اور جسکے کہ ہاتھون سے یہ دل ہے میرا پر خون
وہ روبرو آجائے تو اے قادر بیچون یہ جی مین تمنا ہے کہ ان آنکھون سے پوچھون

ہوتے نہین کسواسطے بیمار تمہارے

اپنے سرو سامان کا گلہ مجھ سے عبث ہے اور عشق مین نقصان کا گلہ مجھ سے عبث ہے
اس درد کے درمان کا گلہ مجھ سے عبث ہے اس ناوک کاوش مژگان کا گلہ مجھ سے عبث ہے

اے انکھون یہ ہوتے ہوئے ہین خار تمہارے

کسطرح چڑھے کوئی یہان نظرون مین اپنی آیا ہو صنم مجھ سا جہان نظرون مین اپنی
ہے نور یہ دونون مین عیان نظرون مین اپنی شمس مہر و خورشید کہان نظرون مین اپنی

جب تو یہان دیکھے ہین رخسار تمہارے

رنگین جو وہان رہتے ہین اب صبح سے تا شام یا اللہ سوا آپ کے کچھ انکو نہین کام
ہم کو نظر آتا ہے اس کام کا انجام اس شوخ کے کوچہ مین نجاؤ کرو حجام

ایکدن کہین چھن جائینگے ہتھیار تمہارے

چہارد ہم مربع یعنی چہار مصراعی فارسی بطرز خود از قول خود —

روز شب کار ما نیامد کاہے بہ کار ما نیامد
اے گل بحوار ما نیامد این مرگ بکار ما نیامد

بند دوم —

از خار گرفتہ تا خسے آہ جستم سراغ شان بسے آہ
رفتند بسے مگر کسے آہ از شہر و دیار ما نیامد

سوم —

با عشق فتاد کار در اصل بگذشت تمام عمر در فصل
ہیہات کہ بے خلل شب وصل در لیل و نہار ما نیامد

چہارم —

(اے باد صبا بہ بوند شوار جسپیدہ بسنگ و خشت و دیوار
بیماند بکوش اینقدر کار از مشت غبار ما نیامد

کل سات بند ہین

پانزدہ ہم مثلث یعنی سہ مصراعی از غزل نورالعین واقف بطرز نورالعین واقف فارسی —

بند اول — زاستاد غزل خوان محبت بہ طفلی در دبستان محبت

گرفتم یاد قرآن محبت

دوم — بہ گلشن روبروئے شاہد گل گلستان بوستان می خواند بلبل

کہ من بودم غزل خوان محبت

سوم — ز کویت با دوصد بیداد رفتم طپیدم سوختم برباد رفتم

چہا کردم بہ ہجران محبت

چہارم — تنہا احوال زارم را بیان کرد نہان از من دلش را مہربان کرد

ببین لطف نمایان محبت

کل سات بند ہین —

شانزدہ ہم مستزاد بطرز خواجہ میر درد صاحب قدس سرہ و طور خود —

رنگین کوشش مین تو نے تقصیر نہ کی — در عین شباب — وہ کام نہین کہ جسکی تدبیر نہ کی کردیکھ حساب — لیکن افسوس ہے کہ نادان تو نے — بے عقلی سے — کچھ خانہ آخرت کی تعمیر نہ کی ایخانہ خراب —

بجتے ہوئے جنکے آگے تاشے دیکھے — رنگین دن رات — نہلاتے ہوئے پھر انکے لاشے دیکھے آخر ہیہات — اب چاہئیے خلق آگے دیکھے ہمکو اور عبرت لے — ہمنے کیا کیا یہان تماشے دیکھے — کھو کر اوقات —

نیکی سے ہاتھ ہمنے دھویا — ہے یہ مشہور — اور تخم بدی کو کشت دل مین بویا — ہو کر مغرور جو عہد کر آئے تھے وہ ہم سے نہ نبھا — میثاق کے دن — افسوس کہ زندگی کو یون ہی کھویا — اے وائے شعور —

ہفدہ ہم ملمع بطرز حضرت امیر خسرو قدس سرہ کہ یک مصراع فارسی و دوم ہندی یعنی گنگا جمنی و قید تجنیس —

کسیرا یار یون کہتا ہے میرا کہ من اصلا نمی خواہم کسیرا ؎

؎ کسیرا فارسی یعنی کسی کو اور کسیرا یعنی برتن ساز جو دھاتین ملا کر برتن ڈھالتا ہے

فارسی تُمان یا ڈون میں
جامن

یہ باغ دہر میں پایم کجا من — کہ کھاؤں جھولیاں بھر بھر کے جامن

سہ ماہ و آم

مں گھہ زدل ہر خاص و ہر عام — کہ ہے گرمی میں میوہ خوب ہے آم

ہژدہم تضمین بطرز خود از اشعار مولوی روم و سعدی و مرزا رفیع سودا و انشا اللہ خان ـ

ایک کامل سے کیا میں نے سوال — مال کو چاہے ہے اپنا جی کمال
گفت چشم تنگ دنیا دار را — یا قناعت پر کند یا خاک گور
پس گر اے رنگین قناعت ہے نہیں — تو تو دنیا میں فراغت ہے نہیں
// [illegible] شکر کر حق نے دیا ہے تجھکو جو ـ صبر کر اور دل سے قانع اس پہ ہو
مثنوی میں وہ جو ہیں باب علوم — کہہ گئے ہیں سو وہ مولانائے روم
شکر نعمت نعمتت افزون کند — کفر نعمت از کفت بیرون کند
آہ تو تو شکر کرتا ہی نہیں — موت کے صدمہ سے ڈرتا ہی نہیں
شعر تجھ تک یہ نہیں پہنچا ہے کیا ـ سن سمجھکر مولوی کہتا ہے کیا
خواجہ پندارد کہ روزی او دہد — این نمی داند کہ روزی دہ دہد
سچ ہے اسمیں فرق کیا ہے دیکھ تو — مولوی صاحب نے فرمایا ہے جو
کاسہ چشم حریصان پر نشد — تا صدف قانع نشد پر در نشد
ختم کر اس مدعا پر لا کلام — مولوی نے یوں کہا ہے لا کلام
چون ازو گشتی ہمہ چیز از تو گشت — چون از او گشتی ہمہ چیز از تو گشت

تضمین مصراع سعدی ـ

سن لے رنگین بقول سعدی کے — یہی کہتے گئے ہیں سب کہ وہ
یعنی جو شخص ہوئے رشوت خوار — دہن سگ بہ لقمہ دوختہ بہ

تضمین شعر سعدی ـ

خدا نے مال دیا ہے جو تجھکو اے رنگین — تو شعر سعدی کا سنکر سمجھ لے اسکو ضرور
ذکات (۱) مال بدر کن کہ فضلہ رز را — چو باغبان ببرد بیشتر دہد انگور

---

(۱) زکوۃ

تضمین در غزل بطرز انوری — واهیات شعر ہے —

تضمین مصراع سودا —

اگر جو کوئی باغ جہان کی بہار مین
ایکدم بھی مثل باد صبا کے گذر کرے

رنگین بقول حضرت سودا خزان سے وہ
آخر برنگ گل ہو پریشان سفر کرے

تضمین شعر سعدی —

مین نے کہکر پانچ خنوبان تمام
پنجہ رنگین رکھا ہے انکا نام

پنجہ اس پنجے سے کر سکتا ہے کون
پنجہ اپنے خون سے بھر سکتا ہے کون

مجھکو ایک مضمون سعدی یاد ہے
ایک جگہ مین انکا یون ارشاد ہے

ہر کہ باتوانا و بازو پنجہ کرد (فولاد)
ساعد سیمین خود را رنجہ کرد

پھر جو بیتون کا کیا انکے شطر
شعر دس دس سو گئے پر پانچ بار

تضمین در غزل بطرز انوری بھی موجو ہے —

(بحش (۵))

نوزدہم قطعہ بند بدستور معمول در مقدمہ برادر عزیز از جان الٰہی (خان معروف

کہا ایک مہربان نے مجھ سے آکر
کہ تو اور کو جاتا ہے سنا ہے

خدا کے واسطے ہمکو بتادے
کہ وہان جانے سے حاصل تجھکو کیا ہے

برس دو بعد تو آیا ہے گھر مین
مہینہ بھر ہی دلی مین رہا ہے

کبھی ہے سرگذشت اپنی نہ تجھ سے
یہ ترا دکھ ہی کچھ ہمنے سنا ہے

نہین ہے تجھکو کچھ ہم سے محبت
ہمین اس بات کا تجھ سے گلا ہے

نہین چشم مروت تجھ مین رنگین
کہین کیا ہم غرض تو بیوفا ہے

عجب موقع یہ یاد آیا ہے اسوقت
کسی استاد نے مطلع کہا ہے

ترا دل ہی اگر ہم سے بھرا ہے
تو بہتر ہے ہمارا بھی خدا ہے

کہا مین نے الٰہی بخش خان وہان
شفیق و اشفق ایک بھائی مرا ہے

غش اس پہ مین ہون وہ مجھ پر ہے مفتون یہ میرا اور اسکا ماجرا ہے
کہ مین آہن تو مقناطیس ہے وہ جو مین کاہ تو وہ کہربا ہے
اسے جی چاہتا ہے جا کے دیکھون برس دو ایک سے وہ مجھ سے جدا ہے

اس قطعہ بند کے ۲۵ شعر ہین

آگے چلکر رنگین نے کہا ہے یہ الہی بخش کا ظاہر اور باطن ایک جیسا ہے ایسے لوگ کم ہوتے ہین

بیستم واسوخت بطرز میر فیض ہمشیرہ زادہ میر تقی صاحب در ہندی شش مصراعی ۔

بند اول ۔ اے فلک حال سے ایک ذرا ہوے ہو آگاہ اشقدر دیکھ ہوے در پئے ایذا مت رہ
روز و شب مجھکو تو گردش مین نہ رکھ جون خورمہ ۔ پوچھتا تجھسے ہون مین تجھکو قسم ہے سچ کہہ
ضد سے کیا ہے تجھے اے گردش افلاک حصول
مشت خاک اپنی سے کیا ہوگا تجھے خاک حصول

(۲) رات دن خواہش دیدار تھی جسکی مجھکو اسکا احوال کہون تم سے مین کیا اے یارو
وہ جفا پیشہ عیادت کیلئے آیا جو تو کہا اسنے نہ کچھ مجھ سے مگر اتنا تو
اسنے پوچھا کہ ترے درد کہان رہتا ہے
دل پہ رکھ ہاتھ کہا مین نے کہ یہان رہتا ہے

(۳) گرچہ آنکھون نے کیا دیکھ کے تھا اسکو پسند ۔ اور یہی پہلے ہوئین دام مین تھین زلف کی بند
لیک پہنچا ہے مجھے ہاتھ سے اس دلکے گزند ۔ پوچھے جو مجھسے کہون اس سے بہ آواز بلند
چاہ کر دل نے اسے آہ یہ کیا کام کیا
آپ بدنام ہوا اور مجھے بدنام کیا

(۴) روز و شب غم مجھے دلکے اس اندیشہ سے ۔ کہ یہ شرچیرے نہ فرہاد نمط تیشے سے
یا بہ مجنون کیطرح شاد نہ ہو پیشے سے ٹھان کر جی مین یہ اس اپنے جفا پیشے سے
جب کہا مین نے کہ دکھ ہجر کا غم دیتا ہے
ہنس کے وہ کہنے لگا کیون مجھے دم دیتا ہے

(۵) بارہا اس سے کہا مین نے کہ مین ہون مفتون عقل اور ہوش نہین ہیں بجا ہون مجنون
وہ سمجھتا مجھے مکار ہے مین حیران ہون کچھ بن آتی ہی نہین بات مین اب کس سے کہون

راستے کو بھی ہے بھی وہ کبھی جاتی ہے
بدگماں مجھ سے وہ ایسا ہے کہ جب جاتے ہے

یہ واسوخت دس بند پر مشتمل ہے ۔
بست و یکم ۔ پہیلی ہائے بطرز ایجاد خود ۔
پہیلی چشم ۔

شیرازی مین کالے دو کبوتر　　　　گاہے وہ خشک ہون کبوتر
یون تو وہ فلک تلک مین جاتے　　　　پر گھر سے نہین نکلنے پاتے

بیست و دوم صنائع بدائع اقسام است از انجملہ بطرز سعدی غزل توشیح کہ اول لفظ سرخی بر زبان آوردہ باز مصراع بخوانند تاکہ موزون شود و لفظ سیاہی ہم شروع از ہمان حرف است کہ نام بر می آید ۔

مشہور بہزاد ہو تم　　　　واللہ کچھ ایجاد ہو تم
تمھین حسن خدا داد ہے یہ　　　　یہ ہے عشق کی بنیاد ہو تم
بہت دور ہو اپنے نزدیک　　　　یقین ہے مجھے بیداد ہو تم
گو اور ہون لاکھون معشوق　　　　چین صید ہون صیاد ہو تم
سر ہر مصراع سے لون رنگین حرف ۔ نام پھر نکلے تو استاد ہو تم

اول در صفت حروف مفرد یعنی ہر جا کہ حرف سرخی مفرد ہیا انرا بر زبان راندہ یعنی حرف را اول گفتہ سیاہی را باید خواند تا مصرع موزون شود و مقصد حاصل گردد ۔

جب دکھا کر مجھکو ظالم چھپ گیا تو روخ　　　　رہ گیا مین کاٹتا حسرت سے اپنے ل و ب
کب ترے زل و ف کو پہنچے ہو ش و ک　　　　تیرے ل و ب سے شرمندہ ہے ش و ک و ر

در صفت تجنیس رباعی کہ چہار مصرعش در چہار زبان ترکی ۔ فارسی ۔ پشتو ۔ ہندی بطرز امیر خسرو قدس سرہ بطریق صنائع نظم شدہ ۔

رباعی ۔　　رنگین قچن سینمس فرصت بار　　　　تا نخل قد دلبرت آرد گل و بار
(اتنی کہاں مجھے فرصت ہے)

ظلم استاندے پڑے کورکی بار ذلت کیون کھنچتا ہے آسوسو بار
(اے شخص تیرا اس گھر مین نہین گذار)

شعر حروف مفرد — اوف رای درد ل ذرا رہے — آہ آرام رات دن دے دے —

شعر حروف بے نقط مفرد — درد دل دارم دوا در درد دہ — رد درد درد را در درد دہ

شعر سادہ بے نقط — کرو اس درد دل کو دور اگر — دوا لاؤ کرو مسرور اگر

شعر مرکب کہ بدو دو حرف نوشته می شود —

جو مرنے سے سچ مچ ہی غافل ہے تو ناقص ہے تو گرچہ کامل ہے تو

شعر کہ مرکب بہ سہ حرف — نہ ہو کیا سبب قصد مشق ستم بہت شخص ہین قتل بیغ صنم

شعر — اگر ہو مست کا عالم مین سر پاؤن تو ویران دہر مین ہون گاؤن کے گاؤن

شعر — گر لگے سر سے نگین پائے یار تو ترا ہو نام رنگین آشکار

فقرہ نثر در تجنیس بطرز نو —

یار اور بار تجنیس ہے بار پھل کو کہتے ہین —

بیست و سوم شہر آشوب یعنی شکوہ زمانہ و بیان اہل عالم خواہ در قصیدہ خواہ در مثنوی خواہ در غزل و مخمس و مسدس چنانچہ در مثنوی در کسب دہقان گوید —

شوق ہے گر کھیتی کا دل مین تو تو نہ پڑ تو اس مشکل مین
ہے دشوار اساکا بن آنا خون دل اسمین ہوگا کھانا
چاہئے پہلے بنجر توڑے بیل ہلون میں ستھرے جوڑے

بیست و چہارم ساقی نامہ کہ بسیار استادان گفتہ اند چنانچہ مخاطب بساقی کوثر گوید —

سن اے ساقی محفل عاشقان سن اے والئی محفل عاشقان
سن اے دردمندون کے دلکی دوا سن اے مستمندون کے حاجت روا

چمن مین قیامت هے جوش بہار — گلے هین سب آپسمین مل مل کے یار
بہم کرتے پھرتے هین گلشن کی سیر — و لیکن ستم مجھ پہ هے تجھ بغیر
قیامت گلستان مین هے آج دھوم — غضب هر طرف خلق کے هے هجوم
عجب جا بجا درمیان چمن — نرالی هے هر ایك کی انجمن

~~[illegible]~~

اس ساقی نامہ کے کل ۱۲ شعر هین ـ

---

(۱)
بیست و پنجم چار بیت کہ افغان بچہ هائے اوباش رام پور و بریلی ایجاد کرده اند دران ضلع هین وضع بسیار رواج دارد چنانچہ ـ

زندگی بھاتی نہین ـ بن ترے مجھکو صنم — موت کیون آتی نہین ـ هے مرا ناك مین دم
تونے تھا وعده کیا ـ یا کہ تھا دم هی دیا — صبح تك تڑپا کیا ـ مین ترے سر کی قسم
اتنی بیداد نکر ـ مجھکو برباد نکر — غیر کو شاد نکر ـ هے مرے حق مین یہ ستم

---

(۲)
بیست و ششم کبت بدستور معمول اگر مرا درین فن مہارت کم است لیکن برائے طبع آزمائی ـ

---

(۳)
بیست و هفتم دوهره ها بدستور انصاف شرط است کہ کسے کہ ازین فن اگاه نباشد و اینقدر بگوید ـ

رنگین آئے نہین سکھی چلے گئے پردیس — نگر نگر اب ڈھونڈ ھئے کر جوگن کا بھیس
رنگین سنتے آئے هین یہی جگت کی ریت — چاهے جو کوئی آپ کو کیجئے وا سے پیت

---

(۱) چار بیتی صرف دو هین ـ (۲) کبت صرف دو هین ـ (۳) دوهے گیاره هین ـ

لوگ کہتے مین ہوت ہے دل کو دل سے راہ   رنگین ہم تو جل بجھے کہا نہ وسنے آہ

رنگین ہو کو چان چك لاگا بھاری روگ   بنہہ تو پہلے ہے پھل مانگے ہے جی بھوگ

این بیست و ھفت قسم را بہ افراط گفتہ ام تا کجا بنویسم موقوف بردیدن ۔ کلیاء است اگر کسے تکلیف کند ۔

دوسری ترجیح یہ بھی ہے کہ استادان فارسی نے پانچ بحرون مین مثنویات کہی ہین مگر مولوی جامی نے سات بحرون مین کہی ہین لیکن مین نے گیارہ بحرون مین ٢٦ مثنویات کہی ہین تقریبا بیس ہزار شعر ہندی اور فارسی مین ۔ تصوف مین ظرافت مین معاد اور معاش مین اور علم مجلس اور خطوط نویسی ۔ عشق و عاشقی و پند و نصیحت اور حکایات بطرز اشتادان اور اپنی ایجاد چنانچہ چند چند شعر ہر مثنوی بحرون کے معلوم کرنے کیلئے بیان دینا ضروری ہے ۔

بحر اول ۔ قصہ سوداگر بچہ شہر گجرات و نکاح کردن با ٹیپو شاہ بادشاہ مندراج ہزار شعر دارد ۔

حمد لکھ سکے مین لوح و قلم   حمد مجھ سے ہوسکے کیونکر رقم

گرچہ برسون کوئی چھانے خاك کو   کیا رسائی ہو وہان ادراك کو

بحر دوم بطرز خود قصہ مہہ جبین بادشاہ زادہ و نازنین رانی سرینگر دو ہزار شعر دارد ۔

حمد کا ہوسکے ہے کس سے بیان   قاصر اس جا ہے انبیا کی زبان

کیونکہ بیچون و بیچگون ہے وہ   اور بے شبہ و بے نمون ہے وہ

عقل کو پر لگا کے اڑ جاوے   کنہہ کو اسکی پریہ کب پاوے

بحر سوم " چہار چمن رنگین " در حکایات گفتہ ام چہار چمنش در چہار بحر است یك ہزار شعر دارد ۔

اے گلشن دو جہان کے خالق   وے والئی انس و جان کے رازق

خالق ہے تو ہی کریم ہے تو   رازق ہے تو ہی رحیم ہے تو

رحمان ہے تو تو ہی ہے ستار   جبار ہے تو تو ہی ہے قہار

بحر چہارم بطور حکایت کہ دو کس با ہم دوست بودند و اتفاقا از ہم جدا شدند ـ

کہین تھا کسی پر کوئی مبتلا   قرار اسکے جی کو کسی جا نہ تھا

نہ دیکھے تھا جھٹک نہ پڑتی تھی کل ـ نہ اس بن اسے چین تھا ایک پل

بحر پنجم مثنوی "مثلث رنگین" یعنی سہ مثنوی در شش صد شعر نظم شدہ چہ سو شعر ہین ـ

حمد لکھون اس اپنے خدا کی   جس سے بنا ہے عرض (۱) و سما

اسنے انجم کو ہے بنایا   وہی ہر ایک شے مین ہے سمایا

اس نے انسان کیا ہے تجھکو   دیکھ تو کیا کیا دیا ہے تجھکو

بحر ششم بطرز حضرت مولوی روم حکایات در اخلاق گفتہ ام از انجملہ نوشتہ می شود ـ

ہے امیر ایک کثیر الا انعام (۲)   اسکا ہے فیض محمد خان نام

مانتے اسکی ہین سب سرداری   رات دن فیض ہے اسکا جاری

بحر ہفتم حکایت پسر تاجر اصفہانی و دختر سوداگر بنارس کہ قصہ عجیب است نظم شدہ ـ

پسر تاجر کا تھا ایک اصفہان مین   نہ تھا ثانی کوئی اسکا جہان مین

وہ حسن اور مال سے ایسا تھا مشہور   کہ جیسا دہر مین خورشید کا نور

جہان مین شہرہ آفاق تھا وہ   فن سوداگری مین طاق تھا وہ

بحر ہشتم بیان حکایت شخصیکہ معاذ اللہ دعوئے نبوت کردہ بود در ظرافت ـ

سخت وبال ایک نے سر پر لیا   یعنی کہ دعوائے نبوت کیا

---

(۱) ارض   (۲) کثیر الانعام

وہ کہ جو اس ملک مین تھا بادشاہ　　　اسنے کہا اسکو کہ اے بیحیا

همکو نبوت کی تری پاس هے　　　معجزہ بھی کوئی تیرے پاس هے

اسنے کہا کہ معجزہ بادشاہ نے بغیر چابی کا قفل دیا اور کہا کہ بغیر چابی کے اسے کھول دے اسنے جواب دیا کہ مین دعوائے پیغمبری کرتا هون تم مجھ سے آهنگری چاهتے هو جنکی سمجھ ایسی هو اسسے گفتگو کرنا فضول هے ۔

بحر نہم حکایت ظرافت کہ ایک شخص نے کسی کی بکری ذبح کرکے کھالی تھی اس پر اسکے دوستون نے اسے نصیحت کی ۔

شخص تھے ایک رند وضع لیک تھے وفلس کمال　　　کھا گئے وہ ایک کی بکری کو کر کر حلال

ان کے جو رنگین تھے یار آگے انھون نے کہا　　　سنئے هو اے مہربان تمکو یہ لازم نہ تھا

خوف قیامت کا کچھ رکھتے نہین آہ تم　　　روز جزا سے کھو کیا نہین آگاہ تم

اسنے جواب دیا کہ مین وهان مکر جاؤنگے دوست نے کہا کہ وهان بکری خود شہادت دیگی اور مالک بھی موجود هوگا اس آدمی نے کہا کہ مین جھٹ بکری کا کان پکڑ کر مالک کے حوالہ کرکے کہونگا کہ اپنی لے اور جا خدا کیلئے مجھے نہ ستا ۔

بحر دهم در هزل کہ شخصے زن فاحشہ را نگاهداشت و سہوت تشد زن لطیفہ گو بود جواب و سوال آنها ۔

ایک شخص نے رنڈی بلوائی　　　جسوقت اسکے پاس آئی

بحر یازدهم حکایت در تصوف بیان مرد هندو کہ در قوم خود عابد و زاهد بود ۔

هندو ایک موحد تھا　　　اپنی قوم میں عابد تھا

هر هر کہتا تھا وہ مدام　　　هر تھا اسکا تکیہ کلام

مل کر بد اور نیک سے وہ　　　کہتا تھا هر ایک سے وہ

ہر کو کوئی بتائے مجھے   ہر کیسا ہے دکھائے مجھے

ترجیع سوم ایک کہ همه استادان در چهار زبان شعر گفته اند یک عربی دوم ترکی سوم فارسی چهارم هندی امیر خسرو در شش هفت زبان نظم فرموده اند بنده یک دیوان در شانزده زبان گفته انرا "مجموعه رنگین" نام نهاده ام مع قصیده و مثنوی و غزلیات و رباعیات و مسدس و مخمس به انصرام رسیده برائے امتحان یک یک دو دو شعر هر زبان نوشته می شود ـ

(۱)
زبان عربی   مد سقانی الیبن کا سات الالبتاب
(جب دی فرقت نے پیالی کر عتاب)
صار دمعی سائلا مثل السحاب
(اشک جل نکلے ہے مثل سحاب)

---

(۲)
زبان ترکی مطلع ـ   مستانه نماز اے بت طناز قیلورسین   مسجد کا کیرب تنگری گا هم ناز قیلوسین
(مستی سے نماز تو پڑھتا ہے)   (مسجد میں خدا سے بھی ناز کرتا ہے)

---

(۳) زبان فارسی ـ

چشم وا کرده لبهس نگوید   چون مهه چار ده رویش نگوید
دوست را دشمن و دشمن را دوست   آه کج فهمی خویش نگوید
نیست غنچه چو دها نش رنگین   دهن غنچه و بویش نگوید

---

(۴) پشتو ـ

په هر سړی خدا چه مهروان شے   د ه هاغه واړه مشکلو نه آسان شے
(جسپر خدا کی مہربانی ہو)   (اسکی سب مشکل آسان ہو)

---

(۵) ریختہ ـ

چاہ کر دل نے اسے آہ یہ کیا کام کیا   آپ بدنام ہوا اور مجھے بدنام کیا

کہا کہین ہجو مین کسطرح سے ہم نے رنگین   شام کو صبح کیا صبح کو پہر

(٦) زبان مارٹواڑی ـــ

بند مخمس ـــ مہن مین تہن مین راڑ کا ئین ہے رمان
(ہم مین تم مین کیا لڑائی سے بھلا)

آؤ نہ اینٹھن براجو ٹھاکران
(آ یہان بیٹھو سردار)

چن آنکھے نہین نے مہین جدہ دیکھ شان   دیکھ نا ھن ہوشیے کب کھاطر نشان
(آرام آوے نہین مین جب دیکھون)   (بغیر دیکھے ہو خاطر نشان)

چاہ ہاکی بھرنی چھے ہوبے حساب
(ھجوم الفت ہے نہایت)

(۷) زبان مرھٹی بند مخمس ـــ

ہے تمہن تے مرھٹو نجا پیشوا   وادارى اکڑے الا اکڑے الا
(ہے تو مرھٹون کا سردار)   (اے شخص ادھر آ ادھر آ)

ھمچا تمچا ہوری شلیدار ہوا   مونگا چادا واحی کارا انا
(ہم تی نوکر ھین جی)   (ہم پر اتنا کیون خفا ہے)

کائین کرتس چانگلا ہے اے جاب
(کیون اتنا غصہ کرتا ہے)

(۸) پنجابی زبان ـــ

اپنی انکھیان نو تو سنوار دا ہے   مینو سرمہ گھلا کے مار دا ہے

دیکھ تینو اسی تہ بھلاے نہین   سانون کیون دل سے تو وساردا ہے
(دیکھ تجھے ہم بھولتے نہین)   (ہمین تو دل سے کیون بھلاتا ہے)

نہم زبان پوربی بند مخمس ـــ

سیج سونی پیو بن ھمکا نہ بھات   جیو جون بن مچھرے تڑپھات
(سیج خالی معشوق بن ھمین نہین بھاتی) (جیسی مانند بن پانی مچھلی تڑپتا ھے)

رین کا رلے دلیئے ات ہے درات   کاھے تورے من مین ہو کچھو نہ رت
(رات بجلی بہت ڈراتی ھے)   (کیون تیرے دلمین رحم نہین آتا)

اس ھے ھمکا کرت کا ھے کھراب
(یون اے شخص مجھے نکر خراب)

دھم زبان پنجابی ھائے گوار پنجاب یعنی پچادہ —

ھیر بھیڑی ہوئی رانجھے نو جو چاھا آھو   بیر جندڑی دے لئے اپنے وساھا آھو
(ھیر دیوانی ھوئی جو رانجھا کو اسنے چاھا ھان) دشمن جان کی واسطے اپنے خریدی ھان)

یازدھم زبان ھندی کشمیری نو آمد غزل —

اے ھندوستان کو خلقت مروت تجھکو نہین   خصوص اھل خطہ کو شفقت تجھکو نہین
آخرش درد دل کے اپنا تہ مہان کہنا چھے   گرچہ معلوم ھے مہرباں محبت تجھکو نہین
تو کہنا چاھئیے

---

(۱۲) زبان ھندی انگریز نو آمد غزل —

کام کرنا نہین شتاب ادم   سمجھا ھم ٹم برا کھراب ادم
اے شخص

دیو چیری برانڈی رنگین کو   سنو قولی وہ ھے نواب ادم
شراب شراب   مزدور بڑا آدمی

---

(۱۳) زبان افغان بچہ ھائے اوباش رام پور و مئو و بریلی غزل —

تو غیروں کے پاس جاتا ہے اوجی حضرت کیون جلاتا ہے

زوان رنگین جو ہے میرا تربور ہر گھڑی اسکو کیون ستاتا ہے

---

(۱۴) زبان اردوئے بیگمات شاہجہان آباد ریختی یعنی ایجاد بندہ غزل ـ

تانس کر باجی جب میری بڑھائی پشواز مین نے تب بستر سے وہ ٹکری اڑائی پشواز

غصہ کرکے یعنی ماں نے جو میری اتروائی پشواز مین نے بھی ضد پھاڑ ڈالی وہ پشواز

اشک سے منہہ پہ بسنتی کے گے پھول بسنت مین نے رنگین سے بسنتی جو رنگوائی پشواز
نام کیز

---

(۱۵) زبان بھاکھا کبت ـ

جون ہین مین جو چلے جمنا جل کو تون ہین رنگین نے آموے بانہہ گہی

ایجے ساس نند مو ہے ٹزکو ہتو مورے جا کہن تھے لوگ بگر کے سبھی

مین تو لاج کے مارے نہ بول سکی مورے منکے بتھا من ہے مورہے

کچھو اور کہے ہے کہے نہ ری موہے چھاڈ نہ دو اتنے تو کہے

---

(۱٦) زبان برج دوہرہ ـ

رنگین رجھون نہ ہا موری دیکھ سکھی مورے بھاگ

چھاڈ گی یون سلگی جون بنجاری آگ

اس کلام کے بعد رنگین نے کہا کہ مجھے ان وجوہ کی بنا پر تمام پر شعر و شاعری مین ترجیح ہے
یا نہین تمام نے اس بات کو تسلیم کیا پھر اہل محفل نے پوچھا کہ کتنی تصانیف ہین تو رنگین نے جواب دیا
بیست و پنجم جنکو چار جلدون مین منقسم کیا ہے ـ

جلد اول کا نام " نورتن " ہے اسمین نو تصانیف ہین

جلد دوم " شش جہت رنگین " اسمین چھ مثنویان ہین اور چھ ہزار شعر ـ

جلد سوم " پنجۂ رنگین " اسمین پانچ مثنویان ہین اور پانچ ہزار شعر ـ

جلد چہارم " خمسۂ رنگین " اسمین بھی پانچ مثنویان ہین

اگرچہ رنگین کے اس مفصل بیان سے کہین کہین فخر شاعرانہ کی بو آتی ہے اور انھون نے اپنا مقابلہ بعض ایسے شاعرون سے کیا ہے جو اپنے اپنے فن مین یقینا رنگین پر فوقیت رکھتے ہین لیکن بحیثیت مجموعی رنگین کا یہ دعوی درست ہی معلوم ہوتا ہے کہ مختلف طرزون کی ایجاد ـ قادر الکلامی اور کلام کی مقدار کے اعتبار سے اردو یا فارسی کا شاید ہی کوئی دوسرا شاعر ہو جو انکی ہمسری کرسکا ہو ـ " امتحان رنگین " سے ہمین ضمنی طور پر یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ رنگین نے اردو اور فارسی کے مسلم الثبوت اساتذہ کا کلام پڑھا تھا اور سخن فہمی اور سخن شناسی بھی انکے حصہ مین آئی تھی ـ انھون نے اردو شاعرون کے جو مرتبے متعین کیے ہین وہ بھی درست ہین اور اساتذہ کے انفرادی اسالیب کا جو تجزیہ کیا ہے وہ بھی صحیح ہے ـ

مختر قات

قوت الایمان دو سو اشعار کی ایک مختصر مثنوی ہے جسمین احکام شریعت بیان کیے ہین ـ حمد و نعت کے بعد لئے تمہید کیا ہے جن لکھتے ہین کہ ہین یہ مختلف کتابون سے یہ مسائل جمع کیے ہین اور مسلمان کی حیثیت سے ہر شخص پر ان مطالب کا جاننا فرض ہے انہین خدا ـ فرشتے ـ خدا کے نام ـ قیامت ـ پیغمبر ـ محمد ـ شرع محمدیہ ـ انبیا° ـ اولیا° ـ صالحین وغیرہ کا ذکر ہے پھر نماز ـ حلال و حرام کی بحث ہے نظم کا نمونہ یہ ہے ـ

ہے وہ خدا کیسا کہ ہے مہربان — بخشنے والا ہے وہ سب کا نہان
جو کہ حقیقت ہے ہر ایک چیز کی — بس وہی ثابت ہے نہین اور دے
وہم و خیال اوس کو نہ تو جانیو — جو تجھے کہتا ہون اسے مانیو
ہے جو یہ پیدایش دنیا نئی — بدلے گی یہ صورتین اپنی کئی
اسکا جو خالق ہے وہ خلاق ہے — سارے جہان کا وہی رزاق ہے
حکم سے پھر اوسکے یہ مٹ جائیگی — جتنی یہ ہستی ہے فنا پائیگی

ٹھیک وہ ہے شرع خدا مین جو ہے درست — جو کہ نہین اوس مین اوسے جان سست
عقل کو دخل اسمین نہ کچھ دیجیو — حکم ہے جس بات کا وہ کیجیو
اوسکے فرشتے ہین بہت بیشمار — کرتا ہے انہین سے ہر ایک ایک کار
فرق وہ لاتے نہین اور سان مین — رہتے ہین دن رات وہ فرمان مین

انہین ہر ایک کے ہے ہر ایک جا مقام   حکم بجا لاتے ہین وہان صبح و شام

انکو جو منظور ہے انکی بندگی   توت انہون کا ہے فقط بندگی

چاہئیے رکھنا یہ ضرور اعتقاد   کام کی یہ بات ہے رکھنا تو یاد

کافرون کو قبر کا ہوگا عذاب   کام وہان ہوئیگا اون کا خراب

مخلص اوس دکھ سے نہ پاوینگے وہ   حشر کو دوزخ مین سدھارینگے وہ

اور مسلمان ہے گنہگار جو   قبر کا دکھ چاہئیے اوس کو بھی ہو

مخلص پھر جلد وہ پا جائیگا   حشر کو جنت مین چلا جائیگا

پہلا خلیفہ تھا ابوبکر جان   دوسرا ہے شک تھا عمر اوس کو مان

تیسر عثمان تھا چوتھا علی   ایک سے تھی ایک کی خصلت بھلی

تیس برس بعد پیمبر کے یار   طور خلافت کا رہا بر قرار

بعد جو کچھ کچھ خلل آیے لگا   بعد بعد ما جو تھا وہ جانے لگا

اور پیمبر کے جو یار تھے   بے شک اس امت کے وہ سردار تھے

نیکی سے یاد انکو کیا چاہئیے   دوستی مین انکی جیا چاہئیے

جسنے احادیث کے قرآن کے   معنی نکالے ہون بہت چھان کے

مردون کو جنکی کرین زندے دعا   دیتا ہے پہنچا انہین ان کا خدا

نقد دیا کپڑا دیا دین طعام   انکو پہنچتا ہے وہ سب لا کلام

پڑھنی ہر ایک شخص کے پیچھے نماز   شرع مین جائز ہے یہ بندہ نواز

صالح و طالح ہو وہ جو ہو سو ہو　　　ہوئے نماز اون کی درست اے نکو

ہوئے کا ہے صح سفر مین درست　　　اور ہے ہے شبہ حضر مین درست

شرع نے جس شے کو کہا ہے حرام　　　اسکو برا جاننا ہے خوب کام

اور وہ جس شے کو کہا ہے حلال　　　کفر ہے بس بد اسے کرنا خیال

شرع کی جو کوئی اہانت کرے　　　کافر اسے حکم شریعت کرے

یا ہنسے اسکے کسی احکام پر　　　شوق سے کر لعن تو اس نام پر

لیک وہ جو شخص کہ دیوانہ ہو　　　یعنی کہ جو عقل سے بیگانہ ہو

گر کرے بیہوشی مین وہ کچھ کلام　　　تو اسے کافر نہ کہہ اے نیک نام

آخر مین مثنوی کی تاریخ " غرائب ہے یہ " سے ۱۲۲۳ ھ نکالی ہے ۔

بولا وہ تصنیف عجائب ہے یہ　　　کہہ تو یہ تاریخ " غرائب ہے یہ "

متفرق کلام

انڈیا آفس کے جس نسخہ مین قوت الایمان ہے اسمین تین اور مختلف مختصر رسالے شامل ہین انمین سب سے پہلے مشہور " قصیدہ غوثیہ " کا اردو ترجمہ ہے جو ۱۲۵۰ ھ مین اپنے بیٹے اختریار خان کی فرمایش پر باندہ مین نظم کیا تھا۔

اشعار کی کل تعداد ایک سو دس ہے اور انڈیا آفس کا نسخہ سن تصنیف کے ساتھ بارہ سو پچاس ہی مین لکھا گیا ہے ۔ ترجمہ نہایت رواں اور سلیس کیا گیا ہے نمونہ یہ ہے ۔

شروع کے چند اشعار ۔

پلایا مجھکو جس دم بادہ وصل　　　رہا مجھ مین اور اسمین پھر نہ کچھ فصل

پھر آخر ہو کے مین مشتاق بولا — کہ اے مے جلد تو میری طرف آ
پیالون مین وہ بھر بھر شاد مان ہو — چلی آئے مری جانب روان ہو
نشے مین ولولہ یہ مجھکو آیا — کہ پی کر مین نے اورون کو چکھایا
کہی پھر مین نے سب قطبون سے یہ بات ـ کہ تم اسطرح کاٹو اپنے اوقات
مرے حلقے مین داخل ہو سب آکر — ہر ایک مسرور ہو لذت اٹھاکر

آخری چند ~~اشطار~~ اشعار ـ

ہو پیدا مرا جیلان مین مین ہے جسم — محی الدین ہے جیلان مرا اسم
علم اور جو نشان میرے ہین یکسر — پہاڑون کی وہ چوٹی سے ہین برتر
حسن دادا ہے میر نیک فرجام — ہے مخدع (۱) میرے اس رتبے کا بس نام
جہان تک مرد مردانی بہم ہین — انھون کی پشت پر میرے قدم ہین
اور عبد القادر اب مشہور ہون مین — مرا جد نور کا تھا نور ہون مین
مرا جد مالک کوثر یقین ہے — شک اسکی مالکی مین کچھ نہین ہے

قصیدہ غوثیہ کے ساتھ ہی مشہور عربی قصیدے بانت سعاد کا بھی منظوم ترجمہ کیا گیا جو (۲) ایک سو ساٹھ اشعار پر مشتمل ہے یہ ترجمہ بھی نہایت روان ہے اور اردو مین مضامین کے اعتبار سے

---

(۱) مخدع معنی بچھپہ کار ـ عربی شعر مین لفظ مخدع ہے جسکے معنی بڑے گھر مین ایک چھوٹا سا گھر ہے یعنی پوشیدہ مرتبہ ـ

(۲) قلمی نسخہ انڈیا آفس ہک ۲۱۰ ورق ۴۱/ل

اپنی مثال آپ ہے ـ اسلئے اس قصیدہ کو کہ اس سے عربی شاعر کے انداز کلام اردو مین پیش کرنے کی کوشش کرنے کی کوشش کیگئی ہے اردو نظم کی تاریخ مین ایک اہم درجہ حاصل ہے اسلئے اس کو پورا نقل کرنا بے جا نہ ہوگا ـ

(۱)
وہ معشوقہ بچھڑی جو مجھ سے سعاد ــ تو اس واسطے دل نہین میرا شاد
زبس اسکی آنکھون مین تصویر ہے ــ مجھے رات دن اسکی تدبیر ہے
کرون خوبیاں اسکی کیا مین بیان ــ کہ اسکی حیا سے ہین وہ سب عیان
وہ آنکھین جھکائے ہوئے سوچ سے ــ کیا کرتی تقریر ہے لوچ سے
لچکتی کمر اسکی آتے مین ہے ــ سرین اسکے پرکار جاتے مین ہین
نہ لمبی نہ چھوٹی میانہ ہے قد ــ سراسر پسند زمانہ ہے قد
دکھاتی ہے دانتون کی اپنے بہار ــ ہر ایک ناز سے مسکرا بار بار
وہ مے مین ہین گویا بھگوئے ہوئے ــ کہ گہر کے ہین وہ اب کھوئے ہوئے
گھڑے مین بھرے یا وہ پانی سے پور ــ بڑی گہری ندی سے مانند دور
وہ صاف ایسے ہین میل سے بے قصور ــ کرے جون ہوا خس کو پانی سے دور
ہوا دور کرتی ہے خاشاک کو ــ گھٹاتی ہے پانی کے امساک کو
کہ جون مینہہ برسنے سے ہو پاک خاک ــ کیا تہہ بتہہ یون زمین کو ہے پاک
وہ کیا پیاری معشوق ہے نیک خو ــ پر افسوس ہے وہ نہین راست گو
وہ وعدہ کو اپنے نہین مانتی ــ مجھے اپنا عاشق نہین جانتی
وہ ہے وہ کہ جو اسکی خلقت مین ہے ــ سو دائم وہی اسکی نیت مین ہے

---

(۱) عربی کے ایک مصرع کا ترجمہ ایک شعر مین کیا ہے ـ

ادا ناز غمزے سے عاشق کو مار — سدا بولتی جھوٹ ہے بے شمار

اسی وضع پر اپنی دائم ہے وہ — جس انداز پر ہے سو قایم ہے وہ

بدلتا ہے جون روپ کو اپنے دیو — اسی طور وہ کرتی رہتی ہے ریو

وہ کرتی ہے جو کچھ کہ قول و قرار — بجا اسکو لاتی نہین زینہار

ٹھہرتی ہے اقرار پر اسقدر — کہ چھلنی مین پانی رہے جسقدر

بہت آرزو مند اسکا نہ ہو — غلط جان اسے اسکا وعدہ ہو جو

کہ یہ آرزوئین مین ہے اختیار — خیالات مین دل مین کرلے شمار

ہین عرقوب (۱) کے اسکے وعدے تمام — نکلنے کا ان سے نہین تیرا کام

سبب یہ کہ وعدے ہین وہ سب دروغ — نہین اسکے وعدون کو مطلق فروغ

یہ ہے آرزو میری اللہ سے — کہ باز آؤن اسکی نہ مین چاہ سے

نہین اسکی بخشش کا مجھکو خیال — کہ ہر چیز کو آخرش ہے زوال

سکونت وہان کی ہے اب اسنے جا — نہ پہنچے جہان وہم بھی مطلقا

مگر اونٹ وہ جن پہ جب ہون سوار — تو چلنے مین ہون وہ شتر بے مہار

ہین اسکے فقط ناقے ایسے یقین — تو پہنچا کے دکھلا دیین وہ سر زمین

تھکے پر بھی ہے انکو یہ دسترس — کہ چڑھ جاتی ہین اونچے ٹیلون پہ بس

غذا انکی وہ ہے جسے کھانے سے — پسینا ہو کانون مین دوڑنے سے

بیابان ایسے وہ کرتی ہین طے — پتہ اور نشان جنکا مسدود ہے

یہ ہے دوربینی انھون کی عیان — نہ دیکھے کوئی وہان وہ دیکھے جہان

جہان دشت کی گرم ہوئے زمین — نہ وہ ریت مین بھولین رستہ کہین

---

(۱) عرقوب عرب مین ایک جھوٹا شخص تھا۔

بھرا گوشت ہے اسکا گردن کے ساتھ　　نہایت ہی بھاری ہین پاؤن اور ہاتھ

یہ سب خوبیان اسکی خلقت مین ہین　　بھرے وصف سارے یہ عادت مین ہین

بھرے اسکے رخسار ہین بالیقین　　کہ نر کو تشابہ کچھ ان سے نہین

نہایت دموان کا ہے اسکا بلند　　کہ ہے پسلیون مین فراخی دو چند

ہے ایسی ہی جلد اسکی سخت اور درشت　　زبردست ہو جیسے کچھوے کی پشت

اگرچہ کہ دجلی ہو چچڑی خذف　　نہین اسمین گھس سکتی دونون طرف

ہے اسمین ہر ایک ایسا مانند باد　　کہ باپ اسکا بھائی ہے گوہر نژاد

چچا اسکا ماموہے بندہ نواز　　سبک رو ہے وہ ایسا گردن دراز

چلے اسپہ چیری اگر بر محل　　تو چکنائی سے اسکی جاوے پھسل

وہ ناقہ ہے سینہ فراخ اور گرم　　تہی گاہ اسکی پہلوان ہے نرم

وہ ناقہ نہین گورخر ہے کہ ملا　　خالی سے ہے گوشہ ہر سو گھسا

وہ اسکے جو ہاتھون کی ہین کہنیان　　ملی اسکی ہین پسلیون سے جہان

غرض اسکی آنکھون سے تا ہیچ گاہ　　اگر جا بجا کی پہنچے نگاہ

تو بس ناک کے سر سے لے تا ربخ　　نظر آئے پتھر سا یا بستہ یخ

ہلاتی ہے یون دم کو وہ بار بار　　چھارے کی ٹہنی ہو جون بار دار

ہلاتی ہے بس اون تہنون پر وہ یون　　کہ دودہ سے جو کہ بڑتے نہ ہون

جھمر نے کانون مین دیکھہ اونچی ناک سے　　کہا یون بڑی دیر تک جاک جاک

کہ اوصاف سب یہ اصالت کے ہین　　جو رخسار نرم اس نہایت کے ہین

کچھ ایسا وہ چلتا ہے انداز سے　　سبک چال انکھیلی اور ناز سے

مثال گو وہ نازک ہے پر ہے یہ حال　　چلے بوجھ بن اونٹ جسطرح چال

گھون کی ہین رنگت کی سب اسکی رگ وہ ہے سنگریزون کو کرتا الگ
نہین باقی رکھتا ہے ٹیلون پہ جا اکھٹا کہین ڈھیر وہ ریت کا
ہے اب تیز چلنے سے اسکا یہ حال کہ آتا ہے اسکو پسینا کمال
وہ گرکوہ پر پھر چمکتے ہین یون نظر دور سے بس سراب آتے جون
حرارت سے اوس روز کی لاکلام غرض جل کے ہوتا ہے گرگٹ تمام
اسے ناقہ کی دھوپ سے کیا بھلی مگر دونو جانب تھین بخلین جلی
گیا وہ ٹھہر ایک جا گھہ پہ جون کہا اونٹ والے نے لوگون سے یون
کرو ذرا قیلولہ اس جائے پر ملخ مارے آ سنگریزون پہ پر
پھراتی بیان مین ہے جون بیوہ ہاتھ کرے ہے فغان آہ و نالے کے ساتھ
پسر مردہ بڑھیان ہین پھسلاتیان سر اور زانو اور پیٹ کر چھاتیان
یون ہین سارے رہتے ہین نوحہ کنان ایدھر اور اودھر دو طرف سے عیان
کسی نے یہ پہنچائی عقلی خبر کہ پہلو تہی لڑکا گیا تیرا مر
کیا اسنے پیراھن اپنے کو چاک لگی نوچنے ڈالکر سر پہ خاک
کیا جیب کو چاک ہر چاک پر دیا پھینک ٹکڑے اوڑا خاک پر
سخن چین وھان دوریا یک گر یہ کہتے تھے دو سمت سے آن کر
کہ اے بیشی سلمی کی تو بے قصور یعنی جان رکھ قتل ہوگا ضرور
کہا پھر ہر ایک دوست نے یہ پکار کہ تیری مدد کا ہون امیدوار
کرونگا تری دوستی ترک یار نہین باز آنے کا پر زینہار
کہا مین نے چھوڑو مری راہ سب کہ جاتا ہون مین پاس حضرت کے اب
تم اس واسطے مجھ سے ہوجاؤ دور مقدر ہے جو سو ہے ہونا ضرور
جس عورت نے جسوقت بچہ جنا رہیگا کہان تلک وہ جیتا بنا

پھر ایک دن جنازیکے بے اختیار　　وہ کب دار گھوڑے پہ ہوگا سوار

مجھے یہ خبر ہے مرے قتل کا　　پیمبر نے ہے حکم سب کو دیا

ہوا مجھ سے حالانکہ ہے جو قصور　　رسول خدا بخش دیگا ضرور

سو آیا نبی کی ہون خدمت مین یہان　　پشیمان و نالان و منت کنان

یقین ہے پشمانی میرے رسول　　بلا شك مقرر کریگا قبول

امان جان کی مجھکو تو دے شہا　　خدا نے کیا ہے و تجھکو عطا

کلام اپنا جیسے حلال و حرام　　یہ تفضیل سمجھے مین سب لاکلام

نہ لے مجھ سے بد لا کہ ہوگا غضب　　سخن چین و بد گو کے کہنے سے اب

ہوا مجھ سے ہرگز نہین وہ گناہ　　جو تو نے سنا اے رسول خدا

مین اس وقت ایسی جگہ ہون کھڑا　　کہ ٹھہرے نہ اس جا پہ ہاتھی بڑا

جو کچھ دیکھتا اور سنتا ہون اب　　سنے دیکھے گر اسکو ہاتھی وہ سب

تو وہ بھی بہت کانپے اور تھر تھرائے　　مگر کچھ شفاعت پیمبر کی پائے

بحکم خدا جان بخشی کرے　　وہ اس تھرا تھراہٹ کو یک سود ہے

دیا مین نے بیعت کا حضرت کو ہاتھ　　کہ لاون بجا حکم ارشاد ساتھ

کرون کچھ نہ تکرار ارشاد پر　　کہا سچا ہے وہ کینہ کش دادگر

اور اس منتقم کی ہے ہیبت بڑی　　کہ فرمائے یون مجھکو وہ جس گھڑی

کہی تھی مری ہجو کیون کہہ شتاب　　بتا حشر مین کیا تو دیگا جواب

وہ ایسا ڈرانا بیابان ہے　　درندون کا جس جا پہ طوفان ہے

(+)
شر کے بھی جنگل تھے وہ فزون　　جہان کے مین جنگل وہان سرنگون

کھلاتا ہے لحم اپنے بچون کو شیر　　وہ کھا کر اسے خوب ہوتے ہین سیر

(+)

وہ ہے گوشت سب قوم کفار کا   جنھین قتل ہے اہل دین نے کیا
کرے شیر پر شیر حملہ کہین   تو دے چھوڑ اوسے یہ مناسب نہین
مگر زخم کھاکر جو بیچارہ ہو   نہ چھیڑے اوسے جب وہ ناکارہ ہو
ہوا مین ہین جتنے چرند اور پرند   پہنچا ہے سایہ کو اونکے گزند
وہ درندہ* ہے شیر ایسا مہیب   کہ جاتے نہین مرد اسکے قریب
مدام اوسکے جنگل مین ہے اختیار   کبھی جا نہین سکتے مردان کار
مگر جان و جامہ چھنائے ہوئے   اوسی شیر کے ہین وہ کھائے ہوئے
وہ بے شک رسول خدا کا ہے نور   کہ دونو جہان مین ہے جسکا ظہور
حقیقت مین حق کی یہ تروار ہے   کہ جسکی اوپر باڑہ اور دھار ہے
گروہ نصرین کمانہ مین تھا   پھر اونھون نے یہ اوسے کہا
وہ اسلام جو اوس پہ لائے تھے سب   کہ ہجرت کرو تم مدینے سے اب
گیے ~~پہلےپہلے~~ سب مدینے مہاجر وہ ہو   مگر وہ ضعیف اور بے سر تھے جو
نہ پہنچے لڑائی مین وہ اس سبب   کہ تھے بے سلاح اور بے نیزہ سب
بہادر وہ ہین جنکی اونچی ہے ناک   نہین ہے لڑائی سے کچھ انکو باک
زرہ جنکے ہے بر مین داوٗد کی   وہ طاعت مین ہین اپنے معبود کی
سفید اور چمکی ہین وہ لاکلام   اور اسکی ہین گنجان کڑیان تمام
(۲)
یہ تمثیل لازم ہے دون اسکو مین   وہ گویا قفعا گھانس کے پتے ہین
کہان فتح پر غرہ ہوتے ہین وہ   عدو کو ستائین چہوتے ہین وہ
نہین کرتے فریاد ہو کر نزار   عدو جبکہ کرتے ہین تیرون کی مار

لڑائی مین جاتے هین وہ اسطرح — سفید اونٹ بوڑھا
هزیمت هے جب هوتی کفار کو — وہ تب تھام لیتے هین تروار کو
نہین هے صحابہ کے تیرون کی مار — بجز سینہ کافران زینہار
کہ انکو کبھی موت کے حوض سے — نہ سیرابی هوگی ذرہ خوض سے

اس قصیدہ کے اخر مین سودا کے مشہور قصیدہ —

ع — "صبح ہوتے جو گئی آج مری آنکھ جھپک"

پر رنگین نے شمشیر خان کی فرمایش پر ایک جلسہ مین جو بدیہی اصلاحات کی گئی تھین نقل کیگئی هین یہ اصلاحات بالکل سرسری هین اور انہین صرف جزوی طور پر کہین کہین سودا کے بعض اشعار مین لفظی ترمیم کیگئی هے جس سے بالعموم تو شعر کے مضمون مین کوئی خاص فرق نہین هے پہلے چودہ اشعار سے اس اصلاح کا اندازہ هوجاتا هے —

صبح ہوتے جو گئی آج مری آنکھ جھپک (۱) — دی وهین آکے خوشی نے درد ل پر دستک
پوچھا مین کون هے بولی کہ مین وہ هون غافل (۲) — نہ لگی شوق مین جسکے کبھی شائق کی پلک (۳)
هے خوشی نام مرا هون مین عزیز دلہا — زندگانی کی حلاوت هے جہان مین مجھ تک
کھول آغوش دل اور لے مجھے جلدی نادان (۴) — پھر خدا جانے یہ دن کب تجھے دکھلائے فلک

---

(۱) فجر ہوتے — (۲) مین نے پوچھا کہ تو هے کون وہ بولی وہ هون —

(۳) رنگین نے کبھی لکھا هے لیکن ڈاکٹر ابواللیث صاحب کے قلمی نسخہ مین کبھو هے —

(۴) بر مین

سن کے یہ مژدہ جان بخش جو مین کھولی آنکھ (١) — شعلہ (٢) نور کی سی مجھکو نظر آئی جھلک

آنکھین ملکر کے جو دیکھون ہون تو ایک بادلہ پوش — سر سے لے فرق (٣) جواہر مین وہ ہے پاؤن تلک

حسن ایسا کہ جسے ماہ شب چارد ہم — یک بیک دیکھ کے یکچند (٤) بھی رہ جائے بھچک

چہرہ مین ایسی ہے گرمی کہ شب و روز جسے — یاد کرتی ہی رہے دامن مژگان کی جھپک

جعد وہ قہر کہ کھتنے مین ہو جن کے ہر لہر (٥) — گھر ڈوبادینے پہ ~~عاشق کا~~ ہے دریائے اٹک
کو عاشق کا ہے دریائے اٹک

زلفین یون بکھری ہوئی مکھڑے پہ مانگین تھی (٦) دل — جسطرح ایک کھلونے پہ ہٹین دو بالک (٧)

ناگنی بیچ مین آان کے (٨) نہ مانگے پانی — کھیل جاوے وہین کالا جو ڈسے اسکی (٩) لٹک

جبین ایسی کہ جگر ماہ کا ہوجاوے داغ — اسکی تشبیہہ (١٠) سے جب اسکو تجاوز دے فلک

قتل کرنیکا یہ جوہر نہ ہو شمشیر کے بیچ — اسکی ابرو سے مشابہ (١١) وہ نہ پاوے جب تک

---

(١) جون ہی کھولی آنکھ ـــ (٢) رنگین نے شعلہ لکھا ہے مطبوعہ نسخہ مین بھی شعلہ ہی ہے لیکن ڈاکٹر الواللیث کے قلمی نسخہ مین اشعہ ہے جو شعاع کی جمع ہے ـــ

(٣) مل کے آنکھون کو جو دیکھا تو ہے ایک بادلہ پوس ـــ یہ تو رنگین کی اصلاح ہے لیکن یہ شعر ڈاکٹر ابواللیث کے قلمی نسخہ مین یون ہے ـــ

" آنکھین ملکر کے جو دیکھون تو ہے ایک بادلہ پوش — سر سے لے فرق جواہر مین ہے وہ پاؤن تلک

(٤) دیکھے تو یکچند وہ رہ جائے بھچک ـــ یہ تو رنگین کی اصلاح ہے لیکن ڈاکٹر الواللیث کے قلمی نشخہ ~~ڈاکٹر~~ مین یہ مصرع یون ہے ـــ " یک بیک دیکھے تو یک چند ہی رہ جائے بھچک ـــ

(٥) ہر ایک جسکی لہر ـــ یہ تو رنگین کی اصلاح ہے لیکن ڈاکٹر ابواللیث کے قلمی نشخہ مین یہ شعر یون ہے ـــ " جعد وہ قہر کہ کھتنے مین ہو جسکی ہر لہر ـــ گھر ڈبادینے کو عشاق کے دریائے اٹک"

(٦) ڈاکٹر ابواللیث کے نسخہ مین تھی کے بجائے ہین ہے ـــ

(٧) کودک ـــ (٨) جن کے ـــ (٩) ان کی ـــ یہ تو رنگین کی اصلاح ہے مگر یہی ڈاکٹر ابواللیث کے قلمی نسخہ مین بھی ہے ـــ (١٠) جیسے ـــ (١١) تشابہ ـــ ڈاکٹر صاحب کے نسخہ مین یہ مصرع یون ہے ـــ " اس کی ابرو سے مشابہ نہ بتاوین جب تک "

۳۵۲

(۱)
عارض اس کے تھے گویا شیشے شے گلگون کے　　　زنخ ان دونون مین یون جیسے نمکدان مین گوک

اگرچہ یہ اصلاحات زیادہ اہم نہین ہین لیکن ان سے رنگین کی ذہنیت کا پتہ چلتا ہے ۔ سودا بلاشبہ قصیدہ کے بادشاہ ہین اور اسکا اعتراف سب ہی نے کیا ہے جو لوگ انکے مخالف ہین وہ بھی انکی استادی مانتے ہین اسکے باوجود رنگین سودا کے قصیدہ پر اس طرح اصلاح دیتے ہین جیسے کسی طالبعلمیا نومشق کی تحریر پر اصلاح دیجائے ۔ نفسیاتی طور پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رنگین ایک طرح کے احساس کمتری یا احساس برتری مین کہ دونون در اصل ایک ہی ذہنی کیفیت کا نام ہے مبتلا تھے ۔ ان اصلاحات کو اگر ان مجویات کے ساتھ ملاکر پڑھا جائے جو رنگین نے لکھی ہین تو انکی اہمیت کا کچھ اندازہ ہوسکتا ہے ۔

اس کو تفصیل سے لکھنا چاہیے

---

(۱) جیسے نمکدان گوک ۔ ڈاکٹر صاحب کے نسخہ مین پہلا مصرع یون ہے ۔

ع ۔ "عارض ایسے گویا شیشہ مین شے گلگون کے "

فرسنامہ

شہسواری اور گھوڑے پالنے کا تعلق شعر و ادب سے نہ سہی ہماری تہذیب و معاشرت مین اسکی اہمیت مسلم ہے ۔ دور جدید سے پہلے جو سواریان شرفا اور امرا استعمال کرتے تھے ان مین ہاتھی اور گھوڑے قابل ذکر ہین ان کا پالنا نہ صرف نشان عمارت تھا بلکہ ان کی سناخت اور قدردانی کو لازمۂ امارت و شرافت سمجھا جاتا تھا ۔ " اخبار رنگین " اور مجالس رنگین " کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رنگین بھی اس سے مستثنی نہ تھے بلکہ شہسواری مین وہ اپنے معاصرین مین بڑا ممتاز درجہ رکھتے تھے چنانچہ اس واقعہ سے اسکی تائید ہوتی ہے ۔

(۱)

" لکھنو سے جو صاحب عالم شہزادہ آفاق مرزا محمد سلیمان شکوہ بہادر جو شکار کھیلنے کو نکلے تو جریدہ دس پانچ سوارون سے خیرآباد مین جا نکلے وہان کے لوگ جو اکر اسباب تحفہ بیچنے کا لائے تو حضور مین اسوقت کچھ ساتھ نہ تھا لوگون نے عرض کی کہ لکھنو یہان سے دو اوپر تیس کوس ہے کوئی ایسا شخص جاوے کہ جتنے روپے ارشاد ہون تین چار دن مین لے آوے حضور سے ارشاد ہوا کہ سعادت یار خان رنگین کا یہ کام ہے چنانچہ اسی وقت پہر دن رہے یہ فرماکر رخصت کیا کہ جلد جاکر ہزار روپے لاؤ وہ حضور سے رخصت ہو کر دوسرے دن بعد دو پہر ایک ہی گھوڑے پر لکھنو سے یعنی آٹھ پہر مین ہزار روپے کمر مین باندھ کر لائے اور گھوڑا اصلا ماندگی نہ لایا اس سہولیت سے لیگئے اور لے آئے ۔

کام جلدی کا ہے اے رنگین زبون　　　　کر گئے ہین چند یہ سب رہنون "

لیکن اس فن مین رنگین کے کمال کا اندازہ ایک ہزار اشعار پر مشتمل ان کی مشہور نظم فرسنامہ سے ہوتا ہے کتاب کے خاتمہ مین لکھتے ہین ۔

---

(۱) " اخبار رنگین " خبر نمبر ۹۲

مجھے کہتی تھی جو جو بات منظور | کہا اس اس کو مین نے ہو کے مسرور
کیا پھر مختصر اس کو بشدت | کہ تا ہو لکھنے پڑھنے مین نہ دقت
جو دیکھے غور سے تو اسے خرد مند | تو دریا کو کیا کوزہ مین ہے بند
وہ نسخے تھے جو میرے آزمائے | سو مین نے تجھکو وہ سب کہہ سنائے
کیا ۱۱/۱ ہے بیس دن مین کہہ کے مرقوم | رہے تعداد اسکی تجھکو معلوم
ہزار اسکے ہین پورے شعر بھائی | تجھے گنتی بھی مین نے کہہ سنائی

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رنگین نے اس کتاب کو بڑے اختصار سے لکھا ہے اور گھوڑون کے علاج بیماری کے سلسلہ مین وہی نسخے نقل کیے ہین جو انکے مجرب اور آزمودہ ہین ضمنی طور پر اس نظم سے بھی رنگین کی قادرالکلامی اور زود نویسی کا اندازہ ہوتا ہے کہ بیس دن مین ایک ہزار شعر پورے کہہ ڈالے ــ

ظاہر ہے فن شاعری کے نقطہ نظر سے یہ نظم زیادہ اہم نہین ہے بلکہ اسکا نثر مین ہونا زیادہ مناسب ہوتا لیکن رنگین کو جو طبعی مناسبت نظم سے تھی اسنے ایسی فنی کتاب کو بھی نظم مین لکھنے پر انھین مائل کیا ــ نظم کا آغاز گھوڑے پالنے کے فضائل سے ہوتا ہے چنانچہ ــ پانچ ابتدائی شعر اس مضمون پر صرف کیے ــ

کبھو ہو رزق کا اسکو نہ توڑا | ہند ہا ہو جسکے دروازہ پہ گھوڑا
پڑھ اب قرآن کو آنکھون کو نہ کر بند | خدا نے کھائی ہے گھوڑے کی سوگند (۱)
عزیز انکو رکھا ہے مصطفی (۲) نے | بہت چاہا ہے انکو مرتضی نے

---

(۱) والعدیت ضبحا ۃ (۲) عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انّہ کرہ الشکال فی الخیل ــ ترجمہ ــ ابی ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین سفید پاؤن والے گھوڑے کو ناپسند فرمایا ہے ــ

بحوالہ الجامع لترمذی ابواب الجہاد باب ما یکرہ فی الخیل صفحہ ۲۰۲

نہین ہے ان سے بہتر کوئی حیوان　　　جو بہتر ہے تو ہے بس ان سے انسان

جہان مین جسقدر گھوڑے ہین اے یار　　　تو ان کے حال سے ہو جا خبردار

کل ان کے عیب مین یہ پانچ ہین قسم　　　سو ہر ایک کا تیا دیتا ہون مین اسم

گھوڑے کے پانچ عیب پانچ فصلوان مین بیان کیے ہین ـ پہلا عیب بھونری کا ہے ـ دوسرا ہڈی اور موتھی کا ـ تیسر صورت کا ـ چوتھا رنگ کا اور پانچوان ڈھنگ کا ـ پہلی فصل بھونرے کے عیبون مین صرف ہوئی اور بھونرے کی مندرجۂ ذیل قسمین بیان کی ہین ـ

(۱) بھونری آنسو ڈھال　(۲) ہمیان زر　(۳) دیوْمن　(۴) ہرد اول　(۵) گدٌه بغل

(٦) بھونری گوم　(۷) گنگا پائے　(۸) کھوشی گاڈه　(۹) کھوشی اکھاڑ ـ　(۱۰) بھج بل ـ

(۱۱) اریَل　(۱۲) ساپَن　(۱۳) چربھنگ　(۱۴) ڈھنگ اجاڑ ـ ان مین سے ہر عیب کے بارہ مین تین سے لیکر پانچ شعر تک کہے ہین اور یہ بتایا ہے کہ کس قسم کے گھوڑے کن لوگون کو پسند یا ناپسند ہین مثلا گدہ بغل صرف وہ مغل لیتے ہین جو قزلباش ہون ـ گنگا پاٹ کو بڑی قیمت پر خرید ہ جاتا ہے ـ کھوشی اکھاڑ سستا بھی ہو تو نہ خریدنا چاہئیے ـ چربھنگ سے راجپوت خاص طور پر چڑتے ہین ـ ان عیبون یا خوبیون کے علاوہ بھونرے کے دو عیب شرعی بھی ہین ان مین ایک "ہدیعن" کا عیب ہے دوسرے "بدرکابی" کہ بقول رنگین ان دونون کے بارے مین ایک حدیث بھی موجود ہے اسی طرح دوسری فصل مین ہڈہ اور موتھرہ عیب کی تفصیل بیان کی ہے ـ تیسری فصل ان عیوب ہی سے متعلق ہے جن کا اندازہ گھوڑے کی صورت کو دیکھکر ہوجاتا ہے اس فصل مین گھوڑے کی یہ قسمین خاص طور پر گنائی ہین ـ

(۱) شتر دندان　(۲) قچ پیشانی　(۳) پوشان گوش　(۴) تختہ گردن　(۵) گاوٌ شانہ

(٦) زین پشت　(۷) آہو شکم　(۸) چپاتی سم　(۹) خرسمہ　(۱۰) مرغ پا　(۱۱) حبر کون

(۱۲) کحل یعنی کلنجہہ　(۱۳) کشادہ رو ـ

چوتھی فصل گھوڑون کے رنگ کے عیب و ثواب کی پہچان مین ہے اسمین حسب ذیل قسمین گنائی

ھین ۔

(۱) ستارہ (۲) ٹیل (۳) ماہ رو (۴) عقرب (۵) طاقی (٦) چقہ (۷) گلدست

(۸) چپ دست (۹) پدم یعنی جالی دار (۱۰) ارجل (۱۱) سفید و سنجاب (۱۲) شب کور

(۲۲) اسکے بعد گھوڑون کے سال و سن کی پہچان بیان کی ھے ۔ پادیون فصل جو نہایت دلچسپ ھے ان پانچ عیبون کے متعلق ھے جنھین پنج شرعی عیب کہا ھے ۔ (۱) کھیہ لنگ (۲) کوری (۳) کم خور (۴) دندان گیر (۵) شب کور ۔

کتاب کا آخری حصہ بیطاری سے متعلق ھے اس مین بیماریون کی پہچان اور انکے علاج[1] نہایت تفصیل سے بیان کیے گیے ھین کتاب کا بڑا حصہ ان نسخون پر مشامل ھے جو رنگین کے مجرب ھین مثلا اگر کوئی گھوڑا آگ یا بارود سے جل جائے تو رنگین اس کیلئے یہ نسخہ بتاتے ھین ۔

کسی کا گر کہین جل جائے گھوڑا ۔۔۔ تو زخم اسکا بہت ہو یا کہ تھوڑا
عرق وہ پہاڑ کا گر اسکو لگوائیے ۔۔۔ تو بس فی الفور اسے آرام ہوجائیے
یہی انسان کی بھی ھے دوا یار ۔۔۔ مکرر آزمائی ھے یہ ھر بار

آخری نسخہ گھوڑون کے زخم سے خون بند کرنے کا ھے ۔

نہ ھو گر زخم سے گھوڑے کے خون بند ۔۔۔ تو پھر میرا کہا مان اے خرد مند
تو اس پر باندھ اک مکڑی کا جالا ۔۔۔ کہ ھووے بند گر ھو خون کا نالا
ویا اس پر سہاگا پیس کر ڈال ۔۔۔ کہ ھو جا خون بند اسکا وہ فی الحال
یہی انسان کی بھی ھے دوا یار ۔۔۔ سجھاتا ھون مین تجھکو یہ بہ تکرار

اسکے بعد خاتمہ نسخہ ھے جو پہلے نقل کیا جا چکا ھے ۔ فرسنامہ لکھنو مین ۱۸٦۹ ء اور کانپور مین ۱۸۷۴ء مین شائع ھو چکا ھے اور انگریزی مین اسکا ترجمہ لفٹنٹ کرنل ڈی سی فلٹ نے کیا تھا

---

(۱) بحوالہ قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری ورق ۴۷ کاتب سید محمد نواب ابن سید سلطان علی ساکن شاہجہان آباد تاریخ کتابت ۱۲ ۔ جمادی الاول ۱۲۰٦ ھ

جو ۱۹۱۱ء مین لندن مین طبع ہوا تھا لندن والے نسخہ مین ایک مختصر سا نثر مین دیباچہ بھی ہے یہ دیباچہ گلستان سعدی سے لیا ہے -

منت خدائے را عزو جل کہ ——————— و بر ہر نعمتے شکری واجب

از دست و زبان کہ برآید - کو عہدہ شکر ش بدر آید

انڈیا آفس والا " فرسنامہ رنگین " رنگین کا خود نوشتہ ہے جو بتاریخ یازدہم صفر ۱۲۲۵ھ مین لکھا گیا اس نسخہ کے پہلے تین ورق پر نسخے دئے ہوئے ہوئے ہین جنمین سے درمیانی ورق پر " صیغۂ نکاح " کی عبارت ہے - آخری ایک ورق پر بھی مختلف امراض کی ادویہ بتائی ہین - کل ۵۹ ورق ہین -

ورق ۲/ل پر مختصر سا دیباچہ فارسی مین ہے اور ورق ۲/ب سے یہ کتاب شروع ہوتی ہے - آغاز ہوتا ہے -

خدا کی حمد کب مجھ سے رقم ہو دوان جب تک نہ شبدیز قلم ہو

اسکے بعد نعت حضرت سید المرسلین مین دس شعر ہین -

پھر " در بیان حضرت چہار یار " کے عنوان سے تین شعر ہین -

اسکے بعد " در بیان منقبت " کے عنوان سے دس شعر ہین -

پھر " مناجات در جناب کبریا " کے عنوان سے چند شعر ہین اسکے بعد " در بیان تمہید کلام و باعث این نسخہ " کے عنوان سے ۲۵ شعر ہین اس تمہید مین رنگین کہتے ہین کہ جب مین فلک کے ہاتھون تنگ آیا تو گھر سے نکل گیا اور مدت تک مارا مارا پھرا پھر دل مین خیال آیا کہ اسطرح کبتک مارا مارا پھرونگا تو اچانک لکھنو آنے کا خیال آیا اور میا مجھو کے مہمان بنے چنانچہ کہتے ہین -

میان مجھو جو ایک وھان مہربان ہین تو اپنے سب طرح وہ قدردان ہین

محمد بخش نام انکا ہے مشہور میان مجھو عرف انکا بدستور

یہان قادر ہین چھوٹے انکے بھائی　　　اںہون مین خوبی ان سے ہے سوائی

آگے چلکر کہتے ہین کہ یہ دونون مجھے اپنا ہی سمجھتے تھے اور اپنے آپکو انکا بہت ہی احسان مند ظاہر کرتے ہین چنانچہ کہتے ہین —

غرض جب تک رہا مین اس مکان مین　　　تو گویا تھا بہشت جاودان مین کسی دن رنگین کا دیوان انکی نظر پڑا تو انہون نے کہا کہ حضرت اس فرسنامہ کو آپ نے نثر مین کیون لکھا ہے ہماری خاطر اسے نظم کردیجئے تو انکی خاطر ایسا کیا چنانچہ آخری دو شعر مین کہتے ہین —

مگر جب کہا مجھ سے یہ منت　　　تو کی ان کیلئے مین نے یہ محنت

کیا (یہ) ان کیلئے یہ عزم بالجزم　　　وگر ہرگز نہ تھا کچھ میرا یہ عزم

اسکے بعد "در بیان صفت اسپان" کے عنوان سے بارہ شعر ہین اور پھر ورق [٩] ب سے فصل اول شروع ہوتی ہے —

"سبع سیارۂ رنگین" کا چھٹا حصہ "تجربہ رنگین" کے نام سے ہے یہ نثر مین ایک نہایت اہم تصنیف ہے جو ۱۲۲۸ ھ مین نواب ذوالفقار علی نواب باندہ کی فرمایش پر لکھا تھا جسکا موضوع فن سپاہگری ہے اور جسمین سات ہتھیار یعنی سپر — تلوار — چھری — نیزہ — برچھی — کمان اور بندوق کا قد اور رکھنے کی کیطرح اور باندھنے کی وضع سات ابواب مین الگ الگ لکھی گی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رنگین کو فن سپاہگری مین بڑا دخل تھا اور اسی بنا پر انہون نے مرھٹون کو اپنی سپاہیانہ لیاقت سے اتنا متاثر کیا تھا کہ وہ فوج کے ایک سردار بنادئے گئے تھے — دیباچہ مین رنگین نے لکھا ہے کہ ۱۲۱۵ ھ مین جب وہ کھاندوجی مرھٹہ کے پاس گوالیار مین تھے تو اس نے پوچھا کہ انگریز سپاہی دیسی سپاہیون کے مقابلہ مین کیون غالب آجاتے ہین تو رنگین نے بیان کیا کہ ہر فن کے سیکھنے کیلئے استاد کی ضرورت ہوتی ہے لیکن ہندوستانی اشراف فن سپاہگری مین شاگردی کو اپنے لئے باعث ذلت

سمجھتے هین اور انگریز کسی معمولی آدمی کو بھی نوکر رکھین تو اس سے پورا علم حاصل کرتے هین ۔ اهل دربار نے رنگین پر بہت سے اعتراضات کیے اور انھین کے جواب مین رنگین نے سات ھتھیارون کی تفصیل بیان کی ۔ پہلی فصل سپر کے بارے مین جس سے محافظت کا کام لیا جاتا ہے اور آخری باب بندوق کے بیان مین هے جو سب کے بعد ایجاد هوئی ان تمام اور کو رنگین نے نہایت تفصیل سے بیان کیا هے بعض اقتباسات حسب ذیل هین ۔

(۱)

" فصل چوتھی سپر کے باندھنے کے بیان مین یعنی سوار تو تا مقدور سپر کو پشت پر سے نه کھولے باعث یه که هر انسان کی پشت اس کاندھے سے تا اوس کاندھے تک اور گردن کی جڑ سے جسے فارسی مین چار بند کہتے هین اوسے تا ریڑھ تک جسے ریختہ زبان مین ریڑھ کہتے اور هندی بھاکھا مین کنگروڑ بولتے هین خدا کی قدرت سے کہنی کی ابتدا سے تا بیچ کی انگلی کی نوک تک اور چار انگل هر شخص کے هوتی هے ۔ پس سپر پشت کی محافظت کے واسطے هے چاهیئے هر شخص کی سپر اسکے هاتھ کے برابر اور چار اونگل هو اگر اس ہت سے زیادہ هوگی تو اسے وہ حیران کریگی ۔ خواہ نخواہ کبھی نه کبھی سپر سے چوٹ کھاکر پگڑی زمین پر گرے گی اور زین پوش اور قبا اور پٹکا ضرور بضرور رگڑ اوس سے کھا جائینگے ۔"

(۲) (۳)

" اور سوار جو بندوق کی قواید کرتا هے اوس کی انواع طرح هے اونھین سے دو طرح اچھی هین ایک تو یه اسے بازگشتی کہتے هین وہ اسواسطے خوب هے که چیز بکار آمد هے ۔

اگر خدا نخواستہ شکست هو اور حریف پیچھے سے آپہنچے اور پھرنے کی فرصت نه هو تو بازگشتی قواید سے مونھہ پھیر کر اسے مار سکتا هے یه چال اهل ولایت کی هے اسکے قواید کی یه ترکیب هے که بندوق کو تیار کرکے اور قدرے داهنی طرف کو آڑے بیٹھکر اور بندوق کو بیچ مین سے داهنے هاتھ

---

(۱) تجربہ رنگین ورق $\frac{۸۴}{ب}$ (۲) " تجربہ رنگین " باب ساتوان فصل تیسری ورق $\frac{۹۴}{ب}$

(۳) قواعد

سے پکڑ کر بائین رکاب پر زور دیکر گھوڑے کو سرپٹ برابر میدان مین ھانکے اور جب چاھیے کہ آگ دے تو داھنے پاؤن پر زور دیکر اور بائین طرف کو جھک کر اور آڑے ہوکر گھوڑے کی بائین ران کے پاس بندوق کی مہری کو پہنچا کر آگ دے بعد سر کے اوپر اپنی بندوق کو پھراتا ہوا گھوڑے کو روک کر پرے مین اگر شامل ہوجائے اس طرح سے جتنی بندوقین چاھے اتنی چلادے اور دوسری طرح ھدف کی قواید کہلاتی ھے وہ دو طرح پر ھے پہلے تو یہ کہ بندوق کو تیار کرکے گھوڑے کو پرے مین سے آگے سرپٹ ھانک کر داھنی رکاب پر خوب زور دیکر آگے کو چاھئیے اتنا جھکے کہ گھوڑے کے یال تک پہنچے اور وھان کروٹ ایسی لے کہ پشت کے پیچھے کی ھڈی گردن سے لگا کر تک برابر یال سے گھوڑے کے لگ جائے اور بائین ھاتھ کی آسمان کیطرف مہری کرکے آگ دے اور دوسری وضع یہ ھے کہ جب بندوق تیار کرکے گھوڑے کو پرے سے نکالے اور سرپٹ کی تو رانین گھوڑے پر جیسی کی تیسی رھین اور ایسا گھوڑے کی دم کیطرف سر کو کرکے سیدھا لیٹ جائے کہ اسمان کیطرف صاف مونہہ ہوجائے مگر بعد بندوق کے چھٹنے کے اٹھنا محال ہوتا ھے تو اسکی یہ حکمت ھے کہ پہلے ایک کپڑے زبردست کا ایک سرا زین کی ھنوں مین یا گھوڑے کی گردن مین باندھ لے اور دوسرا سرا اپنے پٹکے مین باندھ لے جسوقت کہ بندوق لگا کر چاھیے کہ اٹھے تو اس کپڑے کے آسرے سے گھوڑے پر اٹھ بیٹھے ۔ یہ قواید ھدف کی کیا شے ھے یعنی میدان مین ایک نیزے کو گاڑ کر اسکے اوپر ایک ابخورہ اوندھا دیتے ھین یا ایک پھول رکھ دیتے ھین اور سوار گھوڑون کو دوڑا کر اسکے قریب سے گذر کر عین سرپٹ مین اس ابخورے پر گولی لگاتے ھین اگر مشاق لوگ اسے مارتے ھین ۔"

اگرچہ ادبی نقطۂ نظر سے یہ رسالہ زیادہ اھم نہین ھے لیکن اس سے رنگین کے عہد کے آلات حرب اور انکے استعمال کے طریقون نیز سپاھیانہ فنون مین رنگین کی مہارت کا اندازہ ہوتا ھے اسلئے اس نسخہ کو نہایت اھم سمجھنا چاھئیے ۔ ھمارے شعرا مین سودا سے لیکر غالب تک اکثر نے پیشہ آبا سپاھگری کہکر فخر کیا ھے لیکن رنگین واقعی سپاھی تھے اور یہ انکا خاندانی پیشہ تھا اس سے اندازہ

هوتا هے که رنگین نے صرف اپنی شاعری کو هی ذریعه معاش نهین بنایا تها اور نه صرف درباری یا مداحی کے سهارے زندگی بسر کی تهی اس اعتبار سے اپنی تمام کمزوریون کے باوجود رنگین کی زندگی کا/ کا یه پہلو نهایت روشن اور ان کی شخصیت کو بلند کرنے کیلئے کافی هے ـ

باب سوم پنجم

ریختی و ہزل

دیوان آمیختہ و انگیختہ

رنگین کی فحش نگاری

شعر و اخلاقیات کے تعلق کی بحث نہایت اہم ہے بعض لوگون کے نزدیک اعلی درجہ کی شاعری صرف ایسا ہی کلام ہوسکتا ہے جس کا مقصد نیک اور اعلی ہو یہ مقصد انسان کی فلاح و بہبود ذہنی جسمانی اور روحانی ترفع اور اخلاقی قدرون کا عروج ہے ۔ بعض دوسرون کے نزدیک شاعری یا ادب کا ایسا کوئی مقصد نہین ۔ ان لوگون کے نزدیک فنون لطیفہ کا مقصد صرف لطف و انبساط پیدا کرنا ہے ۔ فنون لطیفہ کو کسی دوسرے مقصد کے حصول کا ذریعہ نہین بنایا جا سکتا یہ بذات خود مقصود ہوتے ہین اور انسان کی خواہشات جذبات تاثرات اور رجحانات کو بغیر کسی تکلف یا تصنع کے پیش کرتے ہین ۔ دراصل فنون لطیفہ کا اصلی مقصد نہ محض تلقین و تبلیغ اور نہ صرف لذت و انبساط ہے بلکہ اسکا کام اعلی درجہ کے جذبات صحت اور صفائی کے ساتھ پیش کرنا ہے ۔ دنیا مین بہترین ادب شاعری مصوری موسیقی سنگ تراشی مجسمہ سازی وغیرہ کے جسقدر اعلی نمونے موجود ہین وہ اس نظریہ کی تائید مین پیش کئے جا سکتے ہین ۔ اس اعتبار سے شاعری کا مقصد یہ قرار پاتا ہے کہ وہ انسانی جذبات خیالات افکار تصورات احساسات وغیرہ کو اسطرح الفاظ مین پیش کرے کہ خود شاعر اور اسکے سامع کو لطف و انبساط حاصل ہو اور اگر اس کلام سے کوئی اعلی مقصد حاصل ہوتا ہے تو یہ کلام صرف اچھی شاعری سے بڑھکر اعلی شاعری کا مرتبہ حاصل کرلیگا ۔ یہ اعلی مقصد تزکیۂ نفس مذہبی پاکیزگی

روحانی ترقی حق اور صداقت کی تائید انسان کو انسان کی همدردی پر مائل کرنا یا اسکی معاشی یا تہذیبی ترقی مین حصّہ لینا سب کچھ هو سکتا هے اسلئے شاعری کیلئے کسی ایک مقصد یا ایک مسلک کا تعین نہین کیا جاسکتا ۔

لیکن انسان مین انسانیت کے ساتھ حیوانیت کا عنصر بھی شامل هے اور اگر ایسا هوتا هے کہ حیوانیت کا یہ عنصر اعمال و افکار مین غالب آجاتا هے اور انسان اپنی زندگی کا مقصد محض کھانا پینا مادی آسایشون سے لطف اندوز هونا اور جنسی خواهش کی تسکین سمجھ لیتا هے انهین سے هر جذبہ بالکل قدرتی هے لیکن انسان اور حیوان مین فرق یہ هے کہ انسان نے انسان کی تسکین کیلئے حدین مقرر کرلی هین ۔ ان حدون کا نام مذهب اخلاق یا قانون هی چاهے کچھ سمجھ لیا جائے حیوانیت ان قوانین کے خلاف بغاوت کرتی رهتی هے ۔ اور اسکا اظهار انسانی اعمال و افکار مین هوتا رهتا هے ۔ عام طور پر جب کسی ملک یا قوم مین سیاسی اور ذهنی زوال و انحطاط کا دور شروع هوتا هے تو اس قسم کے جذبات زیادہ ابھر آتے هین ۔ هندوستان مین مغلون کا آخری دور اسی قسم کا تھا جب شمشیر و سنان کا زمانہ ختم هوچکا تھا اور طاؤس و رباب کا دور تھا یہان همین اس زوال کے اسباب سے بحث کرنا نہین هے کیونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت هے اگرچہ اس زمانہ مین بھی بعض اشخاص اور بعض تحریکین اس عام رو کے خلاف ملتی هین لیکن وہ اتنی کمزور هین کہ اس عام سطح مین دبکر رهجاتی هین ۔ همارے سامنے شاعری کا وہ بے شمار دفتر هے جسمین اعلی درجہ کے اشعار کے پہلو بہ پہلو نہایت ادنی درجہ کا کلام موجود هے اور یہ کلام کسی ایک شاعر ایک صنف یا ایک طاقہ سے مخصوص نہین هے ۔ غزل مین امرد پرستی کے مضامین معاملہ بندی اسی کی جھلک هے ۔ سودا ۔ میر حسن ۔ انشا اور مصحفی کی هجویات بھی اسی کی صدائے بازگشت هین اور ریختی اور هزل بھی اسی ذهنی کیفیت کی ترجمان هین ریختی کا مقصد عورتون کی زبان مین انکے جذبات کا ادا کرنا هے کیونکہ اردو کی ایک خصوصیت یہ بھی هے کہ اسمین عورتون اور مردون کی زبان اور محاورہ مین خاصہ فرق هے جو دنیا کی اور زبانون مین بہت کم ملیگا ۔ اس

اظہار سے دیسی زبانون بالخصوص برج بھاشا کی شاعری کے ایک بڑے حصّہ کو ریختی کہا جا سکتا
لیکن اردو شعرا؟ نے اسے عام طور پر جن معنون مین استعمال کیا ہے وہ اس سے مختلف ہین ۔ ان کے
نزدیک ریختی سے مواد ایسی نظم ہے جس میں عورتون کی زبان مین اوباش اور آوارہ عورتون کے جذبات اور معاملات نظم کئے جائین
ظاہر ہے یہ اعلی درجہ کی شاعری یا ادب نہین ہے اور جذبات کے اظہار سے یہ اتنی ادنی اور اسفل
ہے کہ اسے قطعا" شعر و ادب کی تاریخ مین کوئی جگہ نہین مل سکتی ۔ اسکی اگر کوئی اہمیت ہوسکتی
ہے تو صرف تاریخی اور لسانیاتی ۔ تاریخی اہمیت یہ ہے کہ ہمین اس کلام مین ایک ایسے دور کی ترجمانی
ملتی ہے جہان جنسی لذت پرستی جذبات پر غالب آچکی ہے اور اسکی تسکین کیلئے ادنی سے ادنی
ذریعہ کو اختیار کرنے مین کوئی تامل نظر نہین آتا ۔ ذہنی اور اخلاقی اظہار سے یہ ایک ایسا دیوالیہ
معاشرہ ہے جسکی بنیادین کھوکھلی ہوچکی ہین ۔ اگرچہ یہ حقیقت نہایت تلخ ہے لیکن اسکی صداقت
مین شبہ نہین کہ رنگین کا زمانہ اسی طرح کا تھا ۔ جسکی تائید رنگین کے "دیوان آمیختہ" اور "دیوان
انگیختہ" سے ہوتا ہے ۔

اسکی لسانیاتی اہمیت یہ ہے کہ اسمین عورتون کی زبان اور انکے محاورے استعمال کئے گئے ہین
عورتون کو مردون کے مقابلہ مین اپنی زبان کو خارجی اثرات سے محفوظ رکھنے کے مواقع خاصے ہوتے ہین
بالخصوص ایسی سوسائٹی مین جہان عورتین پردہ کرتی ہون اور گھر سے باہر نکلکر مردون کے ساتھ عام
طور پر ملنا جلنا ان کیلئے دشوار ہو یہی وجہ ہے کہ اردو مین قلعہ معلی کی زبان اور لکھنؤ و دلّی کے بیگمات
محاورہ کو بطور سند پیش کیا جاتا ہے لیکن مضامین کی گندگی نے رنگین کے ان دو مجموعون کو سند کے طور
پر استعمال ہونیکے لائق بھی نہین رکھا ہے اور انکے مقابلہ مین انشا؟ کا دیوان ریختی یا جان صاحب
کا دیوان کہین زیادہ متین و مہذب نظر آتا ہے ۔

"دیوان آمیختہ"

مجموعۂ نورتن رنگین کا یہ تیسرا نسخہ ہے جو اکسٹھ (۶۱) اوراق پر مشتمل (۱) ہے اسکا شروع مین فارسی مین

---

(۱) قلمی نسخہ انڈیا آفس لائبریری نمبر B182

دیباچه هے جسمین حمد و نعت کے بعد لکھتے هین ـ

"و بعد آن در دنیا بهتر از سه امر چیزے دیگر نیست اول خوب خوردن بوبیم دوہم خوب نوشیدن سیوم صحبت با نازنینان داشتن پس اے عزیز بشرط فراغت هر کسے موافق حوصله خود و مقدور خود خوب خوردن و خوب پوشیدن را عادت خود می نماید لیکن محبوب را مفتون کردن و از خود راضی داشتن کمال دشوار است ـ مگر اگر کسے برین نوشته عمل نماید هر آئینه به مقصد برسد چرا که این سخن ها که نگارش یافته اند در تجربۂ خود آمده اند بنا بران این قدر درد سر نموده شد تاکه طالبان این فن ازین کیفیت برد ارند ـ این بنده هیچمدان یعنی سعادت یار خان رنگین این مقدار استعداد داشت که اگر می خواست این نسخه را در نظم در ہندی یا فارسی می پرداخت اما در فهم عوام الناس بخوبی نمی آمد ـ ازین جهت در نثر به سه فصل مختصر کرده در دیباچۂ دیوان سیوم دیوان هزل که مشهور به "دیوان آمیخته" است مرقوم ساخت ـ و درین دیوان اسم طوائف به قید ردیف به این شرط که هر حرف اخر ردیف بود ـ سر حرف اسم طوائف باشد ـ مگر ردیف یا که دران اخر اسم هست و بیشتر غزلیات و اشعار در تخیل است پس هر که بر این اوراق نظر کند لازم که یک چیز را از اینهائے که نوشته ام به آزماید اگر موافق افتد بداند که همه درست است و گرنه خیر ـ

فصل اول در کنار گرفتن و مکیدن لب و زبان و مالیدن سر پستان و مساس آن ـ

فصل دوم در گرفتن وآسن و مباشرت کردن و امساک ـ

فصل سوم در انزال کنانیدن عورت ـ

اس دیباچه سے ظاهر هوجاتا هے که رنگین نے اپنی زندگی کس ماحول مین گذاری تھی اور قدرتی طور پر اسکا کیا اثر قبول کیا تھا ممکن هے جنسیات کی تاریخ یا جنسیاتی ادب مین رنگین کی اس تحریر کا کوئی درجه هو ـ اردو شاعری یا ادب کی تاریخ سے یه خارج هے ـ تین فصلون کو جنکا ذکر دیباچه مین کیا هے تفصیل سے لکھا هے اسکے بعد حصّه نظم شروع هوتا هے پہلا قصیده در طعن و تشنیه[1] شیطان

---

(۱) تشنیع

علیہ اللعنت لاحول و لا قوت الا با للہ العلی العظیم ـ

کے عنوان سے ہے اسکا پہلا شعر یہ ہے ـ

تو واقف اس سے ہے جو کام ہے شرارت کا　　　　نہوئے تو کون سزاوار طوق لعنت کا

قصیدہ مین دو مطلعے ہین پہلے مین پندرہ اور دوسرے مین سولہ اشعار ہین ـ دوسرا قصیدہ

۲ ـ "قصیدہ دوم در ہجو ہوشیار چیلہ برادر مہربان رجب بیگ خان کہ نام اوشان از حرف سر ہر شعر می برآید "

کے عنوان سے ہے ـ اسمین چوالیس اشعار ہین مضمون یہ ہے کہ رجب بیگ خان کا غلام ہوشیار نیکون سے نفرت کرتا ہے اور بدون کو دوست رکھتا ہے اسکی تعریف مین لکھتے ہین ـ

جب سحر مین روز جو چمکے ہے تکمہ وار　　　　سرخی نہین شفق کی یہ ہے خون خلق کا

اسکے مضامین بھی نہایت فحش ہین تیسری نظم ایک مثنوی ہے جو الہ آباد کے صوبہ دار راجہ گنپت رائے کے بیٹے راجہ لالہ مداری لعل کی ہجو مین ہے اسمین اسکے کنبے والون کو نام لے لیکر گالیان دی ہین اور خاص طور پر خاندان کی عورتون مین سے نانی دادی خالہ کسی کو نہین چھوڑا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ مین یہ مذاق بہت عام ہوچکا تھا چنانچہ سودا نے بھی میر ضاحک کی ہجو مین جو کچھ لکھا ہے اسمین ضاحک سے زیادہ اسکی بیوی پر زور قلم صرف کیا ہے ـ انشا نے بھی مصحفی کے معرکہ مین مصحفی مصحفن کو شریک کرلیا ہے لیکن رنگین کی ہجو کے سامنے اگلے پچھلے سارے کارنامے ماند پڑ جاتے ہین ـ اسکے بعد شیطان کی تعریف مین ایک اور نظم ہے جسکا پہلا شعر یہ ہے ـ

جتنے ہین رنڈی باز تو ان کا ہے پیشوا　　　　لعنت مین کوئی شریک نہین تیسرا دوسرا

اسکے بعد قطعات ہین جنمین مختلف طوائفون کے نام نظم کیے ہین بعض نام حسب ذیل ہین ـ

(۱) انی (۲) میرو (۳) اچانک (۴) ازرانی (۵) الہ بندی (۶) امرو (۷) امرتی (۸) امینہ (۹) حیاتا (۱۰) حرمت (۱۱) حفیظا" (۱۲) خانم (۱۳) رحیمن (۱۴) روپا (۱۵) رحمانی (۱۶) زینت (۱۷) خوشی (۱۸) شرتو (۱۹) کلو (۲۰) لاڈلی (۲۱) چمن (۲۲) خانی (۲۳) تاجو (۲۴) القو (۲۵) اندرو ـ

اسطرح کے ایک سو تتالیس نام ہین جو قلمی نسخہ کے ورق ۱۲ پ سے ۱۹ الف تک پھیلے ہوئے ہین اسکے بعد رباعیات فردیات اور قطعات ہین جنمین طوائفون کے نام لئے ہین ایک قطعہ انشا* کی ہجو مین بھی ہے —

انشا اللہ خان ہے مفعول — فاعل سے وہ اپنے کب خفا ہو
بن اٹھے نہ ہوگا اشنا وہ — انشا کو الٹ کہ اشنا ہو

ایک قطعہ بارہ اشعار پر مشتمل ہے اصف الدولہ کی ہجو مین ہے جو اس شعر سے شروع ہوتا ہے —

آصف الدولہ جو مشہور تھا نواب وزیر — تھا وہ مفعول اسے جانے ہین سب خاص اور عام

اسی مین نوازش خان کی ہجو بھی شامل ہے — اسکے بعد کچھ مخمس ہین جنمین بعض طوائفون کی ہجو کیگئی ہے —

دیوان انگیختہ

اسی سلسلہ کی دوسری کڑی نورتن رنگین کا چوتھا نسخہ دیوان انگیختہ کے نام سے ہے اسکے شروع مین ایک مختصر دیباچہ اردو مین ہے —

\- رنگین لکھتے ہین کہ اکثر مین عرس شیطان کا جس سے مراد تماش بینی خانگیون کی ہے کیا کرتا تھا — اور اس قوم کی ہر ایک کی تقریر پر دھیان دیتا تھا کچھ دن اسی طرح سے گذرے تب یہ ان خانگیون کی بہت سی اصطلاح اور محاورون کا علم ہوا — انکی زبان مین یہ چوتھا دیوان جو انگیختہ کے نام سے مشہور ہے ترتیب دیا — بقول شخصے گندہ بروزہ یا خشکہ اگرچہ لطفے ندارد لیکن ایجاد بندہ است —

لیکن اس دیوان مین ان خانگیون کے ایجاد لغات — محاورے اور اصطلاحات اکثر ایسے ایسے نظم ہوئے تھے جنکو دوست سمجھنے سے قاصر تھے اسلئے مین نے دقیق الفاظ یعنی محاورے وغیرہ کو اس دیباچہ مین بقید حروف تہجی شرح کرکے لکھدیا — ان محاورون مین سے بعض یہ ہین —

(۱) اود ھل گی ہے یعنی بدکار ہوگئی ہے

(۲) اوردابیگی جو مغلانی روبرو بیگمات کے اہتمام کرتی ہے —

(۳) انوٹھی بات ہے یعنی نئی بات ہے — (۴) اوشلک لگائی یعنی تہمت لگائی —

(۵) انگیٹ ـ سراپا جسم کو کہتے ہین (٦) اندر والا نہین سمجھتا ـ جی نہین سمجھتا ـ
(۷) ایسا کیا شہر شعلہ پڑا ہے ـ ایسا کیا شہر نا پرسان ہے کہ کوئی کسی کی داد کو نہین پہنچتا ـ
(۸) آمین کے چھیٹے ـ یعنی کوئی آفت نزدیک نہ آئے (۹) آڑی ترچھی ہے ـ عداوت رکھتی ہے ـ
(۱۰) اپنی ایڑی دیکھ ـ نظر نہ لگا ـ (۱۱) اوشغلہ اٹھایا ہے ـ طوفان اٹھایا ہے ـ
(۱۲) اسے چیلون کو دون ـ اپنے پر سے صدقے کرون ـ (۱۳) اھلے گہلے پھرتی ہے ـ خرامان اور نازان پھرتی ہے ـ (۱۴) اپنی والی پر اگر آون ـ اگر بد خلقی پر آون ـ (۱۵) آتوجی ـ استانی
(۱٦) ان گا مہینہ ہے یعنی اٹھوان مہینہ ہے ـ (۱۷) تیری بھاوین کچھ نہین ـ تیری حساب کچھ مال نہین ـ (۱۸) لوکا لگے ـ آگ لگے ـ (۱۹) نویلا ـ نرالا

یہ فہرست اگرچہ کہین کہین فحش ہوگئی ہے لیکن اسکی ایک لسانیاتی اہمیت ہے اس سے ہمین عورتون کی بعض خاص رسمین اور انکے رواج کا پتہ چلتا ہے اور انکی خاص زبان اور محاورہ کا اندازہ ہوجاتا ہے ـ اس مقدمہ کے بعد نوری شہزادہ ـ یہان شاہ دریا اور شاہ سکندر صاحب کی تعریف ہے ـ

فلک کے ہاتھ سے اتا یہ ناک مین ہے دم — کہ کھا کے سو رہون کچھ جی مین ہے علی کی قسم
یہ بیر باندھی ہے اب مجھ سے اس کمینہ نے — کہ ہوسکے ہے بیان وہ نہ ہوسکے ہے رقـــم
مین اپنی جان سے بھی ابتو تنگ آئی ہـون — اذیتین مجھے لاکھون ہین اس سے ملک پہ م

اس قصیدہ مین نوری شہزادی شاہ دریا سے مخاطب ہوکر اپنی پابندیون اور تکالیف کو بیان کرتے ہوئے کہتی ہے کہ میری ساس اور نندین اور نانی تکلیف کا باعث ہین ـ اصیلین اور مغلانیان بھی کہتی ہین کہ اسے کس کا غم ہے ـ

(۱)
ہر ایک جوڑتی ہے مجھ پہ توتش لاکھون — کہے ہے مجھکو ہر ایک ہے اسے کس کا غم

اسکے بعد مطلع ثانی ہے کہ نورجہان بھی اس مطلع کو پڑھے تو تعریف ہی کی ـ

(۲)
یقین ہے بندی کو جس گھر مین جائے تیرا قدم — لگے بہشت نہ اس گھر کو اور نہ باغ ارم
تری وہ ذات ہے واری کہ تجھکو جو دعا دے — جو بانجھ ہوئے تو لڑکے وہ دو جنے توام
زناخی جس کی خفا ہو وہ اسـے ملجائے — دوگانا جسکی ہو آزردہ بھول جائے وہ رم
جن اور بھوت ترا نام سن کے یون بھاگین — شعاع مہر سے اڑجائے جـس طرح شبنم

---

(۱) طوفان (۲) پہنچے

اٹھاوین تخت هواد ار کو تیرے پریان　　چلین جلو مین تری جن و حور خورم

آگے کہا ہے کہ هر ایک کی بیماری اور هر بیماری کا علاج شاہ دریا کے پاس ہے ـ

ملے نہ بحر جہان مین پھر اسکا تحل پیڑا　　جو هر مہینے تری پیشعک(۱) سے هورہے بے غم

تو ساتون پیپون کا ہے گا وہ لاڈلا بھائی　　کہ تیری ہستی مین چٹ چٹ(۲) بلائین وہ پیہم

بڑے جو بھائی هین تیرے میان سکندر شاہ　　تو ان کی آنکھون کی عینک ہے تو خدا کی قسم

کہین طبق کوئی پیپون هی کا اٹھائے ہے　　کہے ہے شاہ برهنہ(۳) سے کوئی دل کا غم

یعنی هر ایک کسی نہ کسی سے عقیدہ رکھتی ہے کوئی پیپون سے کوئی ننے میان وغیرہ سے لیکن مین تو ـ

غرض نہ ننے میان سے نہ زہن خان سے کام　　نہ شیخ سدو کا بھاتا ہے مجھکو کچھ عالم

مجھے جو ہے تو ہے تیری هی ذات(۴) سے مطلب ـ نصیب هوئے بلانا ترا مجھے جم جسم

کہ هوئے مری طرف سے یہ سب کی للو بند(۵)　　کرے(۶) چواو نہ دشمن مرا نہ کوئی همــــــدم

مین تیرے صدقے گئی میرے نوری شہـزادے　　طفیل شاہ سکندر کے کر کچھـ ایسا کرم

قصیدے مین پچاس اشعار هین اسکے بعد ایک فحش مثنوی اسّی اشعار پر مشتمل ہے ـ مثنوی اگرچہ فحش ہے لیکن اسمین بعض اشعار بالخصوص سراپا سے متعلق اعلی درجہ کے بھی هین ـ رقعہ لکھنے والی زناخی دوسری زناخی کو اپنی بھوون ـ پیشانی اور بال وغیرہ کی تعریف کرتے هوئے کہتی ہے کہ مین تجھـ سے کسی چیز مین کم نہین هون ـ

جو تیری هین ماہ نو کی ثانی　　تو میری هین تیغ اصفہانی

چشمون مین بھرا ہے گر تیری ناز　　تو آنکھین میری بھی هین فسون ساز

هین گوش تیرے جو پھول سے خوب　　تو میرے هین کان ان سے محبـوب

بینی تیری جون الف عیان ہے　　تو میری بھی ناک سو نتون ہے

---

(۱) نیاز　(۲) پٹلی　(۳) نیار　(۴) مراد شاہ دریا　(۵) زبان　(۶) مذکور مکرر

گر ھونٹھ تیرے ھین برگ گل اب   تو شگفتے ھین لعل کے می لب

گر دانت ھین تیرے سلک گوھر   تو میرے ھین موتیون سے بہتر (۲)

شیرین ھے زبان تیری جو خود کام   تو میری زبان ھے توز بسادام

گردن ھے بیاضی تری سناگن   تو مری بھی ھے صراحی گردن

بازو جو ھین گول گول تیرے   تو گدنڈ بھرے بھرے ھین میرے

ساعد ھین تری جو شاخ سنبل   تو با ھین مری بھی ھین رگ گل

ھین پنجۂ خور جو ھاتھ تیرے   تو رشک قمر ھین ھاتھ میرے

قامت ھے ترا جو سرو آزاد   تو میرا بھی قد ھے نخل شمشاد

اسکے بعد جسم کے ھر ھر کپڑے کا مقابلہ کیا ھے اور پھر ناز و ادا کا بھی ۔ اسکے بعد غزلین شروع ھوتی ھین جنکا انداز یہ ھے ۔

واری تیرے جاؤن ھین خالق ھے خلقت کا   کیا مجھ سے بیان ذرہ ھوئے تری قدرت کا

کچھ مجھکو گناھون کا خطرہ نہین محشر مین ۔ چھوڑون کی نہ مین دامن خاتون قیامت کا

تو ھے وہ جوان جس نے پھر کرکے زلیخا کو   یوسف کو کیا مفتون اس چاند سی صورت کا

پہلو سے گئی وھان تک تھا رابعہ بصری کو   یہ شوق دیا تونے کعبہ کی زیارت کا

موسیٰ کو جو پالا تھا فرعون کی بیبی نے   پھر کیون نہ پڑے اس پر پر تو تری رحمت کا

جو نوحؑ کی جورو تھی تھا واعلہ نام اسکا   طوفان مین کیا تونے مورد اسے لعنت کا

اور حضرت عیسیٰؑ کو بن باپ کیا پیدا   مریمؑ کا ھی والی شاھد ھے تو عصمت کا

قطعہ

قربان تری مجھ سے اور میری دوگانا سے   پھر عمر رھے رشتہ باھم یہ محبت کا

اب آٹھ پہر تجھ سے مانگون ھون یہ مین   بندی کو پڑی ھو کیا رنگین کی نہ چاھت کا

ایک غزل دوگانا کے سراپا مین لکھی ھے ۔

ھے گی میری دوگانا کی سجاوٹ خاصی   چھب رنگ غضب تس پہ کھجاوٹ خاصی (۳)

سر کے تعویذ ستم اور غضب بیچ عجیب   بال مہکے ھوئے چوٹی کی گندھاوٹ خاصی

~~(۱) گلاب~~ (۲) بادام (۳) گندھا

سب سے گفتار جدی سب سے نرالی ناک ساک　　دانت تصویر میں مسّی کی جماوٹ خاصی
شہر آشوب رمڑی تھی یہ لکھوتا کافر　　سن جو چھوٹا ہے تو ہے منہ سے ہملاوٹ خاصی
گر جگت بولے تو ہو گالہ آتش ہو زبان　　اور رک جائے تو رکنے میں رکاوٹ خاصی
اس کی پس گات کی کیا بات ہے (۱) لخلخی سود ہوان۔ جھب درست ایسی ہے بازو کی گلاوٹ خاصی
کرتی جالی کی پری سر پہ دوپٹہ اچھا　　تہر پاجامہ اور انگیا کسلاوٹ خاصی
قطع چولی کی عجب گھیر بھی دامن کا طلسم۔ آستین چست بہت اور چلاوٹ خاصی
لہر لہرائی ہوئی تھی یہ وہ طوفان حباب　　گوکھرو اور بتّہ کی ہے بناوٹ خاصی
سسکی بھرنی وہ شور اور جھپکا رہا　　اوس کے ساتھ پھر ابرو کی جھکاوٹ خاصی
پہنچیاں واچھڑی جی کان کی بالی بیداد　　نورتن ویسی ہے (۲) ٹیکی کی جڑاوٹ خاصی
ناز بہندہ۔ حیا آفت عشوہ جادو　　غمزہ وہ ظلم ادا اور رکھاوٹ خاصی
اچپلاہٹ وہ فسون اور چھٹنا ہے ہے　　پھر ملاقات میں کافر وہ اچپلاوٹ خاصی
کیون نہ ایسے سے پھنسے دل اجی انصاف کرو۔ گفتگو سحر۔ کمر خوب۔ لگاوٹ خاصی
بند پاجامہ کی چنپا میں سونا کی چماک　　وہ پرہوا دھڑیوں اور بناوٹ خاصی
پاؤں میں کفش بھبھوکا وہ مفرق نادر　　سرو قد اور ہے رانوں کی گدلاوٹ خاصی
سب سے سب بات جدی سب سے انوکھی رفتار۔ سب سے پوشاک الگ سب سے ہجاوٹ خاصی

اس کا اظہار کرون تجھ سے میں کیا کیا رنگین
دست و پا زیور میں مہندی کی رچاوٹ خاصی

ایک شعر میں اپنے آپ کو ریختی کا موجد اور انشاؔ کو مقلد بتایا ہے —

ریختی کہتی اجی رنگین کا یہ ایجاد ہے　　منہ چڑاتا ہے موا انشاؔ (۳) جیا کس واسطے

غزلوں کی کل تعداد ایک سو بارہ ہے لیکے انکے علاوہ کچھ رباعیات۔ فردیات۔ قطعات۔ مسدس اور مخمس بھی ہیں۔ یہ دیوان اکہتر اوراق پر مشتمل ہے

---

(۱) سینہ و بازو　(۲) ٹیکا　(۳) دائی

باب ششم

رنگین کی زبان دانی

شاعری کیلئے مضمون اور بیان دونون کی ضرورت ہوتی ہے جو جذبات ۔ کیفیات ۔ حالات اور واقعات شاعر پر گذرتے ہین اور اسے متاثر کرتے ہین وہی الفاظ کا جامہ پہنکر شعر بنجاتے ہین ظاہر ہے شاعر اور خارجی دنیا کے درمیان شعر کا یہ ظاہری پیکر ہی تعلق پیدا کرتا ہے ۔ الفاظ ابلاغ کا ذریعہ ہین انھین کے وسیلہ سے شاعر کے خیالات ہم تک پہنچتے ہین کوئی خیال کتنا ہی عمدہ اور صاف کیون نہ ہو جبتک اس کیلئے مناسب پیرایۂ بیان نہین ملیگا عمدہ شعر کی شکل اختیار نہین کرسکتا اسی لئے قدیم شعرا نے الفاظ کی تلاش پر بڑا زور دیا ہے ۔ مولانا حالی لکھتے ہین ۔ (1)

"کائنات کے مطالعہ کی عادت ڈالنے کے بعد دوسرا نہایت ضروری مطالعہ یا تفحص ان الفاظ کا ہے جنکے ذریعہ سے مخاطب کو اپنے خیالات مخاطب کے روبرو پیش کرتے ہین یہ دوسرا مطالعہ بھی ایسا ہی ضروری اور اہم ہے جیسا کہ پہلا ۔ شعر کی ترتیب کے وقت اول متناسب الفاظ کا انتخاب کرنا اور پھر انکو ایسے طور پر ترتیب دینا کہ شعر کے معنی مقصود کے سمجھنے مین مخاطب کو کچھ تردد باقی نہ رہے اور خیال کی تصویر ہو بہو آنکھون کے سامنے پھرجائے اور باوجود اسکے اس ترتیب مین ایک جادو مخفی ہو جو مخاطب کو مسخر کرلے ۔ اس مرحلہ کا طے کرنا جسقدر دشوار ہے اسی قدر ضروری بھی ہے کیونکہ اگر شعر مین یہ بات نہین ہے تو اسکے کہنے سے نہ کہنا بہتر ہے ۔ اگرچہ شاعر کے متخیلہ کو الفاظ کی ترتیب مین بھی ویسا ہی دخل ہے جیسا کہ خیالات کی ترتیب مین لیکن اگر شاعر زبان کے ضروری حصہ پر حاوی نہین ہے اور ترتیب شعر کے وقت صبرو استقلال کے ساتھ الفاظ کا تتبع اور تفحص نہین کرتا تو محض قوت متخیلہ کچھ کام نہین آسکتی ۔

جن لوگون کو یہ قدرت ہوتی ہے کہ شعر کے ذریعہ سے اپنے ہمجنسون کے دل مین اثر پیدا کر سکتے ہین انکو ایک ایک لفظ کی قدروقیمت معلوم ہوتی ہے وہ خوب جانتے ہین کہ فلان لفظ جمہور کے جذبات پر کیا اثر رکھتا ہے اور اسکے اختیار کرنے یا ترک کرنے سے کیا خاصیت بیان مین پیدا ہوتی ہے

(1) تفحص الفاظ از مقدمہ شعر و شاعری

نظم الفاظ مین اگر بال برابر بھی کمی رہ جاتی ہے تو وہ فورا سمجھ جاتے ہین کہ ہمارے شعر مین کونسی بات کی کسر ہے ۔ جسطرح ~~انکے شعر مین اگر علو بھاؤ~~ ناقص سانچے مین ڈھلی ہوئی چیز فورا چغلی کھاتی ہے اسی طرح انکے شعر مین اگر تاؤ بھاؤ فرق رہ جاتا ہے معا انکی نظر مین کھٹک جاتا ہے اگرچہ وزن اور قافیہ کی قید ناقص اور کامل دونون قسمک کے شاعرون کو اکثر اوقات ایسے لفظ کے استعمال پر مجبور کرتی ہے جو خیال کو بخوبی ادا کرنے سے قاصر ہے مگر فرق صرف اسقدر ہے کہ ناقص شاعر تھوڑی سی جستجو کے بعد اسی لفظ پر قناعت کرلیتا ہے اور کامل جبتک زبان کے تمام کوئین نہین جھانک لیتا تب تک اس لفظ پر قانع نہین ہوتا ۔ شاعر کو جبتک الفاظ پر کامل حکومت اور انکی تلاش و جستجو مین نہایت صبرو استقلال حاصل نہ ہو ممکن نہین کہ وہ جمہور کے دلون پر بالاستقلال حکومت کرسکے ۔ ایک حکیم شاعر کا قول ہے کہ " شعر شاعر کے دماغ سے ہتیار بند نہین کودتا بلکہ خیال کی ابتدائی نا ہمواری سے لیکر انتہا کی تنقیح و تہذیب تک بہت سے مرحلے طے کرتے ہوتے ہین جو کہ اب سامعین کو شاید محسوس نہ ہون لیکن شاعر کو ضرور پیش آتے ہین ۔"

اس بحث کے متعلق چند امور ہین جنکو فکر شعر کے وقت ضرور ملحوظ رکھنا چاہئیے اول خیالات کو صبر و تحمل کے ساتھ الفاظ کا لباس پہنانا پھر انکو جانچنا اور تولنا اور ادائے معنی کے لحاظ سے انمین جو قصور رہ جائے اسکو رفع کرنا ۔ الفاظ کو اسی ترتیب سے منظم کرنا کہ صورتاً اگرچہ نثر سے ممیز ہو مگر معنی اسی قدر پورے ادا کرے جیسے کہ نثر مین ادا ہوسکے ۔ شاعر بشرطیکہ شاعر ہو اول تو ان باتون کا لحاظ وقت پر ضرور کرتا ہے اور اگر کسی وجہ سے بالفعل اسکو زیادہ غور کرنے کا موقع نہین ملتا تو پھر جب کبھی وہ اپنے کلام کو اطمینان کے وقت دیکھتا ہے اسکو ضرور کاٹ چھانٹ کرنی پڑتی ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر بڑے بڑے شاعرون کا کلام (۱) مختلف نسخون مین مختلف الفاظ کے ساتھ پایا جاتا ہے ۔"

رنگین نے بلا مبالغہ لاکھون اشعار کہے انکا جو مجموعہ کلام ہمارے سامنے ہے وہی مقدار کے اعتبار سے اتنا ہے کہ اردو زبان کی تاریخ مین شاعری سے قطع نظر لسانی اعتبار سے اسکی اہمیت مسلم ہے ۔ ممکن ہے اسکے علاوہ کچھ ایسا کلام بھی ہوگا جو اب ہمارے سامنے موجود نہین ۔ اس کلام مین اردو اور فارسی نظم و نثر اور مختلف اصناف کے نمونے شامل ہین ۔ مضمون کے اعتبار سے بیان بھی بدلتا رہتا ہے اسلئے رنگین نے جتنے مختلف طرز اختیار کئے ہین انکے نباہنے کیلئے زبان و بیان پر زبردست قدرت درکار ہوگی اور ہین داخلی اور خارجی شہادتون سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رنگین نہ صرف اردو و فارسی بلکہ

---

(۱) رنگین کے کلام مین بھی مختلف نسخون مین مختلف الفاظ ملتے ہین ۔

عربی ۔ ترکی اور هندوستان کی تمام مختلف زبانون سے پوری طرح واقف تھے ۔ همارے بعض اور شعرا نے بھی مختلف زبانون سے اپنی واقفیت کا اظہار کیا ھے سودا کے قصائد مین عربی ۔ هندی ۔ پنجابی اور برج کے بعض نمونے موجود هین ۔ انشا کے یہان بھی ایسی مثالین موجود هین ۔ انشاؔ نے رانی کیتکی کی کہانی کے نام سے ٹھیٹھ هندی مین جو کہانی لکھی ھے اسمین عربی فارسی کا ایک بھی لفظ نہین آیا ھے لیکن رنگین کے کارنامون کے سامنے یہ تمام مثالین هیچ نظر آتی هین ۔

اس سلسلہ مین سب سے پہلے هماری نظر " نورتن رنگین " کے پانچوین حصہ پر پڑتی ھے جسکا نام " مجموعۂ رنگین " ھے ۔ چالیس ورق کے اس مجموعہ مین حسب ذیل چیزین شامل هین ۔

" مجموعہ رنگین کا اشاریہ "

ورق اول سے قصیدہ در ہفت زبان در توصیف ٹیپو شاہ باد شاہ چنپاٹین و مندرا ج پسر حیدر نایک شروع ہوتا ہے جو ۷۳ اشعار پر مشتمل ہے ۔

اٹھاروان اور انیسوان شعر فارسی مین ہے ۔بیسوان اور اکیسوان زبان ترکی مین ۔بائیسوان اور تیئسوان زبان پشتو مین ۔ چوبیسوان اور پچیسوان زبان برج مین ۔چھبیسوان اور ستائیسوان زبان مارواڑی مین ۔اٹھائیسوان اور انتیسوان زبان اردو مین ۔اور تیسوان زبان پنجابی مین ۔اور اکتیسوان بھی ۔ اردو زبان مین جو دو شعر ہین انکے علاوہ ہر زبان کے شعر کے نیچے سرخی سے لفظی ترجمہ لکھا ہے ۔

مارواڑی کے دو شعر کا پہلا مصرع اردو کا ہے اسطرح پنجابی کے دو شعر کا پہلا مصرع اردو کا ہے ۔فارسی کے دونون شعرون کا پہلا مصرع بھی اردو ہی کا ہے ۔ ۵۲ شعر کے بعد مطلع ثانی شروع ہوتا ہے ۔

مطلع اول کے آخر مین دو شعر یہ ہین ۔

جی مین ہے رنگین کو مطلع ثانی اور مین ایسا کہون　　جسکو سنکر وجد مین آجاے روح انوری

اور ایسا ہو سراسر اسکی وہ تعریف مین　　رشک کھاوے جس کی رفعت پر یہ چرخ چنبری

مطلع ثانی کا پہلا اور دوسرا شعر ۔

کیون نہ شاہان جہان سے ہوئے تجھکو برتری ـــــ کہ جی مین سے آشکارا ہوے شان حیدری

مین فلک کے ہاتھ سے تجھ پاس لایا ہون پناہ ــــ اے کرم گستر کرم سے کر تو میری دلبری

مطلع ثانی مین کل ۲۱ شعر ہین ۔

ورق $\frac{۲}{ب}$ سادہ ہے ۔ورق $\frac{۵}{۲}$ سے حکایات حکایات شروع ہوتی ہین پہلی حکایت " حکایت پوربیہ " در زبان پوربی۔پوربی زبان کے تمام اشعار کے نیچے لفظی ترجمہ اردو میں سرخی سے ہے ۔بعض شعر مین ایسا بھی کیا ہے کہ اگر پوربی کا کوئی مشکل لفظ آگیا ہے تو صرف اسی لفظ کے معنی سرخی سے لفظ کے نیچے لکھدئے ہین ۔اس حکایت مین کل بارہ شعر ہین ۔

دوسری حکایت ـ حکایت جواب و سوال فرعون و شیطان در زبان پنجابی ـ اسمین کل بارہ شعر هین ـ

هر شعر کے نیچے مشکل الفاظ کے معنی سرخی سے لکھے هین ـ

تیسری حکایت ـ حکایت دو پوربیہ که با هم یار بودند در زبان پوربی ـ اسمین کل آٹھ شعر هین ـ آخری

چار شعر کے مشکل الفاظ کے معنی سرخی سے دئیے هین ـ

چوتھی حکایت ـ حکایت پوربیہ بے عقل در زبان پوربی ـ اسمین کل پانچ شعر هین ـ

ورق ۷/ب پر یہ لکھا هے ـ نسخهٔ پنجم نورتن رنگین که مشهور به مجموعه رنگین است

که در هفده زبان نظم شده تصنیف سعادت یار خان رنگین

ورق ۷/ب اور ورق ۸/الف سادہ هین ـ ورق ۸/ب سے "غزل فارسی" شروع هوتی هے جسکے کل آٹھ شعر هین ـ

دوسری غزل ـ "غزل در زبان پنجابی ریخته" کل سات شعر ـ

(۳) غزل در زبان پنجابی کل پانچ شعر هین بین السطور سرخی سے معنی بھی دئیے هین ـ

(۴) "غزل در زبان هندی کشمیری که تازه از کشمیر آمده باشد و بد انست خود هندی خوب می گفته باشد و در هندی گفتگو کند" کل پانچ شعر هین ـ بین السطور سرخی سے معنی بھی دئیے هین ـ

(۵) غزل فارسی ـ کل دو شعر هین ـ اردو مین ترجمه نهین هے ـ

(٦) غزل زبان اردوئے معلی ـ کل سات شعر هین ـ اسکے بعد ورق ۱۰/ب پر پانچ شعر هین جنکے عنوان نهین دئیے هین لیکن یه شعر ترکی زبان کے معلوم هوتے هین ـ بین السطور فارسی مین لفظی ترجمه سرخی سے هے ـ پهلا شعر ـ غیرالیدین بسکه سنین ایجدینگ شراب

(از دست غیر که خوردی شراب)

کوئبدے کونگلم الدے بغرم کباب

(سوخت دل من و جگر من شد)

(۷) غزل در زبان اردوئے معلی کل دس شعر هین ـ

ورق ۱۱/الف سادہ هے بالکل اخیر سے "غزل فارسی" شروع هوئی هے جسکا صرف پهلا شعر اس ۱۱/ب کے اخر مین لکھا هے ـ کل چھ شعر هین ـ

(۸) "غزل فارسی" کل پانچ شعر هین ـ

(۹) "غزل در زبان اردوئے معلی" ـ کل چھ شعر هین ـ

(۱۰) "غزل فارسی" ـ کل پانچ شعر ہین ـ

(۱۱) "غزل فارسی" ـ کل پانچ شعر ہین ـ

صفحہ $\frac{۱۲}{۱}$

(۱۲) "غزل زبان اردوئے معلی" ـ کل آٹھ شعر ہین ـ

(۱۳) "غزل زبان ترکی" کل پانچ شعر ہین ـ بین السطور سرخی سے فارسی مین ترجمہ ہے ـ

(۱۴) "غزل اردوئے معلی" کل پانچ شعر ہین ـ

(۱۵) "غزل بزبان بیگمات شاہ جہان آباد یعنی ریختی ایجاد بندۂ درگاہ" ـ کل پانچ شعر ہین مشکل الفاظ کے معنی بین السطور سرخی سے ہین ـ

(۱۶) "غزل فارسی" کل دو شعر ہین اسکے بعد جگہ چھٹی ہوئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رنگین اسے پورا کرنا چاہتے تھے ـ

(۱۷) "غزل زبان فارسی" کل چھ شعر ہین ـ

(۱۸) "غزل ہندی توشیح کہ از ان نام برمی آید بشرطیکہ اول حرف سرخی را بزبان آوردہ باز مصرع بخوانند تا موزون شود" ـ کل سات شعر ہین ـ

(۱۹) "غزل فارسی" کل پانچ شعر ہین ـ

(۲۰) "غزل توشیح در زبان اردوئے معلی کہ از ان نام بر می آید اول حرف سرخی را باید خواند تا مصرع موزون شود" کل پانچ شعر ہین ـ

(۲۱) "غزل در ہندی انگریزہائے نو آمد کہ از ملازمان خود در ہندی زبان گفتگو میکونند (۱) و می فہمانند (۲)" مشکل الفاظ کے معنی سرخی سے بین السطور دئیے ہین کل پانچ شعر ہین ـ

(۲۲) "غزل فارسی" کل پانچ شعر ہین ـ

(۲۳) "غزل قطعہ بند بطور حکایت در زبان ریختہ برائے خواندن زنہائے طوائف در قصیدن" ـ کل پانچ شعر ہین ـ

(۲۴) "غزل در زبان ہندی اہل خطہ یعنی کشمیری نو آمد کہ با ہم از مردم ہند در ہندی گفتگو میکند" بین السطور مشکل الفاظ کے معنی اردو مین سرخی سے لکھے ہین ـ کل پانچ شعر ہین ـ

(۲۵) "غزل در زبان اردوئے معلی" کل پانچ شعر ہین ـ

(۲۶) "اشعار در زبان پچادہ ہائے پنجاب یعنی گوار" ہر شعر کے نیچے سرخی سے مشکل الفاظ کے معنی اردو مین دئیے ہین ـ کل دو شعر ہین اور تھوڑی سی جگہ چھٹی ہوئی ہے

---

(۱) "کو" سے لکھا ہے ـ (۲) می کنند

صفحہ $\frac{۱۸}{۱}$

(۲۷) "غزل در زبان اردوئے معلی" کل پانچ شعر ہین ۔

(۲۸) "غزل در زبان بیگمات شاہجہان آباد یعنی ریختی ایجاد بندہ" کل دس شعر ہین ۔ مشکل الفاظ کے معنی بین السطور سرخی سے دئیے ہین ۔

(۲۹) "غزل در زبان اردوئے معلی ریختہ" کل پانچ شعر ہین ۔

(۲۰) "غزل فارسی" کل پانچ شعر ہین ۔

صفحہ $\frac{۱۹}{ب}$

(۲۱) "غزل در اصطلاحات زبان افغان بچہ ہائے رام پور و مئو کہ رند مشرب و اوباش وضع اند" کل آٹھ شعر ہین ۔ بین السطور مشکل الفاظ کے معنی سرخی سے دئیے ہین ۔

(۳۲) "غزل در زبان اردوئے معلی بقید حروف عضو معہ تعریف کہ از الف تا یاست از حرف کہ آغاز لفظ عضو است از ہمان حرف شروع لفظ تعریف است اگرچہ لطفے ندارد مگر ایجاد بندہ است" ۔ کل پانچ شعر ہین

(۳۳) "غزل در زبان اردوئے معلی ہر جا کہ حرف سرخ مفرد بیاید انرا بر زبان راندہ باید خواند تا مصرع موزون شود" ۔ کل پانچ شعر ہین ۔

(۳۴) "غزل دوہیم بند ستو" ۔ کل پانچ شعر ہین ۔

(۳۵) "غزل ہزل قطعہ بند در زبان ریختہ برائے تفنن طبع یاران اوباش وضع رند مشرب یعنی چھوٹی امت" کل سات شعر ہین ۔

صفحہ $\frac{۲۱}{۱}$

(۳۶) "غزل اردوئے بیگمات شاہ جہان آباد بطور قطعہ بند در مقدمہ نیاز دادن حضرت فاطمہ علیہ السلام"

(۳۷) "غزل فارسی" کل دو شعر ہین کچھ جگہ چھٹی ہوئی ہے ۔

صفحہ $\frac{۲۱}{ب}$

(۳۸) "غزل در زبان ریختہ در صنعت قافیہ ہائے غلط برائے خاطر یاران چھوٹی امت بزبان اجلاف شاہجہان آباد" ۔ کل پانچ شعر ۔

(۳۹) "غزل در زبان پنجابی کھترانی ہا بہ نہایت عجز و انکسار و نرمی زبان بسیار خوش آیند" ۔ کل پانچ شعر ہین بین السطور مشکل الفاظ کے معنی سرخی سے دئیے ہین ۔

صفحہ $\frac{۲۲}{۱}$

(۴۰) "غزل بطور نفی اثبات و صنعت قلب در ہر مصرع" ۔ کل سات شعر ۔ پہلے شعر کے دوسرے مصرع کے اخر مین جو لفظ آیا ہے وہی لفظ دوسرے شعر کے شروع مین ہے اور جو لفظ پہلے

مصرع کے اخر مین ہے وہی دوسرے مصرع کے شروع مین ہے —

پہلا شعر — وہ گیے ہے مجھے تیرا غم ہے   غم نہین اسکو یہ اسکا دم ہے

(۴۱) " غزل پشتو در زبان افغان ها ولایت ذ ایعنی در لہجہ ولایت آنہا " — کل پانچ شعر ہین (۱)
اعراب لگے ہوئے ہین اور بین السطور سرخی سے اردو مین معنی دئیے ہین —

صفحہ $\frac{۲۲}{۲}$

(۴۲) " غزل در زبان ریختہ در بحر رباعی " کل ~~نو~~ شعر ہین — ۹

صفحہ $\frac{۲۳}{۱}$

(۴۳) " غزل ریختہ زبان برائے خواندن در تعید ن زنہائے طوائف برائے خاطر یاران " — کل سات شعر ہین

صفحہ $\frac{۲۳}{۲}$ سادہ ہے —

صفحہ $\frac{۲۴}{۱}$

(۴۴) " رباعی تجنیس در چہار زبان ترکی — فارسی — پشتو اور ہندی " — مشکل الفاظ کے معنی اردو
مین بین السطور دئیے ہین —

(۴۵) " رباعی در زبان ریختہ صنعت تقلیب " —

(۴۶) " رباعی زبان ہندی ریختہ "

(۴۷) " رباعی بزبان پنجابی پچادہ ہا یعنی بیرون شہری " — اردو مین بین السطور لفظی ترجمہ دیا ہے

صفحہ $\frac{۲۴}{۲}$

(۴۸) " رباعی زبان ریختہ "

(۴۹) " رباعی در زبان اردوئے بیگمات یعنی ریختی "

صفحہ $\frac{۲۵}{۱}$

(۵۰) " رباعی در زبان ریختہ "

(۵۱) " اشعار در صنعت تجنیس و گنگا جمنی بطرز امیر خسرو یک مصرع ہندی و دوم فارسی " کل چھ شعر ہین

(۱) نو/

۲۵/پ

(۵۲) " شعر فارسی در صنعت روگردان یعنی هر مصرع تمام د و معنی پیدا کرده باشد " کل چھ شعر ھین

صفحہ ۲۶/ا

(۵۳) " شعر ھندی بزبان بیگمات " کل سات شعر ھین — انھین ایک شعر پنجابی کا بھی ھے — کل/ مشکل الفاظ کے معنی بین السطور دئیے ھین — انھین مین ایک شعر شاہ عالم بادشاہ کی وفات کی تاریخ ھے — اور انھین مین ایک شعر ھے جسکا ایک مصرع جرات کا ھے اور ایک رنگین کا — دوسرا شعر در زبان ریختہ ھے —

صفحہ ۲۶/پ

مصرع اخر این را جرات شاعر گفتہ مشہور کردہ بود کہ ہر کس مصرع این بہم رساند این مصرع ثانی ہم ازو باشد — مصرع بندہ گفتہ

جی دھڑکتا ھے کہ بجنے کو گجر نزدیک ھے (۱) پاس عصمت کا کجا سحر نزدیک ھے

صفحہ ۲۶/ا

اسکے بعد این شعر در خواب گفتہ بودم چون بیدار شد مہاد بود —

پھر تاریخ تولد نورچشم اختر یار خان کہ اختر تخلص میکند ازان بر می آید —

اگلا شعر پنجابی مین ھے اور اخر مین یعنی اس پنجابی شعر کے بعد تاریخ وفات شاہ عالم بادشاہ ھے

صفحہ ۲۶/پ سے قطعات شروع ھوتے ھین جو انیس ھین —

(۱) قطعہ تاریخ مسجد عمو صاحب وقبلہ نواب ترک جنگ بدل بیگخان کہ در شاہجہان آباد تعمیر شدہ کل دو شعر ھین — تاریخ (بگو کعبہ دو جہان ۱۱۹۲ھ)

(۲) "قطعہ در زبان پنجابی" بین السطور مشکل الفاظ کے اردو مین معنی بھی ھین — کل دو شعر

(۳) قطعہ عیدی در ھندی زبان — دو شعر

(۴) قطعہ تاریخ وفات امین بیگ ۱۲۲۹ھ دو شعر —

(۵) در زبان مرھٹی — کل دو شعر ھین لیکن فحش —

(٦) " قطعه رقعه که در شادی می نویسند انرا بنده در شادی نورچشم نظم کرده نوشته بود ـ ایجاد بنده است " ـ کل دو شعر هیں ـ

(٧) قطعه در هندی زبان ریخته کل چھ شعر ہیں ـ

(٨) قطعه در هندی تضمین سعدی کل تین شعر ہیں ـ

(٩) " قطعه در زبان ترکی ـ پشتو در تعریف شخصیکه از هر دو زبان آگاه بود " کل چھ شعر ہیں ـ

صفحه ٢٨/١

(١٠) " قطعه در زبان فارسی تاریخ مسجد برادر مهربان محمد قلی خان در شهر نون بیورت " کل دو شعر ـ بنا کرد مسجد براه خدا ١١٩٧ھ ـ

(١١) " قطعه زبان هندی تاریخ وفات حضرت شاه عبد العزیز علیه رحمه " کل دو شعر ہیں ١٢٣٩ ھ

(١٢) ایضـــــــــــــــا " کل دو شعر ١٢٤٠ ھ

دو قطعات کہے ہیں پہلے قطعہ کی تاریخ یہ ہے "ہوا آج امام اعظم عہد " ١٢٣٩ ھ

دوسرا " شبلی هندو جنید عصر تھا ١٢٤٠ ھ

(١٣) قطعه هندی در تضمین سعدی دو شعر

(١٤) ایضـــــــــــــا " " "

صفحه ٢٨/ب

(١٥) ایضـــــــــــــا " " "

(١٦) ایضـــــــــــــا " " "

(١٧) ایضـــــــــــــا " تین شعر

(١٨) قطعه تاریخ وفات نواب معتمد الدوله وزیر لکھنؤ دو شعر ١٢٤٧ ھ

(١٩) قطعه تاریخ وفات والده نواب ذوالفقار بہادر در شهر بانده دو شعر (دریغا کہ ہائے ١٢٢٦ ھ)

صفحه ٢٩/١

(٢٠) قطعه تاریخ شاه عالم بادشاه که آفتاب تخلص می فرمودند دو شعر (غروب ہوا ١٢٢٠ ھ)

(۲۱) قطعه هندی در معامله اهل دنیا

(۲۲) قطعه هندی زبان در اظهار تصنیفات رنگین دو شعر

(۲۳) قطعه دعائیه نواب مظفر الدوله بهادر —

(۲۴) قطعه تصنیف شرح سه نثر ظهوری فرموده محمد هادی صاحب کل سات شعر —

(۲۵) قطعه تاریخ تولد نورچشم اختر یار خان دو شعر اختر ۱۲۱

صفحه ۳۰/۱ تاریخ ها که در نثر اخلاق اتحاد " درج ذیل هین —

(۱) وفات حضرت صوفی شاه آبادانی صاحب ۱۸ — ربیع الثانی ۱۲۲۹ ھ

(۲) وفات حضرت صوفی شله والد نواب محکم الدوله طهماس بیگ خان ۱۲۱۷ ھ

(۳) تاریخ تولد اختر یار خان (۱) اختر

(۴) تاریخ تولد نورچشم نواب یار خان اول که سابق شده بود آبر خوردار ۱۲۱۴ ھ
"چون بعد سه سال قضا کرد این تاریخ شد جا برخوردار ۱۲۱۷ ھ "

(۵) تاریخ تولد نورچشمی فاطمه خانم دختر ۱۲۴

(۶) تاریخ وفات نواب حیدر بیگ خان

(۷) تاریخ تولد نورچشم مرزا علی یار خان عرف نواب یار جان ثانی —

(۸) تاریخ نورچشمی که بخانه اختر یار خان تولد شده — یعنی خانم نام تمنا ۱۲۲۹

(۹) تاریخ تولد —

تاریخ تولد نورچشمی محمدی خانم بخانه اهل خانه دویم بنده ۱۲۴۴ ھ

[redacted] امین الدین خوش نویس کی تاریخ وفات (هائے وائے ویلا امین الدین خوش نویس موئے

(۳) تاریخ وفات نورچشم یاقوب بیگ عرف آقا مرزا (۲) نبیره بنده درگاه که در جنگ شهید شد آقا مرد

---

(۱) کرم خورده (۲) یعقوب بیگ (۳) کرم خورده

صفحہ ۳۰/ا سے لیکر صفحہ ۳۱/ا جانچیں تاریخ وفات و پیدائش نثر میں ہیں —

صفحہ ۳۱/ب نثر ہندی تجنیس در نثر   کل دو ہیں —

صفحہ ۳۲/ا   پہیلی ہائے نظم در ہندی زبان پوربی یعنی چیستان —

(۲) پہیلی دو شیشہ ساعت   دونوں کے دو دو شعر ہیں —

(۳) پہیلی جاروب یعنی جھاڑو   ۸ شعر ہیں

صفحہ ۳۲/ب

(۴) پہیلی مشک آفتابو آہنگر   صرف ایک شعر

(۵) پہیلی لعل کہ از ہر دو طرف خواندہ می شود صرف ایک شعر

(۶) پہیلی فالسہ   صرف ایک شعر

(۷) پہیلی جفت دود مشک آہنگر   ایک شعر

(دوبار اور ایک ہے پیو   سانس بھرت ہیں وہیں جیو)

(۸) پہیلی خشخاش معکوس در فارسی   صرف ایک شعر

(۹) پہیلی اسمان و انجم   صرف ایک شعر

(۱۰) پہیلی تسبیح   " " "

(۱۱) " کولو   " " "

(۱۲) " مشک سقہ   " " "

(۱۳) " مس   " " "

(۱۴) " مہندی   " " "

(۱۵) " درخت کیلا   " " "

(۱۶) " تعویذ   " " "

(۱۷) " محرم و پنکھا   " "

(۱۸) پہیلی چشم

(۱۹) " هر دو مروارید تشبیه و چنبے یا قوت دو شعر

صفحه ۳۲/ب

(۲۰) پہیلی گاڑی دو شعر

(۲۱) " خصه والت " "

ضرب المثل هائے نثر که انہا را پہیلی کرده ام

(۲۲) پہیلی پالکی — دس کی لاٹھی ایک کا بوجھ

(۲۳) پہیلی جلاله دوسری پہیلی شمع — گوری کا جوبن چٹکیوں میں جائے —

صفحه ۳۴/۱

(۲۴) دھوبی کا کتا گھر کا نه گھاٹ کا (سایه)

(۲۵) ترازو — ایک پتھر دو کاج

(۲۶) من بھاوے مٹیا ہلاوے (ذکر)

(۲۷) تسبیح — سو مونہه اور ایک بات —

(۲۸) بندوق — چھوٹا منہه بڑی بات —

(۲۹) من بھاوے مٹیا ہلاوے (ذکر)

صفحه ۳۶/ب

مخمس که مشهور "بنورتن رنگین" است سبب اینکه ۹ بند دارد و هر بندش در زبان دیگر است ترجمه اش در هندی زبان نظم شده —

بند اول در عربی — بند دوم در ترکی — بند سوم در فارسی — بند چهارم در پشتو — بند پنجم در ریخته — بند ششم در مارواڑی — بند هفتم در برجی — بند هشتم در پوربی — بند نهم در پنجابی —

کهب گئی من وچ نه بیناوے انی کہتے هتو باکی هے رنگین وچ کتی
چهد گئی هے دلمین برچهی کی انی — اب کہاں باقی هے رنگین جی کی

آگھہ ڈھولن تینڈے مین وچ ڈھتی عشق وچ ھتش اوسدے سر تے آھتی
(کہہ تی دلبین سے پیارے کیا ڈھتی) (عشق مین اوسکے تو سر پر آہتی)

تینو اوہ تین تو نہین لاجم حجاب
(تجھکو اوس سے تو نہین لازم حجاب)

صفحہ ٣٦/ا مخمس دوم در پنج زبان یعنی ہر مصراعش در زبان دیگر فارسی ــ ترکی ــ هندی ــ پنجابی

بطرز حضرت امیر خسرو ــ اسمین کل پانچ بند ہین ــ

(٢) مخمس فارسی غزل شاہ حاتم کل پانچ بند ہین ــ

صفحہ ٣٧/ب تیرہ دوھے ہین ــ دوحرون کا پورا صفحہ کرم خوردہ ہے ــ

صفحہ ٣٨/ا

کبت ــ کل تین ہین ــ یہ صفحہ بھی کرم خوردہ ہے ــ

صفحہ ٣٨/ب

اشعار ــ متفرقہ در صنائع بدائع کل آٹھ شعر ہین ــ

شعر سادہ بے نقط ــ کرو اس درد دل کو دور آکر دوا لاؤ کرو مسرور آکر

شعر حروف مفرد بے نقط ــ درد دل دارم دوا در درد دہ

رد درد درد را در درد دہ

صفحہ ٣٩/ا

شعر صنعت کہ ازان تخلص رنگین بر می آید یعنی در نوشت کہ لفظ یار می نویسند حرف لگے رے

بر آخر می آید گویا ان پائے یار است ہر گاہ رے را اول لفظ نگین بنویسند رنگین خواندہ می شود ــ

گر لگے سرے نگین کے پائے یار تو تخلص ہوئے رنگین آشکار

اس دیوان کا آخری شعر یہ ہے ــ

جو رنگین گاؤں تکا ہوجائے سر پاؤں تو بس چل نکلے کا رے چھوڑ کر گاؤں

اس دیوان کے کل چالیس ورق ہین ــ

مجموعہ کا آغاز ۴۷ اشعار کے ایک قصیدے سے ہوتا ہے جو ٹیپو سلطان کی تعریف مین ہے اور سات زبانون مین ہے یہ زبانین اردو — فارسی — ترکی — برج — مارواڑی — پنجابی اور انگریزی ہین — مطلع یہ ہے —

حق تعالی نے عطا کی ہے یہ تجھکو سروری   ہین نمک پروردہ تیرے آدم و جن و پری

مدح کے بعض اشعار یہ ہین —

نیک ہے تو کام ہے نیکی سے تجھکو رات دن   ذات تری ہے صغیرہ اور کبیرہ سے بری

ایک دن آیا تھا گستاخانہ تیرے سامنے   ابلک اندام پر خورشید کے ہے تھرتھری

پیش لے جاوے سخاوت مین نہ حاتم تجھ سے گو   اور شجاعت مین کرے کب سام تجھ سے ہمسری
زور سے تیرے یقین ہے مجھکو یہ ہوجائے پست   کوہ پر ملی اٹھا کر تو اگر ایک ککری
اپنی قوت کا بیان تیرے کرے گر روبرو   ایک دم مین دیو کی ہوجائے شیخی کرکری
سرو تیرے اس قد موزون کو قمری نے سمجھ   بن کے جوگن ہے لباس اپنا کیا خاکستری

وہ ارسطو اور افلاطون کا استاد ہے   مستری خانہ مین تیرے جو ہے ادنا (1) مستری

مختلف زبانون مین مدح کے اشعار یہ ہین —

چاہئیے کنگ فرنگ اپنے کو سمجھے وہ کوئی   جو کہ دروازہ پہ تیرے ہو تلنگا سنتری
آج ہفت اقلیم مین تیرا کوئی ثانی نہین   کسکی طاقت ہے کہ تجھ سے کرسکے وہ ہمسری
دیکھ تجھکو فارسی مین بولتے ہین اہل فارس   بچہ شیرے غضنفر سولتے ہیرے بزی
جون سلیمان از طفیل کردگار اے کان جود   تابع فرمانت گردید آدم و جن و پری
ترک جتنے ہین تجھے ترکی مین وہ کہتے ہین یون — ساقلہ سون تنگری سنین بارچہ ملا ہے دین بری
(رکھے خدا تجھے سب مصیبتون سے الگ)

---

(1) ادنی

کونکلونگا انصاف قیل چك سه شنهیکے بخوك   مانی و بهزاد مینگ قیلسه اگر صنعت گری
(دلین منصف هو تیری تصویر کهینچے کیونکر)   (مانی اور بهزاد اگر هزار کرین صنعت)

اور جو افغان هے پشتو مین وه یون کرتا هے عرض ـــ لاس مین اونسه زرخدا دے پاره روکره دل بری
(هاتهه میرا پکڑ جلدی خدا کے واسطے کر دلاسا)

به زره مسن اوس ظلمه راغله دے دا خیال ـــ مونگه په استرکود دے سرکار اوکڑ م چاکری
(میرے دل مین اب آیا هے یه خیال)   (میری انکهون پر اس سرکار کی کرون چاکری)

تو کورا کهن برج مین اننده ے نت نند جو   یون تجهے صحرا مین کهتے هین بجا کر بانسری
(تجهے رکهین آرام سے کهیا جی)

هون تما رو داس هون تو مو په کر پارا کهیو   تمارا چیله اب کو جانت هے راجه بهرتهری
(مین تیرا غلام هون مجهه پر اپنا کرم رکهنا)   (تمعارا اپنے کو جانتا هے)

راجپوتانه کا راجه تجهکو لکها هے بهیم   مهین کے ماتهے پر هے ٹهاکر پاگ یه تمهین نے دهری
(میرے سر پر صاحب پگڑ تم نے رکهی هے)

مهین کو تهن بیگے سما چار اپنا مانڈ اور میلیو   راجپوتا نے مین ٹهاکر تهین کے راکهے ٹهاکری
(مجهے تم جلد احوال اپنا لکهه بهیجو)   (خدا تمهاری رکهے سرداری)

اور اهل هند کهتے هین زبان مین اپنی یون   دشمن دولت پر اس سرکار کے پڑیو مری
عیش و عشرت مین تو تب تک دهر مین قائم رہے   هے جهان مین جب تلك یه مهرو ماه و مشتری

مالك پنجاب یه کرتا هے تجهه سے التماس   هن اسی گولی تری ٹهنڈی کچهه رکهه سانو چاکری
(هم تیرے غلام هین کچهه فرما هین خدمت)

بهلکے اٹهه اٹهه کرا ے دیندے هین تینو اوه دعا   سائین دینا وچ رکهے کایم یه تیری سروری
(صبح اٹهه کر هم دیتے هین تجهے یه دعا)   (الله دینا مین قائم رکهے تیری سرداری)

قصیده مین شاعری کے اعلی درجه کے نمونے بهی موجود هین مثلاً ـ
پاك هو ایك دم مین اس سے اسطرح میدان جنگ   کهلے پانی کو کی هے صاف جیسے پهٹکری

پا نہین لگتا زمین کو اس صبا رفتار کا | هل ہوئے گل نظر کب آئے گرد اسکے دری
وہ جو گھوڑا ہے ترا ایسا ہی وہ چالاک ہے | جس سے ہے اندام پر باد صبا کے تھرتھری
اس پری توسن پہ تجھ کو دیکھ کر جن و بشر | کہتے ہین تخت سلیمان سے ہے اسکو برتری
ماہ نو آیا ہے یہ ابر سیاہ اوپر نکل | یہ کچک ہاتھی کے ماتھے پر نہین تیرے دھری
اس کے حوضے پر تجھے یون دیکھکر کہتی ہے خلق۔ ابر پر ہالہ مین ہے یہ ماہ کی جلوہ گری

مطلع ثانی اسطرح شروع ہوتا ہے —

کیون نہ شاہان جہان سے ہوئے تجھکو برتری | ہے جن مین سے آشکارا تیری شان حیدری
مین فلک کے ہاتھ سے تجھ پاس لایا ہون پناہ | اے کرم گستر کرم سے کر تو میری دلبری
اس کمینہ نے مجھے یون دام مین گھیرا ہے اب | جس طرح سے شیر کو باور مین گھیرے باوری

اگلے چند اشعار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رنگین ٹیپو کی خدمت مین باریاب ہونے کیلئے شاہجہان آباد سے دکن پہنچے تھے اور اس زمانہ مین مالی اعتبار سے بہت پریشان تھے —ٹیپو ١١٩٦ ھ مین تخت نشین ہوا اور غالبا اسکے کچھ عرصہ بعد رنگین ٹیپو کی خدمت مین پہنچے ہونگے — "مجالس رنگین" سے معلوم ہوتا ہے کہ ١٢٠٢ مین شاہ عالم نے رنگین کے والد طہماسپ کو ایک سفارتی مہم پر بھیجا تھا جسمین رنگین بھی شامل تھے "مسدس رنگین" سے معلوم ہوتا ہے کہ ١٢٠٧ ھ مین رنگین بنارس سے لکھنو واپس آئے تھے اسلئے ١٢٠٣ ھ کے درمیانی اور ١٢٠٧ ھ کے درمیان رنگین نے جو مختلف سفر کئے ہین انھین مین دکن کا یہ سفر بھی شامل ہے —اس سلسلہ مین رنگین لکھتے ہین —

بندہ پرور یہان تلک شاہجہان آباد سے | خضر قسمت نے ہی کی ہے یہ میری رہبری
جو در دولت تلک پہنچا ہے بندہ آن کر | کرکے طے سب راہ کوہ و خشکی و دشت و تری
منزل مقصود تک پہنچون بھلا کس راہ سے | سد راہ اگر ہوئی ہے قبلہ من بے زری
ہان مگر عقدہ یہ وا ہوتی دست جو دے | دریئے تخریب ہے ورنہ یہ چرخ چنبری
ایک دم کے بیچ ہوجاتا ہون مالامال مین | گر نگاہ لطف ادھر کو پر تو اتکن ہو ذری
قدر دان ہے شعر و شاعر کا تو ہی تیرے سوا | کوئی جنس نظم کا ہرگز نہین ہے مشتری

قصیدہ کا خاتمہ ان اشعار پر ہوتا ہے ۔

یعنی ٹیپو شاہ کی خدمت مین چلکر کریہ عرض　　　وصف تیرا کیا لکھے رنگین بقول انوری
ختم شد بر تو سخاوت بر من مسکین سخن　　　چون شجاعت بر علی بر مصطفی پیغمبری

ان اشعار سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ رنگین کے پیش نظر انوری کا یہ مشہور قصیدہ تھا ۔

ختم شد

اس مجموعہ مین تین حکایتین پوربیون کے متعلق ہین ۔ دلی والے پورب کے لوگون کو بیوقوف اور انکی زبان کو وحشیون کی زبان کہتے تھے چنانچہ دوسری حکایت مین رنگین "حکایت پوربیہ بے عقل در زبان پورب" لکھتے ہین ۔ ان تین حکایتون مین پہلی حکایت ایک پوربئے اور اسکی بیوی کی ہے جسے راستہ مین ٹھگون نے لوٹ لیا تھا اور اسکی بیوی اور وہ واویلا کررہے تھے ۔ حکایت کا اخری حصہ زیادہ فحش ہے ۔ ابتدائی اشعار یہ ہین ۔

پوربیا جاتا تھا رستے مین چلا	اسکو ٹھگاتون[1] نے آفارت کیا
جورو اسکی ساتھ اسکے اوتھی	یعنی اس لٹنے مین وہ ہمرا" تھی
بعد غارت پٹ کر رنگین وہان	یون لگا کرنے وہ رو رو کر بیان
ٹوم چھلا سگ گوا ہوتام تام (گہنا پاتا سب گیا ذرہ ذرہ)	اور تپکیا جس چھپنے ہو ور رام (بندوق لے ہیے)
اس گھن ہیتا مین ہون کت جاوٌن کو (ایسی مصیبت مین کہان جاونگا)	ٹ مگ نہین پاکہا کر کھاوٌن کو (پاس مال کیا کھاونگا)
نتھ اسے دی اسکی جورو نے نکال	اور کہا ہے بچ گو ہے تورہ مال
ھرھراہٹ کا ہے پورب جائی ہو (گھبرانا کیون ہے جائین گے)	بچ نتھنی کا گھنے دن کھائی ہو (نتھ کو بیچ کر مدت تک کھائین گے)

دوسری حکایت دو پوربیون کی ہے جو ساتھ ہی کھانا پکارہے تھے ایک رفع حاجت کیلئے گیا اور دوسرا سالک رام کی پوجا مین لگ گیا کتا کھانا کھا گیا دونون کا مقابلہ پوربیون کی زبان مین لکھا ہے ۔

تیسری حکایت پوربیون کی زبان مین محرم کی ایک نقل ہے ۔

پوربیہ ایک بہت تھا بے عقل	وہ لگا کرنے محرم کی یہ نقل
کہ مین عشرے کی جو مجلس مین گوا	تو وہان رنگین اچنبھا یہ ہوا
کہ منئے ایک کبوا لے کے (مرد کتاب لیکر)	اپنے پرکھان کو گاری دے کے (بڑون کو گالیان دیکر)
بیٹھ بنبر پہ سنائے جھورت ہے (منبر پر خوب ملتا ہے)	روئے کے چنگے سے اس چھورت ہے (روکر چنگاری ایسی چھوڑتا ہے)

---

(۱) ٹھگاتون

که جو بهنیا مین هین بوڑھے بالے   سو وه چهپائے اوٹهت هین سارے
(زمین   لڑکے)   (چلائے   اٹهتے   سب)

ان حکایتون کے درمیان ایک حکایت "فرعون اور شیطان" کے مکالمه کی پنجابی مین لکهی هے -

عقل تهون فرعون جو معجور هے   هک دن اسدے هتهه وچ یک انگور سے
(عقل   معذور تها)   (ایک دن اسکے هاتهه مین ایک انگور تها)

اکهیا وسنے اینو که اوه ابنڑ عام پانی   جو که هس انگور نو موتی بنڑائی
(کہا اسنے یون که وه انعام   )   (اسکو   بنائی)

آیا کچهه جو دمیان وچ شیطان دے   نبڑ گیا اوه شکل یک انسان دے
(مین   کے)   (بن   وه   ایک   کے)

هووسبو وسنے کچهه کیتا جو دم   هوئے گیا موتی دادا نڑا هویدم
(اور اس پر اس نے کیا)   (بن   دانا غائب هوکر)

رکهیا اینو فرعون نے حیرت وچ آ   دے بهراو ٹرڑ ها کجب اوه تین کیتا
(کہا یون   مین)   (دو بهئی بڑا غضب یه تو نے)

پنجابی مین ایک غزل بهی هے جس کے دو شعر یه هین -

اوه یندے دل نو لگ پیا کیکوا مین ٹال دا   گاهك هر ایک هوندا هے مفلس دے مال دا
(وه دل کو لگ پڑا کس طرح ٹالتا)   (خریدار   هوتا هے   کے   کا)

بوهے اوتے کهلوتا هان جالم کهدا تو هان   کیون شاشتر هے کتل نو سادی نکال دا
(دروازه پر کهڑا هون ظالم خدا کو مان)   (تروار   قتل کو همارے هے نکالتا)

اس کے بعد ایک غزل "غزل در زبان هندی کشمیری که تازه از کشمیر آمده باشد و بد است خود

هندی خوب می گفته باشد و در هندی گفتگو کند" کے عنوان سے هے

گفتگو مین مرا ایک کاشو جو بات پرا   وسنے پهنکار دیا دو پنتی ایک لات پرا
(کشمیری   پڑهی)   (اسنے ماردی چار بند مین میرے

کنگری توٹا مرا جب شهر اجان وسے   وسکو پگڑی اوتار هنیے لیا هات پرا
(منقل ٹوٹا   لچا   اوسے)   (اوسکے   هاتهه پڑها کو)

محبت سب سے هے تجهکو مروت همکو نهین   کبهو کو هوتا هے دن اور کبهو کو رات
(الفت سے سب تجهے هے   مگر هم سے نهین)   (کبهی کے دن بڑے اور کبهی کی رات)

اسکے بعد ترکی مین ایک غزل ہے اسکا عنوان رنگین نے کوئی نہین دیا ۔ ترکی الفاظ پر اعراب بھی ~~بھی~~ لگے ہوئے ہین ۔

غیرا الیدین بسکہ سین ریچد ینگ شراب   کویدی کونگلم الدی بخرم کباب
(از دست غیر کہ خوردی شراب)   (سوخت دل من و جگر مین شد)

نامہ بر نامم دی ایلتب یا رمہ   یترینہ اندین الیب کیلتور جواب
(نامہ مرا بردہ رساندہ)   (جلد از یار جواب پار)

ساقیہ تنگری از چون بترگن ریاغ   او لمسہ ضائع ~~شوشب ملف~~ بود کیچہ ماهتاب
(برائے خدا بدہ جام)   (مشود کہ ضائع شود شب ماہ)

ترکی مین ایک غزل اور بھی ہے ۔

بہ چہ حالم دی بیلا رسین اہ بیلما فینگ نہ دور   گاہ درد م کا تیش مس سین او زو الما فینگ نہ دور
(ہمہ احوال من می دانی این نہ دانستی چیست)   گاہے وروان غیری این مرہم شدن چیست)

مجموعہ مین اردوئے معلی کی مثال ان غزلون سے ظاہر ہوتی ہے ۔

خاک کو باغ مین چھانیگی صبا میرے بعد   پرکھلینگے نہ تیرے بند قبا میرے بعد
غم نہین مرنے کا اپنے مجھے یہ سوچ ہے آہ   کون اٹھاویگا تیرے جور و جفا میرے بعد
غل تیرے قتل کا ایسا ہے پڑا عالم مین   شور ایک حشر کا برپا ہی رہا میرے بعد
گو جفا پیشہ تھا بھر عمر وہ روتا ہی رہا   جس نے احوال مرا تیرا سنا میرے بعد
مین تو نا کام گیا پر یہ دعا ہے میری   دے محبت کو نہ تاثیر خدا میرے بعد
کوئی واقف نہ ہوا چاہ سے میری اسکی   بھید لوگون پہ یہ مدت مین کھلا میرے بعد
اظہار اپنا تو کھونا ہے یہ غم ہے مجھکو   میرا کرنا ہے جو لوگون مین گلا میرے بعد
تونے پامال جو رنگین کو کیا اس نے کہا   رنگ ایسا نہین دینے کی حنا میرے بعد

وہان سے آئے تھے کچھ نہ ہم لیکر   پر چلے یہان سے لاکھ غم لیکر
سارے اقرار تیرے جھوٹھے ہین   کیا کرین تجھ سے ہم قسم لیکر
رہروان عدم ٹھہر جاؤ   ہم بھی چلتے ہین ساتھ دم لیکر
ان سے کر خوف تری محفل سے   اٹھ گئے جو کہ چشم نم لیکر

غش ہین جو چشم مست کے رنگین   کیا کہین گے وہ جام جم لیکر

غزل توشیح در زبان اردوئے معلی کہ ازان لکلے / نام ہر می آید اول حرف باید خواند تا مصرع موزون شود ـ

مشہور پریزاد ہو تم   واللہ کچھ ایجاد ہو تم

تمہین حسن خداداد ہے یہ   یہ ہے عشق کی بنیاد ہو تم

بہت دوہوا ہے نزدیک   یقین ہے مجھے بیداد ہو تم

گو اور ہین لاکھون معشوق   مین صید ہون صیاد ہو تم

سر ہر مصرع سے لون رنگین حرف   نام پھر نکلے تو استاد ہو تم

(موتی بیگم)

شاہجہان آباد کی بیگمات کی زبان یعنی ریختی مین جسے رنگین اپنی ایجاد بتاتے ہین انکا پورا

دیوان موجود ہے اس مجموعہ مین بھی دو غزلین نمونے کے طور پر اس زبان مین لکھی ہین ـ

تانس کرباجی جب میری بڑھائی پشواز   مین نے تب پر سے وہ ٹکڑے اڑائی پشواز

(غصہ   انکاری)   (ضد   )

کرتی انگیا ہے مجھے بھاتی ہے ہلکی پھلکی (۱)   کون مرے واسطے باجی نے سلائی پشواز

تو دوا ایک ہے اللہی او ہر فتباز   قادری مانگی تھی تو دوش کے لائی پشواز
فریبی   قسم باندی

مبر منے او جلی نے ایک آن کے قصہ ناند ھا   اری وہ بندے بنے ولا دھانی جود ملائی پشواز
شروع کیا

ارے لوگو چھپا جنائی کو   لائے کوئی بلا جنائی کو

میری پسلی مین ہوک اٹھتی ہے   کہے کوئی یہ جا جنائی کو

بیکلی سی ہے آج ملواؤن   پیٹ اپنا دکھا جنائی کو

درد کھاتی ہون مین مروڑے کا   غم نہین کچھ ہوا جنائی کو

بچہ سیدھا ہے یا کہ ہے پایل   نہین معلوم کیا جنائی کو
یعنی پیر کے بل

پانچون کپڑے بدن کے مین اپنے   دون گی چلا نہا جنائی کو

زہر لگتی ہے مجھکو اچھوانی   مین پیون گی بلا جنائی کو

---

(۱) حرفت

نہین دیتی ہے مجھکو گاڑھا کیون   دون مین کیا کیا بتا جنائی کو
آگے رنگین مین تیرے پاون پڑون   ذرہ آنکھین دکھا جنائی کو
گھرکی دے

ان غزلون کے علاوہ بھی ریختی کے کچھ اور نمونے شامل ہین ۔
اس مجموعہ مین رنگین نے زبان ریختہ کا بھی نمونہ دیا ہے جس سے انکی مراد زبان قدیم ہے جس جس مین آیان ۔ جائیان کثرت سے استعمال ہوا ہے اسکا نمونہ یہ ہے ۔

مین نے جو کل رنڈیان مجرے کو بلوائیان   ڈولیون مین بیٹھ بیٹھ گروہ ہے آئیان
شہرۂ آفاق تھین گرچہ وہ سب خوب لیک   دیکھ کے مجلس نئی پہلے تو شرمائیان
ہونے لگی ان سے پھر جب کہ جگت اور ہنسی   تب تو مزے مین وہ آخوب ساگرمائیان
تبلون کا ملوا کے سر اٹھ کے انھون نے وہین   دوھری وہ سارنگیان جس گھڑی چھڑوائیان
بزم مین رنگین عجب پھر تو سما بندھ گیا   تری غزل رنڈیان ناچ کے جب گائیان

ایک اور غزل زبان ھندی مین ایک نو وارد کشمیری کے انداز مین ہے ۔

(۱)

اے ھندوستان کو خلقت مروت تجھکو نہین   خصوص اھل خطہ کو شفقت تجھکو نہین
(کے   مروت تم کو نہین)   (خصوص کشمیری پر شفقت تمہین نہین)

آخرش درد دل اپنا تا بیان کہنا چہیے   گرچہ معلم ہے مہربان محبت تجھکو نہین
(تو   چاھیے)   (معلوم   )

ہے رقیب ایک لچہ اس کو تہ کہنا تہ مان   مطلق آنے کو ترے اذیت تجھکو نہین
(شہدہ   اسکے کہنے کو نہ مان)

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ رنگین صرف زبانون کے فرق ہی نہین بلکہ لب و لہجہ اور مقامی اختلافات سے پوری طرح واقف تھے پنجابی کی غزل کے علاوہ ایک غزل پنجاب کے گنوارون کی زبان مین لکھی ہے جسکا نمونہ یہ ہے ۔ انکی زبان مین ایک رباعی بھی لکھی ہے ۔

---

(۱) خصوصا "

ھیر بھیٹی ھوئی رانجھے تو جو چاھا آھو   ھیر چندڑی دے لئے وسنے وساھا آھو
(دیوانی   رانجھے کو جو چاھا ھان)   (د شمن جان کے واسطے اپنے خریدے ھان

رباعی — جو حشك دے پنڈ سر اوتی چکدا ھے   ھتھہ اندا نھین کچھہ اس دے اوہ تکدا ھے
(جو عشق کی گھڑی سر پر اٹھاتا ھے)   (ھاتھہ آتا نھین کچھہ اسکے وہ تکتا ھے)

جس دی جیسی لگی کجو جاندی ھے   رنگین کملا ھے ایتوئن اوہ بکدا ھے
(جس کی جیسی محبت ھو گذر جاتی رھی)   (رنگین دیوانہ ھے یون ھین بکتا ھے)

اس طرح رام پور اور شہر کے علاقہ مین رھنے والے افغانون کی زبان کا نمونہ اسطرح پیش کیا ھے —

تو جو غیرون کے پاس جاتا ھے   اوچی حضرت کسون جلاتا ھے
(او شخص حضرت قسم)

ماتا ھون مین کھوپر یکوتری   ھر گھڑی مجھکو کیون کھجاتا ھے
(سراھتا ھون مین تجھے)

مین ھین تجھہ پر فقط نھین پیارا   زوش مڑہ تو سبھون کو بھاتا ھے
(تیرا بیٹا مرہو   )

پشتو مین بھی غزلین لکھی ھین چنانچہ ایک غزل کا مطلع ھے —

پہ ھر سڑے کہ خدا چہ مھروان شے   د ہ ھافہ وارڑہ مشکلو نہ آسان شے
(جس شخص پر خدا مھربان ھو)   (اسکی سب مشکل آسان ھون)

اس مجموعہ کا ایک اھم حصہ مخمس ھے جو نو بند پر مشتمل ھے اسمین بند اول عربی کا ھے — بند دوم ترکی — سوم فارسی — چھارم پشتو — پنجم ریختہ — ششم مارواڑی — ھفتم مرھٹی — ھشتم پوربی — نہم بھی پوربی ھی مین ھے — دوسرے مخمس مین ایک مصرع ایک زبان کا اور دوسرا دوسری زبان کا ھے ترکی زبان سے واقفیت کا اظہار ایک قطعہ سے ھوتا ھے جو ترکی و پشتو مین لکھا گیا ھے اورایسے شخص کی

تعریف مین ہے جو دونون زبانون سے آگاہ تھا اسکے تین شعر یہ ہین —

کستیے سرہ سنین کہتہ لکنگہ ایتلما س   اگرچہ ہارچہ تو کی ایگندہ بولسہ زمان
"(کوئی تیری بڑائی کو نہ کرسکے بیان)   (سب اسکے بدن کے بال ہون زبان)

سنین کہ تنگیری بو با تدا یراتی ایر کا یك   بو بخشیے برتہ ننگا بوروے بوختور یلغان
(تجھے جو خدا نے اس جگہ پیدا کیا سردار)   (یہ خوب ملك تجھے دیا نہین جھوٹ)

تورار مدام بو ساغدہ کیچہ و کند دوز   کیلب جباہۂ تیغہ فغفور و قیصر و خاقان
(کھڑا رہتا ہے تیرے دروازہ پر دن رات)   (آگے خدمت مین تری فغفور و قیصر و خاقان)

مخمس جو نورتن رنگین" کے نام سے مشہور ہے اور جس کے ہر بند کا ترجمہ ہندی مین ہے درج ذیل ہے —

بند اول عربی —

قد سقانی البین کاسات الالتہاب   صارد معی سایلا مثل السحاب
(جب دئیے فرقت نے پیالے کر عتاب)   (اشك چل نکلے مرے مثل سحاب)

اننی قد غضت فی ذخر الثیاب   مذ شربتم من ید الغیر الشراب
(مارا غوطہ مین نے حجاب)   (پی جو دست غیر سے تو نے شراب)

وصطلا قلبی جو ثی مثل الکباب }
}   (یہ جگہ پھٹی ہوئی ہے)
(جلگیا سب دل ہوا مثل کباب) }

دویم بند ترکی

نے لورو رسین ہونی با زبی تین مکہہ   یوختور اول یا شون بیلا رغالم ہمہ
(پوچھا کیا ہے لکھا ہے یہ کیسے)   (کیا چھپا ہے جانے ہے الم اسے)

بیرہ این باللہ تیلہ سین ہر نمہ   نامہ بر نامم (۱) دلبی ایلتب یا رمہہ
(دون وہ شے یا اللہ تو مان کے جیسے)   (نامہ بر مرا دیگر وہے)

تیز یتہ اندین الیب کیلتور جواب
(جلد پھر اس سے مجھے لادے جواب)

---

(۱) کرم خوردہ —

سوم بند فارسی

بادل خورسند دارم سیر باغ   خاطر از اندوہ غم دارد فراغ
(ہے خوشی دل سے میسر سیر باغ) (طبع کو اندوہ و غم سے ہے فراغ)

یار در ہر تازگی دارد دماغ   ساقیا بہر خدا پر کن ایاغ
(یار و ہر مین تازگی پر ہے دماغ)   (ساقیا بہر خدا بھردے ایاغ)

می شود از دست سیر ماہتاب

(ہاتھ سے جاتی ہے سیر ماہتاب)

چہارم بند — پشتو

مونگ دی آ خدمات کی دے در سوال   آورہ ظالمہ (۱) بے چندان محال
(ہے مرا خدمت مین تیری یہ سوال)   (سن لے ظالم یہ نہین چندان محال)

پہ زڑہ مین را دروئی دا خیال   اوس پہ خلقت وڑہ لدلی جمال
(اب مرے دل مین ہے آیا یہ خیال) (اب تو خلقت کو دیکھا اپنا جمال)

لو کوئی ہو تہ کرڑہ لہہ مخ نقاب

(اک ذرا سا اٹھا منھہ سے نقاب)

پنجم بند ریختہ

حیف یارو نوجوانی کا وہ سن   ایک مہ رہتا نہ تھا مین عیش بن
(ہائے لوگو نوجوانی کا وہ سن)   (مین نہ رہتا تھا کبھی عشرت کے بن)

مفت مین یونہی گئے گذرے وہ دن   آہ لٹا اب بڑھاپا ہو کے جن
(کیا ہی نا حق مین لنگھے یون مین دن)   (اب ضعیفی آن لپٹی بن کے جن)

کیون نہ آوے یاد یہ عہد شباب

(یاد آوے کیون نہ وہ عہد شباب)

ششم بند — مارواڑی

مہن مین تھن مین راڑہ کائین چھے رہان   آو نہ ا اینتھین براجو ٹھاکران
(کیا لڑائی ہم مین تم مین ہے رہان)   (آو نہ بیٹھو یہان اے مہربان)

---

(۱) کرم خوردہ

چھن آئے نہین ہے بن جدہ دیکھ شان   دیکھا بن ہوئے کب کہا طر نشان
(چین آوے جب تمہین دیکھون عیان)   (دیکھنے بن ہوئے کب خاطر نشان)

گھو چاہاکی بہیش چھے ہو بے حساب
(ہے ہجوم عشق اب کچھ بے حساب)

مخمس ہند مرہٹی

(۱)
ہے لمہتین تیے موھون چاپیشوا   دادا رے اکڑے الااکڑی الا
(توتو ہے سب موھون کا پیشوا)   (او میان ایدھر کو آ ایدھر کو آ)

(۲)
ھمچا تمچا ہو   سیلیدار ہوا   منگا جن کو ٹھے داؤ کا رہا اہا
(ہم تو چاکر ہین ترے لے رھتا)   (ہم سے اب ہو کر خفا ہر دم پھلا)

کا ٹی کرتس چا لگا ہیے بے عتاب
(کہہ تو کیون کرتا ہے تو اتنا عتاب

مخمس پوربی

سیج سونی پیو بن ھمکا نہ بھات   جیو جون بن نیر مچھرے تر پھرات
(سیج خالی اسکے بن بھاتی نہین)   (جان کب (۲) تڑپھاتی نہین)

رین کاری داھئے اب ہے ٹرات   کاٹی تورے من مین ہو کچھو آتی نہ آت
(رات کالی بجلی پڑجاتی نہین)   (کیون ترے اب دلمین کچھ آتی نہین)

اس مثے ھمکا کرت کاہے کراب
(اسطرح کرتا ہے کیون مجھکو خراب)

اگلا بند یعنی نوان بھی پوربی ھی ہے اور اسی بند پر مخمس ختم ہوتا ہے ـ

صفحہ ۲۶/۱

مخمس دویم در پنج زبان یعنی ہر مصرعش در زبان دیگر فارسی ـ ترکی ـ ھندی ـ پشتو ـ پنجابی

بطرز حضرت امیر خسرو ـ

اے لخت دلت ز سنگ خارا   لوزم دیے ایشیت امان خدا را

بات کو میری سنکر مان برائے خدا

مجھکو تیرے ہجر نے ہے مارا   اور ہ ظلمہ خدا دے پارا
(سن اے جوان خدا کے ڈالا واسطے)

(۱) عربی ـ ترکی ـ لیشتو ـ مارواڑی ـ مرہٹی اور پنجابی الفاظ پر زنگین نے اعراب لگائے ہیں ـ (۲) کرم خوردہ

سانوں توساں دل سے کیوں وسارا
(ہمکو تمنے دل سے کیوں بھلایا)

کل پانچ بند ہین اور ہر بند کا اخری مصرع پنجابی زبان کا ہے ۔

زبان دانی کے علاوہ اسمین بعض تاریخین بھی شامل ہین مثلاً انکے بیٹے اختیار کی ولادت کی اپنے والد کی وفات کی تاریخ اس سے ملجاتی ہین ایک قطعہ مین پتا/ اپنی تصانیف کی تعداد بھی بتائی ہے ۔

کہا ایک شخص نے رنگین یہ مجھ سے　　　　تری تصنیف کیہ نسخے ہین کتنے
(۱)
اشارہ لب کی جانب کرکے اس کو　　　　کہا مین نے عدد لب کے ہین جتنے

(۲)　یہ نسخہ رنگین کے خود ۱۲۲۹ ھ مین لکھا ہے اُسکے دو سال بعد انکی وفات ہوگئی اس اعتبار سے یہ نسخہ انکی زندگی کے آخری دور کا کارنامہ ہے ۔ اسمین ۱۲۲۷ ھ کے واقعات تک کی تاریخین موجود ہین مثلاً نواب معتمد دولہ وزیر لکھنو کی وفات کی تاریخ بھی ہے ۔

معتمد الدولہ چو رفت از دنیا　　　　گشتہ زین حادثہ بس افسردہ

ہاتف غیب بہ گفتا رنگین　　　　معتمد مردہ ز درد گردہ　　　　۱۲۲۷ ھ

اس زمانہ مین رنگین باندہ مین مقیم تھے چنانچہ محمد ہادی نے باندہ مین سہ نثر ظہوری کی ایک شرح لکھی تھی اسکی تعریف مین رنگین نے سات اشعار پر مشتمل ایک قطعہ لکھا ہے ۔ آخری شعر سے تاریخ تصنیف برآمد ہوتی ہے ۔

کہی تاریخ تب یہ رنگین نے　　　　شرح تصنیف محمد ہادی

---

(۱) لب کے عدد ۳۲ ہین

(۲) تمام شد نسخہ پنجم نورتن رنگین کہ مشہور بہ "مجموعہ رنگین" در هفده زبان نظم شده تصنیف سعادت یار خان رنگین پسر محکم الدولہ طہماس بیگ خان بہادر اعتقاد جنگ روس در شہر باندہ بتاریخ هفدهم ماہ ربیع الثانی روز دو شنبہ در عہد محمد اکبر شاہ بادشاہ جلوس ۲۹ مطابق هجری ۱۲۲۹ بدستخط مصنف مذکور تحریر یافت ۔

لیکن "مجموعہ رنگین " تاریخ تصنیف ۱۲۲۵ ھ ہے جیسا کہ " دیوان بیختہ " کے دیباچہ مین انھون نے خود لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۲۹ ھ مین " مجموعہ رنگین " کا نسخہ نقل کرتے وقت متفرق اشعار قطعات تاریخ وغیرہ اسمین شامل کرلئے گئے جو اصل نسخہ مین پہلے موجود نہین تھے ۔

اس مجموعہ مین رنگین نے پہیلیان بھی کہی ہین جنکی تعداد ۲۹ ہے بعض پہیلیان یہ ہین ۔

پہیلی پالکی ۔ دس کی لاٹھی ایک کا بوجھ ۔

پہیلی جلالہ ۔ گوری کا جوبن چکیون مین جائے ۔

سایہ ۔ دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا ۔

ترازو ۔ ایک پتھر دو کا ج ۔

تسبیح ۔ سو منہ اور ایک ہات ۔

باب ہفتم

رنگین کا مرتبہ اردو زبان و ادب کی تاریخ مین

کسی شاعر یا ادیب کے مرتبہ کا تعین کرنے کیلئے سب سے پہلے اسکے کارنامون کا اس نظر سے جائزہ لینا چاہئیے کہ اس نے کیا کہا ہے اور کس طرح کہا ہے ۔یعنی اس کے موضوع شعر و ادب اور اسلوب کا الگ الگ تجزیہ کرنا ضروری ہے ۔اس طرح شعر و ادب کے تاریخی پس منظر مین آسانی کے ساتھ اسکا فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ اس نے اس سرمایہ مین کیا اضافہ کیا ۔متقدمین کی روایات سے کہان تک استفادہ کیا اور آنے والی نسلون کو اپنے کن تجربات ۔اختراعات اور ایجادات کا ورثہ چھوڑا ۔ کہان تک وہ زمانہ سے متاثر ہوا اور کس حد تک اس نے اپنے ماحول اور جانشینون کو متاثر کیا۔اسکے شعر و ادب کی افادی حیثیت کیا ہے اور اخلاقی نقطہ نظر سے اسکی کیا اہمیت ہے ۔پھر شاعری اور ادب کے بعض فنی لوازمات ہوتے ہین جنھین عام طور پر ٹکنیک کا نام دیا جاتا ہے ۔اسکا لحاظ بھی رکھنا پڑتا ہے کہ ٹکنیک کے اعتبار سے شاعر کے فن کا کیا مرتبہ ہے ۔اور اسمین کس حد تک اسنے توازن اور تناسب کو ملحوظ رکھا ہے ۔اور سب سے آخر مین ہمین شاعر کو اسکے معاصرین کیساتھ پرکھنا پڑتا ہے تاکہ انکے مقابلہ مین اسکا مقام متعین کیا جا سکے ۔

سعادت یار خان رنگین کے کارنامے ہمارے سامنے ہین ۔انھون نے ستر سال سے زیادہ شاعری اور ادب کی تخلیق مین جدوجہد کی ۔پندرہ سال کی عمر مین شاہ حاتم کے شاگرد ہوئے اور اسی سال سے اوپر عمر پائی ۔یہ وہ زمانہ تھا کہ ولی کی شمالی ہند مین آمد کے بعد اردو شاعری بالخصوص غزل کی نئی روایات دلی مین قائم ہو رہی تھین ۔اور حاتم کے شاگردون نے شعر و شاعری کی وہ محفل جمائی تھی جسکے دو درخشندہ ستارے سودا اور رنگین بھی ہین ۔اسکے بعد ایہام گوئی کا طوفانی دور آیا

جسمین شاعری کو صنعت کاری پر سادگی کو تکلف پر اور اثر آفرینی کو مضمون آفرینی پر قربان کردیا گیا
رنگین نے اس روایت کو مٹنے اور اس دور کو جنم لیتے دیکھا جسمین میر ـ مصحفی ـ درد ـ میر حسن اور
انشا کی شہرت نے ان باکمالون کو بقائے دوام کے دربار مین سندین عطا کین جن پر وہ آجتک ممکن ہین ـ
میر اور مصحفی نے غزل کی زمین کو آسمان بنایا ـ سادگی و پرکاری ـ سوزوگداز ـ درد و اثر جیسا انکی
غزلون مین ہے کہین اور مشکل سے ملتا ہے ـ سودا نے قصیدہ کو معراج کمال پر پہنچایا تو میر حسن
نے مثنوی کو سحر کا مرتبہ عطا کیا ـ غرض ان تمام اصناف مین بظاہر ایسی روایات اور تحقیقات وجود مین
آچکی تھین جن پر اضافہ مشکل تھا ـ باینہمہ رنگین نے جو کچھ سرمایہ چھوڑا ہے اس سے وہ بھی ان
باکمالون کی صف مین آبیٹھتے ہین ـ

ان مین سب سے پہلے ہم انکی قادرالکلامی پر نظر ڈالنا چاہتے ہین ـ اگرچہ مختلف شعرا
نے بہ یکوقت ایک سے زیادہ اصناف پر طبع آزمائی کی ہے لیکن ایسے قادرالکلام شاعر بہت کم ہین
جنھون نے ان مختلف اصناف مین یکسان شہرت یا کمال حاصل کیا ـ میر غزل کے ناخدا نہین خدا ہین ـ
بلا شبہہ خالص غزلگو کی حیثیت سے انکے مرتبہ مین انکا کوئی دوسرا شریک نہین ـ لیکن انھون نے جو
قصیدے اور مثنویان لکھی ہین وہ بس برائے بیت ہین ـ قصیدہ سے تو طبعا " انھین مناسبت نہ تھی ـ
مثنویون مین بھی داخلی رنگ جو انکی غزل کا طرہ امتیاز ہے بیحد نمایان ہے چنانچہ وہ مثنویان جن
مین انھون نے ذاتی واقعات اور حوادث کا ذکر کیا ہے بلاشبہہ اثر انگیز ہین لیکن انکی عشقیہ مثنویان
جنھین شعلہ شوق اور دریائے عشق بھی شامل ہین دوسرے درجہ کی مثنویان ہین اور میر حسن کی
سحرالبیان یا شوق قدوائی کے زہر عشق کے مقابلہ مین نہین رکھی جا سکین ـ یہی حال سودا کا
ہے کہ وہ مدح اور قدح کے بادشاہ ہین انھین خاقانی ہند کہئے یا انوری ـ انکا سرمایہ کمال بھی
قصیدون اور ہجویات پر مشتمل ہے ـ بعض غزلین اور بعض غزلون کے بعض اشعار بلا شبہہ بہت عمدہ
ہین لیکن بحیثیت مجموعی غزلگوئی مین انکا وہی حال ہے جو قصیدہ مین میر کا ہے ـ میر کا مقابلہ تو

بڑی چیز ہے ــ خالص غزلگو کی حیثیت سے مصحفی ــ رنگین ــ انشا اور جرأت کا مرتبہ ان سے بلند نظر آتا ہے ــ رہی مثنوی گوئی اسکے بارہ مین شیفتہ کا یہ قول ہم نقل کرچکے ہین کہ "مرزا در مثنوی فکر معقول نہ داشت" یہ تنقید محض رسمی نہین اسمین بہت کچھ صداقت ہے ــ سودا کے سارے کلام مین ایک مثنوی بھی ایسی نہین جو اول درجے کی ہو ــ بعض مخمس بہت اچھے ہین لیکن وہ ایک الگ صنف ہے اور اسمین بھی انکا موضوع قصیدہ یا ہجو ہے ــ ان دونون با کمالون کے بعد اس دور کے مشاہیر مین مصحفی آتے ہین مصحفی کے کلام کا بڑا حصہ ہنوز غیر مطبوعہ ہے اور سوائے ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کی کتاب "مصحفی" کے اس کلام کے نمونے بہت کم کہین اور ملتے ہین اسلئے ناقدین مصحفی کے بارہ مین بھی کوئی قطعی فیصلہ نہین کرسکے (1) ــ مطبوعہ اور قلمی کلام کو دیکھکر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انھون نے غزلین ــ مثنویان اور قصیدے کہے ہین ــ میر اور سودا کی برابری کا دعوی کیا ہے بلکہ خود کو ان پر ترجیح دی ہے بلاشبہہ وہ میر اور سودا کے مقابلہ مین زیادہ "قادرالکلام" نظر آتے ہین لیکن غزل مین میر ــ قصیدہ مین سودا اور مثنوی مین میر حسن کے بعد ہی انکا نام لیا جا سکتا ہے انکے بعد خواجہ میر درد آتے ہین ــ کلام کی پاکیزگی ــ دردو اثر ــ سوزوگداز اور کیفیت کے لحاظ سے انکا مختصر دیوان بڑے ضخیم دواوین اور کلیات پر بھاری ہے لیکن انکا یہ کمال بھی یہان آکر رکجاتا ہے انھون نے شاعری کو نہ بطور پیشہ اختیار کیا اور نہ محض تفنن طبع کیلئے اور نہ انکا تعلق اس عہد کے شاعرون اور دربارون کے ہنگامون سے تھا اسلئے انکے کلام کو محض انکی کیفیات اور تاثرات سمجھکر پڑھنا چاہئیے اور بلاشبہہ اس سے انکے ذاتی میلانات اور رجحانات کے علاوہ اس عہد کے سیاسی اور سماجی ماحول کا بھی پتہ چلتا ہے لیکن شاعری بقول بعض ناقدین کے انکے مرتبہ کے شایان شان نظر نہین آتی ــ

رہے میر حسن تو انکی سحرالبیان کی شہرت نے انکے دیگر کمالات پر ایسا پردہ ڈالا کہ لوگ انکی غزلون کو بھول گئے اور مولانا آزاد کو آب حیات لکھتے وقت دس مکمل غزلین بھی نہ ملین کہ انتخاب

---

(1) مصحفی از ڈاکٹر ابواللیث صدیقی و کلیات قلمی موجودہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری و انتخاب مصحفی مرتبہ حسرت موہانی ــ و نگار مصحفی نمبر

مین شامل کرتے ۔ اب کلیات کے قلمی نسخے دستیاب ہوگئے ہین لیکن نولکشور کے مطبوعہ دیوان میر حسن
کے دو نسخون اور تین مثنویون سحرالبیان ۔ گلزار ارم اور رموزالعارفین کے کلام کا بڑا حصہ ہنوز
غیر مطبوعہ ہے ۔ بہرحال اس مجموعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ غزل بھی اچھی کہتے تھے
اور میر یا درد کے ہم پلہ نہ سہی مصحفی اور انشا سے کچھ بلند مقام رکھتے ہین لیکن انکے اصلی جوہر
واقعی انکی مثنویون مین کھلتے ہین جن کی تعداد سولہ کے قریب ہے ۔

رنگین کے معاصرین مین ۔ مشاہیر مین قابل ذکر انشا اور جرأت رہجاتے ہین ۔ انشا بلا شبہہ
بلا کے ذہین ۔ طباع ۔ حاضر جواب ۔ شوخ مزاج اور بدیہہ گو تھے ۔ انکی یہ شگفتگی ۔ طبیعت کی
اپج اور ایجاد کا مادہ انکے کلام سے جھلکتا ہے لیکن انکا مطبوعہ سرمایہ صرف اس کلیات تک محدود ہے
جسمین دیوان ریختہ اور دیوان ریختی ۔ قصیدے اور چند چھوٹی چھوٹی مثنویان شامل ہین اور ایک
دریائے لطافت ہے جسمین قتیل بھی انکے شریک ہین ۔ دریائے لطافت بلا شبہہ لسانیاتی نقطہ نظر سے
ایک اہم کتاب ہے کہ اسمین اردو کی اصل ۔ فصاحت و بلاغت کے معیار ۔ اسکی حدود ۔ دلی اور لکھنو
کے محاورون کی تحقیق کیگئی ہے ۔ شاید دریائے لطافت انشا کے کلام نظم کے مقابلہ مین اس فضل و کمال
کا زیادہ خوبی سے اظہار کرتی ہے جسکے متعلق آزرده کا یہ فقرہ مشہور ہے کہ انشا کے فضل و کمال کو
شاعری نے اور شاعری کو نواب سعادت علیخان کی صحبت نے ڈبودیا ۔ بلا شبہہ میر ۔ سودا ۔ درد اور
میر حسن کے مقابلہ مین انشا بحیثیت مجموعی زیادہ علم ۔ فضل اور دانش کے مالک ہین لیکن غزل مین وہ
یقیناً میر اور درد کے مقابلہ مین دوسرے درجہ پر آتے ہین ۔ قصیدہ مین اردو شاعری کی تاریخ مین
بیشک انکا نہایت ممتاز مرتبہ ہے لیکن یہان بھی سودا کا سا تنوع اور قدرت کلام انکے یہان نہین پایا جاتا
اگرچہ اس فن مین سودا کے بعد انھین کا نام سب سے پہلے زبان پر آتا ہے لیکن افسوس کہ انشا نے
اپنے فضل و کمال کو واقعی اس ماحول مین ڈبودیا جو انھین لکھنو مین نصیب ہوا ۔ بلکہ جو انھون نے
کسی قدر دہلی مین اختیار کرلیا تھا ۔ دلی مین عظیم سے اور لکھنو مین مصحفی سے انکے جو معرکے

پیش آئے اور انہین جو انداز اختیار کیا گیا اسکا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ وہ فضل و کمال ـ شعر و شاعری ادب اور فن کو بالائے طاق رکھکر پھکڑ ـ پھبتی ـ گالی گلوج اور مارپیٹ پر اتر آئے اور یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے سامنے انشاؔ کے کمالات صرف دور سے جھلک دکھکر رہجاتے ہین ـ

رہے جرأت انکے بارہ مین عرصہ تک میر سے منسوب اس بیان کی شہرت رہی وہ شعر کہنا نہین جانتے تھے صرف اپنی چوما چاٹی کہہ لیا کرتے تھے ـ معاملہ بندی کا انہین موجد ٹھہرایا گیا حالانکہ اس معاملہ مین انکے علاوہ اور لوگون کے دامن بھی پاک نہین ہین ـ یہ دوسری بات ہے کہ مومن کو ایسا ناقد[1] ملا جسنے مومن کو اس الزام سے بچانے کیلئے انکی معاملہ بندی پر علمیت کا پردہ ڈالدیا اور لکھدیا کہ جرأت بوجہ اپنی کم علمی کے کھلگئے ـ ہمین جرأت کے کلام کے اس تجزیہ سے اختلاف ہے ـ انکے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کلیات[2] کے مطالعہ سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہین کہ جرأت کا اصلی میدان غزل اور غزل مین بھی وہ واقعات اور واردات نہین ہین جنکا تعلق خاص طور پر عشق مجازی بلکہ کسی قدر جنسی لذت آفرینی ہے ہے ـ اسے خواہ مضامین ہوس و کنار کا نام دیا جائے یا معاملہ بندی کا لیکن در اصل اسکی بنیاد ایک خاص قسم کی ذہنی اور نفسیاتی کیفیت پر ہے جسے ہم لذت کوشی کا نام دیسکتے ہین اور جو جرأت مین انکی بینائی سے محرومی اور اسکے نتیجہ مین پیدا ہونے والے احساس کمتری کا اثر ہے ـ یہ ایک لمسیاتی (Sansuous) قسم کی لذت ہے جو فنی نقطہ نظر سے بہت اعلی درجہ کی چیز نہ ہو اسکے حقیقی اور موثر ہونے مین کوئی شبہہ نہین ـ لیکن اس سرمایہ کے علاوہ جرأت کے یہان بھی اور کچھ نہین ملتا ـ

انکے مقابلہ مین رنگین کے کلام کا جائزہ لیجئے اور وہ بیانات سامنے رکھئے جو امتحان رنگین اور رنگین نامہ مین ملتے ہین اور اوپر نقل کئے جا چکے ہین ـ محض نظم مین رنگین ستائیس اصناف سخن گناتے ہین اور ان اساتذہ کے بھی نام لیتے ہین جنھون نے ان اصناف مین استادی کا مرتبہ حاصل کیا

---

(١) دیوان مومن مقدمہ مرتبہ مولانا ضیاؔ احمد ـ

(٢) جرأت از ڈاکٹر ابواللیث صدیقی و قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری و مطبوعہ نسخہ مطبع نامعلوم مملوکہ حفیظ ہوشیار پوری

لیکن ایسا کوئی نہین جس نے ان تمام ستائیس اصناف پر بہ یک وقت طبع آزمائی کی ہو اور رنگین کا یہ دعوی کہ یہ فخر انہین کو حاصل ہے بظاہر ایک بہت بڑی تعلی معلوم ہوتا ہے لیکن انہون نے س دعوے کے ثبوت مین کلام کا نمونہ پیش کرکے شبہہ کی گنجائش نہین رکھی ہے — پھر یہ کہ ان تمام اصناف مین ہر شاعر کا رنگ مخصوص ہوتا ہے لیکن یہ بات بہت مشکل ہے کہ ایک ساعر ان مختلف اصناف مین بھی مختلف طرزون پر قدرت رکھتا ہو بلکہ خود بھی نئے طرز ایجاد و اختیار کرسکے —رنگین نے اس اعتبار سے شاعرون کی جو تعریف اور تقسیم کی ہے اور انہین شاعر — استاد — ملک الشعرا اور علامہ کے طبقات چہارگانہ مین تقسیم کیا ہے وہ قابل غور ہے اور اس تقسیم کے مطابق رنگین ہی ایسے شاعر ہین جو "علامہ" کہلانے کے مستحق ہین —

رنگین کی قادرالکلامی اسی پر ختم نہین ہوجاتی وہ لکھتے ہین کہ حضرت امیر خسرو کے علاوہ کسی دوسرے شاعر نے پانچ یا چھ زبانون مین شعر نہین کہے مجموعہ رنگین مین سترہ زبانون مین شعر ہین اور ان سب سے پتہ چلتا ہے کہ ان زبانون پر رنگین کو واقعی بڑی قدرت حاصل تھی — اسیطرح ایک اور موقع پر رنگین لکھتے ہین کہ سوائے جامی کے کسی نے سات بحرون مین مثنوی نہین کہی انہون نے گیارہ مختلف بحرون مین مثنویان لکھی ہین اور گیارہ بحرون مین لکھی ہوئی ان بیالیس مثنویون کے اشعار کی تعداد بقول انکے بیس ہزار کے قریب ہوتی ہے (۱) —دیوان ریختہ —دیوان بیختہ —دیوان انگیختہ — دیوان آمیختہ —حدیقہ رنگین اور دوسرے مجموعون کے اشعار کی تعداد انہین شامل کرلیجائے تو بلاشبہہ یہ ذخیرہ اتنا ہوجائیگا کہ اسکا مقابلہ کسی دوسرے قدیم یا جدید شاعر کا کلام نہین کرسکتا —

لیکن محض تنوع یا مقدار کلام کسی شاعر یا فنکار کے کمال کی دلیل نہین بن سکتی — ہوسکتا ہے کہ شاعر نے ہزارون اشعار لکھے ہون لیکن انہین تک بندی کے سوا کچھ نہ ہو—اردو کا ایک بہت پرانا شاعر ملاوجہی اپنی قطب مشتری (۱۰۱۸ ھ) مین تعریف سخن کے عنوان سے لکھتا ہے —

---

(۱) امتحان رنگین

جو ہے ربط بولے تو بیتان پچیس   ہے بہتر کہ یک بیت بولے سلیس

اس لئے شاعر نے جو کہا ہے اسے اس نظر سے دیکھنا چاہئے کہ کیا کہا ہے اور کیسے کہا ہے۔ ظاہر ہے ہزارون اشعار مین جذبہ اور بیان کا ایک ہی معیار قائم رکھنا تقریباً" ناممکن ہے اور آج بھی دنیا کے ادب عالیہ مین جن تصانیف کو شاہکار اور شہ پارون کا درجہ حاصل ہے ان مین بھی کہین کہین کوئی بات کھٹکتی ہے۔ میر تقی کی استادی مین کیا شبہہ لیکن انکے بارہ مین یہ قول بھی اتنا ہی مشہور ہے کہ "بلندش بسیار بلند و پستش بغایت پست" اسکی ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ فنکار کو اپنی تخلیقات سے کچھ اسی طرح کی محبت ہوتی ہے جیسے انسان کو اپنی اولاد کی ہوتی ہے اور وہ اپنے اچھے برے ہر قسم کے کلام کو اچھا ہی سمجھتا ہے۔ حالی نے مقدمہ شعر و شاعری مین اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ کلام مین اسطرح جو ناہمواری قاری یا ناقد کو نظر آتی ہے اسکی ایک وجہ تو فنکار اور ناقد کا یہ نقطہ نظر کا اختلاف ہے۔ ایک اور سبب یہ ہوتا ہے کہ اکثر شاعر خود اپنے کلام مین حک و اصلاح کرتے رہتے ہین۔ یہ ترمیم یا تبدیلی زبان۔ مضمون اور بیان مین ہر جگہ ہوتی ہے۔ مشاہیر شعرا کے کلام مین ایسی بہت سی مثالین ملتی ہین جہان کسی شعر کی آخری صورت اسکی ابتدائی شکل سے خاصی مختلف ہوتی۔ غالب کے مروجہ دیوان اور نسخہ حمیدیہ کے مقابلہ سے اسکی شہادت ملتی ہے۔ اکثر شعرا اس سے ایک قدم آگے بڑھاکر اپنے کلام کا خود انتخاب کرتے ہین۔ اس کی سب سے بڑی شہادت خود رنگین کے استاد شاہ حاتم کا کلام ہے جنھون نے عمر بھر کے سرمایہ سے دیوان کا انتخاب کرکے دیوان زادہ مرتب کیا۔ رنگین نے دیوان ریختہ کے دیباچہ مین لکھا ہے کہ انھون نے بھی اپنے دیوان کا انتخاب کیا اور ناہمواری کو درست کیا۔ یہ زمانہ بڑے سیاسی خلفشار۔ سیاسی انتشار اور معاشی افراتفری کا تھا۔ شاعر دربدر مارے مارے پھرتے تھے۔ تلاش معاش مین سرگردان رہتے اور آئے دن دربارون کے قائم ہونے اور مٹنے کے ساتھ ساتھ خود بھی گردش کرتے رہتے۔ ان حالات مین انتخاب۔ نظر ثانی اور اصلاح کا وقت کیسے ملسکتا تھا۔ پھر مشاعرون کے ہنگامے شاعرون کے دنگل۔ آپس کے مقابلے

روز نئے مسائل پیدا کردیتے تھے پرانے کلام پر غور کی فرصت کسے تھی ـــ ان حالات مین کوئی تعجب نہین کہ سوائے ایک میر درد کے اس دور کے کسی اور شاعر کا کلام ایسا نہین جو " منتخب " کہا جا سکے درد کی بات الگ ہے کہ وہ صوفی منش درویش تھے اور کلام کا مجموعہ بھی مختصر ہے ـــ اسطرح یہ ناہمواری میر ـــ سودا ـــ میر حسن ـــ انشا ـــ جرأت اور مصحفی سب کے یہان نظر آتی ہے اور رنگین بھی اس عیب سے پاک نہین لیکن غزل ـــ مثنوی ـــ قصیدہ اور دیگر اصناف کے جو نمونے ہمارے سامنے ہین ان مین عالی درجے کے اشعار کی تعداد اتنی ہے کہ رنگین کو بلالحاظ مشاہیر کی صف مین لاکر بٹھایا جا سکتا ہے ـــ

وہ غزل مین میر کے ہمسر نہ سہی ـــ میر کے بعد کسی غزلگو سے پیچھے نہین ـــ مثنوی مین سحرالبیان یقینا " مثنوی کا منتہائے کمال ہے لیکن میر حسن کے بعد بحیثیت مثنوی گو رنگین کے مقابلہ مین کسی دوسرے اردو شاعر کو نہین پیش کیا جا سکتا ـــ

رہا موضوعات کا سوال ـــ اس اعتبار سے بھی رنگین کا درجہ نہایت بلند ہے ـــ غزل ـــ مثنوی اور دیگر اصناف کے جائزہ سے یہ نتیجہ نکالنا دشوار نہین کہ ایک طرف تو انھون نے مروجہ اصناف کے عام رسمی مضامین اختیار کئے ہین لیکن کلام کا بڑا حصہ ذاتی تجربات ـــ مشاہدات ـــ واقعات اور واردات پر مبنی ہے ـــ کہین کہین ان موضوعات کی اخلاقی اور افادی سطح بہت زیادہ بلند یا مستحسن نہین رہتی لیکن ہمین کم از کم انکی صداقت اور صاف گوئی کا اعتراف کرنا چاہئیے اور انہین اخلاقی معیار اور اخلاقی اقدار پر جانچتے وقت انکے ماحول کو فراموش نہین کرنا چاہئیے ـــ ماحول کی ترجمانی تو ہر شاعر کرتا ہے خواہ یہ ترجمانی بہت واضح ہو یا محض اشارون اور کنایون مین ہو رنگین کا انداز اسمین منفرد ہے ـــ انمین جرأت اور بیباکی ہے ـــ صداقت اور صاف گوئی ہے ـــ اور اسطرح انکے کلام سے اس عہد کی تہذیبی زندگی کی جیسی مکمل تصویر تیار ہوتی ہے ویسی کسی اور کے کلام سے مشکل سے ہوگی ـــ

جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے رنگین اپنی ریختی کیوجہ سے ایسے بدنام ہوئے کہ انکے کلام کے

اچھے پہلو بھی نظر انداز کردئیے گئے حالانکہ اخلاقی نقطہ نظر سے ان کے یہان ایسے موضوعات کی کمی نہین جن مین تزکیہ نفس ـ تصفیہ اخلاق ـ اور عارفانہ مسالك اختیار کیے گیے ہین ـ اخلاقی مثنویان حکایات ـ نظمین ـ منظوم رسالے جو رنگین کے کلام کے مجموعون مین شامل ہین نوعیت اور مقدار کے اعتبار سے رنگین کو اپنے تمام معاصرین سے ممتاز کرنیکے کافی ہین ـ میر حسن نے رموزالعارفین کے نام سے ایک اخلاقی مثنوی لکھی ہے ـ رنگین نے اردو اور فارسی مین ایسی بڑی ضخیم مثنویان اور چھوٹی نظمین کثرت سے لکھی ہین جنکی اخلاقی سطح بہت بلند ہے خاص طور پر آخر عمر مین جب جوانی کی چڑھی آندھی اتر چکی تھی ـ طبیعت مین کسیقدر سکون پیدا ہوا تھا ایسے مضامین کیطرف انکی توجہ زیادہ بڑھ گئی ہے ـ دیوان ہزل اور دیوان ریختی ۱۲۲۶ تك مکمل ہوچکے تھے ـ اسکے بعد پندرہ سال جو انکی عمر کا آخری حصہ ہے زیادہ تر ایسی مثنویون پر ہی صرف ہوئے ہین انکی مذہبی عقیدت ـ عارفانہ مسلك اور احساس ندامت جو آخر عمر کے کلام مین پایا جاتا ہے کسی حد تك ان عیبون کا ازالہ کردیتا ہے جو ابتدائی دور کے کلام بالخصوص ہزل اور ریختی کی بنا پر عائد ہوتے ہین اس موقع پر ایك اور نکتہ کی وضاحت ضروری ہے اور وہ رنگین کے کلام پر لکھنو کے اثرات ہین رنگین نے نو سال لکھنو مین گزارے اور آصف الدولہ کی وفات کے بعد یہان سے چلے گئے ـ یہان انھون نے شاہزادہ سلیمان شکوہ کی ان مجلسون اور محفلون مین شرکت کی جن مین مصحفی ـ انشا اور جرأت بھی شریك تھے ـ یہ امر بالکل قدرتی ہے کہ وہ اس سارے ماحول سے متاثر ہوئے ہونگے جن سے انشا اور مصحفی نے اثر قبول کیا تھا ہم نے ان حالات کا زیادہ تفصیل سے جائزہ اسلئے نہین لیا کہ اس پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور اسکا اعادہ صرف طوالت کا باعث ہوتا ـ مختصر یہ کہ ان حالات نے شاعری کو ڈبودیا ـ فحش نگاری ـ ہجو گوئی اور ریختی کیلئے ایك موزون ماحول تیار ہوگیا ـ لیکن یہ بات نہایت دلچسپ ہے کہ رنگین نے ہزل کا دیوان لکھنو سے نکلنے کے بعد کلکتہ کے سفر مین مرتب و مکمل کیا ـ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جو اثرات آہستہ آہستہ وہ لکھنو مین قبول کرتے رہے تھے وہ یکایك آتش فشان کیطرح پھوٹ پڑے ـ انشا اور مصحفی

کے مقابلہ مین انکے یہان ہجو گوئی بہی کم ہے اور وہ کسی بڑے "شاعرانہ مجادلہ" مین بہی الجھتے نظر نہین آتے جیسے انشا اور مصحفی کا حال ہوا ۔ انکی سب سے طویل ہجو سبحہ رنگین ہے جسمین سو رباعیات الہی بخش معروف کی ہجو مین ہین ۔ ایک رباعی انشا اور ایک آصف الدولہ کے بارہ مین ہے ۔ کچھ متفرق اشعار اور ہین لیکن ان سے بہی یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فی الحقیقت یہ اشعار محض کسی وقتی جذبہ کے تحت نظم ہوئے ہین ورنہ ہجو گوئی مستقل فن کی حیثیت سے رنگین کے یہان نہین ہے ۔

رہا فحش گوئی کا معاملہ ۔ اسمین بیشک رنگین کا دامن بڑا داغدار ہے ۔ اور یہان وہ معاصرین سے زیادہ کھل گئے ہین اسکی ذمہ داری ایک طرف انکے ماحول پر بہی عائد ہوتی ہے لیکن دوسری طرف یہ انکی خاص ذہنی اور نفسیاتی کیفیت کی بہی ترجمانی کرتی ہے ۔ انکی پرورش امیرانہ ماحول اور رئیسانہ ٹھاٹ سے ہوئی ساری عمر فارغ البال رہے اور معاش کا دارومدار محض رئیسون کی دربارداری پر نہ تھا ۔ سپاہیانہ پیشہ نے انھین اعلی مراتب و مناسب تک پہنچایا زمانہ کی جس گردش نے میر اور مصحفی کی طبیعت مین مسکینی اور درویشی پیدا کی رنگین اس سے ہمیشہ محفوظ و مامون رہے اسلئے اور بہی انکی طبیعت مین اعتدال پیدا ہونیکا موقع نہ ملا ۔ لیکن ہم انکے کلام کا یہ حصہ خارج بہی کردین تو باقی سرمایہ نہایت اہم باقی رہجاتا ہے ۔"

رنگین کی شخصیت اور شاعری کا ایک اور اہم پہلو انکی علمیت ہے یہ درست ہے کہ انکی شاعری مین علم کا وزن اور وقار نہین پایا جاتا لیکن یہ حال غالب اور اقبال سے پہلے کی ساری اردو شاعری کا ہے اور اسکی ذمہ داری ہند مین شعرا کے نظریہ فن پر عائد ہوتی ہے لیکن اس سے قطع نظر رنگین کی تصانیف اسکی قطعی شہادت ملتی ہے کہ وہ معاصرین کے مقابلہ زیادہ علم و فضل کے مالک تھے ۔ عربی ۔ فارسی ۔ ترکی اور اردو مین انکے کمال اور دستگاہ مین کسی شبہہ کی گنجائش نہین ۔ عربی قصیدون کا ترجمہ جس صفائی اور خوبی سے انھون نے کیا ہے اس سے اسکی شہادت ملتی ہے اور دیباچہ سے یہ بہی پتہ چلتا ہے کہ وہ عربی کی درس و تدریس کی پوری صلاحیت رکھتے تھے ۔ ترکی مین وہ ایک لغت کے مصنف ہین

(ذخیلی) فارسی نثر و نظم کے بکثرت نمونے موجود ھین جن سے پتہ چلتا ھے کہ انھون نے فارسی شاعری اور ادب کی مختلف اصناف اور مشاھیر کے کلام سے پورا استفادہ کیا تھا ـ اس سے ھشکر فن کے بارہ مین ان کے واضح اور معین تصورات تھے جسکا اظہار نثرونظم مین جابجا ھوا ھے ـ انھون نے شاعرون اور ادیبون کے مرتبون کا تعین کیا ھے ـ انکے طرز اور انداز کا تجزیہ کیا ھے اس پر تنقید اور تبصرہ ہے چے اور اسمین انھون نے بعض اوقات بڑے پتہ کی باتین کہی ھین ـ انھون نے میریا مصحفی کیطرح شاعرون کے تذکرے نہین لکھے لیکن اپنے کلام نظم و نثر مین معاصرین اور متقدمین کے بارہ مین جن خیالات کا اظہار کیا ھے انھین یکجا کرلین تو اچھا خاصا تذکرہ مرتب ھوسکتا ھے ـ

رنگین کی طبیعت مین ایجاد کا مادہ جسقدر تھا اسکی مثال سوائے نظیر اکبرآبادی کے کسی اور اردو شاعر کے یہان مشکل سے نظر آتی ھے لیکن نظیر کے یہان بھی یہ جدت پسندی صرف موضوعات اور اسلوب بیان تک محدود ھے ـ شاعری کے سانچون اور پیمانون مین تجزیے اور ایجاد کیلئے جس لیاقت کی ضرورت ھوتی ھے وہ نظیر کو نصیب نہ تھی ـ اس اعتبار سے رنگین یقینا " اردو شاعری کی تاریخ مین ایک منفرد مثال ھین غزل ـ مثنوی ـ قصیدہ ـ مرثیہ ـ رباعی ـ نثر ھر صنف مین انھون نے اپنا ایک خاص طرز اختیار کیا ھے اور امتحان رنگین مین اسکی تفصیلات بیان کی ھین ـ رنگین نے اپنی تصانیف کے جو نام رکھے ھین اور جس طرح انھین مختلف مثلثون ـ خمسون ـ پنجون ـ شش جہات ـ سبع سیارہ اور نورتن کے دلچسپ مجموعون مین تقسیم و ترتیب دیا ھے وہ بھی اسی ایجاد یا جدت پسندی کا ایک مظہر اگرچہ ان مجموعون کے نامون کی یہ تقسیم کہین کہین الجھن کا باعث بھی بن گی ھے کہ پنجہ رنگین اور خمسہ رنگین دو مختلف مجموعون کے نام ھین اور کبھی دونون نام ایک ھی مجموعہ کیلئے اختیار کرلئے گیے ھین لیکن یہ نام بڑے دلچسپ اور خیال انگیز ھین ـ نامون کے علاوہ ھر مجموعہ اور ھر تصنیف مین کوئی نہ کوئی خاص التزام بھی رکھا ھے ـ مثلا " دیوان بیختہ مین دوھری غزل کہنے کی قید ھے ـ کسی مجموعہ مین دو مثنویان شامل کرتے ھین کہ ھر ایک مین پانچ پانچ سو اشعار ھون ـ کہین رباعی کو رباعی مستزاد

کی شکل دیتے ہین تو کہین ہفت بند کی طرح ہفت مصرعہ نظم ایجاد کرتے ہین ـ کہین عورتون مردون کی بولیان الگ الگ کرتے ہین ـ کہین شہریون اور گنوارون کی زبان کا امتیاز دیکھتے ہین ـ کہین پوربیون کی بولی ٹھولی مین گفتگو کرتے ہین ـ قلعہ معلی کی لا زبان اور لکھنو کی بیگمات کے محاورہ کا فرق الگ ہے اور ان سب کو رنگین نے محض تفریحا "یا اتفاقا" اختیار نہین کیا ہے ـ اسمین انکے قصد اور ارادے کا دخل ہے ـ

ان سب باتون سے ہٹکر زبان کی تاریخ مین اپنی ہمہ دانی کیوجہ سے رنگین کا ایک خاص مرتبہ ہے ـ وہ کثیراللسان (Multi-lingual) انسان تھے ـ انکے والد تورانی تھے اور ترکی انکے گھر کی زبان تھی ـ عربی اور فارسی کی انہون نے باقاعدہ تحصیل کی تھی ـ رنگین خود سرہند مین پیدا ہوئے تھے جسکی سرحد مین ایک طرف پنجابی اور دوسری طرف ہریانی ہین ـ اسلئے وہ پنجابی بلا تکلف بولتے اور سمجھتے ہونگے ـ انکے یہان ہیر اور رانجھا کے نام محض سنے سنائے استعارون اور تلمیحون کی حیثیت نہین رکھتے تھے انہون نے ہیر پڑھی ہوگی ـ پنجابی اشعار جو انکے کلام مین موجود ہین اسکی شہادت کیلئے کافی ہین کہ وہ اس زبان کو صحت کے ساتھ استعمال کرسکتے تھے ـ دہلی کی اردوئے معلے اسوقت کی مستند اردو تھی ـ رنگین شاہ حاتم کے شاگرد تھے اور انہون نے اردو شعر و شاعری کیلئے یہی مستند محاورہ اختیار کیا تھا یہ ملازمت اور سیر و سفر کے سلسلہ مین انہون نے برعظیم کے تقریبا "تمام بڑے شہرون کا گشت کیا اور اکثر مین انکا قیام خاصے عرصے رہا ـ بنارس کے ہندوون کی زبان اور انکی تہذیب و معاشرت کا انہون نے جس تفصیل سے مطالعہ کیا تھا وہ بنارس سے فرخندہ کے نام خط اور مثنوی مہہ جبین کے طویل اقتباسات سے ظاہر ہوگیا ہوگا ـ اسلئے ہندوؤن کی زبان و بیان کے بارہ مین بھی انکی شہادت صرف سنی سنائی باتون پر مبنی نہین ہے ـ راجپوتانہ اور مرہٹواڑہ ـ گجرات اور دکن مین بھی وہ اتنے عرصے رہے تھے کہ ان علاقون کی زبانون پر پوری قدرت حاصل کرلی تھی ـ لکھنو فیض آباد ـ خیرآباد اور پورب کے دوسرے شہرون مین بھی قیام رہا ـ اور آخر عمر مین باندہ پہنچے ـ

اسلئے پوری زبان — پوربیون کے خاص مذاق اور لب و لہجے پر بھی دسترس حاصل ہوگی —

اس اعتبار سے انکے کلام کا یہ حصہ انشا کی دریائے لطافت سے اپنی اہمیت کیوجہ سے بہت بڑھ جاتا ہے — انشا کا دریائے لطافت شائع ہوگیا ہے اور رنگین کا کلام ہنوز غیر مطبوعہ ہے اسی لئے ابتک دونون کا موازنہ نہ ہوسکا ورنہ جو مثالین ہمنے نقل کی ہین ان سے خیال کو وسعت دیکر کہہ سکتے ہین کہ اس بارہ مین رنگین انشا پر فوقیت رکھتے ہین اور جب کبھی برعظیم ہند و پاکستا ن کی لسانیات کی تاریخ لکھی جائیگی تو شاید رنگین کے کلام کا یہ پہلو انکی عظمت اور حیثیت متعین کرنے کیلئے کافی ہوگا —

غرض رنگین عجیب ہمہ دان — ہمہ گیر اور متنوع شخصیت کے مالک ہین — وہ شاعر بھی ہین سپاہی بھی — فوجی سردار بھی ہین اور شہزادون کے دربار دار بھی — وہ شہسوار بھی ہین اور بیطار بھی — طبیب بھی ہین اور حکیم بھی — ناظم بھی ہین اور نثر نگار بھی رند مشرب بھی ہین اور صوفی منش بھی شوخ بھی ہین اور عارف ہین بھی — شیطان کا عرس بھی کرتے ہین اور حج کی نیت سے سفر بھی کرتے ہین — فحش گوئی اور ہجونگاری بھی کرتے ہین — اور توبہ و استغفار بھی — اپنے بڑے بھائی صوفی اللہ یار بیگ کی پاکبازی کے قصیدے بھی پڑھتے ہین اور اپنے صاحبزادے کی عشق بازی کی داستانین بھی دوہراتے ہین — " غافل بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست " پر عمل پیرا بھی ہوتے ہین اور " دنیا کی مومت — فقر استغنا اور توکل کی تلقین بھی کرتے ہین — عیاشون کیلئے اپنے مجرب نسخے بھی بتاتے ہین اور صوفیون کی حکایتین بھی نقل کرتے ہین غرض ایک ایسی شخصیت ہین جو سامنے آتے ہین تو سب پر چھا جاتے ہین — انکے معاصرین مین سے کوئی انکی طبیعت سے مرعوب ہوجاتا ہے — کوئی قادرالکلامی سے — کوئی انکی طبیعت کی شوخی اور ظرافت سے پناہ مانگتا ہے اور کوئی انکی غزل — مثنوی اور ریختی کی استادی کے اعتراف مین سرجھکا دیتا ہے — وہ ہر میدان مین آتے ہین اور اپنے کمالات کا مظاہرہ کرتے ہین — اسی سال سے اوپر یہ تماشہ ہوتا رہتا ہے یہان تک کہ موت اس ڈرامہ پر آخری پردہ ڈالدیتی ہے اور

اسکے ساتھ ہی انکے کمالات پر بھی ایسا پردہ پڑجاتا ہے کہ انکی بیس ضخیم تصانیف گمنامی مین دبکر رھجاتی ھین ۔ آج ھم نے یہ پردہ اٹھاکر انکی شخصیت اور تصانیف کی ایک جھلک دکھانے کی کوشش کی ھے کہ شاید اس طرح انھین ھماری زبان و ادب کی تاریخ مین وہ درجہ ملجائے جسکے وہ پوری طرح مستحق تھے لیکن جو اب تک انھین نصیب نہ ھوسکا ۔

۴۱۶

حصہ چہارم

باب ہفتم

ضمیمہ جات

(۱) کلیات

(۲) اسماء الرجال

(۱) رنگین کی قلمی کتب

(۴) اشاریہ دیوان ریختہ و حدیقہ رنگین

(۲) اسماء الرجال

(۳) کتابیات

رنگین کی قلمی کتب کی فہرست

(۱)
دیوان ریختہ ۱۲۰۲

فرسنامہ ۱۲۱۰

دیوان ریختہ ۱۲۱۵

(۲)
دیوان بیختہ ۱۲۱۵ـ۲۰

دیوان آمیختہ (دیوان ہزل) ۱۲۲۰

دیوان انگیختہ (دیوان ریختی) ۱۲۲۰

دیوان حدیقہ رنگین فارسی ۱۲۲۰

مجموعہ رنگین در هفده زبان ۱۲۲۵ـ۲۸

مجالس رنگین ۱۲۲۵ـ۲۸

اخبار رنگین ۱۲۲۵ ـ ۲۸

چہار عنصر رنگین

(۳) خمسہ رنگین

ہشت بہشت رنگین

نورتن رنگین

(۴)
امتحان رنگین در نثر ۱۲۲۶

نوٹ ـ

دیوان بیختہ کے دیباچہ میں مجموعہ رنگین ـ اخبار رنگین اور مجالس رنگین کی تاریخ تصنیف ۱۲۲۵ اور امتحان رنگین کی ۱۲۲۶ لکھی ہے جسکے بعد مجموعہ کا نام "نورتن رنگین" رکھا ـ لیکن دیوان ریختہ کے دیباچہ میں ۱۲۲۶ کے بجائے ۱۲۲۸ ہے اور "نورتن رنگین" سے ۱۲۲۶ ہی برآمد ہوتی ہے ـ تاریخ یہ ہے ـ چو تاریخ جستم ز پیر خرد بگفتا قلم بند شد نورتن

دیوان ریختہ کے دیباچہ میں "دیوان کلیات رنگین" تاریخ لکھی ہے ـ ۱۲۲۸ ـ

---

(۱) یہ دیوان جے نگر کے قریب جنگ پانی میں ضائع ہوگیا ـ

(۲) دیوان ریختہ کے فارسی دیباچہ میں رنگین لکھتے ہیں کہ اس دیوان کی بنیاد ۱۲۱۶ میں پڑی لیکن بیختہ کے دیباچہ میں ۱۲۱۵ لکھا ہے ـ

(۳) دیوان بیختہ کے دیباچہ میں "پنجہ رنگین" لکھا ہے ـ

(۴) دیوان بیختہ کے دیباچہ میں نورتن رنگین کا حصہ نہم "امتحان رنگین" کو بتایا ہے لیکن دیوان ریختہ کے دیباچہ میں حصہ نہم "رنگین نامہ" در جواب محمود نامہ کو قرار دیا ہے جس نے ۱۲۲۸ میں ترتیب پائی ـ یہی رنگین نامہ سبع سیارہ رنگین کا چوتھا حصہ ہے جو اس جلد میں موجود ہے ـ

مثنوی باغ و بہار یعنی مثنوی دلپذیر (مہ جبین و نازنین)

مندرجہ ذیل چھ مثنویون کو مسدس رنگین یا (شش جہت رنگین) کے نام سے موسوم کیا ہے ـ

یہ مجموعہ چھ ہزار اشعار پر مشتمل ہے ـ

ایجاد رنگین (موحد رنگین) بارہ سو اشعار

عجائب رنگین)
غرائب رنگین) عجائب و غرائب رنگین

شہر آشوب رنگین ۲۰۰ اشعار)
دستان رنگین (کہاوت ہائے رنگین) ۲۰۰ اشعار) مثنوی مثلث رنگین
حکایات رنگین ۲۰۰ اشعار)

چار حکایات چار باب مین ہین ـ

(۱) در معاد)
(۲) در معاش) مثنوی ربع رنگین (چہار چمن رنگین)
(۳) در ظرافت) ایک ہزار اشعار
(۴) در تصوف)

(۱) خواب کا قصہ خط مین)
(۲) تاجر کا قصہ) مثنوی مخمس رنگین (پنجہ رنگین) (۱)
(۳) اپنا لکھنو کا حال) ۷۰۰ اشعار
(۴) میواتن کا قصہ)
(۵) خط الہی بخش خان کو)

---

(۱) دیوان ریختہ کے دیباچہ مین لکھتے ہین کہ یہ پانچ ہزار اشعار پر مشتمل ہے ـ

(۱) خط اول مین رنج و غم کی کہانی
(۲) خط دوم مین نجار — خیاط — زرگر اور زاہد کی کہانی
(۳) خط سوم از لکھنو به شاہجہان آباد بنام لاله بسنت سنگه نشاط
(۴) خط چہارم از لکھنو به شاہجہان آباد بنام برادر صاحب حکیم محمد اشرف صاحب
(۵) خط پنجم از لکھنو به بنارس بنام خواجه محمود
(۶) خط ششم از لکھنو به بنارس بنام مرزا محمد ابراہیم

گلدسته رنگین — ۵۰۰ اشعار

---

(۲) سبع سیاره رنگین

(۱) تصنیف رنگین	۱۳ ورق
(۲) گلدسته رنگین	۲۵ "
(۳) سبحه رنگین	۱۲ "
(۴) رنگین نامه در جواب محمود نامه	۸ ورق
(۵) ساقی نامه رنگین	۱۰ "
(۶) تجوبه رنگین در نثر اردو	۱۸ "
(۷) کلام رنگین	۱۰ "

---

(۲) خمسهٔ رنگین (۱)

(۱) جنگ نامه رنگین	۲۲ ورق
(۲)	
(۳) نصاب ترکی (نصاب رنگین)	۲۴ "
(۴) نسخه بطرز حضرت مولوی روم در فارسی نظم	۲۳ ورق
(۵) حکایات رنگین	۳۲ "

---

(۱) حصه دوم خمسه رنگین اسی جلد مین نہین ہے لیکن انڈیا آفس لائبریری کی فہرست مین اس دوسرے حصه کا نام حکایت رنگین لکھا ہے یعنی بد ہوگی فروش کی کہانی —

(۲) دیوان ریخته کے دیباچه مین لکھتے ہین که یه ڈھائی ہزار اشعار پر مشتمل ہے —

(۳) دیوان کو ریخته کے دیباچه مین اسے ساڑھے تین ہزار اشعار پر مشتمل بتاتے ہین —

(۱) قوت الایمان	۹ ورق	متفرقات
(۲) قصیده ترجمه غوثیه	۷ "	
(۲) ترجمه قصیده بانت سعاد	۱۲ "	
(۳) نسخه درستی قصیده سودا بموجب فرمائش شمشیر خان	۲ ورق	

دیوان ریختہ کا اشاریہ

پہلے چھ صفحون پر فارسی مین دیباچہ ہے جس مین انھون نے اپنے والد کے ھندوستان آنے اور اپنی تصانیف کے متعلق تفصیل دی ہے ـ

دیوان قصیدہ سے شروع ہوتا ہے ـ پہلا قصیدہ نواب ظفریاب خان بہادر کی تعریف مین ہے اس مین ٦٩ شعر ہین پہلا شعر یہ ہے ـ

تپش یہ ہے کیون آہ دل نا توان   دے مجھے آرام کہین یک زمان

قصیدہ کا آخری مصرع ـــ دوست ہین رنگین سوا ہین شادمان

رقعہ بطور مثنوی در جواب خط شخصے و گلہ ہاے چند در چند ـ

بہجت افزائے خاطر دلہا   یعنی عقدہ کشائے مشکلہا

اس مین ۲۷ شعر ہین ـ آخری شعر کا آخری مصرع ـــ ہین ہزار اور دوسو اور چون تیس [1]

رقعہ در جواب پیغام شخصے ـ

کرم فرما و مشفق میرے جو ہین   نہایت ہی خفا وہ مجھ سے گو ہین

اس رقعہ مین دس شعر ہین ـ

آخری شعر ـــ یہ سب کچھ مین نے انکو کہہ سنایا

ولے کچھ دھیان مین انکے نہ آیا

---

(۱) دیوان ریختہ پہلے مرتب ہوا تھا۔ یہ فرد ۱۲۳۴ھ کا ہے۔ غالباً نقل نسخہ لکھتے وقت اسے بھی شامل کر لیا گیا۔ قلمی نسخے کے ابتدائی دو ا صفحات اسی قسم کے ہیں۔

اشعار چند بطور مثنوی در بیان احوال خصلت و اوقات موت و حیات ذوالقربا در زمانۂ گذشته وحال و آئینده ء از روئے علم قیافه شناس و اللہ عالم ۔

ہوا پہلے مرا بھائی خدا یار　　　ہوا مین زندگی سے اپنی بیزار

اس مین ۵۷ شعر ہین ۔ خدا یار خان اپنے بھائی اور والد بزرگوار صوفی جی صاحب ۔ محمد یار خان ۔ ابراہیم ۔ سلیمان خان ۔ اختر یار خان ۔ نصرت یار خان ۔ احمد یار خان کا ذکر کیا ہے انکی سخاوت بہادری اور موت و حیات کا ذکر ہے ۔

آخری شعر ـــــ برا پڑھکر اسے گر کوئی مانے　　　تو بس رنگین کو وہ نادان جانے

مرثیـــه ۔

ہے روایت یون که ہوکر شہ مدینے سے روان
آئے جب دشت بلا مین لیکے سارا خاندان

اس مرثیـــه مین ۷۲ شعر ہین ۔

آخری شعر ـــــ دوست کا اس خاندان کے دن بدن ہو خوب کام
اور دشمن کا رہے ہرگز نه دنیا مین نشان

مرثیـــه

ایک راوی سے سنا ہے که جناب سرور　　　کر گیے جس گھڑی اس عالم فانی سے گذر

اس مرثیه مین تین شعر ہین ۔ آخری شعر فارسی کا ہے ۔

بعد مردن ز جفائے تو یاد کنم　　　از کفن دست برون آرم و فریاد کنم

سلام —

مدام جھک کے یہ کرتا فلک ہے جس کو سلام　　وہی امام ہے کیسا امام ابن امام

صرف ایک یہی شعر ہے باقی صفحہ خالی ہے —

غزلیں ورق ۱۵ پ سے شروع ہوتی ہین —

بخش اپنے کرم سے مجھے اے بار خدایا　　آیا ہون ترے در پہ گنہگار خدایا

اس غزل مین سات شعر ہین —

آخری شعر (۱) رنگین کو ۱ اسے تہمت سے بری رکھ
دے عشق/امامون کا د هنوان د مار خدا یا

ایذا مجھے دینے سے حاصل تجھے کیا ہوگا　　تو مجھے بھلائی کر تیرا بھی بھلا ہوگا

آخری شعر — ہاتھون کو عبث اپنے مہندی سے نگر رنگین
رنگین کے لہو جیسا کب رنگ حنا ہو گا

کل پانچ شعر ہین —

ہندو بچے کو یار کیا ہم نے کیا کیا　　پھر کفر اختیار کیا ہم نے کیا کیا

کل نو شعر ہین —

آخری شعر — بولے پہ دل دیا اسے رنگین ہزار حیف
نے قول و نے قرار کیا ہم نے کیا کیا

---

(۱) قلمی نسخہ میں کرم خوردہ ہے —

جو ربط ہم مین تم مین بہت تھا وہ کم ہوا　　　　تم خوش ہوئے پہ ہم پہ قیامت ستم ہوا

آخری شعر —— کیفیت جہان وہین پتے ہی کھل گی
رنگین کے حق مین ساغر سے جام جم ہوا

کل پانچ شعر ہین —

تجھکو مین اپنے سے بیگانہ کہون تو ہے بجا　　　　پر تو میرا جی ہے جانا نہ کہون تو ہے بجا

آخری شعر —— چاہتا ہے اسکو یہ رنگین جسے دیکھا نہین
اس دل وحشی کو دیوانہ کہون تو ہے بجا

کل پانچ شعر ہین —

عشق بتان سے کب جی رنجور ہے ہمارا　　　　تیر جفا سے زخمی دل چور ہے ہمارا

آخری شعر —— ہم بے خبر ہین رنگین لیکن بقول بیخم
ہر ایک زبان پر مذکور ہے ہمارا

کل پانچ شعر ہین —

جب سے نظر پڑا ہے ہمکو جمال اسکا　　　　رہتا ہے رات اور دن تب سے خیال اسکا

رنگین کی رنگ رو مین سرخی نظر ہے آتی
احوال ان دنون مین کچھ ہے بحال اسکا

کل پانچ شعر ہین —

چاہ کر دل نے اسے آہ یہ کیا کام کیا　　　　آپ بدنام ہوا اور مجھے بدنام کیا

کل پانچ شعر ہین —— کیا کہین ہجر مین کسطرح سے ہمنے رنگین
شام کو صبح کیا صبح کو پھر شام کیا

توسن حسن پر اپنے جو وہ بیباک چڑھا   اتنا روندا کہ فلک پر دی مری خاک چڑھا

ذبح کرنیکا ارادہ ہے مگر رنگین کے
استینون کے جو ظالم نے لئے چاک چڑھا

کل پانچ شعر ہین ۔

فن مین پیارے عشق کے جو خوب کامل ہوئیگا   تجھ پہ صدقے ہو کے ہو جانیکا قتل ہوئیگا

راہ دل سے دل کو ہے رنگین یہ ہمکو ہے یقین
چاہتے ہین ہم تو اسکا دل بھی مائل ہوئیگا

کل سات شعر ہین ۔

ہے کون میرے دل مین تری چاہ کے سوا   ہمدم نہین ہے کوئی مرا آہ کے سوا

کیا ہے کسی کا وقت ہے عشق بتان مین آج
رنگین نہین ترا کوئی اللہ کے سوا

مگر گلشن سے گذرا تھا   وہ گلبدن اپنا   دکھاتا تھا سحر بلبل کو غنچہ پیرہن اپنا

کل پانچ شعر ہین ——— اگر شیرین سے شیرین کام ہوتا عشق مین رنگین
سر آخر چیرتا تیشہ سے پھر کیون کوہ کن اپنا

تا حشر رہے یہ داغ دلکا   یارب نہ بجھے چراغ دلکا

کل سات شعر ہین ——— معلوم نہین کسی کو رنگین
دے کون ہمین سراغ دلکا

ٹھرا شیشہ دل یار ہے پتھر سے کیونکر پٹکا   خدا جانے کہ اسکے دل مین یار و خار کیا کھٹکا

کل پانچ شعر ہین —— جو دیکھا ماتھ خالی راہ مین رنگین ہے قاصد کو
بھری ایک آہ سرد اور سر در و دیوار سے پٹکا

ہوا ہے داغ مجھے اب یہ اس ستمگر کا   چراغ خانہ ہوا ہے وہ غیر کے گھر کا

کل سات شعر ہین —— عبث ہے خوف تجھے روز حشر کا رنگین
تری زبان پہ ہے کلمہ شفیع محشر کا

جہان تجھ سا ظالم طرحدار ہوگا   وہان اسکا ہر یک طلبگار ہوگا

کل چھ شعر ہین —— وہان رنگ رنگین کا دیکھوگے یارو
جہان عشق کا گرم بازار ہوگا

غم اسکا یون ہین میری گر جان نکالیگا   تو کون میرے دلکے ارمان نکالیگا

کل پانچ شعر ہین —— پھر شعر کس کا وہ پڑھیے کا نہین رنگین
جزدان سے جو تیرا دیوان نکالے گا

جدا تجھ سے جو اے گل اندام ہوگا   اسے فرش گل پر نہ آرام ہوگا

کل چھ شعر ہین —— نکو عشق میرا کہا مان رنگین
خدا جانتا ہے تو بدنام ہوگا

گم ہوا دل مرا ایسا ہی کہ پایا نہ گیا   پھنس گیا دام مین کسی کے کہ پھر آیا نہ گیا

کل پانچ شعر ہین —— عشق جسکا ہے لقب سو وہ ہے بھاری پتھر
کوہکن جیسے سے رنگین وہ اٹھایا نہ گیا

سر اپنا ھے اے ظالم توری شمشیر کو سونپا   جو ھونا ھو سو ھو یہ کام اب تقدیر کو سونپا

کل پانچ شعر ھین —— لیا جب شہر دل کو گھیر رنگین لشکر غم نے
نشان آہ ھے نالہ شبگیر کو سونپا

سر بصحرا قیس تھا لیلے کا محمل ڈھونڈھتا   کاروان عشق مین پھرتا ھون مین دل ڈھونڈھتا

کل پانچ شعر ھین —— کیا ھوئی تقصیر ایسی تجھ سے جو رنگین مجھے
تیغ کھینچے ھاتھ مین پھرتا ھے قاتل ڈھونڈھتا

ترے کوچے مین ھر شب یار لائی بن نہین رھتا   تجھے چاھے ھے مجھکو ستائے بن نہین رھتا

کل سات شعر ھین —— غرضمند اپنے مطلب سے رکھے ھے کام اے رنگین
وہ آوے یا نہ آوے مین بلائے بن نہین رھتا

خفا مجھ سے جو وہ بیداد گر ھوگا تو کیا ھوگا   جدا ایکدم مین گر تن سے یہ سر ھوگا تو کیا ھوگا

کل چھ شعر ھین —— جہان مضمون کا اسکے تو باران ھوئے اے رنگین
کسی کا اس جگہ مینھ سہر ھوگا تو کیا ھوگا

خواب مین بھی خیال ھے تیرا   ھجر مین بھی وصال ھے تیرا

کل سات شعر ھین —— کیا تو عاشق نہین کہین رنگین
ان دنون رنگ لال ھے تیرا

نہ اپنے مین نہ بیگانے مین دیکھا   جو رشتہ شمع پروانے مین دیکھا

کل پانچ شعر ھین —— بہت اس شوخ کو رنگین نے ڈھونڈھا
نہ آبادی نہ ویرانی مین دیکھا

جس بن کبھی لیک م کبھی آرام نہ آیا　　افسوس کہ اپنے وہ کبھی کام نہ آیا

کل سات شعر ہین ——— تھا جی جن پہ اسکے کہ بلاوے مجھے رنگین
یاد اسکو کسی وجہ مرا نام نہ آیا

پڑ گیا اسےیون مرا لانجھا　　جیسے مفتون تھا ہیر پر رانجھا

کل پانچ شعر ہین ——— رنگ رنگین کا ان دنون ہے زرد
کہین پڑنے لگا ہے وہ کانجھا

مژدہ وصل کا ہے اسکے نوشتہ پہنچا　　آپ کو چشم تلک لے جان برشتہ پہنچا

کل پانچ شعر ہین ——— کی یہ طفلانی کوجا جوش جنون نے رنگین
کہ دیا تیس تلک آخر مرا رشتہ پہنچا

زرد ہے اسکو ہمیشہ آہ کا　　ہے یہ حال اپنے دل آگاہ کا

کل سات شعر ہین ——— دوست تیرے خوش رہین رنگین مدام
ہے یہ قول اس بندہ درگاہ کا

مارا پتھر پہ سر اور سینہ پہ پتھر مارا　　پر ترا دل نہ ملا جیسے بہت سر مارا

دلکو رنگین کے لیا یون تری الفت نے دبوچ
باز نے جون کوئی رنگین کبوتر مارا

اوسکو تو ستانے بن کچھ کام نہین آتا　　اور مجھکو بغیر اسکے آرام نہین آتا

کل پانچ شعر ہین ——— اقرار کا کیا اسکے ہو مجھ سے بیان رنگین
(۱) وہ صبح کا وعدہ کرتا شام نہین آتا

---

(۱) وہ صبح ہے یا کچھ اور ٹھیک سمجھ مین نہین آتا — کرم خوردہ ہے —

کل ٢٦١ غزلین هین — علاوه انکے ایک غزل قطعه والی بهی هے جسمین گیاره قطعات هین

ورق ٧٨/پ پر غزل قطعات در جواب غزل بی خدا بخش پنہا تخلص و تضمین مضمون آن غزل —

یه غزل قطعات مین هے اسکے پہلے قطعه کے پہلے شعر کے دوسرے مصرع مین لفظ چاهت هائے حطّی

سے لکھا هے — غالباً یہ خطا ہے —— غزل تیری وه پہنچے ایمان هے

که جسمین تیری چاهت کا بیان هے

غزلین ٢٦١ ایک غزل قطعون والی هے

رباعیات ٢٢ هین

فردیات ٨٢ هین

قطعات ٢٢ هین

ترجیع بند ایک هی هے اسکے سات بند هین

واسوخت [illegible] ایک هے اسمین سات بند هین

مسدس ایک هی هے اسمین پانچ بند هین

مخمس نو هین اور [یہاں] دیوان ختم ہو جاتا ہے ۔

اشاریہ "حدیقہ رنگین"

(۱) شنیدم ساقی کوثر توئی آن قیصر دلہا — کل نو شعر ہین۔

(۲) دوست یک سو خود ز دشمن کین نمی خواہیم ما — کل پانچ شعر ہین۔

(۳) اگرچہ بعد مدت چون تو یار کردہ ام پیدا — کل پانچ شعر ہین

(۴) غم زباغ و ز گشت نیست مرا — کل سات شعر ہین۔

(۵) او مہربان و غیر یکین می کشد مرا — ۵ شعر

(۶) با غمش ای ہجر بسازیم ما — ۸ شعر

(۷) در غم ہجر تو بہت خطا زما — ۶ شعر

(۸) بجز ہجر تو دیگر غم مبادا — ۵ شعر

(۹) گر آن قتال عالم در صف محشر شود پیدا — ۶ شعر

(۱۰) اگر صاف است آئینہ رخ دلبر شود پیدا — ۷ شعر

(۱۱) بسکہ از یار دوریست مرا — ۷ شعر

(۱۲) جان سر جانانہ فدا شد دلا — ۷ شعر

(۱۳) دل برم از نظر انداخت مرا — ۱۲ شعر

(۱۵) آتش عشق کہ در جان من است — ۸ شعر

(۱۶) اسباب جہان جملہ مہیا شد نی نیست — ۸ شعر

(۱۷) برگردن از تو دوری مشکل است — ۵ شعر

(۱۸) کیست آنکس که مدح خوان تو نیست ـ ۵ شعر

(۱۹) لعل هم سنگ آستان تو نیست ـ ۶ شعر

(۲۰) آرزوے من آن بت چین است غم اینست ـ ۹ شعر

(۲۱) چشم حارص را ز خواهش سیر کردن مشکل است ـ ۷ شعر

(۲۲) هر که را چشم دل بماه من است ـ ۹ شعر

(۲۳) غم دنیا و فکر دینم نیست ـ ۹ شعر

(۲۴) خط سبز ش اگرچه رسته دیر است ـ ۸ شعر

(۲۵) تخته سینه تخت شاهئی ماست ـ ۸ شعر

(۲۶) کمال حسن را آخر زوال است ـ ۹ شعر

(۲۷) بتو در سینه دلم خون شده است ـ ۷ شعر غزل مطلع ها کا پہلا مصرع هے

(۲۸) آن بت بیگانه دوست یار نه چون من کسان است ـ ۵ شعر

(۲۹) رخنه ها از مژه در سینه چاکم انداخت ـ ۶ شعر

(۳۰) شنیدم از طبیبان محبت ـ ۸ شعر

(۳۱) بدرد عشق و درمان محبت ـ ۷ شعر

(۳۲) آن گل بخوار ما نیاید ـ ۱۰ شعر

(۳۳) تیر آهیکه سر از سینه کشد ـ ۷ شعر

(۳۴) بیان هجر امکانیے ندارد ـ عنوان بیان غزل قطعات هے پانچ قطعون مین کل ۱۲ شعر هین

(۳۵) چه شد اے ناله شبگیر چه شد ـ ۷ شعر

(۳۶) شکر لله که ترا غنچه دهان ساخته اند ـ ۱۰ شعر

(۳۷) هر کس که دید روئے تو دیوانه می شود ـ ۵ شعر

(۳۸) جز تو ام سیمبر تنی باید ـ اسمین چه قطعات هین جنکے ۱۶ شعر هین

(۳۹) مارا کہ دل ہمیشہ بسوئے تو می کشد ۔ ۵ شعر

(۴۰) اشک خون چکیدہ را ماند ۔ ۱۰ شعر

(۴۱) کشتۂ غیر را قاتل خون چکیدہ ملسا من بجوش آمد ۔ ۵ شعر

(۴۲) ز طوف کعبہ و بتخانہ ھا کے تنگ می گردد ۔ ٦ شعر

(۴۳) رخش و شو بمحفل افتاد ۔ ۸ شعر ساتوان شعر کرم خوردہ ہونیکی وجہ سے پڑھا نہین جا سکا ۔

(۴۴) آتش عشق زبانہا دارد ۔ ۷ شعر

(۴۵) اے گل پردہ ساز ھا دارد ۔ ۵ شعر

(۴٦) بتو اے ماہ چہ می باید کرد ۔ ۵ شعر

(۴۷) رو کش حسنت از چہ حور بود ۔ ۷ شعر

(۴۸) راز دل خود نگفتہ بہتر ۔ ۵ شعر

(۴۹) خبر عشق ندارم راز دگر ۔ ۴ شعر

(۵۰) دارم بذوق وصل او در دل تمنائے دگر ۔ ۷ شعر

(۵۱) در غم هجر اشک فشانی هنوز ۔ ۷ شعر

(۵۲) افسر شاهیت مو بر سر گدا اینست و بس ۔ ۱۲ شعر

(۵۳) بے تو من سوختہ ام هیچ مپرس ۔ ۸ شعر

(۵۴) اے دل زحد زیادہ مبین در ادہم خویش ۔ ۷ شعر

(۵۵) از چشم اشک آمد بیرون افشاندہ جیجون دہ گرد مش ۔ ۱۰ شعر

(۵٦) گر سر بکم فسانہ عشق ۔ ۷ شعر

(۵۷) هست ز چشم جاری اشک ۔ ۷ شعر

(۵۸) هر کس که به او شود خاک۔ — ۵ شعر

(۵۹) از غم هجر هلاکی ای دل ۔ — ۷ شعر

(۶۰) هر چه می گویمت آنی ای دل ۔ — ۹ شعر

(۶۱) با سیمبران چون یار شدم۔ — ۸ شعر

(۶۲) در غم یار ندانم چه کنم۔ — ۵ شعر

(۶۳) هوش و عقل و دین باخته ام۔ — ۸ شعر

(۶۴) چشم دل را کشاده می بینم۔ — ۶ شعر

(۶۵) بر تو بیساخته مفتون شده ام۔ — ۸ شعر

(۶۶) فلک گرد نگردد دگر بکامم۔ — ۷ شعر

(۶۷) گذشت عمر و فتاده بخاک کوئے تو ام۔ — ۷ شعر

(۶۸) ما که دردیده ها نمی آرام۔ — ۱۲ شعر

(۶۹) هر زمان وصل بر به رخسار می خواهد دلم۔ — ۶ شعر

(۷۰) دور از تو بسے جفا کشیدم۔ — ۷ شعر پانچواں شعر کرم خوردہ ہے ۔

(۷۱) دست از قتل که بر داشتیم۔ — ۶ شعر

(۷۲) حال دل شرح زبانی چه کنم۔ — ۱۰ شعر

(۷۳) ساقیا مے زمن دریغ مدار۔ — ۱۱ شعر

(۷۴) بوالعجب سحر کلامی رنگین ۔ — ۷ شعر

(۷۵) الهی بگذرد دامن کشان یار از مزار من ۔ — ۷ شعر

(۷۶) ظلم ای دشمن جانی کم کن ۔ — ۵ شعر

(۷۷) چاک شد پیش و کم زدست جنون ۔ — ۷ شعر

(۷۸) نیست آگاه زمن نگار من ۔ — ۸ شعر

(۷۹) خون دل هست شرابم بے تو ـ	۷ شعر
(۸۰) چه کنم شرح چسانم بے تو ـ	۹ شعر
(۸۱) در تلاش تو بسے گردیده ـ	۸ شعر
(۸۲) اے دلبر و دلبر یگانه ـ	۱۰ شعر
(۸۳) می سوزم اے ماه از ناله و آه ـ	۶ شعر
(۸۴) در نخل وفا ثمر نداری ـ	۱۵ شعر (باره شعر کے بعد آخری تین شعر قطعه کے هین ـ)
(۸۵) اے زلف تو بر دلم کمندے ـ	۵ شعر
(۸۶) هست موزون برائے عریانی ـ	۷ شعر
(۸۷) فلکا مشت خاک من چه کردی ـ	۶ شعر
(۸۸) ناله من گرانئے داشتے ـ	۹ شعر
(۸۹) مرا با زلف مه رویان سرو کار است پنداری ـ	۵ شعر
(۹۰) بے حجاب از پرده عصمت بیازار آمدی ـ	۹ شعر
(۹۱) هوشم ربود توچه گلے پهلو انگی ـ	۵ شعر
(۹۲) اے عشق مرا مجنون کردی ـ	۸ شعر
(۹۳) غمزه ها بر سر خاکم کردی ـ	۷ شعر
(۹۴) مرا از لطف خود مهمان نمودی ـ	۹ شعر

(۹۵) صد ظلم زحد افزون کردی ـ ۱۲ شعر اور ٦ مصرعے کے بعد ایک مصرعه هے ـ

(۹۶) هر چه می گویمت آنی اے دل ـ ۱۰ شعر اور پانچ مصرعے هر دو شعر کے بعد ایک مصرع هے ـ یه مخمس هے ـ

(۹۷) در کوئے وفا گذر نداری ـ سات بند کا مخمس هے ـ جسمین چوده شعر اور سات مصرعے هین ـ

نوٹ ـ ۹۴ اور ۹۵ کے درمیان قطعات هین ـ

(۹۸) واقف هر نازو نیازیم ما ـ یه چهه بند کا مخمس هے جسمین ۱۲ شعر اور چهه مصرعے هین ـ

(۹۹) غم به هر سینه مقابل افتاد ـ یه آٹهه بند کا مخمس هے جو ۱٦ شعر اور ۸ مصرعون پر مشتمل هے

(۱۰۰) صدمه ها ظاهر و پوشان برداشت ـ اسکا عنوان " مخمس غزل نورالعین واقف هے ـ جسمین پانچ بند هین ـ دس شعر اور پانچ مصرعے هین ـ

(۱۰۱) از جوش جنون سر شار شدم ـ یه مربع غزل کا پهلا مصرع هے جسمین دس شعر هین ـ

(۱۰۲) روز شب تار ما نه آمد ـ یه مربع غزل کا پهلا مصرع هے اسمین کل چوده شعر هین ـ

(۱۰۳) ز اشتاد غزل خوان محبت ـ " مثلث غزل نورالعین " کا پهلا مصرع هے جسکے نو بند هین ـ

(۱۰۴) نیست کم از بیماری رشک ـ " مثلث غزل تصنیف خود " کا پهلا مصرع هے جسکے چهه بند هین ـ

(۱۰۵) چو شد باغ دیوانه اے دوستان ـ یه خاتمه کی نظم کا پهلا مصرع هے ـ اسمین ۹ شعر هین ـ

(۱۰٦) اس خاتمه کے بعد " تضمین اشعار سعدی " کے عنوان سے چوده شعر هین ـ

مصرعه اول یه هے ـ " در اقصائے عالم بگشتم بسے "

(۱۰۷) پهر " غزل رنگین " هے جسکا پهلا مصرعه یه هے ـ

" بحمد الله از نظم رنگین من " اس غزل مین دس شعر هین ـ

رباعیات۔	۵
مطلعات۔	۲۷
قطعات	۲۲ کل ۷۱ شعر
مخمس غزل ۔	۵
مربع غزل ۔	۲ کل ۲۲ شعر
مثلث غزل ۔	۲ کل ۱۵ شعر اور ۱۵ ہی مصرعے
خاتمہ کی نظم۔	کل ۸ شعر
تضمین اشعار سعدی	کل ۱۲ شعر

اسماءُ الرجال

دیوان ریختہ

(۱) الٰہی بخش خان
(۲) شاہ حاتم شاہ
(۳) نواب اشرف الدولہ
(۴) کلو حجام
(۵) محمد امان اللہ خان نثار
(۶) نواب ظفریاب خان بہادر
(۷) محمدی خانم
(۸) میاں سلطان بخش پیرزادہ
(۹) لالہ بختاور سنگھ
(۱۰) شاہ حاتم
(۱۱) خدا یار خان
(۱۲) میاں غلام محی الدین پیرزادہ
(۱۳) ظفر الدولہ ثابت جنگ بہادر
(۱۴) محشر شاگرد سودا
(۱۵) اکبر شاہ بادشاہ
(۱۶) ٹیپو سلطان
(۱۷) محمد جان
(۱۸) صوفی اللہ یار بیگ
(۱۹) محمد یار خان
(۲۰) سلطان خان
(۲۱) اختر یار خان
(۲۲) نصرت یار خان
(۲۳) احمد یار خان
(۲۴) خدا بخش پنہا
(۲۵) سلطان بخش پیرزادہ
(۲۶) لالہ بختاور سنگھ

امتحان رنگین —

(۱) سید حیا موحشہ
(۲) نواب صوفی اللہ یار بیگ
(۳) نواب شرف الدولہ فیض اللہ بیگ خان
(۴) محمدی بیگم
(۵) محمد اکبر شاہ
(۶) صوفی اللہ یار بیگ خان
(۷) نواب امیر خان بہادر
(۸) نوری شہزادہ یحیی میان شاہ دریا صاحب
(۹) ملو حجام
(۱۰) انشا
(۱۱) الہی بخش خان معروف
(۱۲) فیض محمد خان
(۱۳) مولوی عبد الہادی خان

مجموعۂ رنگین

(۱) شاہ عالم باد شاہ
(۲) حضرت شاہ عبد العزیز علیہ الرحمہ
(۳) نواب معتمد الدولہ وزیر لکھنو
(۴) والدہ نواب ذو الفقار بہادر
(۵) محمد ہادی شارح سہ نثر ظہوری
(۶) اختر یار خان
(۷) حضرت صوفی شاہ آبادانی
(۸) طہماس بیگ خان
(۹) فاطمہ خانم
(۱۰) عمو صاحب نواب ترک جنگ بدل بیگ خان
(۱۱) امین بیگ
(۱۲) برادر مہربان محمد قلی خان
(۱۳) نواب مظفر اللہ الدولہ
(۱۴) نواب یار خان
(۱۵) نواب حیدر بیگ خان
(۱۶) مرزا علی یار خان
(۱۷) بستی خانم
(۱۸) امین الدین خوش نویس
(۱۹) یعقوب بیگ عرف آقا مرزا

مجالس رنگین

شاگردان رنگین

(۱) میر سید علی غمگین
(۲) لاله بسنت سنگه نشاط
(۳) خواجه احسان خان مہر
(۴) محمدیخان خان
(۵) ابراہیم بیگ خورم همشیره زاده کلان رنگین
(۶) راجه کدار ناتهه نسیم
(۷) راجه شنکر ناتهه صبا
(۸) [redacted] (خانم جان [redacted]) پنہاں
(۹) لالو بیگم بیخم
(۱۰) عزیزن خانگی عزیز

حضرت شاه حاتم شاه صاحب

شاگردان حاتم مجلس اول

محمد امان خان نثار
اکبر علی اکبر
لاله مکند رائے فارغ
میان غلام علی شاه فنائی
مرزا عظیم بیگ عظیم

مجلس

سبحان قلی بیگ راغب ۲ ـ ۳ ـ ۴ ـ ۵ ـ ۶ ـ ۲۴ ـ ۲۹
انشا ۲ ـ ۴ ـ ۲۵ ـ ۲۶ ـ ۳۱ ـ ۳۹
مسیح الزمان حکیم اشرف ۴
خلف الرشید حکیم شریف خان
مرزا مکھو بیگ شہر ۶ ـ ۲۲
برادر نواب بہادر بیگ خان طالب جنگ بہادر غالب

مجلس (۱)

---

(۱) یہ مجلس نمبر ۸ مطبوعہ میں نہیں ہے

<u>نوٹ ـ</u> مجلس نمبر ۶۲ میں حج کے سفر کا ذکر ہے ـ

کتابیات

تصانیف رنگین قلمی انڈیا آفس

(۱) دیوان ریختہ

(۲) دیوان بیختہ

(۳) دیوان آمیختہ پک نمبر ۱۸۲

(۴) دیوان انگیختہ

(۵) مجموعہ رنگین پک نمبر ۱۸۳

(۶) اخبار رنگین

(۷) امتحان رنگین

(۸) مجالس رنگین پک ۱۸۵

(۹) فرسنامہ

(۱۰) عجائب و غرائب رنگین

(۱۱) مثنوی مثلث رنگین کہ مشہور بہ شہر آشوب رنگین

(۱۲) مثنوی مربع رنگین (چہار چمن رنگین)

(۱۳) مثنوی مخمس رنگین (پنجہ رنگین)

(۱۴) گلدستہ رنگین

(۱۵) سبع سیارہ رنگین

(۱۶) خمسہ رنگین

(۱۷) قوت الایمان
(۱۸) قصیدہ ترجمہ نونیہ
(۱۹) ترجمہ قصیدہ بانت سعاد
(۲۰) نسخہ درستی قصیدہ سودا
} پک نمبر ۲۱۰

(۲۱) ایجاد رنگین (موجد رنگین)

تصانیف رنگین قلمی پنجاب یونیورسٹی لائبریری

(۱) مثنوی باغ و بہار رنگین

(۲) مثنوی مہہ جبین و نازنین (مثنوی دلپذیر)

(۳) شش جہت رنگین نامکمل

(۴) فرسنامہ رنگین

(۵) حدیقہ رنگین فارسی

مطبوعہ کتب

(۱) مجالس رنگین مرتبہ مسعود حسن رضوی

(۲) ولی گجراتی از سید ظہیرالدین

(۳) جرأت از ڈاکٹر ابواللیث

(۴) ذکر میر

(۵) تاریخ ہندوستان از مولوی ذکا اللہ

(۶) نکات الشعرا میر تقی میر

(۷) گلشن بیخار شیفتہ

(۸) آبحیات آزاد

(۹) اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام از مولوی عبد الحق

(۱۰) غرۃ الکمال قلمی از امیر خسرو پنجاب یونیورسٹی لائبریری

(۱۱) پنجاب میں اردو از شیرانی صاحب

(۱۲) تذکرہ میر

(۱۳) تاریخ زبان اردو از ڈاکٹر مسعود حسین خان

(۱۴) تاریخ زبان دکن میں اردو نصیرالدین ہاشمی

(۱۵) اردوئے قدیم شمس اللہ قادری

(۱۶) معراج العاشقین مطبوعہ تاج پریس مرتبہ مولوی عبد الحق

(۱۷) تذکرہ اردو مخطوطات از محی الدین قادری

(۱۸) مقدمہ مولوی عبد الحق "سب رس" مطبوعہ انجمن ترقی اردو

(۱۹) مخزن نکات از قائم مطبوعہ انجمن ترقی اردو

(۲۰) مجموعہ نغز محمود شیرانی صاحب

(۲۱) دہلی کا دبستان شاعری مطبوعہ انجمن ترقی اردو

(۲۲) انڈومغل پرشین پوئٹری

(۲۳) تذکرہ شعرائے اردو میر حسن مطبوعہ انجمن ترقی اردو

(۲۴) کلیات ولی مطبوعہ " "

(۲۵) سودا از شیخ چاند " "

(۲۶) طبقات الشعرا مرتبہ ڈاکٹر ابواللیث

(۲۷) نصرتی مولوی عبدالحق

(۲۸) مقدمہ شعر و شاعری از حالی

(۲۹) تذکرہ شعرائے اردو مولفہ میر حسن بہ تصحیح و تنقید مولانا حبیب الرحمن خان صاحب

(۳۰) کلیات سودا مطبوعہ نولکشور

(۳۱) چند قدیم لغات اورینٹل کالج میگزین مئی ۱۹۲۹ء از ڈاکٹر ابواللیث

(۳۲) شعرالعجم حصہ سوم از شبلی

(۳۳) شعرالعجم پنجم "